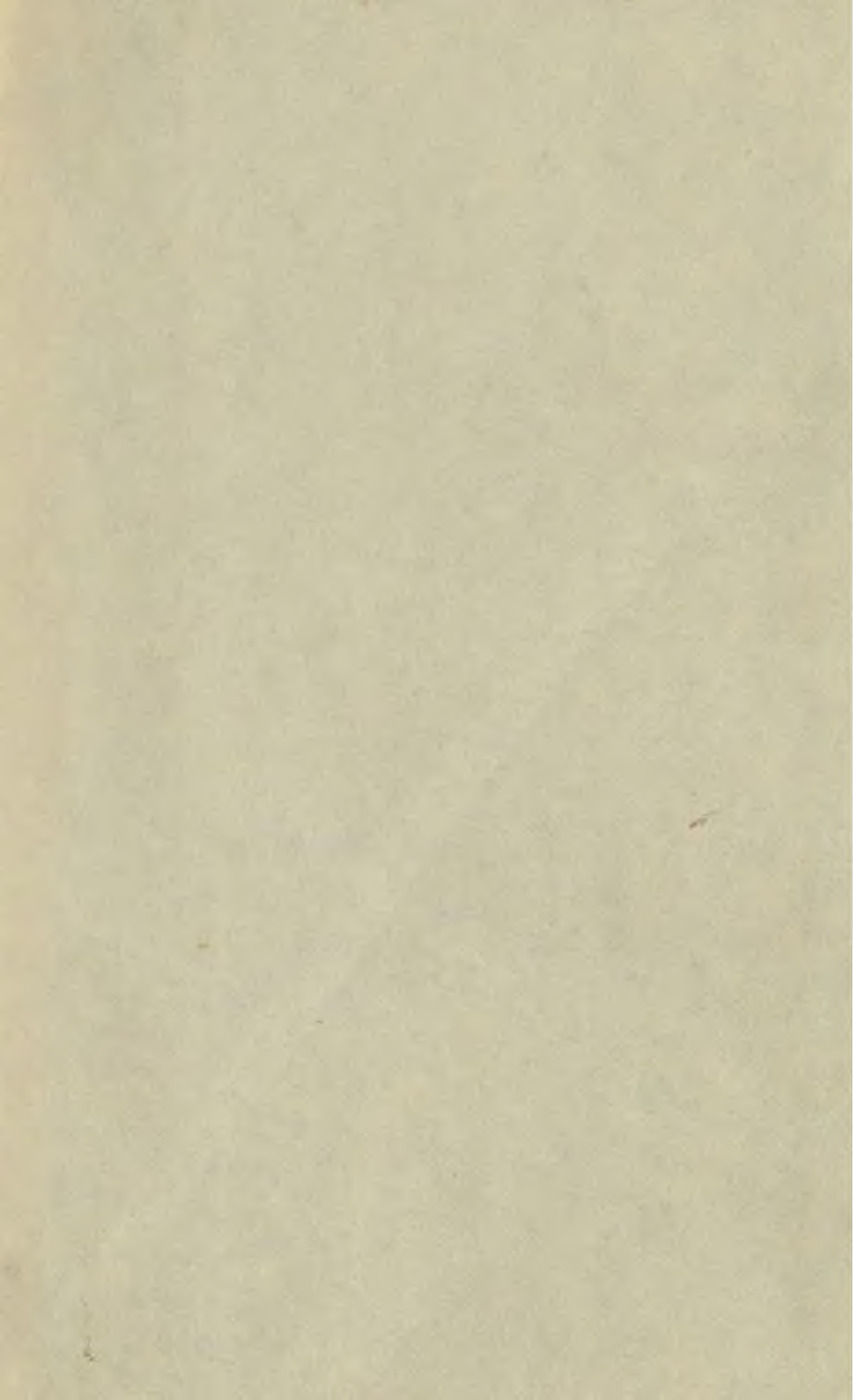


مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری

# اصلاحات کبریٰ







مَنْ لَمْ يَتَّقِ اللَّهَ لَيْسَ مِنْهُمْ سَائِلٌ عَلَيْهِمْ سَلَامٌ يَرْكَبُهُمُ الْعَالَمُ

# اصلاحات کبریٰ

جس میں

دکھایا گیا ہے کہ جن ایام آشوب میں ختم المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم ناسوت میں قدم فرمائے، اُس وقت  
صفحہ ہستی پر عموماً اور سرزمین عرب میں خصوصاً کیا کیا خرابیاں اور  
برائیاں رونما تھیں اور دنیا کے مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
اُن کو کس طرح دور کیا اور اُن میں کیا کیا اصلاحات فرمائیں

مُرتَّبہ

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز، پبلشرز، پاکستان  
کشمیری بازار لاہور بندر روڈ، کراچی

# تذکرہ شریف

جلد دوم

در بیان فضائل و مناقب  
شرفیہ و شرفیہ و شرفیہ  
و شرفیہ و شرفیہ و شرفیہ  
و شرفیہ و شرفیہ و شرفیہ  
و شرفیہ و شرفیہ و شرفیہ  
و شرفیہ و شرفیہ و شرفیہ

مکتبہ دارالعلوم دیوبند



اصلاحاتِ گُبرنی

الحجرات



اصلاحات کبریٰ

三

ابوالقاسم رفیق دلاوری

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشنگز کتاب منزل

لاہور





جملہ حقوق محفوظ ہیں

TECHNICAL SUPPORT BY



CHUGHTAI  
PUBLIC LIBRARY

سلسلہ مطبوعات نمبر ۳۱۲

Masood Faisal Jhandir Library

شیخ نیاز احمد پرنٹر و پبلشر نے علمی پرنٹنگ پریس لاہور  
سے طبع کرا کے کتاب منزل لاہور سے شائع کی۔



# فہرست مضامین اصلاحات کبریٰ

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۵۵	فصل ۱۳۔ طلاق قول کا غیر تشدد ہی سلسلہ	۱۳	فصل اول۔ اپنی شادی میں عورت کی بے بسی
۵۷	فصل ۱۴۔ طلاق کے بعد مجبور میں رکھنا	۱۷	فصل ۲۔ بد سلوکی اور ذات آمیز برتاؤ
۵۸	فصل ۱۵۔ ظہار کی رسم	۲۹	فصل ۳۔ بیواؤں پر متوفی شوہر کے اقرباء کا قبضہ
۶۱	فصل ۱۶۔ کثرت ازواج کا رواج	۳۱	فصل ۴۔ بیواؤں کو یکساں عدت کی مصیبت
۶۵	فصل ۱۷۔ لڑکیوں کی توہین و تحقیر	۳۲	فصل ۵۔ بیواؤں کو گھروں سے بے دخل کر دینا
۷۱	فصل ۱۸۔ مہر کی رقم پر والدین کا قبضہ	۳۳	فصل ۶۔ بیواؤں کی کس پر سی
۷۳	فصل ۱۹۔ ناکر وہ گناہ خواتین پر بہتان تراشی	۳۴	فصل ۷۔ بیویوں میں عدم مساوات
۷۵	فصل ۲۰۔ یتیم لڑکیوں کے حقوق سے بے اعتنائی	۴۲	فصل ۸۔ ترکہ سے محروم رکھنا
	حصہ دوم	۴۴	فصل ۹۔ حائض کو گھر سے نکال دینا
۷۷	عام اعتقادی اور عملی خرابیاں	۴۵	فصل ۱۰۔ حقوق سوال سے بے اعتنائی
۷۷	فصل اول۔ آباؤ اجداد کی کورائے تقلید	۴۷	فصل ۱۱۔ دختر کشی کی رسم
۸۱	فصل ۲۔ آئندہ زندگی اور وطن اصلی کا عدم تصور	۵۳	فصل ۱۲۔ ذی حرم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا
۹۹	فصل ۳۔ اسراف کی عادت		
۱۰۲	فصل ۴۔ اشرف المخلوق انسان کی تحقیر		
۱۰۵	فصل ۵۔ افتادہ اراضی کی آبادی سے بے اعتنائی		

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر شمار
فصل ۷۔ انبیاء کو درجہ السانیت سے بالاتر سمجھنا	۱۱۰	کی آمد و رفت	۲۲۷
فصل ۸۔ انتقام جوئی	۱۱۱	فصل ۲۷۔ جلداد وقت کرنے کا حکم احکام	۲۲۸
فصل ۸۔ اولاد کی محبت میں کوتاہی	۱۱۴	فصل ۲۸۔ جنسی اختلاط کا لوگوں سے تذکرہ	۲۳۰
فصل ۹۔ اولاد کے حقوق سے بے اعتنائی	۱۲۲	فصل ۲۹۔ جنگ جوئی اور رزم خواہی	۲۳۲
فصل ۱۰۔ اولاد سے عدم مساوات کا برتاؤ	۱۲۳	فصل ۳۰۔ چوری اور نقب زنی	۲۳۴
فصل ۱۱۔ اولاد کی قربانی اور قتل اولاد کا رواج	۱۲۵	فصل ۳۱۔ حرام کاری اور فواحش کی	۲۳۷
فصل ۱۲۔ اولاد پرستی	۱۲۸	گرم بازاری۔	
فصل ۱۳۔ بت پرستی	۱۳۷	فصل ۳۲۔ حرام کاری کی کمانی کھانا۔	۲۵۰
فصل ۱۴۔ بچوں کو پیکر غلام بنالینا	۱۵۰	فصل ۳۳۔ حریفانِ معرکہ سے ظالمانہ برتاؤ	۲۵۲
فصل ۱۵۔ بدتمیزی اور بد خوئی	۱۵۲	فصل ۳۴۔ خدا تک پہنچنے کے لیے	۲۵۵
فصل ۱۶۔ بدعات حج	۱۵۵	وسائلط کی تلاش	
فصل ۱۷۔ بد عہدی	۱۶۸	فصل ۳۵۔ خدا کو بندوں کی عبادت کا	۲۵۶
فصل ۱۸۔ بد نظری کی عادت	۱۸۹	عاجت مند سمجھنا	
فصل ۱۹۔ بلا اجازت گھروں میں گھسنے کا رواج	۱۹۱	فصل ۳۶۔ خلاف وضع فطرت افعال	۲۵۸
فصل ۲۰۔ بے آئینی اور نظام حکومت کے	۱۹۶	کار تکاب	
فقدان پر قناعت		فصل ۳۷۔ خود کشی	۲۶۲
فصل ۲۱۔ بے حجابی نسواں	۲۰۰	فصل ۳۸۔ دوسرے جنم میں جزا و سزا	۲۶۶
فصل ۲۲۔ بے حیائی	۲۰۷	ملنے کی خام خیالی	
فصل ۲۳۔ بے رحمی اور قساوت	۲۱۳	فصل ۳۹۔ رشوت کا لین دین	۲۸۸
فصل ۲۴۔ بیع الجملہ کا رواج	۲۲۳	فصل ۴۰۔ بد بھرتی و غارت گری	۲۹۲
فصل ۲۵۔ بے گناہوں سے قصاص طلبی	۲۲۴	فصل ۴۱۔ سرداروں کو سجدہ کرنے کا رواج	۲۹۴
فصل ۲۶۔ بیوی کے پاس اقرار بائے شوہر		فصل ۴۲۔ سودی لین دین	۲۹۷



نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۳۸۴	فصل ۳۱۔ کمزوروں سے ظالمانہ برتاؤ	۳۰۴	فصل ۴۳۔ شراب نوشی
۳۸۷	فصل ۳۲۔ کواکب پرستی	۳۱۱	فصل ۴۴۔ شرک باللہ سے شغف
۳۸۹	فصل ۳۳۔ لونڈی غلاموں سے بدسلوکی	۳۲۳	فصل ۴۵۔ شعر و شاعری سے شغف
۴۰۵	فصل ۳۴۔ مالک الملک کے اسماء مبارکہ میں الحاد	۳۲۹	فصل ۴۶۔ شہر سے نکل کر اناج خریدنے کا رواج
۴۰۸	فصل ۳۵۔ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا		
۴۱۰	فصل ۳۶۔ متبہنی کو عسبی بیٹے کی حیثیت بخشنا	۳۳۰	فصل ۴۷۔ صدقہ و خیرات میں خوشی و اقارب کو نظر انداز کرنا
۴۱۳	فصل ۳۷۔ ۶۷ مینول اور ذی اثر لوگوں کا غلام بن کر رہنا		
۴۱۶	فصل ۳۸۔ محرم کو گھر میں ڈال لینے کا رواج	۳۳۷	فصل ۴۸۔ عدم مساوات
۴۱۹	فصل ۳۹۔ مردار اور خواتین الارض کھانے کا معمول	۳۳۹	فصل ۴۹۔ عذاب و ثواب کی حقیقت میں غلط فہمی
۴۲۲	فصل ۴۰۔ مہجور بننے کا جسمانی تمثیل		
۴۲۶	فصل ۴۱۔ معزوں میں رعایا کو ایندھن بنا	۳۴۱	فصل ۵۰۔ عصبیت اور حقیقت باہلیت
۴۲۸	فصل ۴۲۔ مقتول کے ورثہ کی بے بسی	۳۴۲	فصل ۵۱۔ غرور و پندار
۴۳۰	فصل ۴۳۔ مالانگہ کو نندہ کی بیٹیاں قرار دینا	۳۴۹	فصل ۵۲۔ غرور و نسب
۴۳۲	فصل ۴۴۔ میت پر نوحہ اور مہین	۳۵۵	فصل ۵۳۔ غیر اللہ سے استمداد اور طلب عجاہات
۴۳۵	فصل ۴۵۔ نام و نود پر مال خرچنا		
۴۳۷	فصل ۴۶۔ نجاست سے پرہیز نہ کرنا	۳۵۸	فصل ۵۴۔ فحش گوئی
۴۴۷	فصل ۴۷۔ نمرول پاران کو شادی کی تاثیر قرار دینا		
۴۵۰	فصل ۴۸۔ نسبی زمینوں میں تہیٹی کی رسم	۳۶۱	فصل ۵۵۔ قاتل کو مقتول کا ترکہ دلانا
۴۵۲	فصل ۴۹۔ نسبت الی غیر اللہ	۳۶۲	فصل ۵۶۔ قتل و جہاں ستانی کی گرم باناری
۴۵۴	فصل ۵۰۔ نغمہ و سرود میں انعام	۳۶۶	فصل ۵۷۔ قحط میں اناج کی ذخیرہ اندوزی
۴۶۱	فصل ۵۱۔ وصیت میں ظلم و بے انصافی	۳۶۹	فصل ۵۸۔ قمار بازی
۴۶۵	فصل ۵۲۔ ۸۲ بیادہ روں اور منارات کی تعظیم میں افراط	۳۷۱	فصل ۵۹۔ کسانوں اور دستکاروں کی تحقیر
۴۷۶	فصل ۵۳۔ ۸۳ تہیموں پر ظلم	۳۷۹	فصل ۶۰۔ یکم توانا اور دوسری تجارتی خرابیاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱

## مُقَدِّمَہ

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ اجمعین

بعد از حمد و ستوتہ معلوم ہو کہ کسی سنگاخ زمین سے صاف اور سیدھی رُک نکالنا مشکل کام ہے لیکن کسی جمود پسند قوم سے اُس کے محبوب عقاید اور نکوسیدہ اطوار کا بھوڑا نا اس سے بھی نہیں زیادہ مشکلات سے لبریز ہے۔ اس کتاب میں انشاء اللہ العزیز دلہا ما جائے گا کہ سفیرت نبیہ الہام سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قدوم فرما کر اقوام و مل کی کیا کیا مروجہ خرابیاں دیکھیں اور بالخصوص اپنی اکثر اور جمہود پسند قوم کو کس طرح رذالت اخلاق کی پستی سے نکال کر محاسن اعمال و اخلاق کے شریا سے ہمہوش کیا۔

## اخلاق عرب قبل از اسلام

بنی دنوں وحی الہی کے مبیطاً آئیں حضرت احمد مجتبیٰ علیہ السلام اس عالم ناموس میں جنود افروز ہوئے، اُن ایام میں عرب کی سرزمین تنہا واد بار کا گہوارہ بنی ہوئی تھی اور عربی قوم بُری طرح بہالت اور شرک کے بحر ظلمات میں دم توڑ رہی تھی کوئی عیب ایسا نہیں تھا جس کے اہل عرب نہ گرنے میں اور کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ان کے رُک و پیچ میں سرایت نہ کر چکی ہو۔ اس کے علاوہ کفر و شرک میں وہ لوگ اتنے ہمک تھے کہ ان کے قبول اسلام کی توقعات بالکل مہجور تھیں۔

## انبیائے بنی اسرائیل کا عربوں کو بطور تمثیل پیش کرنا

سب سے پہلی بات یہ کہ باذن الٰہ ضعیفہ طری سے لکھے گئے تھے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم



عیسائیوں کو اپنی قوم کے سامنے اس عرب کو بطور تمثیل پیش کیا کرتے تھے۔ جب کہ کسی کو ان  
بجانب مذمت و بدحوہ چھوڑ کر تھوڑے محبوبوں کی پرستش کرنے لگتی تو، بیناتِ مرام ان  
کو نہ مانتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ تم تو چچے خدا کو چھوڑ بیٹے جو حالانکہ بنو قیداد (یعنی اہل مکہ)  
اپنے قبوٹے، بیوٹوں کی پرستش میں اسبی سمبولی سے تلمذ ہیں کہ کوئی چیز ان بہت پرستی  
سے پھیر نہیں سکتی۔ (بائبل۔ یرمیاہ ۱۲-۱۰-۱۲)

## عربوں کی بہت پرستی نے تمام حملوں کو ناکام بنا دیا

عرب کے حدود میں متعدد انبیاء مبعوث ہوئے لیکن اہل عرب نے ان کا اثر قبول نہ کیا  
مسیحیت، اپنے دورِ عروج میں دنیا کے ایک بڑے حصے پر جاکئی لیکن عرب کا ریاستانِ مسیحیت کی  
جسمانیگی میں واقع ہونے کے باوجود جوں کا توں خشک پڑا سا، سرد و نیم میوے کے کتب لائف  
آف محمد (علیہ السلام) میں لکھتے ہیں کہ عیسائی پانچ صدیوں تک ملک عرب میں  
عیسائیت پھیلانے کی کوشش کرتے رہے مگر بجز قلیل اتحاد کے کسی نے مسیحیت قبول نہ کی  
یہودی بھی اپنے دین کی ترویج کے لیے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے اور ان کی طاقت بھی  
انصاری سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ مگر آخر تھک کر رہ گئے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور  
سے پہلے ملک عرب کی حالت جس طرح ملکی اتحاد اور تمدنی اصلاح کے خلاف تھی، اسی طرح  
مذہبی اصلاح کو بھی قبول نہ کرتی تھی کیونکہ عربوں کے مذہب کی بنیاد ہدایت شدہ قسم کی  
بُست پرستی پر قائم تھی۔ جس پر شام اور مصر سے کئی حملے کئے گئے، مگر اس نے صدیوں تک نہایت  
سستی سے ان حملوں کا مقابلہ کیا اور اس میں کسی قسم کے زوال و انحطاط کے آثار ظاہر نہ ہوئے  
(لائف آف محمد ص ۴۰)

## اصلاح کی یاس انگیز حالت

الغرض عرب کی حالت ہمیشہ سے ایسی چلی آتی تھی کہ وہاں اصلاح میں کامیابی حاصل  
کرنے کی کوئی امید بھی بار آور نہ دیتی اور بادی اٹام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تو  
جزیرہ عرب تاریک ترین قعرِ جمالت میں غرق تھا۔ ایسا تاریک زمانہ دنیا کی تاریخ میں اور  
کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ سرد و نیم میوے نے اس امر کی شہادت دی ہے اور لکھا ہے کہ محمد

رنبیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایام شباب میں بڑیرہ نمازے عرب میں آبائی مذہب یرق کھڑے  
کامیابان بڑے زور کے ساتھ پایا جاتا تھا اور شاید کسی عصرِ ماضی میں اس مذہب کی کسی ایسی  
یاس انگیز حالت نہیں تھی جو اس وقت پائی جاتی تھی۔ (نائلہ آفت محمد ص ۵۷)

## اضطراب اور بدامنی فساد و شورش

اور فساد و بدامنی کا یہ عالم تھا کہ کوئی انسان کسی وقت اپنے آپ کو تنہا نہیں سمجھتا  
تھا اور عرب کی سرزمین ہر طرف اضطراب و بدامنی بکھڑی ہوئی تھی۔ ان ایام میں روحانی  
دنیا کے پیشوائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں کبھی لوگوں کو ملک کے آئینہ امن و  
انسان کی بشارت سناتے اور انہیں یقین دلاتے کہ غنیمت یہ ہے کہ اللہ نے قذیر اسلام کا ایسا بول  
بالا کرینکا کہ مسافر تین تنہا صنعاء میں سے حضرت موت تک کامل امن و سکون کے ساتھ  
سفر کرے گا تو اسے خدا کے وعدے کا خوف نہ ہوگا (بخاری)

تو یہ سن کر لوگ حیرت زدہ ہو کر سوچنے لگتے کہ یہ کیونکر ہو سکے گا؟

## جمہور پسند عربوں کی تہذیب و شائستگی

لیکن اس کے بعد لوگوں نے دیکھ لیا کہ اُفقِ مدینہ سے آتشیں شریعت کا جو شرارہ  
اُڑا تھا۔ اُس نے کس طرح آناؤناؤ خرمین جہل و ضلالت کو جلا کر خاکستر کر دیا اور یہ حقیقت  
منظرِ عام پر آگئی کہ اُنہی پس ماندہ اور جمہور پسند عربوں کی حالت یہاں تک متشابہ ہوئی  
کہ دنیا کی کوئی معاصر قوم تہذیب و شائستگی اور فہم و فراہمی میں ان کی تہذیب کا دعویٰ  
نہیں کر سکتی تھی اور امن و عافیت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بڑا بیابان جس میں سونے اور چاندی  
ہوئی جاتی تھی لیکن اسے خدا کے قہر کے سوا کسی کا خوف نہ ہوتا تھا۔

حضرت خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت نے لوگوں کو رذائلِ اخلاق  
کے اسفل السافلین سے نکال کر تقویٰ و طہارت کے ذرۂ کمال تک اس حد تک پہنچایا  
کہ بدترین قسم کے فساد و فحشاء آسمان تہذیب کے نجوم و نشان بن گئے اور ریزوں  
اور قزاقوں نے نہ صرف پاسپالوں کی حیثیت اختیار کر لی بلکہ کشور کشا اور سلطنتوں  
کے بانی قرار پائے۔



## فقیر المثال اصلاحات

اس میں شبہ نہیں کہ مغربی پرستی اور کفرانی ہی ایسا نہیں گذرا ہے، دنیا میں  
آکر وہی بات آفریں تہا کہ زبریا گیا ہو۔ دنیا کا ہر پیشہ ہر اس عالم رقی و رزاقی و دوزخ کت  
وقت اپنی قوم کے لئے نصرت ایمان اور تنہیب کفر کے بہترین اثرات چھوڑ گیا۔ لیکن  
جس قدر عالم اس سے سنا ہے اور محاسن مذاقی کے بہت، انہی مولوں کی نظیر پیش کر رہے ہیں قاصر  
بے جوہر تہا کہ کسی کے آکر ہی نجات دہندہ تہا کہ، محمد مجتبیٰ سلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اپنی  
یادگار چھوڑ گئے۔

## دوسری اقوام کے لیے دلیل راہ

یاد رہے کہ تاریخ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عرب کی سانچ الوقت شرابی اور  
رذائل پر کر کے بل عرب کو باہر سے نصرت پر پہنچا بلکہ دنیا کی تمام دوسری اقوام بھی اپنی ترقی و  
عروج کے لیے ان کی زیر راہ تہا کہ، ان قوم ایسی نہیں تہا کہ ہی جس نے آپ کی تعلیمات  
سے استفادہ کیا ہو۔ سندوں نے تو انہیں انور پر آپ کے اسوہ حسنہ کو دلیل راہ بنا لیا لیکن  
دوسری اقوام یا خصوصاً یورپ نے بھی آپ کی تعلیمات سے بہت کچھ روشنی حاصل کی گو وہ زبان  
سے اس کا اعتراف نہ کریں۔

## وجہ نکتہ بنجیاں جو اسٹو اور افلاطون کی رسائی سے باہر تھیں

دنیا میں جس قسم مذاہب پائے جاتے ہیں۔ ان سب نے کم و بیش حقوق انسانی سے اس  
تہا کہ بحث کی ہے ہاں تک وہ مذاقی کے دائرہ میں آسکتے ہیں۔ بعض مذاہب نے اس میں  
زیادہ توسیع کی تو شدیدی مباد وراثت اور وصیت و فیہ کے مسائل کو بھی اس بحث میں  
داخل کر لیا۔ لیکن انسان کے یہ باہمی تعلقات ایسے نازک اور دقیق ہیں کہ ان کے متعین کرنے میں  
غیر ملزم یا ان مذاہب کو اتنا درجہ کی جواز کا ہی سے کام لینا پڑا لیکن اسکے باوجود وہ ان میں بُری  
طرح غلطیوں کا شکار ہوئے۔

ان تمام مسائل میں پیغمبرِ راشدی علیہ السلام نے جو نکتہ بنجیاں کیں۔ ان کی نظیر  
سکھائی میں سے کسی کے پاس نہیں مل سکتی۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ آپ کے مہم دوزخ

کی بنیاد دئی گئی تھی۔ ورنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ جن نکات تک اسلام، اخلاطوان، سفارت، جالیندس وغیرہ حکماء کی بھی رسائی نہ ہو سکی۔ وہ ریگستان عرب کے ایک ناخواندہ کی تعلیمات میں پائے جاتے ہیں۔

## اُرْحمُ سَالِقہ میں ان غنی نکات کا فقدان

اگرچہ کچھ حکماء نے یونان پر موقوف نہیں بلکہ شریعت کی یہ نکتہ سنجیاں اسلام کے مواہد تمام مذاہب میں بھی مفقود ہیں تو انبیائے سلف میں سے کسی کے پیرو ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیائے سابقین کی شریعتیں وقتی اور مختصراً، المقام ہوتی تھیں۔ اس لیے اُرْحمُ سَالِقہ میں سے کسی نے آپ پیغمبر کی تعلیمات کو میں دغین محفوظ رکھنے کی طرف توجہ نہ کی۔ لیکن خاتم الانبیاء علیہ السلام کے بعد قیامت تک کوئی ایسا غیر مبعوث ہونے والا نہ تھا اس لیے خدا تعالیٰ نے آپ کے پیروں کو اس پر مائل کر دیا کہ آپ کی تعلیمات اور آپ کی عملی زندگی کے ہر طبقے سے چھوٹے واقفہ کو قلمبند کریں۔

اس کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ جب دنیا کے مصطفیٰ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ناسوت میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت دنیا میں اور سرزمین عرب کے اندر کیا خرابیاں اور برائیاں رونما تھیں اور آپ نے ان کی کیا کیا اور کس کس طریق پر اصلاحات فرمائیں پناہیں اس تالیف کو صداحات کبریٰ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ موفق اہل ایمان کو ان اصلاحات پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین



# حصہ اول

## طبقہ اناث کی مظلومی

### فصل اول

## اپنی شادی میں عورت کی بے بسی

عرب کے عہد جاہلیت میں ولی جس سے چاہتا۔ عورت کو اس کے پٹے باندھ دیتا تھا۔ عورت اپنا عقد یہ نظر کر کے یا دغس و بیشہ کی قطعاً مجاز نہ تھی۔ دنیا کے مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی میں تشریف لے کر اس راہی کا تذکرہ فرمایا۔

آپ نے کہم دیا کہ بیوہ سے اجازت یہ بغیر اس کا کہیں نکاح نہ کیا جائے۔ اسی طرح کنواری کا بھی اس وقت تک عقد نہ کریں۔ جب تک اس کا اذن نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! کنواری سے کیونکر اذن دیا جاسکتا ہے؟ وہ تو شرم کے رعب کوئی جواب نہ دے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا چھپ رہتا ہی اذن ہے! بھائی کہ تم کنواری سے تمیں از نکاح کو، جانتے کہ تم تمہارے نکاح خدا کی شہادت سے کر رہے ہو۔ کوئی جواب نہ دے تو یہی اس کی رضا مندی ہے۔ اور اگر منہ چھپے تو سمجھ دینا چاہیے کہ ناخوش ہے۔ ایسی حالت میں اس کے عقد سے باز رہنا چاہیے۔

### منکوحہ کو فسخ نکاح کا اختیار

اگر عورت کے اولیاء نے اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کسی بدمعاش سے کر دیا ہو تو اسلام نے اس کو فسخ نکاح کا حق دیا ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ کی ایک نوجوان لڑکی ام المومنین حفصہ بنت عاتشہ عہد یفہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر کہنے لگی اناں بیان! میرے چچا کا بیٹا بہت کچھ تباہ حال تھا۔

میرے باپ کو جو بھیت کی حالت نہ رہے۔ تم آج تو اس کی مراد باور ہی کے۔ اسے میری مرضی کے خلاف اس سے میرا نشان کر دیا۔ لیکن یہ عقد مجھے قطعاً گوارا نہیں۔ اہم امور میں اس نے فرما کر قدرت سے توقف کر دیا۔ خدا ہی شہادت دے گا کہ میں نے یہ عقد فرما کر اسے لڑکی سے اپنی مرضی سے پیش کیا۔ آپ نے لڑکی کے باپ کو باوجود اس کے باپ سے لڑکی کے بیان کی تصدیق ہو چکی تو آپ نے لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار دیا۔ لڑکی بولے یہ سوانح میں اپنے باپ کے لئے جو کہ مسترد نہیں کرتی۔ مجھے نہ صرف معلوم ہوتا ہے کہ سو تو اس کو بھی ان کے نکاح میں کچھ دخل ہے یا نہیں؟ اسنادی

مدنیہ منورہ کے ایک شخص نے اس کا دم نام لیا تھا اس سے یہی کہ نکاح کر دیا۔ لڑکی نے اپنے باپ کے نکاح کو نالہ کیا اور وہ بارہ ہجرت میں حاضر ہو کر اس کا نکاح کر دیا۔ لڑکی نے اپنی مرضی سے باپ کا نکاح فسخ کر دیا۔ اس نے لڑکی سے جو نکاح میں عہد کیا تھا اس سے حق کر لیا۔ اس کا تہ اسمی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ لڑکی کا نکاح اس سے ہو گیا۔ پھر اس نے نکاح کر دیا۔ لڑکی نے اس نکاح کو نالہ کیا اور چچا سے کہنے لگی۔ میری خواہش ہے کہ اس کا میرا عقد مضبوط ہو۔ چچا نے کہا کہ میں اس سے نہ منہ سے یہ کہہ کر اس کے سسراری کی مرضی کے مطابق اس کو منیہ کی وجہ سے نکاح کر دیا۔

### وساطت ولی کی اہمیت

یہ ان لڑکیوں کا عقد ہے جن کے بغیر عقد نہیں ہوتا۔ یہ عقد اس کے باپ یا والد کے ہوا۔ کوئی اور ولی اگر دست تو نہ دے۔ درحقیقت یہ ہوتا ہے کہ بہن یا بھائی کے بعد اگر لڑکی اس نکاح سے ناخوش ہو تو اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ عرصہ بلوغ میں قاصر کہنے کے بعد نکاحی دیا گیا۔ لڑکی کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے کتب فقہ کی تریخ و ترمیم سے

میر جید کہ جو ان لڑکیوں کا نکاح میں ہر طرح سے ممتنع ہے۔ اس میں اسنادی سے اس مطلق العنانی کو قطعاً گوارا نہیں کیا کہ کوئی لڑکی والدین کی وساطت کے بغیر نکاح نہیں کرے۔ یہ جو عقد قائم کرے۔ ابو نوحہ اس میں ایک طرح کی جبر ہے۔ اس کے نکاح میں والدین



اور شہرت یا بیعت اور شہرت و رشتہ کے ذریعہ کی موجودگی کے بغیر اس میں نہیں ہوتی۔ تیسرے عورتیں عموماً ناقص النفس و ناتجربہ ہوتی ہیں۔ خود رانی سے کام لے کر نکاح کر سکتی ہیں۔ خیال ہے کہ کسی پرست آدمی کے پتہ نہ ملے۔ ان کو جوہ کی بنا پر ایک حدیث میں جیسے ابن عباس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ روایت کیا ہے۔ ولی کی اجازت اور اس کے دستور سے نکاح کرنا صحیح ہے۔ ان کی عورت کو چھٹال۔ تشبیہ دینی گئی ہے۔

### عورت کو شلوع کا حق بخشنا

جس طرح مرد طلاق سے کہ بیوی کو علیحدہ کرنے کا مجاز ہے، اسی طرح شریعت حق نے عورت کو بھی اختیار دیا ہے کہ پٹہ فیہن مہر سے قسمت بردار ہو کر باوجود اس کے کہ وہ واپس کر کے یا اپنی طرف سے شوہر کو چھوڑ دے اس کی تہذیب و اخلاق سے غلطی حاصل کرے۔ مرد بہ طبع کی ایک عورت جیسے بہت سلول کے شوہر شہرت بن قیس قبیلہ صوریہ نے بھی اس سے بیڑی ان کو پسند نہ کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ مجیدہ آستانہ فوت ہیں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئیں یا رسول اللہ! میں ثابت کے مہر پر یا ان کے حقوق پر کوئی عیب چینی نہیں کرتی۔ لیکن مجھے یہ امر گوارا نہیں کہ مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کر دوں۔ چونکہ وہ بہ عورت ہیں میری نفرت میں کمی نہیں آئی۔ میں سخت، عجور ہوں۔ ایسی حالت میں میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم ثابت کا دہا ہو یا باغ پھیر دو گی؟ مجیدہ نے کہا ہاں پھیر دوں گی۔ آپ نے ثابت کو حکم دیا کہ باغ لے لیں اور دونوں میں جہانی کرا دی (ابن ماجہ)

### حصول آزادی کے بعد لونڈی کو فسخ نکاح کا اختیار

اسلام سے پہلے لونڈیوں پر ایک نظام یہ رواج رکھا گیا تھا کہ وہ حصول آزادی کے بعد بھی شوہر سے نجات حاصل نہیں کر سکتی تھیں لیکن اسلام نے ان کو اختیار دیا کہ اپنے عقد نامی کے نکاح کو بحال رکھیں یا فسخ کر دیں۔ جب ام المومنین حضرت عائشہ طہارت نے اپنی لونڈی بریرہ کو نعمت آزادی سے سرفراز فرمایا تو وہ اُس وقت حضرت ابوالاحسن حبش رضی اللہ عنہ کے نکاح منگیث کے نکاح میں تھیں اور شریعت اسلامی نے لونڈی کو اختیار دیا ہے کہ آزاد ہونے کے بعد اپنے سابقہ ازواجی تعلق کو بحال رکھے یا فسخ کر دے۔ چنانچہ مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا

کہ وہ اپنے خاوند کے پاس رہے یا جدا ہو جائے۔ بریرہ نے یہ عقد فسخ کر دیا۔

اب مغیثؓ کی یہ حالت تھی کہ وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے پھرتے اور روتے تھے اور آنسو

ان کے رخساروں پر بہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت عباسؓ

سے فرمایا تعجب کی بات ہے کہ مغیثؓ کو بریرہ سے کتنی محبت ہو رہی ہے کہ اس سے کس قدر نفرت

ہے۔ آخر تحقیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے فرمایا بریرہ! کاش تو مغیثؓ کے پاس

لوٹ جائے۔ کیا نہیں دیکھتی کہ وہ تیرے بچے کا باپ ہے اور تجھ کو اس سے اولاد ہوئی۔

بریرہ کہنے لگیں یا رسول اللہ! کیا یہ آپؐ کا مشورہ ہے یا حکم ہے؟ اگر حکم ہے تو پھر مجال انکار

نہیں ہے آپؐ نے فرمایا کہ حکم نہیں بلکہ محض سفارش ہے۔ بریرہؓ نے کہا مجھے مغیثؓ نہیں

چاہیے۔ (ابن ماجہ)۔



## فصل ۲

## بد سلوکی اور ذلت آمیز برتاؤ

## عورت کی تحقیر

اسلام سے پہلے عرب میں عورتوں کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ مردان کو تحقیر سمجھتے تھے اور ان کی حیثیت نہ صرف ایک جامداد منقولہ کی سی تھی بلکہ بعض اوقات قمار بازوں میں راڈل پر چڑھائی جاتی تھیں۔ صحیح بخاری کے باب الثباہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا منقولہ مذکور ہے کہ ہم لوگ عہد جاہلیت میں عورتوں کو بائٹل بھی سمجھتے تھے لیکن جب قرآن نازل ہونے لگا تو اس وقت ہم کو معلوم ہوا کہ عورتیں بھی کوئی چیز ہیں۔

## جنس نہجیبت سے حسن سلوک کی تاکید

حضرت سیدہ زینب صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے جنس نہجیبت سے حسن سلوک کی بڑی تعلیم دی تھی اس میں فرمایا کہ عورتوں کے حق میں بھلائی کرنے کے لیے میری وصیت قبول کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے نیچرھی اندر کی پسلی ہے۔ اگر تم پسلی کو سیدھا کر گے تو سس کو توڑ دو گے اور اگر اس کو اس کے محال پر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ یہ عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو۔ (بخاری و مسلم)

اس لحاظ سے ہم اہل بشریت تمام اللہ عزوجل کے پیغمبروں کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں عورت کی اصل پسلی ٹھیکری۔ درپسلی کہ بالکل سیدھا ہونا محال ہے۔ اس لیے عورت کا بالکل راست اور ہموار نہ ہونا اور اس کے تمام عادات و اطوار کہ بدال دینا بھی محال ہے۔ بنا بریں شفیق امت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیویوں کے ساتھ حکیمانہ برتاؤ

کر دے نہ تو ان کی کچ روپی کو بالکل نظر انداز کر دو کہ سرکش ہو جائیں اور نہ ہر بات میں متوجہ کر دو کہ زندگی تلخ ہو جائے۔ غرض عورت کو بالکل ہموار کرنے کی کوشش چھوڑ دو۔ کیونکہ جس طرح پسلی کی بڑی کو بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح بیوی کو سیدھا کرنے کی پوری طرح کوشش کر دے تو طلاق تک نہایت پہنچ جائے گی۔ چنانچہ اس معنی میں آپ نے فرمایا کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ تمھارے لیے ایک راہ پر ہرگز سیدھا ہی نہیں ہوگی۔ پس اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس کی کچی کی موجودگی ہی میں اس سے فائدہ اٹھو اور اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کر دے تو نور دو گے اور اس کا نور نا طلاق دینا ہے (مسلم)

جنس ضعیف کے ساتھ اچھا برتاؤ برتنے کے سلسلہ تائید میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مومنوں میں سے کامل ترین مومن وہ ہے جو خلق میں بہت اچھا و سادہ اپنے اہل و عیال پر زیادہ مہربان ہو (ترمذی) اور دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو ان میں خلق کے اعتبار سے جتنا زیادہ نرم میں سے بہتہ بہہ لوگ ہیں اور اپنی برائیوں کے حق میں بہترین ہوں (ترمذی) اور فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مومنہ (یعنی مومنہ بیوی) سے اجتناب رکھے۔ اگر اس کو مومنہ کا ایک فعل ناخوش رہے تو اس کا کوئی دوسرا فعل اس کو خوش نہ کرے۔ دل کہے گا (مسلم)

یعنی ایسی عورت بمشکل مل سکتی ہے جو تمام صفات خیر کی جامع ہو۔ اگر باغرض کسی میں حسن کی کمی ہو تو اس میں کمائی اور ایسی صفت بھی ضرور پائی جائے گی۔ پس ہر مرد اپنے دل کو تسکین دے کہ مطلقاً دوسرے نہ دے سکتا ہے۔ یہی حالت میں اپنی شہرت و سیت سے بغض رکھنا قرین دانش نہیں ہے۔

### حجۃ الوداع کے خطبہ میں

دنیا کے مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ اگر حجۃ الوداع میں جب کہ تمام اسلامی برادری جمع تھی جاہلیت کے تمام بے پردہ مراسم برطرف کر دیے تھے۔ ان مراسم میں عورت کے ساتھ بدسلوکی بھی داخل تھی۔ جس کو آپ نے ان الفاظ میں مٹایا۔



”عورتوں کے معاملہ میں شہادت دے دو۔ تم نے ان کو شہر کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے۔ ورنہ ان کی شرمناکوں کو کھٹا لگتا ہے اور وہ ان کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں۔ یہ ہے کہ وہ تمہارے بچپنوں پر کسی ایسے شخص کو نہ آئے ہیں وہ آنا نہیں تاگو رہو یعنی کسی غیر کے ساتھ منہوت نہ کریں یا یہ مدد ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آئے ہیں۔ ورنہ یہ ان کا یہ حق ہے کہ ان کو منحہ ورنے کے وفاق نہیں دینا ہے۔“

### بعض انبیاء علیہم السلام کی کثیر التعداد بیویاں

بائبل سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض انبیائے بنی اسرائیل اپنی دینی و سیاسی زندگی میں بڑی تعداد میں عہدہ تہذیب و جاہلستان میں تھے۔ چنانچہ کتاب عدالتیں ۱۱: ۱۲ میں مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں ایک ہزار عورتیں تھیں چنانچہ بعض کتابوں کی سات سو دو سو ان بیگناہ اور تین سو دس بیگناہ تھیں۔ اور کتاب ۲ سموئیل میں حضرت داؤد علیہ السلام کی انیس بیویوں کا ذکر ہے جن میں سے نو کے نام بھی مختلف مقامات پر درج ہیں اور ۲ سموئیل ۱۱: ۱ میں ان بیویوں کے علاوہ حرموں کا بھی تذکرہ ہے۔ چنانچہ بعض لوگ یہاں شہادہ علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ ان تیرے بیویوں سے تیری جان اور تیرے بیویوں کی جانیں بچ جائیں۔

### لحد ازواج النبی کے حکم و مصالح

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر تک نہایت عفت و عصمت کی تحریک زندہ کی تھی۔ اس کے بعد غیر معمولی حسن و جمال کے مالک ہونے اور اعلیٰ درجہ کی حسینہ اور کم سن خواتین کی تمنائے عقد کے باوجود آپ نے چالیس سالہ ایک بڑھیا حضرت خدیجہ طامریہ سے جو متعدد بچوں کی ماں تھیں اور بوالہ تمیمی اور عقیق مخزومی دو شوہر و بچہ چکی تھیں رشتہ ازدواج استوار کیا۔ آخر جب اُم المؤمنین حضرت خدیجہ نے پینسٹھ سال کی عمر میں داعی حق کو لبیک کہا تو آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی ہم عمر

یعنی پچاس سال کی ایک معمر خاتون تھیں عقد تشریح میں لائے۔

ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا ایک مسیت زیدہ خاتون تھیں جن کے شوہر کا نام سکران بن عمر تھا۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا باہمان ہوئیں تو ان کی کوششیں اور ترغیب سے ان کے شوہر سکران رضی اللہ عنہ بھی خلعت اسلام سے سرفراز ہوئے۔ سکران کی رحلت کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بہت دنوں تک یوگی کی سیباہ پیادہ اور اڑھے رہیں۔ لیکن ان کے سن ہونے کے باعث کسی نے ان سے نکاح کی رغبت نہیں کی تھی۔ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد ان کے سلسلہ مدائن کو منقطع کرنے کی خاطر نبوت کے دسویں سال ان سے نکاح کر لیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا علیٰ سترتیب حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیاں تھیں۔ ان دونوں سے نکاح کرنا بہت سے مصالح پر مبنی تھا۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے حضور سرور کوہ نبی کی کوئی نسبت قریب نہیں تھی۔ اس لیے آپ نے ان کی خدمات اور جان نثاریوں کے پیش نظر انہیں اپنے سے قریب تر کرنے کے لیے ان سے رشتہ مدعا بہت قائم کیا۔ سلامہ زہرا کی صاحبزادیوں سے نکاح کا مقصد دونوں کی اساس خلافت کا مضبوط کرنا بھی تھا۔ مزید یہ کہ ان دونوں محترم خاتونوں نے القرآن قرآن، تحفظ کتب اللہ، نشر احادیث اور تعلیم نسوان کے متعلق جو کام کیے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ام المؤمنین زہرا بنت جحش رضی اللہ عنہا کے عقد نے مہجنتی کی اہمیت کے بت کو توڑا۔ یہ اتنی بڑی اصلاح تھی کہ جمود پسند ارباب شرک کی اصلاح اس کے بغیر ممکن نہ تھی۔ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن سردار نجد کی بیوی تھیں۔ اس نکاح سے ملک نجد میں صلح اور امن اور اشاعت اسلام کے دروازے کھل گئے حالانکہ اس سے پیشتر اہل نجد اس درجہ شدید العداوت تھے کہ نقص امن اور فساد انگیزی گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ ستر قاریوں کے حادثہ شہادت کے تذکرہ میں اس عداوت کی ایک جھلک ناظرین کرام دیکھائے ہیں۔

الغرض آپ نے جس قدر نکاح کئے ان کی بنیاد فوائد کثیرہ، منعمایں جمعیہ اور مقاصد حسنہ پر قائم ہوتی تھی۔ ان بابرکت نکاحوں کی بدولت بہت سے دس ملاکے و رقابو میں رکھے گئے تھے۔

### تعداد ازواج کی ایک اور اہم برکت

کثرت ازواج نبوی کی ایک اور بڑی برکت ملاحظہ ہو۔ ہر تہذیب و ہدائی نام علیہ التعمید و السلام کے فیضانِ محبت نے ہزار ہا مردوں کو قیامت تک کے یہ انسانیت کا مددگار اکمل ترین نمونہ بنا دیا تھا۔ تاہم مردوں کی طرح طبقہ انات کو آپ کے شرفِ مجاہدیت و حم نشینی کے موقع حاصل نہ تھے۔ سرنہ، ازواجِ مطہرات اس فیضِ محبت سے کام کاربو ملتی تھیں۔ چنانچہ انہی کو اکابر و شخص کی وساطت سے یہ فوٹو میں آہستہ آہستہ عالم نسوں میں پھیلتا گیا۔ حضرت خیر البریٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی قریباً نصف صدی تک ازواجِ مطہرات کی حیثیت طیبہ عامہ ساء کے بے شمع جہانیت ہی رہی۔ اگر اہانت المومنین نہ ہوتیں تو آج طبقہ نسواں کے متعلق ہزار ہا امور پر سوچنا ہی مستور رہتے اور شریعتِ مطہرہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکتی۔

### ازواجِ مطہرات کا روزانہ اجتماع

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر روز نماز عصر کے بعد تمام ازواجِ مطہرات کے حجروں میں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے تشریف لے جاتے۔ ہر ایک کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ اخیر میں ان کے ہاں تشریف لے جاتے جن کی اس رات باری ہوتی۔ اور پھر رات کو وہیں قیام فرماتے۔ آپ کی بیک وقت نو بیویاں تھیں۔ آپ باری باری ایک ایک مکان سب کے گھر میں رہتے۔ اس طرح پہلی بی بی کے پاس بن سے باری شروع ہوتی آپ نو بیویں دن تشریف لاتے۔ اور ازواجِ مطہرات کا معمول تھا کہ جس بی بی کی باری ہوتی تمام ازواج ان کے گھر میں جمع ہو جاتی تھیں۔ دین تک وہیں آپ کے پاس نہ ہی احکام و مسائل سیکھتیں اور پھر ان کے ذریعہ سے وہی احکام و مسائل امت کی تمام عورتوں تک پہنچتے۔ اہمات المومنین کچھ رات گئے اپنے اپنے گھروں کو مراجعت فرماتیں اور جمع



مسلم مع شرح

حسب بیوی کا دان ختم ہوتا اور دوسری کی باری کا وقت شروع ہوتا آپ اس بیوی سے جانے کی اجازت مانگتے۔ معاذہ نے بوجھ بیٹ کی ماریہ ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جب حضورؐ مرد و بھان آپ سے اجازت مانگتے تو آپ کیا کہتی تھیں؟ ام المومنین نے فرمایا میں اس کے جواب میں کہتی تھی یا رسول اللہ! اگر میری اختیار میں آتا تو میں اس جہت کو کسی دوسری جگہ نہ جاسے دیتی۔ (مسلم)

### ازواج طہرات پر شفقتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج طہرات پر بڑے مہربان تھے اور ان پر بڑی شفقتیں فرماتے تھے۔ ہم لوگ اپنے گھروں میں ممانہ حیثیت سے داخل ہوتے اور ممانوں سے اندازہ پر تانگی امور سے بے تعلق رہتے ہیں اور کبھی گورائیں کرتے کہ گھر کے کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹائیں۔ لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہیں ہمہ فضل و شفقت اپنے گھروں میں جا کر خانگی اشغال میں اپنے اہل خانہ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ پیغمبر علیہ السلام گھریں جا کر کیا کیا کام کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں۔

آپ کے دل میں اصوات المومنین کی کہاں تک قدر و منزلت اور محبت و عظمت تھی اس کو قارئین کرام چند ان واقعات پر قیاس کر سکتے ہیں ایک دفعہ ازواج طہرات سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ ساریاں اونٹوں کو تیز ہانکنے لگے۔ آپ نے فرمایا دیکھنا یہ آگینے ہیں (ثبیت) میں (سیرۃ النبی) ایک دفعہ آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو طلحہ انصاریؓ (محبوبوں نے انس کی والدہ محترمہ ام سلیمہؓ سے نکاح کر لیا تھا) سفر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے ام المومنین حضرت صفیہؓ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا تھا۔ اتفاق سے حضورؐ کے ناقہ کا پاؤں پھسلا اور آپ اور ام المومنین دونوں زمین پر آ رہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے اپنے اونٹ پر سے کود پڑے اور جھٹ آپ کے پاس پہنچ کر کہنے لگے یا رسول اللہ میں آپ کے قرون جھٹل کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی۔ آپ نے فرمایا تم پہلے عورت کی

نمبر لو۔ چونکہ پردہ ۵ حکم ہو چکا تھا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے منہ اپنی چہرہ پر کپڑا ڈالا اور اہم المومنین کے پاس جا کر ان کو کثرت سے دُعا دینا دیا۔ حضرت عیسیٰؑ خدا کھتری مومنین سے ابو طلحہؓ نے سوار بنی پر پان دروست کر کے دونوں کو سوار کیا۔

آپ کی مائت مبارک تھی کہ اگر اعتکاف کی مائت ہیں آپ کی کوئی رفیقہ سیات بھی آپ سے ملے جاتیں تو آپ ضروری گفتگو کے بعد ان کو رخصت کرنے کے لیے باسجد تک مشایخت فرماتے۔ سید زین العابدین علی بن حسینؑ کا بیان ہے کہ میں نے اہم المومنین حضرت سفیرؑ سے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہیں آپ کی ملاقات کے لیے مسجد میں گئی۔ حضورؐ ہی دیر تک باتیں کرنے کے بعد سب لوٹنے کو بھی تو آپ، مجھے پہنچاتے اور کھڑے ہوئے۔ (رسم)

ازواج مطہرات کے سوا آپ کی ایک شفقت یہ تھی کہ آپ ن کی کوئی حبانہ درخواست مسترد نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ اہم المومنین حضرت عائشہؓ نے عرض پیرا جو میں یا رسول اللہ آپ کے اصحابؓ کو حج اور عمرہ دونوں کا ثواب حاصل کرتے ہیں لیکن میں نے حج تو کیا ہے عمرہ نہیں کیا اس سے درخواست کیا کہ مجھے بھی عمرہ کرایہ آپ سے حکم دیا کہ اہم المومنین کے جہاں عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ہی اللہ عنہما، انہیں آپ سے تھلے بنائیں اور آپ بھی حوار کریں۔ آپ نے جناب عبدالرحمن سے فرمایا کہ وہ انہیں موقع تنجیم سے عمرہ کرائیں حضرت خیر ام مسلمین علی اللہ علیہ وسلم کہ معظمہ کی بلندی پر ان کے منظر سے یہاں تک کہ اہم المومنین عمرہ کے وہاں پہنچیں۔ (بخاری) یہ ان ایام ہ واقعتاً ہے جب آپ حجۃ الوداع کے لیے مکہ معظمہ تشریف لائے تھے۔

ایک مرتبہ اہم المومنین حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا نے التماس کی یا رسول اللہ! آپ سے تمام نواج اظہار است کی کیفیت رکھی۔ ایک ہیں باقی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم اہم عبد اللہؓ جو ابن ماجہ حضرت عائشہؓ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ نے ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف منسوب کر کے ان کی کنیت اہم عبد اللہؓ تجویز فرمادی۔

## امہات المؤمنین کی ناز برداریاں اور خاطر داریاں

پاکستان اور ہندوستان کے مرد جنس ضعیف کے حق میں سخت بے انصاف واقع ہوئے ہیں۔ وہ اپنے حقوق تو عورتوں سے بہ جبر منواتے اور سختی سے ان پر عمل کرتے ہیں لیکن ان کے حقوق کی طرف چنداں التفات نہیں رکھتے۔ حضرت سیدہ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم جس حد تک ازواجِ طاہرات کی خاطر داری فرماتے اور ان کی نازک مزاجیاں برداشت کرتے تھے کیا اس کی کوئی نظیویش کی جاسکتی ہے۔ یہاں چند واقعات بطور نمونہ حوالہ قرطاس کئے جاتے ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی کمسنی میں نکاح کر چکے تھے اور ان کی والدہ محترمہ اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کو اس بات کا بڑا اشتیاق تھا کہ اپنے لختِ جگر کو جلد سے جلد حرمِ نبوی میں دیکھیں۔ اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایسی ایسی مثنوی غزلیں کہلاتی رہتی تھیں جو غیر معمولی بالیدگی سے محرموں۔ اس کو شش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا قد خوب بڑھا۔ چنانچہ جب وہ مدینہ منورہ میں آستانِ نبوت کی تربیت بنی ہیں تو باوجودیکہ اس وقت ان کا سن نہ سال کا تھا۔ لیکن قد و قامت کے لحاظ سے چودہ ہندہ سال کی دلکھانی دیتی تھیں۔

تاہم ان کی خوبصورتی بالکل جھوٹی پچیوں کی سی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ حرمِ نبوی میں داخل ہوئیں تو وہ اپنے کھینے کی گریاں اپنے ساتھ لاتی تھیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ میری غیر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی اپنی گریوں کے ساتھ کھیلتی تھی اور میری بھولیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں اور جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو میری جوایاں آپ کو دیکھ کر چھپ جاتیں۔ لیکن آپ ان لڑکیوں کو بلا کر میرے پاس بھیج دیا کرتے۔ زنجاری و مسلم اور یہ آپ کا کہاں خلق تھا کہ بچوں پر شفقت کرتے اور ان کو کھیل کود سے منع نہ فرماتے اور چھٹا کر جس میں برائدر کی سی شکل نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ تصویر کے مکم ہیں نہیں۔

اسی طرح اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حبشی سید کے دن مسجد میں برہمنیوں سے کھیل رہے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے



ساتھ میرا پروہ کر رکھی تھیں تاکہ میں آپ کے کانوں اور سمونڈ حصوں میں سے نہ لکھیں دیکھ  
 سوں۔ آپ بہت دیر تک میری خاطر کھڑے رہے اور میں آپ کے دوش مبارک  
 پر رخسار سے رکھ کر تماشہ دیکھتی رہتی یہیں تک کہ آپ نے فرمایا ابھی تم یہ نہیں  
 ہوئیں نہ میں نے کہا ابھی نہیں۔ آخر کتنی دیر کے بعد میں خود ہی سوٹ کٹی (بخاری و  
 مسلم)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہیں یہی نہیں۔ اتنے میں نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے۔ ان کڑیوں میں آیا، گھوڑا بھی تو جس کے کپڑے  
 کے دو پر بھی تھے۔ آپ نے فرمایا اسے عائشہ! میں کڑیوں کے بیچ میں یہ کیا پتھر  
 دیکھتا ہوں۔ افسوس نے کہا یہ گھوڑا ہے۔ پوچھا اس کے اور یہ کیا ہے؟ بولیں  
 یہ عورت کے پر ہیں۔ فرمایا یہ گھوڑے کے پر بھی ہوتے ہیں؟ حضرت عائشہ کہ  
 نہیں۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سیدنا ان شاہ صدام کے گھوڑوں سے پر بھی تھے  
 یہ سن کر آپ ہنسنے لگے۔ (ابوداؤد)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے ہوا۔ فرمایا: تو تیز قدموں میں باہر نکلا کر اس وقت میں دہلی پٹی تھی۔ اس  
 سے سب سے آگے نکلی تھی۔ دربار میں جب پہنچا تو وہاں ہوشیار اور عورتوں سے  
 کی عزت کی توہین تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بیعت تھی میں اس بیعت  
 کا جواب نہ دے دوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنی ایک زندگی و خوشی  
 کے لئے اس کے ساتھ جان دے دیا۔ یہ ایک کھیل تھا جس سے یہ بڑے اور بڑے  
 بھی مبارک ہو۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب  
 تم مجھ سے تارہ خن بولتی ہو تو میں اس کو مجھ سے کہتا ہوں۔ یہ ہیں آپ کی انگوٹھیں جو  
 میں نے فرمایا کہ جب تم انگوٹھیں بولتی ہو تو تمہیں کسی راست پر قسم کھانی ہوئی ہے تو یوں  
 قسم کھانی ہو کہ خدا سے تمہاری قسم اور جس قسم جو تمہاری ہو تو تمہاری ہو اور ابراہیم

کے رب کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں تکرار کے وقت آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔

علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناخوشی دینی امور میں نہیں ہوتی تھی جو ایمان میں غلط انداز ہو۔ بلکہ سونکھوں کی وجہ سے کبھی دل میں رنجش پیدا ہو جاتی تھی اور سونکھوں کی جہن عورتوں میں فطری چیز ہے شریعت نے اس بارہ میں عورتوں پر کوئی گرفت نہیں کی۔

### ازواج سے ترک کلام

حضرات بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کا یہ اُسوۂ رسول تھا۔ جس کی پیروی مسلمانوں پر لازم ہے۔ تعدد ازواج کی حالت میں شوہر کو بیویوں سے اور بیویوں کو شوہر سے طرح طرح کی شکایتیں پیدا ہوا کرتی ہیں اور تصادم باہمی کے اکثر مواقع پیش آتے ہیں اور جیسا کہ عام طور پر مشاہدہ میں آ رہا ہے متعدد ازواج والے آپ سے باہر ہو کر سیٹ و شتم اور مار پیٹ پر اتر آتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تعدد ازواج کے ساتھ اس خوبی سے گزارا کیا کہ نہ کسی بیوی پر کبھی ہاتھ اٹھایا اور نہ کبھی سخت کلامی اور ڈانٹ ڈپٹ سے کام لیا۔ کیونکہ یہ طرز عمل آپ کی عظمت شان کے منافی تھا۔ ان مواقع میں جہاں دگ مار پیٹ سے کام لیتے ہیں آپ کی طرف سے اظہار ناراضی کا طریقہ ترک کلام تھا اور ظاہر ہے کہ آپ کا ترک کلام اہمات المومنین کے لیے کس قدر تکلیف دہ اور روح فرسا ہو سکتا تھا۔

ایک دفعہ آپ اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر ناخوش ہوئے (اور ان کو شرف ہمکلامی سے محروم کر دیا) صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر تم رسول خدا کو مجھ سے راضی کر دو تو میں اپنی باری کا دل تم کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے یہ شرط منظور ہے۔ اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی اوڑھنی ان جس کو زعفران سے رنگا تھا اور اس پر پانی کا

جینا دیا تاکہ زعفران کی خوشبو چیل جائے۔ پھر حضورؐ ان کے پاس جا بیٹھیں آپؐ نے ان سے فرمایا عائشہ! تم میرے پاس سے چلی جاؤ۔ آج تمہاری باری نہیں ہے۔ وہ کہنے لگیں ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔ اس کے بعد بتایا کہ صفیہؓ نے اپنے باری سے درخواست کی۔ ماضی میں حضورؐ ان سے راضی کرادے۔ یہاں کہ آپؐ ان سے راضی ہو گئے (ابن ہبہم)

### بیوی کے بعض حقوق

بیوی کے بعض ایسے حقوق ہیں، جو کسی عام امور یا فرائض اور بے خبری میں بیان کیے جاتے ہیں۔

مولانا شرف علی تھانویؒ رقم طراز ہیں۔ بیوی کا حق ہے کہ وہ شوہر کے ماں باپ سے۔ ہمدار بنے گا۔ حالہ کہ سے۔ پس بیوی اس کی خواہش کرتے اور ماں باپ اس کو شامل رکھنا چاہیں تو شوہر کو ہمارے نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو ان سے شامل رکھے بلکہ واجب ہوگا کہ اس کو ہمدار رکھے۔ اگر کسی کے پاس مالی وسعت ہے تو قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرتے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس شخص کو ہمارے نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے۔ اور ماں باپ پر خرچ کرے۔ ابوداؤد النوار ص ۴۸، ص ۴۹

مولانا تھانویؒ عیدالرحمت نے اپنی بعض تصنیفات میں یہ لکھا ہے: کہ بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کو کچھ ایسی رقم بھی دے جس کو وہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکے۔ جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس رقم کی مقدار اپنی اور بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے۔

ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ گھر کے کام کا ج عورت پر واجب ہیں یا نہیں اور شوہر بیوی کو ان کاموں کے انصرام پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام محمدیؒ شامیؒ مسنن اس حدیث کی شرح میں جس میں حضرت اسماءؓ ذوات النطاقین رضی اللہ عنہا نے لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ گھر کے کام میں جو عورت اور حسن معاش میں داخل ہیں اور عورتیں قدیم سے اپنے خاندانوں کے یہ کام کرتی آئی ہیں لیکن یہ کام



عورت پر شرعاً واجب نہیں۔ اس کا جی چاہے تو کرے۔ ورنہ نہ کرے۔ اس کے لیے کام تو وہی رقم فرما ہیں کہ عورت پر صرف دو تہی کام واجب ہیں۔ ایک یہ کہ شوہر کے گھر میں رہے۔ دوسرے یہ کہ مجامعت سے انکار نہ کرے۔

لیکن ظاہر ہے کہ مسلمان عورت کبھی اتنی بے مروت اور خود غرض نہیں ہو سکتی کہ گھر کے کام کاج سے جس کی انجام دہی میں اس کی اور اس کی اولاد کی کسی دشمنی ہے۔ پیوندی کر کے ثواب آخرت سے محروم رہے۔ تاہم مرد کو اس کا ممنوع انسان رہنا چاہیے کہ بیوی نے ایسے کام بھی رضا کارانہ اپنے دوستی بہت پر اٹھارے رکھے ہیں۔ جو اس کے فرائض ہیں داخل نہیں۔

اسلام نے عورت کو ایک حق یہ بھی دیا ہے کہ اگر بخیل شوہر اہل و عیال کی لازمی اور ناگزیر ضروریات پر خرچ کرنے میں بخل کرے تو بیوی بقدر حاجت بلا اجازت اس کے مال میں سے خرچ کرے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مال مند (جگر خوار) نے فتح مکہ کے دن حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بارگاہ نبوت میں التماس کی بارہ سوال اللہ امیر اشوہر ابو سفیان (بن حرب) بڑا بخیل آدمی ہے۔ وہ مجھے اتنا فقہ نہیں جیتا جو میرے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو۔ اگر میں اس کے مال میں سے کچھ اس کی اجازت کے بغیر لے لوں تو مجھ پر کچھ نہ تو نہیں۔ آپ نے فرمایا اس قدر لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے کفایت کر سکے۔ (ابوداؤد)

## فصل ۳

## بیواؤں پر متوفی شوہر کے اقرباء کا جبری قبضہ

مصرعہ مزبور بہت ہی سبب سے عین مقلد کا تختہ مشق بنایا گیا تھا ان میں ایک ظلم یہ تھا کہ غلامہ کے مرنے پر اس کا وارث اس کی بیوی کا بھی مالک ہو جاتا تھا مگر مرنے والے کا باپ یا بیٹا اس بلکہ وہ جس سے نکاح ہو سکتا ہو۔ بیوہ کو یا اس کے اقرباء کی مرضی اور خواہش اور اس زمانہ و شہر کی عورتوں میں کوئی دخل نہ تھا۔ متوفی کا وارث یا تو عدالت کے جرنیلوں سے اس کا حاکم کر لیتا یا کسی دوسرے کے لئے کر دیتا یا دونوں میں سے کوئی بات پسند کر لیتا تو اس کو خدشہ کی حیثیت سے عمر میں پڑا رہنے دیتا۔ (ابوداؤد)

اس وقت سے مرنے والے سے وراثت ہو کر اس غرض سے بھی ایذا پہنچنے لگی کہ وہاں جو اس نے شوہر کی وراثت میں پیٹ واپس کر دے۔ جب ابوقیس بن اسلمت الفدری کا انتقال ہوا تو ان کی بیوہ کثرت من الفدریہ پر ان کے سوتیلے بیٹے قیس نے بیوہ ڈال دی اور نکاح کا وارث ہوا۔ کبشہ نے ہر گز نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اقربائے شوہر سے یہ اچھپا چھوڑا ہے تاکہ میں دوسری جگہ نکاح کر سکوں۔ اس وقت سورۃ نسا کی یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا نِسَاءَكُم مَّا كُنَّ هُنَّ لَكُمْ وَرَثَاتٍ لِمَا اكْتَسَبْنَ مِنْهُنَّ مِنْ قَبْلِ هَذَا وَلَكُمْ فِي مِيرَاثِكُم مَّا كُنْتُمْ تَرِثُونَ لَكُمْ فِي مِيرَاثِكُم مَّا كُنْتُمْ تَرِثُونَ لَكُمْ فِي مِيرَاثِكُم مَّا كُنْتُمْ تَرِثُونَ

اے مومنو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے شوہر اور مالک بن جاؤ گے اور ان کے قبضہ سے غرض سے مفید نہ کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس کا کوئی حصہ وصول نہ کرو مگر اس صورت میں کہ ان سے کوئی میراث حاصل نہ ہو۔ (البقرہ ۱۱)

غیر و ختم بی سے گزران کر۔

اس آیت کے نزول کے بعد مصنف عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقربائے پیر و کوپوری  
طرح اختیار کیا کہ عدت گزارنے کے لئے جہاں چاہیں پیر کا نکاح کر دیں۔ ان واقعات سے  
معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ظلم و بربادی کی کئی مختلف صورتوں میں مبتلا تھی اور اسنام سے آکر ان  
کن خرابیوں کی اصلاح کی۔ آیت میں جہاں کی قید واقعی ہے کہ وہ ایسا کر لے۔ یہ نہیں کہ اگر  
عورت رضا مند ہو تو وہ سچ مچ میراث اور مالک ہے۔ ہو سکتی تھی۔



## فصل ۴

## بیواؤں کو ایک سالہ عادت کی حیثیت

عرب کے عہد جاہلیت میں عورت بیوہ ہونے کے بعد ایک سال تک عادت چھٹی تھی۔ جس عورت کا شوہر مر جانا وہ ثلث میں کچیلے اور گنگے سڑے کپڑے پہن کر کسی کھنڈر میں چلی جاتی یا تاریک کھڑکی میں جا بیٹھتی اور ایک سال تک تیل خوشبو سرمہ اور ہر قسم کی زینت سے پرہیز کرتی۔ ایک سال کے بعد گدھا، بکری یا کوئی پتھر لے کر اس کے بدن سے گڑا جاتا۔ یہ ماننا ابھی شدید ہوتی تھی کہ ایسا اتفاقات جانور اس گڑے سے ہاک ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد بیوہ کو درخت کی ایک مگنی دی جاتی۔ وہ اس کو دور بھینک دیتی۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ اب وہ عادت سے نکل چکی ہے (مسلم، ابوداؤد، موطا، مالک)۔

نبین مہدی علیہ السلام نے ان شرافت کی حماحت کے علاوہ عادت کی مدت چار مہینے دن کر دی۔ اور دوسرے اقرباء کا سوگ صرف تین دن تک جائز رکھا۔ ثوبین اس قسم ان مدتوں کی سختی سے باندھتیں۔ جب اُم المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نہ اندراج سفیان بن حرب نے مدت گزرتے ہی عالم جادوں سے پوچھا تو وہ لوہیہ نے ثوبین دن سے بعد خوشبو لگائی اور زینت بست، ابی سلمہ سے پوچھا اس نے ہمیشہ کی مانند یہی فرمایا کہ چھ خوشبو کی حاجت تو نہ تھی لیکن میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اُم عورت کے لیے جو خدا پر اللہ لوہم بڑا پرانہ رہتی ہے یہ کسی طرح حلال نہیں کہ کسی مرنے والے کے غم میں تین دن سے نہ باندھ سوگ کرے۔ ہاں شوہر کی موت پر چار مہینے اور دس دن تک سوگ کرنے کا حکم ہے (مسلم و ابوداؤد)۔

## فصل ۵

## بیواؤں کو گھر سے بے دخل کر دینا

عہد جاہلیت میں بیویاں جو شوہروں کی زندگی میں گھر کی چار دیواری کے اندر بالکائے حیثیت  
 کھتی تھیں وہ شوہر کے مرنے کے بعد وہاں سے ایک ایک طرح سے دخل کر دتی جاتی تھیں  
 کہ گو بیواؤں کو کبھی اس گھر سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ اس بے دخلی کے بعد وہ ادھر ادھر گھر کے  
 کسی کونے میں خادمہانہ حیثیت سے بسر اوقات پر مجبور ہوتی تھیں۔ بہر حال کہ یہ عورت فطرتاً  
 اسلام کے بعد اقربائے زوج کی ملک متصور نہیں ہوتی تھی تاہم شوہر کے مرنے کے بعد اس کو  
 فی الفور گھر سے نکال دیا جاتا تھا۔ بعض اسلامی گھرانوں میں بھی یہ معمول چلا آتا تھا۔

مرد ہی بے گھر ایک دفعہ ہمارے بین کی بیویاں بارگاہ نبوت میں یہ شکایت لے کر آئیں کہ  
 ہمیں مکانوں کی تنگی رہتی ہے اور بالخصوص جب ہمارے شوہر انتقال کر جاتے ہیں تو ان کے ورثہ  
 ہم کو مکانوں سے نکال باہر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم کدھر جائیں اور غربت میں کس کا ہمارا  
 ڈھونڈیں۔ مصلح عام صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آئندہ ہمارے دل کی بیویاں ان کی حثیت سے  
 بعد ان کے گھروں کی وارستہ ہوں گی۔ چنانچہ اس حکم کے بعد سب حضرات علیہ السلام  
 صحابی رضی اللہ عنہ اس سرائے غامی کو وداع کہا تو ان کی بیوی ان کے مکان و قع مدینہ کی وارستہ قرار  
 پائیں۔ (ابوداؤد)

## فصل ۴

## یہو اؤں کی کس مپرسی

حضرات! آپ نے گذشتہ تین فصلوں میں یہ اؤں کی مظلومی کی ایک جھلک دیکھی۔ یہ وہ دنیا کا ایک نہایت ناچار و ناتواں گروہ ہے۔ جو سر سے شدید کائنات کا طغیانی سے بالکل بے یار و مددگار اور بے مونس و غم و غمناک رہ جاتا ہے۔ یہودیوں میں یہ اپنے متوفی شوہر کے خولیش و اقرار کی ملک ہو جاتی تھی اور ان کے سامنے اس کو یا اس کے اقرباء کو چون و چرا کر نے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ بنو د میں یہ وہ کسے سے زندہ رست کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتی تھی۔ اس لیے اس کو اپنے شوہر کی پتا سے اپٹ کر خود کش کر لینی چاہیے۔ اور اگر وہ سستی نہ ہو تو دنیا کی تمام راحتوں اور لذتوں سے دست بردار رہ کر ساری عمر سوگ میں گزارتی تھی۔ بنو د میں یہ رواج ہزار ہا سال سے چھوڑا گیا ہے۔ یہودیوں کی طرح مرثیوں میں بھی بیسنا کہ اوپر لکھا گیا۔ یہ وہ اپنے شوہر کے اعزہ کی ملک ہو جاتی تھی۔ اس سے جو چاہتے تھے سلوک کرتے تھے اور اسے اس بات کا قطعاً اختیار نہ تھا کہ اپنی مرضی سے کہیں نکاح کرے۔ آخر سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے اور آپ نے اگر اس مظلوم فرقہ کی فریاد رسی کی۔

اسلام نے سب سے پہلے اس کے سر سے اعزہ شوہر کے جاہلانہ تسلط کا قلع قمع کیا اور ساتھ ہی یک سالہ عدت کے طویل زمانہ کو صرف اتنی مدت تک محدود کر دیا جس کے اندر اس کے طبعی غم میں تخفیف ہو سکے اور یہ معلوم ہو سکے کہ اس کو اپنے شوہر سے حمل تو نہیں۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد اس کو ہر قسم کی جائز و ناجائز کی اجازت دی اور اس کو نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دی کہ کسی شریک زندگی کی صحبت

در وقت اختیار کرے۔۔۔ لغرض جس معاشرے سے دوسروں نے اس کو بالکل خارج کر دیا تھا۔ اس میں اس کے لیے از سر نو عزت کے ساتھ داخل ہونے کے مواقع فراہم کیے اور رائڈول کے نکاح ثانی کے لیے کلام الہی میں حکم ہوا **اَنْكَحُوا لایامی مثلم** اور تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو۔ (۲۲، ۲۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پیکس المبتدئ کی اصلاح کے لیے قوم کو خاص طور پر متوجہ کیا اور ان کی طرف اعانت کا ہاتھ بڑھانے والے والوں کے بڑے بڑے ثواب آخرت کی بتاریقی سنائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کے چند ارشادات کرامی ملاحظہ ہوں۔

فرمایا جو کوئی بیوہ عورت اور محتاج کی رحمت روائی میں کوشاں ہے۔ وہ ثواب میں اُس شخص کے برابر ہے جو فی سبیل اللہ جہاد کرتا ہو۔ (بخاری و مسلم) اور فرمایا بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والا اُس شخص کی مانند ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔ یہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت کے لیے کھڑا رہتا ہے۔ (مسلم، مالک، ابوداؤد) اور فرمایا جو کوئی بیواؤں یا مسکینوں کے لیے کھائے اور محنت کرے، اس کا درجہ اُس شخص کے برابر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے (مسلم) اور فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کے کام کرنا اور ان کی حاجات و ضروریات میں ساعی ہونا جو سادہ فی سبیل اللہ کی مانند ہے اُس شخص کے ثواب کے برابر ہے جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت الہی میں قیام کرتا ہو (ترمذی)

### یتیم بچوں کی خاطر نفس کشی کرنے والی بیوہ

پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیواؤں کی تسکین خاطر کے لیے جن کی چھوٹی چھوٹی اولاد ہو اور وہ اس وقت تک زندہ نمانی سے باز رہیں۔ جب تک بچے بڑے نہ ہو جائیں بڑے ثواب آخرت کا مشورہ سنایا۔ مینا غیر اس سلسلہ میں آپ نے درمیانی انگلی اور سبابہ کے ٹاکر ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ فی اُمت کے دن وہ عورت مجھ سے ایسی ہی قریب ہو گئی جس کے رخصت سببہ پڑے ہوں یعنی وہ عورت جس کا شوہر انتقال



کر گیا ہو۔ صاحب جمال اور صاحب منصب ہو مگر اپنی یتیم بچوں کی خاطر نفس کشی کرے۔ اور اس وقت تک دورِ الہاج نہ کرے جب تک اس کے بچے بڑے ہو کر اس کی بددش سے مستغنی ہو جائیں یا وہ اس سے گزر جائیں (بعد ازاں رخصت ہو کر اپنے سے ترکِ زینت کی طرف اشارہ ہے۔)

### بیواؤں کی دستگیر و پناہ ذات گرامی

رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد تو بیواؤں اور یتیموں کی دستگیر اور جائے پناہ تھی ہی۔ اس کے پہلے بھی آپ ان کے ملج و مالتی تھے۔ پتا پتہ جب آپ کم سن تھے تو مکہ معظمہ میں امساکِ باراں ہوا۔ آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کے توسل سے پانی کے پے در کی تو خوب بارش ہوئی۔ ابوطالب نے آپ کی مدد و توصیف میں ایک بڑا قصیدہ کہنا تھا جس کا مطلع یہ ہے

وَمَا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَأَفْذَقْتَهُمْ وَقَدْ قَطَعُوا كُلَّ الْعِدَى وَالْوَسَائِلِ

بخاری اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ اس قصیدہ میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

وَأَبْرَضَ لِسْتَسْتَنِي الْعَمَامُ بِوَجْهِهِ شَمَالُ الْبِتَامِ عِصْمَةُ الرَّاحِلِ

(آپ گورے رنگ والے ہیں۔ آپ کے رخ انور کے وسیلہ سے لوگ طلبِ باراں کرتے ہیں۔ آپ کی ذات ہمایوں یتیموں کی کفیل اور بیواؤں کی دستگیر و جائے پناہ ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ امساکِ باراں کے ایام میں جب آپ منبر پر بیٹھے اور میں ابوطالب کے اس (مؤخر الذکر) شعر کا تصور کر کے آپ کے روتے مبارک کی طرف دیکھتا تو مددِ بارش ہونے لگتی اور میں اس کے آپ منبر سے نیچے اتریں مدینہ طیبہ کے پرانے پانی سے بھر جاتے۔ (ابن ماجہ باب ماجاء فی صلوٰۃ الاستسقاء صحیح بخاری باب سوال الناس الام الاستسقاء اذ قحطوا)

## فصل ۷

## بیویوں میں عدم مساوات

اگر کسی کے گھر کوئی منکوحہ ہو تو اس کے حقوق ادا کرنے میں عدل و انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ اس عدل و انصاف کی ضرورت ان لوگوں کو درجی زیادہ ہے۔ جن کے نکاح میں ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ ہمہ ماہلیت میں اگر کوئی تنیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی تھی تو وہ اس کے جمال یا مال کی وجہ سے اس سے نکاح تو کریت تھا۔ مگر چونکہ اس کی طرف سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ مہریت کم مقرر کرتا اور اس کے حقوق کی رعایت بھی نہیں کرتا تھا بلکہ اپنی سرپرستی کے احسان میں اس کو لونڈی سے زیادہ وقعت نہیں دیتا تھا۔ اور جن لوگوں کے گھروں میں متعدد بیویاں ہوتی تھیں وہ ظاہری ساوک کے لحاظ سے بھی مساوات نہیں بستے تھے۔ لیکن رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرابیوں کی پوری طرح اصلاح فرمائی۔

اس سلسلہ میں عدائے میمن نے سورہ نساء کی تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر تم انصاف نہیں کر سکتے تو کسی تنیم لڑکی کو اپنی زوجیت میں مست لاؤ۔ دینیہ جو تول کی کمی نہیں ہے۔ جہاں چاہو نکاح کر لو۔ بیک وقت چار بیویوں تک کی اجازت ہے۔ لیکن اگر ان میں بھی برابری نہ ہو سکے تو ایک بیوی پر اکتفا کرو۔

اگر عدل نہ ہو سکے گا گمان غالب ہو تو متعدد بیویوں سے نکاح کرنا بایں معنی ممنوع ہے کہ نکاح کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ نکاح صحیح ہوگا۔ الغرض متعدد بیویاں ہوں تو ان سے مساوات ملحوظ رکھنا اسلام کے مؤکداً احکام میں داخل ہے۔

بیویوں میں انصاف ملحوظ نہ کھنے کی ترکیب میں حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جس شخص کی دوزخ مال ہوں اور وہ ان میں انصاف نہ کرے بلکہ کسی ایک طرف مائل ہو جائے تو قیامت کے دن اُس کا حشر ایسے حال میں ہوگا کہ اُس کا نصف دھڑ (منلو ج اور) کجا یعنی ایک طرف کو جھکا ہوگا۔ جس طرح وہ دنیا میں ایک طرف مائل تھا۔ ترغی و البوداؤد

امام ابن جوزی رحمہ اللہ طراز ہیں کہ بعض اشخاص اپنی ایک بیوی کی جانب دوسری سے زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ تقسیم میں حصے سے تجاوز کرتے ہیں اور اس بات کو سہل انکاری سمجھ کر خیال کرتے ہیں کہ اس میں کوئی نسبت نہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور ایک کی دوسری سے زیادہ وقعت و قدر داری کرے تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اپنا ایک جانب کا دھڑ کھینچتا ہوگا۔ یہ دھڑ گرتا ہوا پرتکتا ہوا ہوگا۔

یہ تو آپ کی تعلیم تھی۔ آپ کے عمل کی نسبت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خواہر زادہ عروہ بن زبیر سے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج کی تقسیم میں کسی کو دوسری پر تفوق نہ دیتے تھے (ابوداؤد) آپ نے ہر زعم محترم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی باری مقرر فرما رکھی تھی (ابوداؤد) جب بھی آپ عزم سفر ہوتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ ڈالتے۔ ہن نام لکھتا ان کو ساتھ لے جاتے۔

بیویوں میں انصاف و مساوات برتنے کی حضور خیر الوہی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مثال قائم کی اس کی نظیر جدید عالم میں کہیں نہ مل سکے گی۔ آپ اُس مرض میں بھی سخت تکلیف اٹھا کر ازواج حد ہرات کے گھروں میں باری باری پہنچتے رہے جس میں آپ کا وصال ہوا۔ لیکن چونکہ سخت ایسی عیالیت میں روزمرہ کی نقل و حرکت ناقابل برداشت تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ اگر بیویاں اجازت دیں تو ایک گھر میں قیام کر کے تکلیف سے بچیں۔ آپ کو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ انس تھا۔ اس لیے آپ جہاں پہنچائے جاتے وہیں دریافت فرماتے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ یعنی کل کس حرم کی باری ہوگی؟ تمام اہمات المؤمنین ایام رنجواری

اسی گھر میں مجتمع رہتی تھیں جہاں آپ منتقل کیے جاتے تھے۔ روز بروز دوسرے دن کی باری پو پھنے سے امہات المؤمنین اس نتیجے پر پہنچیں کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بسنے میں خوش ہیں۔ چنانچہ بالاتفاق سب نے کہا ہم نے اپنی اپنی باری معاف کی۔ آپ جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رہیں۔ چنانچہ آپ دیاں ٹھہرائے گئے۔ آخر وہیں انتقال ہوا اور وہیں سپرد لحد ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ جس مرض میں آپ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ آپ نے اُس میں تمام ازواج مطہرات کو بلوایا اور فرمایا اب مجھ میں اس کی طاقت نہیں کہ باری باری سب گھروں میں جا سکوں۔ اس لیے اگر اجازت دو تو میں (حضرت عائشہ کے گھر میں) رہوں۔ سب نے خوشی اس کی اجازت دی اور آپ تادم والیں وہیں قیام فرما رہے۔ (بخاری)

### ظاہری برتاؤ میں مساوات

یوہیوں میں ایسا انسانیت و مساوات کہ میزان عدل کا کوئی پتہ دوسری طرف نہ جھکے۔ مزید راجب ہے۔ لیکن وہ اس میں اسی حد تک مکنت ہے۔ جہاں تک عابدی معاملات یعنی شب ناشی، خوراک پوشش اور دوسری ضروریات زندگی متعلقہ کرنے اور حقوق نماز واری کا تعلق ہے۔ دلی رابطہ اور قلبی سخاوت کے کم و بیش ہونے میں مرد معذور ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی یوہیوں کے درمیان تقسیم میں پورا پورا عدل ملحوظ رکھتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی انہی کے تھے اعلیٰ مہری یہ تقسیم انہی امور میں ممکن تھی جو مہری قدرت میں ہیں پس مجھے اُس چیز میں ملامت نہ کرنا کہ جس کا تو مالک ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ و دارمی)

### محبوب ترین زویہ مطہرہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ازواج میں حضرت عائشہ صدیقہ سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ لیکن یہ محبت رشتہ میں لباس اور طوائف نہ پیرات کی صورت میں



کبھی غائب نہ ہوتی۔ تمام ازدواج کا وہ لباس تھا وہی سفیدت صدیقہ کا بھی تھا۔ چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں۔ ماکانت لا حدانا الا ثواب واحد۔ ان تمام بیبیوں کے پاس صرف ایک ایک کپڑا تھا۔ بخاری، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دام ایٹھ ہاتھ تھے انجام دیتی تھیں۔ ایٹھ ہاتھ سے چلی پستی تھیں۔ خود آٹا کوندیتی تھیں۔ خود لکڑی کے کپڑے دھوتی تھیں۔ حضرت کے کپڑے دھوتی تھیں انجانی۔

### حضرت عائشہؓ کے وجہ و اسباب فضیلت

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ میں بچپن ہی سے ذکاوت، جودت ذہن اور پاکیزگی کے آثار نمایاں تھے۔ سورہ نازعات علیہ التبیہ و السلام فرمایا ہے کہ شادی کے یہ عورت کا انتخاب چہ راوصاف کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ دولت، حسن و جمال، حسب و نسب اور دینداری۔ لیکن تم ان اوصاف پہلے نہ میں دیندارہی کی تلاش کیا کرو اسلام و الوداد اسی اصول کے تحت وہی زوجہ مہتر آپؐ کی زیادہ منظور نظر تھیں جو سب سے زیادہ متقی و منہ بن تھیں اور بن سے دین کی نعمت سراسر انجام ہوئی۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا تقویٰ و علم و استقامت، ثروت و خشیت، اہل سعادت اسے ہم اور فہم مسائل میں تمام ازدواج طاہرات سے ممتاز تھیں۔ اس لیے آپؐ ان کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔

البتہ اوائل محبت میں سب مسلمان صد با مشکلات کے حصار میں گھسے ہوئے تھے تو حضرت خدیجہؓ کی ذات سے دین حنیف کو اس سے بھی زیادہ تقویت نصیب ہوئی۔ جو مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ سے ظہور میں آئی۔ اس لیے آپؐ ان کو ضعیف العمر ہونے کے باوجود بہت چاہتے تھے اور ان کی رحلت کے بعد جب کبھی آپؐ نہایت محبت جبر سے الفاظ میں ان کا ذکر نہیں فرمایا کرتے تو حضرت عائشہؓ کو بھی ان پر رشک آجاتا تھا۔

ازواج میں سب سے حسین بی بی حضرت خدیجہؓ تھیں۔ جب حضرت صدیقہؓ نے پہلی مرتبہ ان کو دیکھا تو گھبرا اٹھیں اور انہیں اپنی ناقہ رومی اور تحفہ رتہ کا یقین

ہو گیا لیکن ان کا خیال غلط تھا کیونکہ قدر و منزلت کا برعکس حسن و جمال نہیں بلکہ علم و فضل  
دینی خدمات اور تعلق باللہ تھا۔ جناب صدیقہ طاہرہ یہاں سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ رسول  
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی مزاج کے حاصل کرنے میں ہر وقت ساعی رہتی تھیں اور آپ  
کو کیسے خاطر و کچھ کر گھبراتی تھیں۔ (منہ امام احمد)

اہمات المؤمنین میں صرف حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ  
کی ہمسری کا زعم تھا۔ وہ دوسری ازواج طاہرات سے بڑے فخر کے ساتھ کہا کرتی تھیں  
کہ رسول اللہ کے ساتھ میرا عقد سات آسمانوں پر خود رب العالمین نے کیا اور تمہارے  
نکاح تمہارے اولیاء نے کیا (ابن ماجہ) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی  
سے بہت محبت تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ دوسری ازواج طاہرات اور بالخصوص ام المؤمنین  
حضرت زینب رضی اللہ عنہا جتنی کہ رسول خدا اس محبت اور ولی تعلق میں بھی مساوات برتیں۔ لیکن  
ظاہر ہے کہ یہ عدل و مساوات آپ کے پس سے باہر تھا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ خواہد عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام  
فرماتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا معمول اہوازت لیے بغیر غصے میں بھری ہوئی اندر چلی آئیں اور کہنے  
لگیں یا رسول اللہ! آپ کی نظر میں تو ابو بکرؓ کی بیٹی کے سوا کوئی اور ہے ہی نہیں۔ اس کے علاوہ  
اور بھی سخت کلامی کی۔ لیکن آپ ضبط و تحمل کا پہاڑ تھے۔ اس لیے کسی بات کا کچھ جواب نہ دیا  
اب انھوں نے جناب عائشہؓ کا رخ کیا اور ان کو سخت سست کہنے لگیں۔ لیکن حضرت  
صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تحمل و برداشت سے کام لیا اور مطلق لب کشائی نہ کی۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا  
دریائے خشم اور زیادہ موجزن ہوا تو آپ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اپنی طرف سے  
صفائی پیش کرو۔ حضرت عائشہؓ ایک توحق پر تھیں۔ دوسرے نہایت اعلیٰ درجہ کی ششمنہ  
بیان اور مقررہ تھیں۔ انھوں نے دو ہی تین باتوں میں حضرت زینبؓ کا ناقہ بند کر دیا۔  
یہاں تک کہ لعاب دہن ان کے منہ میں خشک ہو گیا۔ چونکہ حضرت زینبؓ کا شکوہ بجا تھا اور  
وہ سرسبز یادتی کر رہی تھیں۔ اس لیے جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ تو آنحضرتؐ کا  
رخ انور جگمگا اٹھا (ابن ماجہ)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ نے اگر یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت  
 عائشہؓ دوسری زوجات سے زیادہ اس رقبہ کی مستحق نہیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ کو پچھ  
 سن رہی تھیں اور سوال اُن کے پاس پہنچا کہ آپؐ کی طرف دیکھتی ہوئی تھیں نہ کہ سیدہ  
 زینبؓ کے پاس۔ تو سیدہؓ نے فرمایا کہ میں نے اس سے کبھی نہیں دیکھا کہ اس سے تفریق کی۔  
 حضرت زینبؓ، جواب ہو یہیں۔ آپؐ کے فرمایا کیوں نہ ہو آخر ابو بکرؓ کی دشمنی اور سیدہؓ انصاف  
 ہیں (بخاری وغیرہ)۔

## فصل ۸

## ترکہ سے محروم رکھنا

اہل عرب صنف ضعیف (عورتوں اور لڑکیوں) کو ترکہ کا کوئی حصہ نہ دیتے تھے وہ نابالغ لڑکوں کو بھی اس حق سے محروم رکھتے تھے۔ ان کا مقولہ تھا کہ میراث وہ ہے جو دشمن سے لڑ سکے اور تلوار چلا سکے۔ سرورِ دو جہاں علیہ التہیہ والسلام نے اس رسم کا بھی قلع قمع کر دیا۔

اس کی تقریب یہ پیرا ہوئی کہ حضرت سعد بن ربیع الضاری صحابی رضی اللہ عنہ نے غزوہٴ اُحُد میں شہادت نوش فرمایا۔ ان کی بیوی حضرت سعدہ کی لڑکیوں کو رسول اللہ کے پاس لائیں اور عرض پیرا ہوئیں یا رسول اللہ! یہ دونوں سعدہ کی بیٹیاں ہیں۔ جو آپ کے ساتھ غزوہٴ اُحُد میں شریک تھے اور آخر داد شجاعت دے کر شہید ہوئے ہیں۔ سعدہ کے عم زاد بھائیوں سوید اور عرنبہ نے رواج کے مطابق سعد کی ساری جائداد پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب میں اپنی موجودہ بیوگی اور بے کسی کے عالم میں ان بچیوں پر کھار سے خرچ کروں اور انلاس و ناداری میں ان کا نکاح کس طرح کروں اس کے علاوہ یہ امر بھی حضور سے مخفی نہیں کہ اُن کا عام طور پر پاس لڑکی سے نکاح کی رنیت کم کرتے ہیں جو بے زر و مال ہوئے۔

پس نے عرنبہ اور سوید کو بلا کر حکم دیا کہ سعد کا ترکہ بھی تقسیم نہ کر دے کیونکہ اس میں عورتوں کا بھی حصہ ہے لیکن ہنوز اس کی مقدار معلوم نہیں۔ یہ حکم پا کر عرنبہ اور سوید چلے گئے اور آپ حکم الہی کا انتظار کرنے لگے۔ چنانچہ بارگاہِ احکم الحاکمین عنرا سمنہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوَّلَادِكُمْ

اللہ سبحانہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم



بَلَدٍ كَبِيرٍ مِثْلُ حِطِّ الْأَنْثَيْنِ (الی آخرہ) کو حکم دیتا ہے کہ اڑے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرے (۱:۴)

اس زمانہ کے بعد آپ نے حضرت سعد بن ربیعہ رحمہ اللہ کے ہم زاد بھائیوں کو دوبارہ بلا جیجا اور فرمایا کہ سعد کی دو بیٹیوں کو دو تہائی اور بیوی کو آٹھواں حصہ دے کر جو باقی بچے وہ تم لے لو (ابن ماجہ ولباب النقیل) غرض تمام جائداد چھپیں حصول میں تقسیم ہوئی۔ سولہ حصے دو بیٹیوں کو، تین حصے بیوہ کو اور باقی چھ حصے بھائیوں کو ملے۔

یہ بیان تھا کہ اس صنف نازک کی داورسی کی گئی۔ اسلام نے شوہر کے ترکہ میں سے اس کا قرض ادا کرنا سب سے اول ضروری قرار دیا ہے۔ اس کے بعد اگر شوہر کی اولاد ہو تو بیوی کو اس کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ اور نہ ہو تو چوتھا حصہ عطا کیا ہے۔

### غیر مسلم کا اعتراف حقیقت

اسلام نے جو جنس ضعیف کو میراث کا حصہ دے کر مظلوم عورتوں کے زخمِ دل پر تھوڑی کامرہم رکھا اس نے غیر مسلموں سے بھی خراج تحسین وصول کیا ہے۔ مسٹر ہیوٹ ایک ایس نے سائیکالوجی آف سیکس میں لکھا۔

”عربوں نے اصلاح و ترقی کی طرف جو قدیم اٹھایا اس سے جنس ضعیف کو بہت فائدہ پہنچا خصوصاً میراث کے متعلق عورتوں کو خوب سیر چشم نہ اور فیضاء حقوق ملے۔ اس سے پیشتر مدینہ کے دستور قدیم کے بموجب عورتوں کو جائداد کا کوئی حصہ نہیں ملتا تھا لیکن حبیب محمد (مسیحی اصل) اللہ علیہ وسلم مدینہ (منور) تشریف لائے تو قرآن نے وہاں کے قدیم رواج کو منسوخ کر کے عورت کو پہلے سے کہیں بلند سطح پر اٹھوا دیا۔ (سائیکالوجی آف سیکس مطبوعہ

## فصل ۹

## حائضہ کو طہر سے نکال دینا

جنس خعیف پر مشرکین عرب طہر سے روکنا ایک ظلم ہے تھا کہ حائضہ کو انتہا درجہ کا نجس قرار دے رکھا تھا۔ جب کسی عورت کو ماہنامہ ایام آتے تو اس بے گناہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا۔ اس کو گھر سے غیورہ کر دیا جاتا اور گھر کے تمام افراد اس کے ساتھ ٹھلنے پینے سے اجتر کرتے۔ آخر اسلام آیا اور اس نے سورتوں کی اس تکلیف کو رفع کیا۔

حاصل وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ حائضہ عورتوں کو اپنے ساتھ کھلاؤ پلاؤ ان کو ٹھروں میں رکھو۔ مقام بت کے سوا کسی قسم کا میل جول منع نہیں۔ جب یہود کو سید عالم ملی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرائی کا علم ہوا تو کہنے لگے یہ صاحب ہماری برسات میں مخالفت کرتے ہیں۔ جب انصار نے یہود کا یہ منقولہ سنا۔ تو حضرت عباد بن بشیر انصاریؓ اور حضرت سید بن حنتبہ انصاریؓ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور یہود کا یہ منقولہ بیان کر کے عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! جب وہ تنہو کو مخالف ہی سمجھتے ہیں تو پھر ان کی پوری پوری مخالفت کیوں نہ کی جائے اور ہم حالت حیض میں بھی ساری رسم افندہ یہود کیوں مباشرت نہ کریں۔

یہ کہ یہ مشورہ حق و صدق سے دور اور احکام شریعت کے خلاف تھا اس لیے اللہ کے برگزیدہ رسول پر سخت شاق گنہا آپ نے ان کی بات کا تو کوئی جواب نہ دیا البتہ غصہ سے آپ کا چہرہ، بارگاہ سرخ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر دونوں مساجدوں کو تھیں ہوا کہ آپ ان سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اس ناراضی کی تاب نہ لا کر دونوں اٹھ کر اپنے گھروں کو چل دیے۔ ایسے میں کہیں سے دودھ آگیا آپ نے کسی کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ بلا لائے۔ جب وہ دڑتے دڑتے آئے تو آپ نے ان کو دودھ پلایا۔ اس وقت ان کی تسکین ہوئی کہ آپ ناراض نہیں ہیں (ترمذی و ابوداؤد)

## فصل ۱۰

## حقوق نسواں سے پہلے غنائی

جس طرح یونان کا فلسفہ، اٹلی کی مسوری اور ایران کی انفاست پسندی دنیا بھر میں مشہور تھی۔ اسی طرح یورپ کی سرزمین میں رومن سلطنت کے ملکی قوانین سب سے لے کر نسلیہ کیے جاتے تھے۔ اسس علی ترین قانون میں عورت شادی کے بعد شوہر کی زیرِ خبر رہ جاتی تھی۔ اس کے تمام حقوق خود بخود شوہر کی ملک ہو جاتے تھے۔ وہ کسی کی ضمانت نہیں دے سکتی تھی۔ یہاں تک کہ مرتے وقت کوئی وصیت نہیں کر سکتی تھی۔ رومن انٹیکلوپیڈیا بریٹینیکا لفظ رومن

ازکھستان میں بھی مدت تک رومن آئین سے ملے جتے جتنا قوانین نافذ رہے یعنی شادی کے بعد عورت کا وجود شوہر کی ملک ہو جاتا تھا۔ وہ خود کسی سے کوئی عہد و پیمان نہ کر سکتی تھی۔ اس کی تمام جائیداد شوہر کی ملک ہو جاتی تھی اور وہ بس طرح چوستا اس میں تصرف کر سکتا تھا۔

یہودیوں کے پاس بھی درحقیقت عورت کا خرید لینا تھا اور اس کی قیمت منکوحہ کے باپ کو ملتی تھی۔ عرب جو اسلام کا سرچشمہ تھے وہاں یہ حالت تھی کہ عورت کو وراثت کا کوئی حصہ نہیں پہنچتا تھا۔ باپ مرنا تھا تو اس کی بیویاں بیٹے کو وراثت میں ملتی تھیں اور وہ ان کو بیویاں بنا لیتا تھا۔ عرب میں جنس ضعیف سے دوسرے ہونٹا لہذا سلوک ہو رہے تھے اس کی کسی قدر تفصیل اسی کتاب کے دوسرے مقامات پر آپ کی نظر سے گزرے گی۔

چونکہ دنیا میں صنفِ ضعیف ہمیشہ ذلیل رہی ہے۔ اس لیے کسی نامور آدمی کے معاملات میں یہ پناہ کبھی پیش نظر نہیں رہا کہ اس مظلوم گروہ کے ساتھ اس کا طریق معاشرت کیا تھا۔ اسلام دنیا کا سب سے پہلا اور سب سے آخری مذہب بنے جس نے عورتوں کی حق رسی

کی اور عزت و حرمت کے ساتھ دربار میں ان کو مردوں کے پلو میں لا بٹھایا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی میں دیکھا جاسکتا ہے کہ مستورات کے ساتھ آپ کا طرز عمل اور حسن سلوک کیا تھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع زندگی کا ایک مشہور واقعہ ایسا ہے جیسے آپ اناج مٹھرات سے مہینہ بھر کے لیے عینہ جو گئے تھے۔ صحیح بخاری میں واقعہ ایسا کی جو روایت ہے اس میں حضرت عمرؓ کا یہ قول منقول ہے کہ ہم لوگ مکہ میں عورتوں کو ناقابل التفات سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً عورتوں کی قدر تھی لیکن نہ اس قدر کہ جس کی وہ مستحق ہیں۔ مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے ارشادات گرامی اور مؤکداً احکام میں حقیق نسواں قائم کئے۔ آپ کے بڑاؤ نے اس کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔

آپ خواتین کی جائز درخواستوں کو ہمیشہ شرف قبول بخشتے تھے اور ان سے کبھی بے اعتنائی نہ فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔ چونکہ دربار رسالت میں ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا تھا۔ خواتین کو پسند و نصائح سننے کے بہت کم مواقع حاصل تھے۔ ایک دفعہ مستورات نے حاضر ہو کر التماس کی یا رسول اللہ! ہم مردوں سے عمدہ برائیاں ہو سکتے۔ اس لیے ہمارے لیے مردوں سے الگ ایک خاص دن مقرر فرمادیا جائے۔ آپ نے ان کی درخواست کو شرف پذیرائی بخشی اور اس دن سے خواتین کے دربار کا ایک خاص دن مقرر ہو گیا (بخاری کتاب العلم)



## فصل ۱۱

## دختر کشی کی رسم

اہل عرب میں جس قدر اخلاقی اور عملی رذائل پائے جاتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ شقا کی اور بے رحمی کا کام لڑکیوں کو زندہ گڑ دینا تھا۔ یہ نفرت انگیز رسم خود والدین اپنی خوشی اور مرغی سے انجام دیتے تھے۔ امام فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ بعض عرب تو لڑکیوں کو پیادہ ہوتے ہی گڑھا کھود کر اس میں زندہ دبا دیتے تھے۔ جس پہاڑ کی سہ ترین چوٹی پر لے جا کر گرا دیتے۔ بعض جنگل میں لے جا کر کسی کنوئیں میں ڈھکیل دیتے بعض بھیڑی لہجہ ذبح کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے تھے۔ اور امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعض سنگ دل اپنی دختر کو مارنے کے بعد کتے کو اس کا گوشت کھا کر پالتے تھے۔

## نزد بن عمرو کی کفالت دختران

نزد بن عمرو کی کفالت دختران سے کچھ مدت پیشتر نزد بن عمرو بن نفیل نامی ایک موحد ملت ابراہیمی کے پیرو تھے۔ جو کوئی ظالم باپ اپنی بے گناہ بچی کے حلق پر پتھری پھیرنا یا اس کو زندہ درگور کرنا چاہتا تھا تو اس کی کفالت اپنے ذمے لیتے اور جب جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے کہ جی چاہے تو لے لو۔ ورنہ میری ہی کفالت میں رہے دو۔ (بخاری باب حدیثانہ)

نزد بن عمرو امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حقیقی چچا تھے۔ ان کے مفصل حالات راقم السطور کی کتاب "سیرت کبریٰ" (فصل ۶۶) میں ملاحظہ فرمائیے۔

۶. لڑکیوں کی جان بچانے والے صحابی

تاریخ نام ایک صحابی حبیب مشرف باسلام ہونے کے لیے بارگاہ نبوی میں حاضر

ہوئے تو احنوف نے قبول اسلام کے بعد دریافت کیا یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں جو نیک کام کیے ان کا بھی مجھے اجر ملے گا یا نہیں؟ فرمایا وہ کیا کام تھے؟ بولے ایک مرنے والی درویشیاں گم ہو گئی تھیں۔ میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر ان کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں دو مکان دکھائی دیے۔ میں ان کی طرف گیا۔ ایک منہان میں ایک پیر مرد نظر آیا۔ اس سے باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں آواز آئی کہ گھر میں ولادت ہوئی۔ بولے مجھے نے پوچھا کیا ہوا؟ جواب دیا لڑکی۔ اس نے کہا اس کو دفن کر دو۔ میں نے بولے مجھے سے کہا دفن نہ کرو میں اس کو خریدتا ہوں۔ بیسناچہ میں اس لڑکی کو خرید کر اپنے گھر لے آیا۔ اسی طرح میں نے ظہیر اسلام سے پہلے قریباً ساٹھ دفن ہونے والی لڑکیوں کو بچایا۔ اس کا مجھے کچھ اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا چونکہ اب خدا نے ہرگز سے تمہیں شرف اسلام سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس لیے تمہیں ان نیکیوں کا اجر بھی ملے گا۔ (مسند الغابہ)

### دختر کشی کا کفارہ

قیس بن غاصم تمیمی نام ایک عرب حبشہ میں اکبر دار ایمان میں داخل ہوئے تو احنوف نے بارگاہ نبوت میں گزارش کی یا رسول اللہ! میں اپنی بیویاں و زندہ گڑت رہا ہوں۔ کوئی ایسی صورت بھی ہے جس سے اس جرم کی تلافی ہو جائے؟ آپ نے فرمایا قیس! تمہیں میری لڑکی ملے گی جس میں ایک بردہ آزاد کہنا چاہیے۔ قیس نے جواب دیا حضور! میرے پاس ان اونٹوں کے سوا اور میرے قبضہ میں ہیں اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر لونڈی غلام نہیں ہیں تو میری لڑکی کے عوض میں ایک اونٹ کی قربانی ضروری ہے (مسند بزار و طبرانی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دختر کشی اتنا بڑا جرم تھا کہ جس کا کفارہ قبول اسلام کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہوا حالانکہ اسلام اپنے تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر یہ مسئلہ مستثنیات کے حکم میں ہے۔

### اعتراف جرم

قیس بن غاصم مذکور کے مشرف باسلام ہونے کے بعد بعض انصار نے لڑکیوں

کے زندہ درگور کرنے کا واقعہ ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے سرور انبیاء (علیہ السلام) کی مجلس میں بیان کیا کہ میرے گھر میں جوڑی پیدا ہوتی۔ میں اسے گڑھے میں دبا دیتا تھا۔ کیوں کہ اس کے زندہ رہنے میں مجھے عار آتی اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ کتنا بڑے وقت کسی لڑکی پر بھی رحم بھی آیا تھا یا نہیں؟ تو کہنے لگے ہاں ایک بیٹی پر رحم آیا تھا۔ جو میرے سفر کے ایام میں پیدا ہوئی تھی اور اس کی فائدہ نے اس کو اپنی بہنوں کے پاس بھیج دیا تھا۔ جب میں سفر سے واپس آیا اور اپنی بیوی سے اس بچہ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ تمہارے جانے کے بعد ایک مرد بچہ پیدا ہوا تھا جسے دفن کر دیا گیا تھا۔ میں اس بچہ پر مطمئن ہو کر نہ مارتا ہو گیا۔ کئی سال اسی طرح گزر گئے۔

### لڑکی کا قریب البلوغ ہونا اور ماں سے ملنے آنا

قیس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب میں وطن سے باہر سفر کی جوڑی تیار اپنی ماں سے ملنے آئی۔ وہ اس وقت قریب البلوغ تھی۔ اتفاق سے میں بھی واپس آکر اچانک گھر نہکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی نے ایک خوب صورت لڑکی کے ہاتھ میں نشہ کر کے دیواروں پر رکھا ہے اور ہاتھ میں چھوٹی کوریں پرو رکھی ہیں۔ اسے اپنی اشرافیوں کا پارچی چن رکھا ہے۔ میں نے بیوی سے چوہا یہ پس کیڑی ہے؟ یہ سن کر بیوی رونے لگی۔ آخر رونے روئے غماہ کر دیا کہ یہ تمہاری وہی بیٹی ہے جو تمہارے سفر میں جانے کے بعد پیدا ہوئی تھی اور میں نے ہمدردی محبت سے مجبور ہو کر اسے چھپا رکھا تھا۔ یہ سن کر میں بظاہر خاموش اور انجمن بن گیا۔ لیکن دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ کسی دن اس کو ٹھکانے لگا دوں گا۔

باپ سے سوال کہ کس جرم کی پاداش میں مجھے گناہ ہے؟

قیس کہتے ہیں کہ جب اس لڑکی کی ماں کو اطمینان ہو گیا کہ میں اسے ہائیک نہیں

کروں گا تو ایک دن اسے چپ چاپ باہر لے گیا اور اس کو دفن کرنے کے لیے گڑھا کھودنے لگا۔ وہ میرے پاس بیٹھی بیٹھی باتیں کرتی اور اباباکہ کو مخاطب کر رہی تھی۔ وہ ساتھ ہی ساتھ میرے کپڑوں سے دھٹی بھی تھنڈا رہی تھی۔ جو گڑھا کھودنے میں میرے کپڑوں پر پڑ رہی تھی اسے کیا خبر تھی کہ میں گڑھا اسی کے لیے کھود رہا ہوں۔ جب گڑھا خوب گہرا ہو گیا تو میں نے جھٹ لڑکی کو اٹھا کر اس میں پھینک دیا اور جلدی سے اس کے اوپر مٹی ڈالنے لگا۔ وہ کہتی جاتی تھی میرے باپ تم میرے ساتھ یہ کیا سلوک کر رہے ہو اور میں نے کیا قصور کیا ہے کہ زمین میں گاڑتے ہو؟ لیکن میں نے ایک نہ سنی اور اس پر برابر مٹی ڈالنا ہی کیا تک کہ وہ چھپ گئی اور اس کی آواز بند ہو گئی۔ اس لڑکی کا فق آج تک میرے دل میں ہے۔

یہ المناک واقعہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اشک بار ہو گئے اور فرمایا یہ بڑی سنگ دلی ہے۔ جو شخص رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

### ایک اور جگہ روز واقعہ

اسی طرح ایک اور صحابی نے آقا نے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے عہد جاہلیت کا واقعہ بیان کیا کہ عرب میں لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کا میں کہیں رواج تھا۔ میری ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ میں نے بھی انتہائی شقاوت کے ساتھ اسے زندہ زمین میں گاڑ دیا۔ وہ روتی اور اباباکہ کو پکار رہی تھی اور میں اس کے تالہ و شیون کی طرف سے کان بہرے کر کے اس پر مٹی ڈال رہا تھا۔ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ روز واقعہ کو سنا تو آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مکرر بیان کرو۔ صحابی مذکور نے اس المناک واقعہ کو دوبارہ بیان کیا۔ آپ زار و قطار رونے لگے یہاں تک کہ روتے روتے ریش مبارک بالکل تر ہو گئی۔ (مسند فارمی)

## لڑکیاں شرم و عار کا باعث تھیں

بادِ جودیکہ اہل عرب کے عقیدہ میں فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ مگر پھر بھی لڑکیاں شرم و عار کا باعث سمجھی جاتی تھیں۔ رب و دود نے ان لوگوں کی اس ذہنیت پر تعریف کرتے ہوئے اپنے کام پاک میں فرمایا۔ (ترجمہ) اور (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ تبخاں اللہ خدا کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے 'من مانے' بیٹے اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی جائے تو رنج کے مارے اس کا مار کا پڑ جائے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی بہت اس کی مار سے ٹوکوں سے چھپا چھپا پھرے اور دل میں غصے سے سوچے کہ بیٹی کو بکانت ذلت ہے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے (۱۹: ۵۱)

یعنی بادِ جود اس کے کہ خود بیٹیوں سے عار رکھتے ہیں لیکن خالق ارض و سماء کے لیے بیٹیوں کا ہونا موجب عار نہیں سمجھتے حالانکہ وہ بیٹے بیٹی سے بے نیاز ہے۔

### قتل بنات کا دوسرا سبب

قتل دختران کا دوسرا سبب عربوں کا عام فقر و افلاس تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ لڑکی بڑگی تو اس کی ضروریات زندگی کا بوجھ نہ تنہا سر پر پڑے گا۔ اس لیے وہ اس کے ثمنِ ناحق سے ہاتھ رنگ کر اس فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتے تھے۔ لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرِ بچہ اپنا رزق اور اپنی قسمت سناؤ گے کہ آتا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کو نہیں کھلاتا بلکہ خدا کے برتر ہی سب کو کھلاتا ہے اور وہی ہر جان دار کی روزی کا میر سامان ہے۔ اور خود رب السموات والارض نے فرمایا۔

(ترجمہ) اور افلاس کے قدر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اس کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ (۱۶: ۱۴)

مولانا اشرف علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جنابلیت میں بعض آدمی بیٹیوں کو خوف فقرات مار ڈالتے تھے۔ پس اس آیت میں اولاد سے مراد بنات ہوں گی۔ اور اولاد



کے عنوان سے تعبیر کرنا اظہار تعقل و انحصار سے ہے کہ جو منکر جرم ہو۔

## شرک کے بعد لڑکی کا قتل سب سے بڑا گناہ ہے

ایک مرتبہ ایک صحابی نے ہادی بن دین صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بہت بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی ذات، صفات، استغانت اور بندگی میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ پوچھا۔ اس کے بعد فرمایا اپنی بچی کو قتل کر دینا۔ پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔ اس ارشاد کے بعد سورۃ فرقان کی یہ ۶۹ ویں آیت اتر سی (ترجمہ) اور اللہ کے خاص بندے اور حبیب اللہ کے ساتھ بحیثیت معبود کسی دوسرے کو نہیں پکارتے اور جس کی بلا و حرمانت فی اللہ ہے، تراجم کیا ہے اس کے قتل سے باز رہتے ہیں اور زنا کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اور جو کوئی ان افعال کا مرتکب ہو گا اسے ان کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جائیگا اور اس عذاب میں ہمیشہ ذلیل و خوار ہو کر مبتلا رہے گا۔ (البورقانی)

## لڑکیوں کا وجود باعث رحمت ہے

الغرض جاہلی عرب میں لڑکیوں کا وجود عموماً بلا و مصیبت اور سخت محنت سمجھا جاتا تھا لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے اس کو رحمت بنا دیا۔ لڑکیاں مومنوں کے لیے کہاں تک موجب رحمت اور باعث برکت ہیں۔ اس کی تفصیل ۲۶ ویں فہرست میں زیر عنوان ”لڑکیوں کی تحقیر“ مدیہ ناظرین کرام کی گئی ہے۔

## فصل ۱۲

## ذی محرم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا

عرب میں ایک ظلم یہ تھا کہ دو حقیقی بہنوں یا بھوی کی حقیقی خالہ یا پھوپھی سے بیک وقت نکاح کر لیتے تھے۔ جس سے اقرباء میں شجر بغض و نفاق کی بڑی کوئی رہتی تھی اور یگانوں میں چوٹ پڑتی تھی۔ مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سختی سے ممانعت کر کے اس خرابی کا انسداد فرمایا۔ آپ نے حکم دیا کہ کسی عورت کو اس کی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ جمع نہ کیا جائے۔ (بخاری و مسلم فیروز دیلی نے بزرگاہ نبوی میں گندار شمس کی یار رسول اللہ ہیں مسلمان ہوا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو رکھ لو اور دوسری کو علیحدہ کر دو۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا امیر معدویہ کی بہن تھیں۔ ان کی ایک ہم شیر کا نام غزوہ بنت ابوسفیان تھا۔ ایک مرتبہ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہؓ نے التماس کی یارسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ میری بہن غزوہ کو بھی شرف زوجیت سے سرفراز فرمائیں۔ اس وقت انھیں معدوم نہ ہوگا کہ اسلام نے دو بہنیں ایک نکاح میں جمع کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ تمھاری بہن تھا۔ یہی سوکن بنے، انھوں نے جواب دیا کہ بچہ میں اکتی ہی تو آپ کی بوی نہیں ہوں۔ حضور کی اور بھی بیبیاں ہیں اور میری خواہش ہے کہ میری ہم شیر بھی اس شرف سعادت سے بہرہ اندوز ہو۔ آپ نے فرمایا اب کرنا جائز نہیں ہے۔ (ابن ماجہ)

تعداد یہ ہے کہ ان دو عورتوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسا رشتہ ہو کہ اگر ایک کو

مرد فرض کریں تو دوسری سے اس کا عقد جائز نہ ہو۔ پس خالہ بھانجی اور بھوپھی بیٹھی  
 کا جمع کرنا حرام ہے۔ ماں اگر ایک کو طلاق دی جائے تو اس کی خالہ یا بھانجی سے  
 عدت کے بعد نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر مرد کسی عورت اور اس کے باپ کی مطلقہ ہو و  
 کو جو اس کی ماں نہیں یا ایک عورت اور اس کے بیٹے کی ہو و کو پہلے شوہر سے عدت  
 جمع کر لے تو اس میں کچھ قباحت نہیں کیونکہ ان میں باہم کوئی رشتہ نہیں

## فصل ۱۳

## طلاق کا غیر متناہی سلسلہ

ظہور اسلام سے پہلے سب میں طلاقوں کی کوئی حد یا تعداد مقرر نہ تھی۔ مرد جس قدر طلاقات بھی بیوی کو دے۔ عدت کے اندر رجوع کر سکتا تھا اگرچہ ہزار مرتبہ طلاق دے اور رجوع کرے۔ ظالموں نے یکس منکوحات کی ایذا رسانی کے لیے معمول کر رکھا تھا کہ بلاتعداد طلاقات دیتے اور پھر عدت کے اندر رجوع کر لیتے تھے۔ اس طرح وہ بیچاریاں ہمیشہ بیچ میں معلق رہتی تھیں۔ نہ تو جفا پیشہ مردان کو لبستے تھے اور نہ آزاد کرتے کہ بیچاریاں کہیں اور ہی اپنے لیے بچاؤ و ماویٰ تلاش کر لیں۔ ہادی اٹام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالمانہ رواج کو ختم کر دیا (موطائے امام مالک، ترمذی، نسائی)۔

ایک شخص نے رسم جاہلیت کے مطابق اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا۔ اس کو طلاق دی اور جب عدت گزرنے لگی تو رجعت کر لی۔ پھر دوبارہ طلاق دی اور اس سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم! نہ تجھے اپنے ساتھ ملاؤں گا اور نہ کسی اور سے ملنے دوں گا۔ رب علیل نے اپنے حبیب و خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ حکم بھیجا کہ مردین طلاق کا مالک ہے۔ اس کے بعد اسے رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ از شداد خداوندی ہے۔

الطَّلَاقُ مَوْتَانِ فَإِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ طَّلَاقٌ رَجْعٌ مُمْكِنٌ (دو ہی مرتبہ کی ہے  
اَوْ تَسْرِيعُ بِإِحْسَانٍ ..... اس کے بعد یا تو خوش انواری کے ساتھ گھر میں  
وَرَدَ أَصْلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبُلَّغْنِ رُكْبَتَيْنِ يَأْخِزُ نَوْبِي كَيْ سَا تَهْرُجُصْتِ كَرْدِيں۔  
أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ ..... اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی ہو  
بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِحُوهُنَّ پھر اپنی عدت ختم کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو پھر یا

بِمَعْرِفَتٍ وَلَا تَسْئَلُوهُنَّ ۚ تَوَانِ كُوْرَجَعَتْ كَرَّے خوش عنوانی سے زکاح  
 ضَرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ۚ یس روک لو یا حَسَنُ اسوَب سے رستہ ت رُو  
 ذَالِكْ فَقَدْ ظَمَّ نَفْسَهُ ۚ لیکن تکلیف دہی اور ظلم رانی کے ارادہ سے  
 سورہ نقرہ آیات ۲۲۹، ۲۳۱ ان کو مت روکو اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے  
 لیے ہلاکت (آخروی) کا سامان کرے گا۔

پیغمبر خدا صلیہ السلام نے طلاق کا طریقہ یہ سکھلایا کہ مرد ایک طہر میں ایک طلاق  
 دے۔ دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے میں تیسری۔ اگر اس اثنا میں مہیاں ہوئی  
 ہیں یا ہم موافقت ہو جائے تو طلاقوں کی تعداد تین تک پہنچنے سے پہلے باہم رجوع کر سکتے ہیں  
 غرض آپ نے قطعی حوائی کے لیے تین حیض گزرنے کی مدت اس لیے مقرر فرمائی کہ اس  
 عرصہ میں دونوں باہم میل جول کر لیں اور اگر طلاقوں کی تعداد تین تک پہنچنے کے بعد بھی موافقت  
 نہیں ہوئی تو پھر علیحدگی ناگزیر ہے۔



## فصل ۱۲

## طلاق کے بعد محسوس کھٹنا

عرب میں یہ بھی ایک مذہب و رسم جاری تھی کہ اکثر لوگ بوجہ طلاق سے کہ گھر میں محسوس اور پابند رکھتے تھے ورنہ ان کو نکاح ثانی نہیں کرنے دیتے تھے۔ اس سے ابھی تو خواہ مخواہ مطلقہ کو مٹانا منظور ہوتا تھا اور کبھی یہ متصور ہوتا تھا کہ اس کو دق کر کے ادا کیا ہو اور واپس لیں یا نہ لیں کرالیں یا کوئی حصہ چھڑ والیں۔

اور کبھی مشفقہ کو نکاح ثانی سے اس لیے روکتے تھے کہ انہی بوجہ کا دوسرے کے نکاح میں جانا نہ خیال کیا جاتا تھا۔ مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام خرابیوں کی بھی اصلاح فرمائی اس اسد کے مسند میں قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ بَنَاتِهِمْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ كُفْرٌ وَلَا فِسْقٌ ۚ إِنَّهُنَّ مُطَهَّرَاتٌ ۖ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ بَنَاتِهِمْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ كُفْرٌ وَلَا فِسْقٌ ۚ إِنَّهُنَّ مُطَهَّرَاتٌ ۖ

اور ان کو اس غرض سے روک دیا کہ ان پر ظلم و زیادتی کر دے اور جو شخص ایسا کرے وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا اور جب تم عورتوں کو طلاق دے اور ان کی بہت پوری ہو جائے تو اس بابت میں ان کو نہ روکو کہ وہ راکھ پہل کر دوسرے شوہروں سے مل جائیں۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۱)

## فصل ۱۵

## ظہار کی رسم

اسلام سے پہلے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے محرمات نسبی یا رضی سے تشبیہ دیتا۔ مثلاً کہتا کہ تم میری ماں بہن بھینسا میری ماں بہن کی جگہ ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دیتا جس کا دیکھنا حرام ہے جیسے کہتا کہ تم میرے لیے ایسی زوجیت میری ماں یا بہن کی پیٹھ یا ان وغیرہ تو میاں بیوی میں ہمیشہ کے لیے عداوت ہو باقی تھی۔ اس کو اصطلاح شرع میں ظہار کہتے ہیں۔ اب بھی یہ حکم ہے کہ جب تک کہ یہ شخص عداوت نہ کیا جائے عورت مرد پر حرام رہتی ہے۔ گو ظہار سے طلاق نہیں پڑتی لیکن اس سے زنا حرام ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں اگر مرد غصے میں آکر بیوی سے ظہار کر بیٹھا تو دونوں میں دشمنی عداوت ہو جاتی اور عورت ساری عمر مرد پر حرام سمجھی جاتی تھی۔ خاصہ سبب ظہار میں انتہا و حد کی خانہ بربادی تھی۔ اسلام نے کفارہ کے ذریعہ سے اس تباہ کاری کی تلافی فرمادی۔

ایک مرتبہ اس بن صامت الحضاریؓ نے یہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کے جھاننی تھے غصے میں آکر اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہؓ کو اس قسم کا کلمہ کہہ دیا۔ وہ جہ میں دونوں سخت ناخوش ہوئے۔ اب محترمہ خولہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اپنی شوہر کے ظہار کا شکوہ کرنے لگیں۔ اس وقت آپ اہم المومنین حضرت عائشہؓ کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ خولہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! ظہار کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟

چونکہ اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا اور اس کے متعلق مندرجہ کوئی احادیث حکم نازل نہیں ہوا تھا اور شرائع سابقہ میں ظہار کرنے والے مرد پر عورت

ابداً حرام ہو جاتی تھی آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اب تمہارے اتحاد و اجتماع کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت خولہؓ اپنی خادندہ کی شکایت کرنے لگیں کہ حضور میری بھائی کا زہ نہ باتا رہا۔ میں نے اپنا حسن و جمال اپنی شوہر کے گھر میں گزارا۔ عزا، واقار، بچھوٹ لئے، اور میں بوڑھی ہو گئی تو وہ اب مجھ سے نہار کر بیٹھا ہے۔ لیکن اب وہ اپنی اس حرکت سے سخت نادم ہے۔ کاش کوئی ایسی صورت ہوتی کہ ہم دونوں یہاں بیٹھتے۔

آپ نے فرمایا:۔۔۔ تمہارا باپ ہی تعلق منقطع ہو کر غبارِ سخت مغرب ہوئیں اور غرض کرنے لگیں یا رسول اللہ! اس صورت میں گھر بالکل تباہ ہو جائیگا۔ بچے پر اہتقان مارے مارے پھریں گے نہ کوئی وارث ہو گا نہ سرپرست۔ جب آنحضرتؐ کی طرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملا تو حضرت خولہؓ نے درگاہِ نبویؐ کی طرف رجوع کیا اور گڑ گڑا کر ان الفاظ میں انہما کر کے عرض کیا کہ میں بارگاہِ نبویؐ سے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں ان کو شوہر کے سپرد کر دوں تو بس چہرے میں برباد ہو جائیں گے اور اپنے پاس رکھتی ہوں تو بھوکے مر جائیں گے اور ہم خود بھی ایک دوسرے سے لڑ کر تباہ حال رہیں گے اور بالخصوص میرا تو تیری ذات پاک کے سوا دین میں کوئی سہارا ہی نہیں ہے۔ الہی محمدؐ بیچارہ کا تو ہی مالک ہے۔ میری فریاد رسی کر۔ مجھے اس غم سے نجات دے اور اس بارے میں اپنے رسول پر کوئی حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت دور ہو۔

اتنے میں آپ پر آٹا۔ وحی نازل ہوئی۔ حضرت خولہؓ اب تک عرض معروض کر رہی تھیں۔ ام مومنینؓ نے فرمایا خولہ! اب خاموش ہو جاؤ۔ کیا تم حضورؐ کے رخِ انور کو نہیں دیکھتیں کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ اس وقت سورہ مجادلہ کی پہلی آیتیں نازل ہوئیں جن کا ترجمہ یہ ہے:-

”حق تعالیٰ نے اس عورت کی عرضداشت سنی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی اور خدا کے سامنے اپنی شکایت کرتی تھی۔ خدا تمہاری گفتگو سن رہا تھا اور وہ تمہیں چیز کا شنو، دینا ہے۔ عہدِ ٹوٹ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں لیکن وہ اس تشدد سے ان کی ماہیں نہیں

بن جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنابے (ظہر رہیں) یہ لوگ ایک نامقتول  
 بابت کہتے اور دروغ گوئی کرتے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ غفور کریم والا آمرزگار ہے۔ جو لوگ قہار  
 کرنے کے بعد اپنے قول کی تلافی کرنا چاہتے ہوں وہ اختلاط سے پیشتر ایک اونٹنی  
 یا غلام آزاد کریں۔ اس حکم میں تمہارے لیے نصیحت ہے اور اللہ عز و جل کہ تمہارے تمام  
 اعمال و کردار کی پوری اطلاع ہے۔ جس کو اونٹنی غلام میسر نہ ہو، وہ اختلاط سے چلے جائے  
 درپے دو مہینے کے روزے رکھے۔ جس کسی کو روزوں کی استطاعت نہ ہو۔ وہ ساتھ مسجد میں  
 کو کھانا کھلائے۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ تم خدا اور اس کے رسول کے مطیع و نقاد رہو۔ احکام  
 مذکورہ خدائی آئین و ضوابط ہیں۔

محضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے فراغت پا کر حضرت خولہؓ سے فرمایا  
 کہ اپنے شوہر کو بلا لو۔ جب وہ آئے تو آپؐ نے ان کو یہ آئیں سنائیں اور فرمایا کہ ان میں سے  
 جو نسا چاہو کفارہ ادا کرو۔ (لباب النقول و لغوی)

## فصل ۱۴

# کثرت ازواج کا رواج

عرب میں نکاحوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی اور اہل عرب کثیر الزوای ہیں ضرب المثل تھے۔

قبیلہ ثقیف کے ایک نامور سردار غیلان بن مسلمہ، جب اسلام لائے تو اس وقت ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔ وہ عورتیں بھی ان کے ساتھ مسکن ہوئیں۔ آپ نے غیلان سے فرمایا کہ چار کو رکھ کر اوروں کو علیحدہ کر دو۔ انھیں چھ بیویوں سے مفارقت اختیار کرنی پڑی (موطا، مالک، مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) و بسبب بن زید بن مسلب اسدی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو اس وقت ان کی آٹھ ازواج تھیں۔ انھوں نے حسب فرمان نبوی چار کو رکھ کر باقی کو علیحدہ کر دیا۔ (ابوداؤد)

نوفل بن معاویہ مدنی رضی اللہ عنہ کی پانچ بیویاں تھیں۔ جب وہ مشرف باسلام ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ چار کو رکھ لو اور ایک کو علیحدہ کر دو۔ انھوں نے ایک کو علیحدہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنن، قبس بن ساری، صحابی، مشرف باسلام ہوئے تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو علیحدہ کر دو۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ (ابن ماجہ)

## فخر عالم کا تعدد ازواج

تعدد ازواج النبی کے حکم و مصالح پر دوسری فصل میں روشنی ڈالی گئی تھی اصل یہ ہے کہ خدا کے لعنہ مرسلوں کو تبلیغی اور مابین ضروریات کے تحت بعض خصوصیات سے



سے بھی نوازاجاتا تھا جن میں سے ایک کثرت ازدواج تھی۔ اگر کبھی افراد یا قوموں میں کینہ و  
عدوت ہو اور پھر نکاح کی بدولت ان کا آپس میں کوئی رشتہ قائم ہو جائے تو عدالت  
مرتفع ہو کر محبت اسس کی جگہ لے لیتی ہے اور جہاں عداوت نہ ہو وہاں محبت  
رو بہ ترقی ہوتی ہے۔ چنانچہ تجربہ ثابہ ہے کہ نکاح کے بعد بیوی کے بھائی بہنوں سے  
اتنی الفت اور شیفٹگی ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات اپنے حقیقی بھائی بہنوں سے بھی نہیں  
ہوتی۔ اسی معنی میں سلطان دین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نکاح سے بڑھ  
کر ازدیاد محبت کا کوئی اور ذریعہ نہیں دیکھا گیا۔ (ابن ماجہ) چنانچہ حضور نے جو عقد  
کئے ان میں سے اکثر ایسے تھے جو رفع دشمنیت و عداوت اور ازدیاد انس و محبت کے  
پیش نظر کئے گئے تھے۔

علاوہ ان بیوقوفوں کی پرورش اور ان کی دستگیری بھی آپ کا ایک مقصد  
تزوج تھا۔ محض سس مفہوک، محال طبقاتی احانت کے لیے آپ نے نکاح  
کو پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ بکھر حضرت عائشہ صدیقہ کے آپ نے جس عقد  
کیسے وہ سب بیوقوف ہی سے کیے۔ آپ نے سب سے پہلی شادی عین عالم شباب  
میں جب کہ آپ کا سن مبارک پچیس برس کا تھا ایک چھل سالہ خاتون حضرت خدیجہ  
سے کی تھی۔ کیا دنیا کا کوئی نوجوان اتنی سن رسیدہ عورت سے عقد کرنے پر بخوشی  
آمادہ ہو سکتا ہے؟

### تعدد ازواج کی ضرورت

عامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایک وقت چار نکاح کرنے  
کی اجازت دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل اور رضاعت کی مدت میں جو  
دھائی تین سال تک چنی جاتی ہے۔ تعلقات زناشوی کو طبعاً و عقلاً ناروا قرار دیا  
گیا ہے اور اس طویل عرصہ تک مرد کے فطری جذبات کو دبا کر مفاسد و فتن کے  
دروازے کھولنا کسی طرح قرین دانش نہ تھا۔ اس لیے شریعت اسلامی نے تعدد  
ازواج کی اجازت دیدی۔

نادرہ، انہیں مرد کے قوی اور اسس کی جسمانی ساخت و ترکیب ہی اس شہم ہی ہے کہ ایک عورت اسس کی طبیعتی خواہش کی تسکین کے لیے کافی نہیں ہوتی۔ مرد اور عورت کے عذاب کی حالت میں مردہ عمل چند منٹ میں ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد وہ اپنے جسمانی حیثیت سے کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی حالانکہ عورت کے بیچین پانچ منٹ سے عمل کے نتائج کا سلسلہ مدت و عادت کے ذکر و معانی تین سال تک چھ جاتا ہے۔ پھر عمل کے بغیر بھی بہرہ جو ان اور تندرست عورت کے لیے بہرہ پہنچا ہے اس میں بہت فرق ہے۔  
ایک فطری امر ہے۔

اور وہ قانونی نظام سخت ناقص ہے جو مردوں کی طبیعتی ضرورت اور عورت کی طبیعتی مجبوریوں کا لحاظ کر کے مرد کے لیے کوئی ضرورت جوڑ نہ رکھے۔ بالخصوص اس طرح کے سوال کے لیے جہاں سے اس کو ایک دن بھی جنسی اختلاط کے بغیر بیان نہیں آتا اور عورت کی یہ عادت ہے کہ تیس سالوں کی عمر میں چار پانچ بچے جن کر بڑا دیا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ مرد کے لیے یہ عین جوشن جوانی اور عین جوانی خیز عہد بات کا زمانہ ہے۔ اور جوشن جوانی میں ایسی برہم از کا رفتہ کی طرف مرد کا میلان طبع نہیں رہتا۔ ایسی عزت میں مرد کو تعداد و ازدواج کی عزت کے حرام کاری کا دروازہ کھولنا ایک آسمانی الہی قانون کے لیے ممکن نہ تھا۔ ان حالت میں مرد کے لیے تعداد و ازدواج کی اجازت ناگزیر تھی۔

نادرہ ہے کہ ہمیں طرح طرح کے پیمانے یا پیمانے پیشاب خواہ انسان میں داخل ہیں۔ اس طرح اگر مرد کے جسم میں قوی نہیں تو اس کے لیے منی کا راج بھی نہ درمی ہے۔ ایسی عزت میں جو ان عورت کے لیے ضروری ہے۔ ہر طبیعتی تقاضا ہے جو کسی طرح رکنا نہیں سکتا۔ پس مومن متقی سس تقاضے کو اس کے محل میں صرف کرتا ہے۔ اور قانونی سب سے محل کا میں اتنا ہے جس شہر اہل سنت نے سلمان کو حرام کاری سے بچنے کے لیے دیاں تک تہہ پیر کی کہ جو عورتی پرانی عورت کو دیکھتے تھے ان پر عورت کے لیے ان پچھلے عورت کی ان پچھلوں میں نہ الٹا ہوتا تھا اگر وہ شہر اہل سنت مرد کو حسب ضرورت تعداد و ازدواج کی اجازت نہ

ہوتی تو وہ خدائی اور مطابق فطرت شریعت نہیں سمجھی جاسکتی تھی۔ الغرض تعدد  
 ازواج کی اجازت بالکل فطرت کے مطابق ہے۔ جن لوگوں میں متعدد دلکاہل  
 کا دستور نہیں اور ان میں اُسی بڑھیا کچھ خلق بد سلیقہ ہی کہ گئے باندھنے کی تاکہ  
 ہے۔ ان کے حالات کا جائزہ لیئے تو آپ واضح ہو گا کہ ان کو کیا کیا مشکلات بہن  
 رہتی ہیں۔ کہیں عورت کو نہ ہر وہ سے کر مارا جاتا ہے اور کہیں اس کی ہلاکت کے لیے  
 ڈاکٹروں سے مدد لی جاتی ہے

## فصل ۱۷

## لڑکیوں کی نوہین و تنہیر

## لڑکیوں کو لڑکوں کے ہمدوش کرنا

ابن عرب اللہ کیوں کو نہایت درجہ حقیر اور منحوس خیال کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دختر کا تولد موجب مصداقت و خسہ ان اور سخت عار تھا۔ اسی بنا پر ان بیچاریوں سے سخت توہین آمیز سلوک کیا جاتا تھا۔ کھانے پکڑے اور تمام دوسری ضروریات نہ۔ گی یہ نہ صرف لڑکوں کو سہل و سہل سے ان پر ترجیح دی جاتی تھی۔ بلکہ وہ بیچاریاں محض حقیر پس ماندہ درجہ کی کچی چیزوں کی مستحق خیال کی جاتی تھیں۔ اور یہ استغناقی بھی صدقہ و خیرات کا پہلو لیے ہوئے تھا۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس مظلوم طبقہ کی داد دے دی اور ذلت و مظلومی کے عین گڑھے سے نکال کر انہیں لڑکوں کے ہمدوش کر دیا۔

## بیٹی پر بیٹوں کو ترجیح نہ دینے کی فضیلت

عادل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے شخص اپنی بیٹی کو زندہ کھا ڈیا۔ نہ اس کو ذلیل رکھا اور نہ رکھانے پینے لباس اور عام برتاؤ دیں، اس پر بیٹوں کو ترجیح دی تو حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا (ابوداؤد) اور فرمایا کہ جو شخص تین بیٹوں یا تین بیٹیوں کی پرورش کرے۔ ان کو اچھی طرح ادب سکھائے اور ان پر اس وقت تک برابر شفقت کرتا رہے جب تک وہ اس کی کفالت سے مستغنی نہ ہو جائیں۔ (یعنی بیاہی یا کر اپنے گھروں کو چلی جائیں) حق تعالیٰ اس کے لیے بہشت واجب کر دیتا ہے۔ ایک صحابی عرض پیرا ہوا کہ یا رسول اللہ! کیا دو کی پرورش کا بھی یہی ثواب ہے فرمایا: ہاں دو کا بھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں

فرماتے ہیں کہ اگر حاضرین میں سے کوئی صاحب ایک بیٹی یا بہن کی نسبت دریافت کرتے تو آپ ایک کی پرورش و کفالت کا بھی یہی ثواب بتاتے (مشکوٰۃ بخاری شریح السند)

### سید المرسلین کی رفاقت کا مشردہ جاننظر

آنحضرتؐ نے فرمایا جو کوئی (اپنی یا بیگانہ لڑکیوں کی) اس وقت تک برابر پرورش کرتا رہے جب تک وہ عمر جوانی تک نہ پہنچ جائیں۔ وہ قیامت کے دن اس طرح میرے ساتھ ہوگا۔ جس طرح میری یہ دو انگلیاں باہم ملی ہوئی ہیں۔ (بخاری) دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ بالغ ہو جائیں وہ اور میں (ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر اور ان کی طرف اشارہ کرے) اس طرح (اٹھے) جنت میں داخل ہوں گے۔ (مسلم ترمذی) اور فرمایا جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کی۔ ان کی تعلیم و تربیت کی۔ اور ادب و سبق سکھایا اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہا۔ پھر ان کی شادی کر دی اس کے لیے جنت ہے (ابوداؤد، ترمذی) پھر فرمایا جس کسی کے ہاں بہن یا بیٹی یا کوئی اور لڑکی ہو۔ نہ اس کو خندہ درگور کرے۔ نہ اس کی توہین کرے۔ اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دے تو حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے (ابوداؤد) **افضل ترین صدقہ بیٹی کی کفالت ہے۔**

ایک مرتبہ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کیا میں تم کو افضل صدقہ اور بہترین خیرات بتاؤں؟ انھوں نے کہا ہاں فرمائیے یا رسول اللہ فرمایا سب سے افضل و بہتر صدقہ اپنی اس بیٹی کی پرورش و کفالت کرنا ہے جو (شوہر کی موت یا طلاق) جانے کی وجہ سے، تمہارے پاس واپس آگئی ہو۔ اور تمہارے سوا اس بے چاری کا کمانے والا بھی کوئی نہ ہو (ابن ماجہ) اور فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش اور پر تنگ دل نہ ہو اور ان کو اپنی کمائی میں سے دل کھول کر کھلائے جائے اور پہنائے تو وہ تینوں قیامت کے دن



اس کے بے غدا سپہ و زرخ سے آراہن باغیں گی۔ (ابن ماجہ) اور فرمایا: میں نے دو بیٹیاں  
تو ان کو جنائیں اور بیب نکاح وہ اس کے پاس رہیں ان سے برابر مشفقانہ سلوک کرتا رہے  
تو وہ اس کے بے غدا کا فریاد بچہ بن جائیں گی (ابن ماجہ)

ان ارشادات عالیہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لڑکی کا تولد والدین کے لیے

کس قدر موجب خیر و برکت اور باعث رحمت و سعادت ہے۔

**بنات طاہرات کے ساتھ آنحضرت کا مشفقانہ برتاؤ**

یہ تو معلوم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی۔ اب یہاں اس چیز پر قدرے روشنی  
ڈالی جاتی ہے کہ خود اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ کیسا تھا؟ آپ کی چار صاحبزادیاں  
تھیں۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا  
سٹام اللہ علیہن۔ آپ ان سب سے ہمیشہ مشفقانہ سلوک کرتے رہے کہ اس  
سے بہتر سلوک عالم تصور میں نہیں آ سکتا۔ آپ سیدہ زینبؓ کی نسبت فرمایا  
رہتے تھے کہ وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری وجہ سے سستائی گئی و بخوانہ  
رہتا فی محلہ طحاوی و حاکم)

حضور فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ  
آپ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ (زوجہ مطہرہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے  
منزلت پر حاضر ہوئے۔ آپ ان کی قبر پر بیٹھے تھے اور آپ کی آنکھوں سے پل اشک  
رواں تھا بخاری۔

## سیدۃ النساء کی تعظیم

سیدہ تک مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بنات طاہرات رحلت  
گزین عالم جاوداں ہو چکی تھیں اور سب سے چھوٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ  
زہراؓ رہ گئی تھیں۔ آپ کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کا بڑا احترام فرماتے  
تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ آستان نبوت میں قدم فرما ہوتیں تو آپ ان کی تعظیم  
کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور یہ کہیں اور کبھی دیکھا سنا نہ گیا ہوگا کہ آپ کی طرح

کوئی باپ اپنی بیٹی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا ہو۔ چنانچہ اہم المومنین حضرت عائشہؓ وہابی  
ہیں کہ میں نے رنگ و رنگ بات چیت میں۔ مولیٰ اللہ کے مشابہہ ظہر زہراؓ رشت  
بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ بسبب وہ سچے کے پاس آتیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے  
اور شفقت و محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ مٹی بند  
بسبب آپؐ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف سے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں اور محبت  
سے آپؐ کا سر چومتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ (ردہ اللہ)

اور فرمایا فاطمہؓ میرے حکم کا ٹکڑا ہے۔ جس نے فاطمہؓ کو اذیت دی اُس نے مجھے  
دکھ دیا اور جس نے فاطمہؓ کو پریشان کیا اُس نے مجھے پریشان کیا۔ (ترمذی)

### نواسی پر شفقت

سیدہ زینبؓ بنت النبیؐ کے بطن مبارک سے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ  
کی دو اولادیں ہوئیں۔ علیؓ اور امامہؓ۔ علیؓ معترضی ہیں۔ حلیت فرما ہوئے اور امامہؓ زندہ  
رہیں۔ چونکہ امامہؓ مروتہ بیٹی کی یادگار تھیں اسلئے بہت شفقت سیدہ کا ثبات نسبی اللہ  
علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ امامہؓ ہر وقت آپؐ کے پاس رہتیں اور آپؐ ان کو  
سجنان کی طرح عزیز رکھتے تھے اور سماعت نماز میں بھی اس کو اپٹ سے جدا نہ کرتے تھے۔ حدیث  
میں اسی دختر فہندہ اختر کے متعلق مروی ہے کہ آپؐ نماز کی حالت میں بھی ان کو گود  
میں لیے رہتے تھے۔ رکوع کرتے وقت بٹھ دیتے اور قیام تک رقت چہرہ عنایت سے  
در بخاری کتاب الصلوٰۃ

مروی ہے کہ ایک مرتبہ کہیں سے کوئی بار آیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ ہر اُس کو دنیا  
جو دنیا میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوئے۔ سب لوگ اس رائے پر متفق ہوئے کہ یہ  
اہم المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کو ملے گا لیکن آپؐ نے وہاں اپنی کم سن نواسی امامہؓ  
کو عنایت فرمایا۔ (مسند امام احمد)

### امرت کی خور و سالن پھیول پر شفقت

یہ چند واقعات جو معرض تحریر میں آئے اپنی اولاد پر شفقت و عنایت کے تھے اور

یہی نہ پرہیزگونی و مہربانی ہوتا ہے۔ یہی سوال یہ ہے کہ اس کی پھول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مہربانی کا کیا حال تھا؟ اس کے لئے اس کی بھی ایک تفسیر لکھی جاتی ہے۔

خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ان احادیث میں داخل تھے جنہوں نے اوائل اسلام میں مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کی تھی اور پھر حبشہ میں ایمان کو دارالہجرت مدینہ میں اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا تو وہاں پیش کیے گئے ایک تہ شفیق عام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ کچھ کچھ بات کرتے۔ ان میں تھیں قسم کی ایک چوٹی سی کلمی بھی تھی جس میں مہربانی و مہربانی کا ذکر تھا۔ آپ نے علم دیا کہ (خالد بن سعید بنی ہاشم بنی ہاشم) ام خالد کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت خالد بن سعید خود اٹھائے آپ نے اس کی کو پیار کیا اور کلمی بات میں لے کر اس کو پسند دی۔ یہ لڑکی حبشہ میں پیدا ہوئی تھی۔ آپ نے حبشہ رہان میں فرمایا عند سہ۔ حبشہ زمان میں سفاد مسند یعنی نیلی یا اپنی چیز کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ ابھی جوڑ ہے۔

اس کے بعد لڑکی سے فرمایا کہ اس کلمی کو پرانا اور پھر پرانا کر۔ اس وقت آپ کی عمر نبوت و جو دونوں شانوں کے درمیان بیضہ کبوتر کے مشابہ تھی بیچ مسلم، کھل گئی تھی مہر نہ تھی (کو ایک غیر معمولی پسند آیا کہ اس سے کہتے تھے)۔ حضرت خالد بن سعید نے اس کو سو ادب پر محمول کر کے لڑکی کو منع کیا لیکن آپ نے (اپنی کماں حسن خلق سے اقتضاء سے فرمایا کہ منع نہ کرو۔ کھینے دو۔) صحیح بخاری

یاد رہے کہ آپ نے جو لڑکی سے فرمایا تھا کہ اس کو پرانا کر۔ پھر پرانا کر تو اس سے صحابہ کرام نے کو نہیں ہو گیا تھا کہ اس لڑکی کی عمر بڑھی نہیں ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن مسبار کہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ام خالد نے طویل عمر پائی یہاں تک کہ لوگوں میں ان کے طویل عمر کا چرچا تھا و بخاری

دختر حمزہ کی کفالت کے تین دعویدار

ملک سے دختر کشی کی رسم بد کے قلع قمع کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے

تاکیدی احکام جاری فرمائے تھے۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد حکم ہوا کہ آئندہ جو عورتیں حقہ اسلام میں داخل ہوں ان سے بیعت لیتے وقت یہ بھی اقرار کیا جائے گا کہ اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اس جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ یا تو لوگ اپنے ہاتھ سے لڑکیوں کو دفن کر دیا کرتے تھے یا اب یہ حالت ہو گئی کہ ایک لڑکی کی کفالت و پرورش کے لیے بیک وقت تین وعوبدار کھڑے ہو گئے۔

واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ حدیبیہ کے بعد جب عمرہ القضاء کے لیے مکہ معظمہ تشریف لائے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت بھی ہمراہ رہ رہی تھی۔ جب تین دن کے بعد مراجعت فرمایا ہوئے تو سبب اشہب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صابریہ چچا چچا کہہ کر آپ کے پیچھے آئی۔ چچا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت حمزہؓ کے رضائی بھائی بھی تھے۔ بچپن میں ابو لیب کی لونڈی ثویبہ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس بچی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب حضرت علیؓ ان کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ رضیقین بزرگوں نے اس بچی کی پرورش و کفالت کی خواہش ظاہر کی اور ان میں اختلاف رونما ہوا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس بچی کی کفالت کا زیادہ حق دار ہوں کیونکہ میں نے اس کو پہلے لیا ہے اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ کہنے لگے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کے علاوہ اس لڑکی کی خالہ میرے گھر میں ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ یہ میری رضائی بہن بھی ہے۔ (اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید اور حمزہؓ بھی رشتہ اخوت بھی قائم کر رکھا تھا) چونکہ حضرت جعفرؓ کی بیوی اس بچی کی خالہ تھیں۔ آپ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کہے ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت علیؓ کی تسکین و دلداری کے لیے ان سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تم پیدائش اور خلق میں میرے مشابہ ہو اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تم تو ہمارے بھائی اور مولا ہو۔

## فصل ۱۸

## مہر کی رقم پر والدین کا قبضہ

شریعت اسلامی میں مہر تک جو کی قیمت نہیں کہ شوہر اس کے اولیاء کو دے کر اس سے بیوی حاصل کرتا ہے بلکہ ایک نذر نہ ہے۔ شوہر دین کو اس رقم کا مالک بنا کر نہ مانو کہ اس کی عزت افزائی کرتا اور اس کی مالی حیثیت کو مضبوط کرتا ہے۔ مہر کی اہمیت اور ادائے مہر کی تاکید شریعت ظہور میں نہیں آتا ہے۔ گوا فیس ہے کہ پاکستان اور ہندوستان میں ہمت کا عمل اس کے خلاف ہے۔

لوگوں نے بھی اعتقاد سے مہر ایک فرضی اور موجدی چیز بنا رکھا ہے۔ مالک یہ رقم مرد کے ذمے ایک لازمی فرض ہے جس کا ادا کرنا واجب ہے۔ علم یہ ہے کہ مہر اپنی بیویوں کو بہت زیادہ خوش دلی سے دیا کر دیا کر دے لڑکی کے والدین یا دوسرے اولیاء اس رقم کے بہتر مستحق نہیں ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص اپنی بیوی کا نکاح کرتا تو مہر بیٹی کو نہ دیتا بلکہ خود لے لیتا تھا اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
فَإِنْ طَلَّقَ بَيْنَهُمَا نِكَاحٌ فَلَهُ مِمَّا فَرَغَ مِنْهُ نِكَاحٌ  
وَلَهُ مِمَّا فَرَغَ مِنْهُ نِكَاحٌ

یاد رہے کہ مرد و زن اور واجب ہے مگر جب خود بیوی یا بہت سی عورتیں اس کے اولیاء میں مہر اس کا کوئی جزو معاف کر دیں تو معاف ہو سکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اگر بیوی محبت کی راہ میں بہرہ کر پورا مہر یا اس کا کوئی حصہ معاف کر دے اور بعد میں پھر کبھی اس کا دل لہ کرے تو یہ رقم واجب اور شوہر اس کے ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا کیونکہ اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اس نے دلی رغبت اور خواہش سے مہر معاف نہیں کیا تھا۔

اور میں کہتا ہوں کہ مردوں کو اتنا غیور نہ بننا چاہیے کہ معافی کا لفظ ہی کہیں درمیان میں نہ آئے بلکہ جوں ہی موقع ہوا اور مالی حالت اس کی اجازت دے سب سے پہلے بیوی کا یہ قرض سرت اتار دے۔ کسی کا احسان منداور منت پذیر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ امام ابن جوزی قلمبیس ایس ہیں لکھتے ہیں کہ مردوں کی ایک مذموم عادت یہ ہے کہ بیوی کا حق پورے طور سے ادا نہیں کرتے بعض اوقات یہ بی بی کو اس پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنا مهر معاف کر دے اور خداوند خیال کرتا ہے کہ اس کے ذمہ سے بیوی کا مهر ساقط ہو گیا ہے۔ یاد رہے کہ اگر شوہر نے اپنی زندگی میں مهر ادا نہیں کیا تھا تو بیوی کا مهر شوہر کے قرض میں داخل ہے۔ بچہ میراث تقسیم ہونے سے پہلے وصول کرے اور اگر اس کے شوہر کے اقرار یا کہیں کہ مرنے والے کی بیوی نے مهر معاف کر دیا تھا تو ان کے قول کا کچھ اعتبار نہیں کیا جائے گا۔



## فصل ۱۹

## ناکردہ گناہ خواتین پر بہتان تراشی

بہتی حرب میں جب کوئی مرد چاہتا کسی پارہ سادہ عفت گاہ خاتون کو زندگی قسمت دے دیتا۔  
 چونکہ اس بہتان سے عورت کی حیثیت اس کی آئندہ زندگی میں بڑی نازک اور کمزور ہو جاتی تھی۔  
 اس خرابی کا تدارک نہ دے کر ہی غلابہ چنانچہ شریعت طہ نے یہ حکم دے دیا کہ جو شخص کسی عورت پر  
 اس قسم کا الزام دے وہ چار چشم دید گواہ پیش کرے۔ اگر پیش نہ کر سکے تو ایک شریف خاتون کو  
 مشتم کرنے کے جرم میں اس کو اپنی ٹوڑوں کی نذر دی جائے۔ اس شرعی سزا کو مدقذت کہتے ہیں۔  
 حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے:-

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَكْفُرْنَ لَهُمْ شَرْعِيٌّ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (نور ۲۴)  
 لَمْ يَأْتُوا بِثَبَاتٍ لَهُمْ شَرْعٌ وَلَا جَلْدٌ لَهُمْ رَأَيْتُمْ دَعْوَةَ رَبِّهِمْ لَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ  
 ثُمَّ يَنْفِرُونَ بِالْإِثْمِ وَالْزُورِ وَالْهَمُّ شَهَادَةُ رَبِّهِمْ لَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ  
 أَبَدًا أَوْ أَلَبَّتْ لَهُمُ الْقُلُوبُ قَوْلَ رَبِّهِمْ لَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ (نور ۲۴)  
 (اصل) فاسق ہیں۔

کسی یا رسا عورت پر زنا کی تهمت لگانے والا ساری عمر کے لیے مرد و ماں شہادۃ ہو جاتا ہے  
 یعنی اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائیگی۔ تهمت لگانے والا اپنی اس الاق ترکست کے بعد سچی توبہ  
 کر کے اپنی حالت کی اصلاح کر لے تو خدا نے غفور اس کو معاف کر دے گا اور فسق کی وجہ سے جس عذاب  
 آخرت کا وہ مستحق ہوا تھا وہ استحقاق مرتفع ہو جائیگا۔ لیکن اس کی گواہی پھر بھی قبول نہیں کی جائیگی۔  
 کیونکہ وہ مدت العمر کے لیے مرد و ماں شہادۃ ہو چکا۔ اسی طرح توبہ کی وجہ سے اس کی حد قاذف معاف  
 نہیں ہوگی کیونکہ توبہ سے حد شرعی ساقط نہیں ہو جاتی۔

بنو بکر کے ایک فاسق کو دودھ پھری سزا

مہر رسالت میں جب کوئی شخص کسی عقیقہ پر زنا کا الزام دے تا اور پھر اپنے دعویٰ کا ثبوت

پیش نہ کر سکتا تو اس کو اسٹی دروں کی ندادی بھائی تھی۔ حسب روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما قبیلہ خزرج بن امیہ ہ  
 ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے ایک عورت سے زنا کرنے کا چہرہ مرتبہ اقرار کیا۔  
 چونکہ یہ شخص شادی شدہ نہیں تھا اس کو زنا کے جرم میں تودرے لگائے گئے۔ اس کے بعد اس سے  
 عورت کے زنا کرنے کا ثبوت مانگے گیا تو وہ کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ پھر عورت سے دریافت کیا گیا تو اس  
 نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم یہ جھوٹا ہے۔ اس لیے اب اس کو حد فذف یعنی تہمت زنا کی پاداش میں  
 اسٹی کوڑے مارے گئے (ابوداؤد)

### ام المؤمنین پر تہمت لگانے والوں کو حد فذف

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ جب (قرآن میں) میرا غلہ نازل ہوا تو نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے میری کھڑت ہو کر خطبہ دیا جس میں آپ نے میری براءت ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد منبر سے  
 اتر کر آپ نے ان مردوں اور ایک عورت کو جو تہمت میں منافقوں کے مجنوا ہو گئے تھے۔ عداوت کے  
 کا حکم دیا۔ چنانچہ ان تینوں کو اسٹی اسٹی کوڑے لگائے گئے (ابوداؤد)

دو مرد حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور عورت ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی  
 بہن حمہ بنت جحش تھیں۔ اگرچہ اس تہمت کے اصل بانی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور  
 اس کے منافق پیرو تھے۔ لیکن آپ نے ان کو حد نہ ماری کیونکہ مد گناہ تہمت سے پاک کرنے  
 کے لیے ہے اور وہ منافق اس سے کسی طرح پاک نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ تو ابد لگا با جہنم میں رہیں گے۔

فصل ۲۰

تتبع لکھنؤ کے حقوق سے بے اعتنائی

صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ کتاب حدیث میں امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ  
اور دوسرے صحابہ سے مروی ہے کہ عرب جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یتیم لڑکی مالدار  
اور صاحب جمال ہوتی تو اس کا کوئی ایسا ولی جس سے ملت ابراہیمی کے موجب اس کا نکاح  
جائز ہوتا اس سے نکاح کر لیا کرتا اور اگر لڑکی کم مشکل یا بد صورت ہوتی تو نہ اس سے نکاح کرتا  
اور نہ کسی سے کہنے دیتا ہاں تک کہ وہ بیچارہ لڑھکتے لڑھکتے موت سے ہم آغوش ہو جاتی  
اور وہ اس کے مال و زر پر قبضہ جما لیتا۔ اسی طرح جو ب کوئی ولی یتیمہ سے نکاح کر لیتا تو نہ اس  
کا مہر پورا دیا کرتا اور نہ اس کے دوسرے حقوق ادا کرتا۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے اس قسم کے نکاح کی تمانہ سے فرج دی۔ آپ کے اس امتناع کی تائید میں خدا نے برزخ کی طرف سے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَأَنْ خِفْتُمْ إِلَّا قَيْسَرًا فِي الْيَمِينِ أَرْتُمُوهُ أَسْحَبًا كَمَا آتَيْنَاهُمُ الْبُكْرَةَ بِتَقْوَىٰ رَبِّهِمْ لَعَلَّهُمْ يُحْذَرُونَ  
فَاذْكُرُوا مَا هَبَّ لَكُمْ مِنْ نِسَاءِ مَنْثَرٍ قَامُمْ زَكَاةً سَكَوْغَةً تَوَاطَىٰ حَسْبُ لِسَانٍ يُبَارِعُونَ فِي الْإِسْلَامِ  
وَشَلَاتٍ وَرُبِعٍ فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فِيهِ تَكَادُ تَسْكَبُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْعَلُونَ  
فَرَأَيْتُمْ أَفْعَاكَكُمْ تُفْعَلُونَ فِي الْمَضَاهِقِ يُدْعَوْنَ لِيُحْشَرُوا لَكُمْ فَبِئْسَ مَا تَحْكُمُونَ

یعنی اگر جانا کو یتیم لڑکی سے نکاح کرنے کی صورت میں اس کے حقوق ادا نہ ہوسکیں گے کیونکہ اس کا تعلق مانگنے والا کوئی نہیں تو دنیا میں عورتوں کی کچھ کمی نہیں یتیم کو اپنے عقد میں نہ لانا۔ الغرض یتیم لڑکیوں کے متولیوں کو ان سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمادی گئی اور حکم دیا گیا کہ ان کا غیر جبکہ عقد کیا جائے تاکہ متولیوں کے رعب سے غیر لوگ ان لڑکیوں کے حقوق ادا کرتے رہیں۔

## بہرورش و کفالتِ تنہیم کے فرائض

مقتد عالم علی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تنہیم کی امداد و کفالت کی تائید لوگوں کو کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان لوگ کہ بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی تنہیم پرورش پا رہا ہو اور اس سے اچھا سوک کہ یا سارا ہو اور مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں تنہیم تہہ سلو کی کی جاتی ہو (ابن ماجہ) اور فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کسی تنہیم کے سر پر ہاتھ پیرے تو جہاں تک اس کا ہاتھ پہنچا ہے وہاں تک سرباں کے غرض میں اس کو ایک ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور جس نے کسی تنہیم کو کی یا ٹکے کو اپنے گھر میں رکھا اور اس سے حسن سوک کرتا رہا تو وہ جنت میں مجھ سے اتنا قریب ہو گا جس قدر کہ یہ دو انگلیاں ایک دوسری سے قریب ہیں۔ یہ فرماتے وقت آپؐ نے اپنے دست مبارک کی انگلیاں ملا دیں (احمد و ترمذی) اور فرمایا کہ جس نے کسی تنہیم کو اپنے کھانے (کپڑے) میں شامل کر لیا حق تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی۔ (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنہ) ایک تہہ ایک بچہ جس کے ساتھ اس کی دو بیویاں تھیں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئی۔ اس وقت گھر میں تین کھجوریں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اُم المؤمنین نے وہ تین کھجوریں اس بچہ کو دے دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بیویوں کو دی۔ پھر تنہیم کو لے کر گھر سے دو ٹماڑے کئے اور وہ بھی دونوں میں بانٹ دی۔ اس کے بعد سب رسالت مآب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو اُم المؤمنین نے آپؐ سے اس شفقتِ مادرہ کی ذکر کیا آپؐ نے فرمایا وہ عورت اس عمل کی بدولت جنت کی مستحق ہوگی (ابن ماجہ)

## حصہ دوم

عام اعتقادی اور عملی خرابیاں

فصل اول

### آباء و اجداد کی گورن قبیلہ

سب کائنات میں شہادت و شہادہت کی دعوت تھی کہ اولیٰین غلطیوں کو رخصت  
تھے۔ لیکن ان میں سے بہت کم افراد شرفِ ایمانی سے سعادت مند ہوئے۔ قریش  
کی بہت بڑی اکثریت اپنے پرانے عقاید و اطوار پر ہی رہی۔ ان کے وقت اور اس  
سے پہلے کب کب عرب میں جو جو اعتقادی اور عملی خرابیاں تھیں۔ ان سے انشاء اللہ  
آئندہ صفحات پر تفصیل کر ام کو روشناس کروایا جائیگا۔ یہ خرابیاں انہیں عام طور پر آباء و اجداد  
سے ارثاً ملی تھیں۔

### قریش کی طرف سے الزکار و اغراض کا غدر رنگ

وامی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بہائیتیں عالم یا اس سے ملی تھیں۔ قریش کی  
بہت سے پرستشیں ان کے قبول کرنے سے مانع رہیں۔ جب کبھی آپؐ کو یہاں سے ہی تعاضد یا  
دوسری اصلاحی تعلیمات قریش مکہ کے سامنے تعظیم فرماتے تو ان کی طرف سے ہی غدر رنگ  
پاؤں کیا جاتا تھا کہ ہم نے اپنے باب دادوں کو انہی عقاید و اعمال پر پایا ہے۔ جن پر ہم عمل پیرا  
ہے اور ہماری سعادت اس میں ہے کہ ہم آنکھیں بند کر کے انہی کے راستے پر چل جائیں۔  
اس لیے ہم تمہاری کسی تحریک کو قبول نہیں کر سکتے۔

الطبع سے ان کے دلوں میں یہ دوسرا ڈال رکھا تھا کہ یہ دعویٰ نبوت کی طرف سے  
وہی ملائکہ و معاد و غیرہ قسم کی جو تعلیمات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ مخفی اور غیبی ہونی چاہیے۔

باعث ہماری سمجھ سے باہر ہیں اس لیے زعم و احتیاط کا اقتضا وہ ہے کہ بلا تامل اپنے  
بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔

## تقلیدِ آباء کی ہلاکتِ آفرینی

لیکن ظاہر ہے کہ جس دلیل سے انھوں نے اپنے اجداد کی تقلید ضروری خیال کی۔  
اُسی دلیل سے تقلیدِ آباء کی ہلاکتِ آفرینی عیاں ہے کیونکہ قریش کا مسلک یہ تھا کہ انسان  
مر کر مٹی ہو جاتا ہے اور اسے مرنے کے بعد کسی شجر و شہر اور منرا و جزائے سابقہ نہ  
پڑے گا۔ پس ظاہر ہے کہ قریش کے اس زعم کے بموجب کسی تنفس کو مستقبل میں کسی قسم  
کا کوئی خوف و خطر و پیش نہیں، بخلاف اہل اسلام، یہود، نصاریٰ وغیرہ آسمانی مذاہب  
کے جو اس حقیقت پر متفق ہیں کہ جو انسان تعلیماتِ انبیاء سے سرکشی کرتا ہے خدا کا غصہ  
اور غضب اس کے شامل حال ہو جاتا ہے اور چونکہ دنیا دار عمل سے اس لیے یہاں آداس  
کو اس کی منرا نہیں مل سکتی لیکن جب خدا نے حکم اٹھایا کہ یوم الجزاء کو تختِ عدالت پر متمکن  
ہوگا تو انسان کے تمام نیک و بد اعمال اس کے حضور میں پیش ہونگے۔

اس کے بعد خدا نے ذوالجلال منکروں اور سرکشوں کو ان کی نافرمانیوں کی منرا سے کٹا۔  
اور جن لوگوں نے اطمینان و فرمان پذیری کی ہے وہ انعاماتِ لامتناہی سے سرفراز ہوں گے۔  
اور حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم صاف لفظوں میں فرمایا کہ تے تھے، وہ قرآن کی  
بسیجوں آیتیں اس پر ناطق ہیں کہ جو کوئی حشرِ آسا اور جزاء منرا کا منکر ہے وہ ابد الابد جہنم  
کا ایندھن بنا رہے گا۔ اسی معنی میں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ نے ایک مرتبہ دہری  
سے فرمایا تھا کہ اگر قیامت اور حساب کتاب کچھ نہیں جیسا کہ تو کہتا ہے تو ہم اور تم دونوں نجات  
پاؤ گے۔ لیکن اگر ہمارے عقیدے کے بموجب قیامت برپا ہوئی اور قیامت برپا ہو گئی۔ تو ہم  
ہر طرح سے فوز و فلاح سے بہرہ اندوز ہوں گے اور تو آتشِ جہنم کا ایندھن بنا ہو جائیگا

## راہِ احتیاط

پس قریش کے لیے راہِ احتیاط یہی تھی کہ وہ عقل اور دوراندیشی سے کام لے کر آباء  
پر مبنی کنارہ کشی اختیار کرتے اور اسلامی تعلیمات کی پیروی کر کے فلاحِ ابدی کے



جب یہ بات سے میرے کام ہوتے۔ توفیق سے۔ اور یہ خود نہ کرنا اور نہ دینا۔ باپ دادوں کی  
 دشمنی۔ یا عقل و خرد کو معطل اور بے کار کر دینا۔ عقل انسان کو اس لیے بخشی گئی ہے کہ  
 وہ وقت اس کرے اور دور زبانی سے کام لے۔ شمع کا کام۔ روشنی دینا ہے۔ انسان کو خدا  
 نے شمع عقل دی ہے۔ اگر وہ اس شمع سے کام نہ لے اور اس کو دور بھینک کر اندھیرے  
 میں پٹنگ لگے تو وہ نہ کسی تاریک کشتے میں گرے۔ بلکہ ہوگا۔ قریش کو عقل کی شمع سے  
 قائمہ اٹھانے کی بجائے تقلید آہا کی تاریکی میں چلنے پر اصرار تھا۔ ارشاد باری ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے نازل فرمائے ہوئے (قرآن) کی

طرف اللہ رسول خدا کی طرف چلو کہ جو

حکم دیں سو مانو تو اس کے جواب میں کہتے

ہیں کہ جس طریق پر ہم نے باپ دادوں کو چلتے

ہوئے پایا ہے وہی طریقہ ہمارے لیے پس کرتا ہے۔ کیا یہ لوگ اسی پُرانی لکیر کے فقیر نہیں گئے

اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے اور نہ راہ راست پر رہتے ہوں؟

وَإِذَا قِيلَ لَهُم تَعَالَوْا إِلَىٰ مَسْجِدِ

أَنزَلِ اللَّهُ فِيهِ آيَاتٍ فَكَاذِبِينَ فَكَاذِبِينَ مَا

وَعَبَدُوا إِلَّا عِبَادَتَنَا نَاهٍ أُولَٰئِكَ مَكِيدٌ

أَكْبَدُكُمْ فِيهِ لَبَّىٰ أَرْكَبُكُمْ مِّنْ دُونِ (۱۵۱)

مہرے پایا ہے وہی طریقہ ہمارے لیے پس کرتا ہے۔ کیا یہ لوگ اسی پُرانی لکیر کے فقیر نہیں گئے

اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے اور نہ راہ راست پر رہتے ہوں؟

جہلا کی کٹ جھٹی

جہلا کی سب سے بڑی جھٹ و دلیل ہمیشہ یہی رہی ہے کہ جو کام باپ دادا سے ہوتا چلا

آیات اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ ان کو متنبہ کیا گیا کہ اگر تمہارے اسلاف نے خفائی کی راہ چلی کہ

قعر ملاکت میں جاگے ہوں تو کیا تم بھی ان کی پیروی میں نہ ہو؟ زبان و باکت کے منہ میں

جانا پسند کرو گے؟ ظاہر ہے کہ اگر شاندار فی زرک اہل علم اور تابع حق ہوں تو ان کی روش

انتخاب کرنا ضروری ہے۔ ہذا انکی مثال کی پیروی کرتے ہوئے خسران ابدی کا شکار نہ بننا کسی طرح قرین دانش نہیں۔

رب شفیع در حیم دوسری جگہ فرماتا ہے۔ (ترجمہ) نہیں بلکہ یہ تولیوں کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے

باپ دادوں کو ایک طریق پر پایا اور انہی کے قدم بہ قدم ہم بھی ٹھیک راستے پر چلے جا رہے

ہیں اور اے پیغمبر! اسی طرح ہم نے آپ سے پتے جب کسی قریب میں کوئی نذیب بھیجا تو وہاں کے

آسودہ لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا اور

انہی کے قدم بہ قدم ہم بھی ان کی پیروی کر رہے ہیں اس پر ان کے پیغمبر نے کہا کہ جس طریقے پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ اگر میں اُس سے کہیں سیدھا راستہ یعنی دین حق اے کر تمہارے پاس کیا ہوں تو بھی تم اُسی پرانے ڈھڑے پر چلے جاؤ گے؛ بلوے کچھ ہی ہو جو دین تم کو دے کر بھیجا گیا ہے۔ ہم تو اُس کو ماننے والے ہیں نہیں۔ آخر کار ہم نے اُن سے اُن کی سرکشی کا بدلہ لیا (یعنی اُن کو سزا دی) سو دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا اُترا! انجام ہوا۔ (۲۴: ۲۵-۲۶)

## آبائی رسوم کے بجا رہیوں کی سزا آخری

خدا نے شدید العقاب سے کفر نواز آباؤ اجداد کی لکیر پر چلنے والوں کے لیے آفت میں کیا سزا تیار کر رکھی ہے اس کی نسبت ارشاد ہے۔ (ترجمہ)

(دوسری اُسی رتھوں میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھرں گے۔ پھر اس کے اوپر ان کو کھوتا ہوا پانی ڈھپ و غیرہ سے ملا ہوا پینے کو دیا جائیگا۔ اس کے بعد ان کو جہنم کی طرف لوٹنا ہوگا۔ انھوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا۔ باوجود اسکے یہ بے تحاشا انہی کے پیچھے لپکے چلے جا رہے تھے۔ (۳۷: ۳۶-۳۷))

## تقلید کی دور کا خاتمہ

قریش مکہ بھی برابر دوسرے کفار کی طرح باپ دادا کے رسوم کفریہ کی لکیر پیٹ رہے تھے آخر جب ﷺ میں محمدؐ پیغمبر کے مقام پر اُن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا اور اُس عہد و پیمان کی بدولت اُس حالت جنگ کا خاتمہ ہوا جو ہجرت نبوی کے بعد سے قریش مکہ اور مسلمانوں میں قائم تھی تو کفار نہایت آزادی کے ساتھ صحابہ کرام سے ملنے جلنے لگے اور انہیں خلوت و جلوت میں اہل ایمان کی تلقینات کے سینے اور پیچھے کا موقع ملا۔ اس ماجھی میل جول کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار اپنے رسوم کفریہ چھوڑ کر حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور قریش جیسے دشمنان دین نے بھی فتح مکہ کے دن اپنی قسمت اسلام کے دامن سعادت سے وابستہ کر دی اور اس طرح گورانہ آبائی تقلید کا سلسلہ عرب کی سرزمین میں ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

## فصل ۲

## آئندہ زندگی اور وطن اصلی کا عدم تصور

مسلمان، یہود اور نصاریٰ اس پر متفق ہیں کہ موجودہ نظام جہنی کسی وقت فنا ہو جائیگا اور ملک الملک، عزائم، تمام انسانوں کے اس وقت سے سبھی کو جو مٹی میں مل کر یا کسی اور شکل میں فنا ہو چکے ہوں گے، نئے سرے سے صورت و شکل بخیر و برائی میں زندگی کی جو ب دی کے لیے اپنے سامنے حاضہ کے کار۔ اسی آئندہ دنیا کو قیامت، معاد، جنت، اور مشرکیت میں یہ جنت جہنم کوئی نئی زندگی نہیں بلکہ حیات اولیٰ ہی بحکمہ و قہر ہوگا۔ ازاں ہر جے کہ اگر یہ جنت ہوتے اسناد کی بستی ہو تو کوئی شخص اپنے سابقہ اعمال کی بنا و سزا نہ پاسے۔

وقت مرگ اور زمان قیامت کے ماہیں جو زمانہ ہو ر کینیت ہے۔ اس کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ حیات برزخ کے اختتام پر انسان کو حیات تازہ بخشی جائے گی۔ جسے حیات جاوید کہنا چاہیے۔ حیات برزخ اور حیات جاوید میں یہ فرق ہے کہ اول ان کے سے انسانوں کو کیا باہرگی اور قائلہ سابقہ نہیں رہتا بلکہ یہ حیات ہر ایک کو تفسیح و تاجیہ کے ساتھ مل رہی ہے۔ اور حیات جاوید سب کے لیے بیک وقت اور ہمہ گیر ہوگی۔ حیات جاوید آمدنی اور لا زوال ہے۔ اس کا آغاز ہے لیکن انتہا کوئی نہیں۔

## معاد کی ضرورت و اہمیت

اب مسئلہ فر کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ باری تعالیٰ عادل اور عدل، انصاف سے منتہی ہے اور ہمہ اہل الکسوف انسانوں کو فسق و فجور، عیارتی، ناز و گری اور ظلم و ہر کا ارتداد کر کے اور سزا دہندہ ہیں مستحق و پھٹے ہیں۔ اکثر جرائم، یہ ہیں کہ حکومتوں نے ان کی کوئی سزا ہی متہ نہیں کی۔ کو بعض برائے میں حکومتیں کچھ سزا دیتی ہیں تاہم بہت سے مجرم قادی گرفت سے بچ جاتے ہیں۔ بہت سے قبائل ایسے ہیں کہ تعزیرات حکومت ان پر دہتر

ہی نہیں پاسکتی بلکہ خود بہت سے حکام ایسے ذمہ دار و معاصی کے مرتکب ہوتے ہیں کہ دنیا میں ان کی سزا دینے والا کوئی نہیں۔

پس ظاہر ہے کہ اگر مجرموں کو کہیں دوسری جگہ بھی سزا دے۔ مظلوموں کی داد دے۔ نہ ہو اور نیک نفسوں کو ان کی نیک کرداری کا کوئی انعام و صلہ نہ ملے تو آفرینندہ کو ان و مرہون جلی سلطانہ کی صفت عدالت پر حرف آئے گا۔ اور تخلیق کائنات کی کوئی مفید غرض ظاہر نہ ہوگی۔ پس اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مرنے کے بعد تمام بنی آدم ایک معین وقت پر اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے احکم الحاکمین کے حضور میں حاضر ہوں۔ اسی کو ہم قیامت کہتے ہیں۔ اور اگر کہو کہ تناسخ ارواح کی صورت میں بھی یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے تو ہم اس عقیدہ کا بطلان انشاء اللہ العزیز آئندہ صفحات پر ثابت کرینگے۔

### حیاتِ اخروی کا عملی ثبوت

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں یا تو اس کے نفع کے لیے پیدا کیا ہے یا ضرر پہنچانے کے لیے یا نفع و ضرر دونوں کے لیے یا نہ نفع کے لیے اور نہ ضرر کے واسطے۔ لیکن ضرر رسانانی تو اس آقا کے حکیم و شفیع کے کسی طرح نمایان شان نہیں۔ اس لیے دوسری اور تیسری صورت تو باطل ٹھہری۔ آخری صورت بھی باطل ہے کیونکہ یہ حالت تو انسان کو اس وقت بھی حاصل تھی جب معدوم تھا۔

اب صرف پہلی صورت باقی رہ گئی کہ خدا نے دو دوسے انسان کو نفع رسانانی اور منفعت بخشنی کے لیے پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ نفع رسانانی یا تو حیاتِ دنیوی میں منظور ہے یا دارِ آخرت میں۔ ظاہر ہے کہ خدا کے حکیم و خبیر نے دنیاوی زندگی میں تو انسان کے لیے نفع حاصل کا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ تجربہ شائد ہے کہ دنیا میں مذہب قیس اور مذہب کثیر ہیں۔ انسان کو خوفِ دہشت بھی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک بہت کچھ رنج اور دکھ اٹھانہیں لیتا۔

پس جب یہ صورت بھی باطل ٹھہری تو انسان کی حیاتِ موجودہ کے بعد ایک

دوسری زندگی کا وجود ثابت ہوگا۔ جیسے ہم حشر و نشر اور قیامت سے تعبیر کرتے ہیں۔  
 قیامت کو خالق موجودات اپنے اطاعت شعار بندوں کو طرح طرح کی نعمتوں اور مسرتوں  
 سے شاد کام فرمائے گا۔

### قیامت برپا نہ ہونے کی مضرتیں

اگر وہ بیرون کے زعم کے بموجب نظام عالم ہمیشہ اسی پنج پر جاری رہے اور اسے  
 زوال و انقطاع سے کبھی سائبند نہ پڑے یا حسب گمان ہنود انسان کو ابدال ہر کو بلیوں  
 کے بیل کی طرح اس چکر (تنازع ارواح) میں گرفتار رکھا جائے تو انسان کو بھی راحت و  
 سرور کی زندگی کبھی نصیب نہیں ہو سکتی اور (۲) انسان اپنے خالق و رزاق کی سعادت  
 دید سے کبھی مشرف نہیں ہو سکتا اور (۳) ہستی باری تعالیٰ کے منکر اپنی کج روائی اور  
 بے راہ روی پر کبھی متنبہ نہیں ہو سکتے اور (۴) اہل حق و صدق کو کفار و مشرکین کے مقابل میں  
 حق پروری اور صدق شعار کی کبھی ڈھری نہیں مل سکتی۔

پس عقل سلیم اس ضرورت پر غور کرے کہ کبھی یوم الحساب و عدالت برپا ہوگا کہ حق  
 باطل پر انصاف ہی اور ناقابل انکار حق پائے۔ رب ذوالجلال کا ارشاد ہے :-

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَبَدَّوْا  
 الصُّلْبَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ  
 أَسْرُكُوْا أُولَٰئِكَ  
 بَوْمَ يُنْفَخُ الصُّوْفُ  
 يَوْمَ لَا يَنْفَعُكَ  
 شَيْءٌ ۚ

حق ایمان نے قیامت کے روز اہل اسلام کے  
 صلابی، انہماکی، مجاہدیت و شہادت اور  
 دوسرے مشرکوں کے مابین فیصلہ کر دے گا  
 (کہ حق پر کون تھا اور باطل پر کون؟) اللہ تعالیٰ ہر  
 بات کو دیکھ رہا ہے۔

شہید (۱۷: ۲۲)

اس سے ثابت ہوا کہ قیامت ضرور برپا ہوگی تا کہ اسلام کفر پر فیصلہ کن فتح پائے۔

غلاوہ ازیں ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ہوشیاری و تقویٰ و طہارت اختیار کرتا اور معاصی  
 وذنوب سے دامن کش رہتا ہے۔ وہ دوسروں سے زیادہ حوادث کا شکار ہوتا اور شرف و فخر  
 کا آماجگاہ بنتا ہے۔ اس کے برخلاف ہر دیکھتے ہیں کہ کف و فسق و ہوا پر راحت و عیش میں  
 بسر کرتے ہیں۔ پس اگر بعثت الی المورث اور بزا و نثر کی نہ ہو تو خدا کے اذاعت کیش بندے







نہیں۔ نقصان اور خسار سے کیا ذکر؟ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کنار سمجھ لیں کہ لوگوں کو دوبارہ زندگی بخشنا ہمارے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔

جاہلیت کا ایک شاعر کہتا ہے کہ

بخبرنا الرسول باننا سخی      وکیف حیاۃ اصدا و صام

(ہم کو رسول خبر دیتا ہے کہ ہم پھر زندہ کئے جائیں گے۔ بھلا شرنی ہوئی چیز کو نہ زندہ ہو سکتی ہے)

کنار کہ اس مادہ کو جس سے انسان مرنے کے بعد نہ سر نو زندہ کیا جائیگا ضعیف ٹھیراتے تھے۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حیات ثانی میں جس مادہ یعنی خاک کو تم ضعیف ٹھیراتے ہو وہ ضعیف نہیں۔ کیونکہ ابتداء میں انسان نطفہ تھا۔ پھر لوٹھا بنا۔ پھر اس سے بندھی ہوئی بوٹی بنائی گئی۔ پھر آدمیوں کی جو اصل ہے یعنی آدم وہ تو خاک ہی سے بنائے گئے تھے۔ علاوہ بریں خالق کر دہ نے جو خود بصورت قسم کی مخلوق پیدا کی وہ لازماً کسی ضعیف مادہ ہی سے بنائی۔ چنانچہ خالق نے آدمی کو نطفہ سے اور طاؤس کو گول اندے سے بنایا اور مینری کا گچھا ایک گندے مرنے والے سے نکالا۔ پس انسان کو مادے کی کمزوری کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ پیدا کرنے والے کی قدرت اور قوت کا لحاظ کرنا چاہیئے۔

ریا کنار کا یہ شبہ کہ بدن کے متفرق اجزاء کس طرح جمع ہو کر دوبارہ انسانی شکل اختیار کریں گے۔ اس کے جواب میں امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ خدائے قادر و توانا نے ہم کو متفرق ذروں کو جمع ہونے کا نمونہ دکھلادیا ہے۔ چنانچہ جب سونے کے ریزے بہت سی خاک میں متفرق ملو بہرے ہوئے ہیں تو جب اس پر تھوڑا سا پارہ ڈالا جائے تو سونے کے سب ذرات متفرق جمع ہو کر باہم مل جاتے ہیں۔ پھر نہ رت نہ خون دی میں کیا تردد و غلبان ہو سکتا ہے جس کی تاثیر سے بدن کسی چیز کے خلقت موجود ہو جاتی ہے۔

علاوہ انہیں اگر یہ فرض کریں کہ دوبارہ پیدا کرنے کی صورت میں اجسام پہلی مٹی کی بجائے کسی دوسری خاک سے پیدا ہوں گے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ آدمی تو مومن الروح کا

نام ہے۔ اس بدن کا نام نہیں اور جسم تو کبھی گل بہتا ہے اور کبھی موٹا ہو جاتا ہے اور بچپن سے بوڑھا ہو جاتا ہے حالانکہ آدمی وہی رہتا ہے۔

اس کے بعد امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ سب سے عجیب دلیل جس سے بحث ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ خدا سے ذوالجہاں نے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں سے ایسے امور ظاہر فرمائے جو دوبارہ زندگی سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی رات طغی کا منقلب ہو کر حیوان بن جانا اور پہاڑی کے جوف میں سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیدا کرنا۔ اسی طرح نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ کر کے بعثت کی حقیقت ظاہر فرمائی گئی۔

### حیات دنیا میں جزا و سزا ملنے کا رزم

نہ صرف اس کا بلکہ سارے عرب اور دوسرے ممالک کے باشندے یہ کہتے ہیں کہ جیسے آتے کہ مگر پھر دنیا نہیں۔ اعمال کی جزا و سزا اگر ہے تو اسی زندگی میں ہے۔ برے اعمال کی سزا اب ہے کہ پھر ہو گی۔ اور دوسری باتیں کا نقصان ہو گیا اور اچھے کام کیے تو نیکو رستی، مال و اولاد کی ترقی، عزت و اکبر و۔۔۔ پس ہو گی۔ یاد دوسرے جہنم میں چھوے ہوئے عملوں کی جزا و سزا ملے گی۔ اس لیے وہ شہوت پرستی، جفاکاری، عیاری وغیرہ افعال قبیحہ کی مفسرت کا کچھ زیادہ اندیشہ نہیں کرتے تھے۔ نفاق خدا پرستوں کو کرنا، نفع پہنچانا، بڑوں کی تعظیم، محسن کی شکر گزاری کو وہ بھی نیکی جانتے تھے۔ لیکن اور بہت سی برائیاں تھیں جو ان کے نزدیک ذمہ داری نہیں تھیں۔ اس کے برعکس ان کو عبادت جانتے تھے۔ جیسے بت پرستی، شراب نوشی، کھانا بچانا، زینا کو دنا، شادی غمی کے لیے ہودہ مصارف قتل و اولاد وغیرہ اور بہت سے نیک کاموں کو بد یا عبادت سمجھتے تھے۔

### قیامت کے متعلق کفار کا اختلاف رائے

سب پر قیامت کے متعلق اختلاف ہے۔ کفار نے اس پر اختلاف فرمایا تو کفار نے اس عقیدہ میں اختلاف فرمایا۔ کفار نے ایک گروہ کہنے لگے کہ قیامت کے روز ہمارے بت پرست ہمارے شیخ بن کر ہم کو اللہ سے بخشوائیں گے۔ ایک فرقہ سرست سے قیامت کا منکر ہوا اور بولا کہ یہ ہڈیاں گلے میں جھانک کے بعد ہرگز

دوبارہ زندہ نہ ہوں گی۔ پس جو کچھ سب سے پہلی زندگی ہے۔ اسی پر ختم ہے۔ دوبارہ نہ  
کراٹھنا اور حساب کتاب ہونا سب کچھ کی باتیں ہیں۔

تیسرا فرقہ مذہب سے تھا کہ شاید قیامت اور عثہ و نشر ہو اور شاید نہ بھی ہو۔ منکروں  
کی سمجھ بوجھ کا آخری کلام یہ تھا کہ اچھا اگر قیامت برپا ہونے والی ہے تو ہمارے سامنے  
کیا رہے گی کیوں رونما نہیں ہو چکی اور جزا و سزا کے لیے اُس خاص دن کا کیوں انتظار ہے۔  
ہر ایک کو اپنے نیک و بد اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں کیوں نہیں مل چکا کہ اس کے دیکھنے سے  
لوگوں کو عبرت و نصیحت ہو۔

حق تعالیٰ نے ان تمام فرعونوں کی تردید میں سورہات میں جزا کے روز قیامت پر  
موقوف رکھنے کا سبب بیان فرمایا۔ آگے وہ دلیل بیان فرمائے جو غم کی قدرت و جبروت  
اور انعام و افضال کے ہونے ہیں۔ اس سے قیامت برپا کرنے پر اپنا قادر ہونا ثابت کیے  
گردش زمانہ سے موت آنے کا ادما

بعث و نشر کا انکار کرنے والے یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے اس دنیا ہیات کے سوا  
آخرت میں کوئی اور زندگی نہ ہوگی اور ہم کو صرف زمانہ کی گردش سے موت آجاتی ہے۔  
مطلب یہ ہے کہ مودر زمانہ سے قوائے بدنیہ تحلیل ہو جاتے ہیں اور ان امور طبعیہ سے  
موت آجاتی ہے۔ حق تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

وَقَالُوا مَا مِی الْأَحْیَاءُ اٰتٰنَا اور کہتے ہیں کہ ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور بس کہ  
اَلْذِّیْکُمْ مَرُوۡتٌ وَّ اَحْیَآءُ مَا یٰۤیٰس مرے ہیں اور یہ ہیں جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو ایک  
یُسْکٰر اَزَ الْاٰتِیٰتِ وَّ مَا اَلْہُمْ خاص وقت تک زندہ رکھ کر مار دیتا ہے۔ ان کو اس کی  
بَدٰلَتِ مِنْۢ بَعِیۡرٍ اَنْ هُمْ اِلَیۡہِمْ یُؤْتٰوۡنَ کچھ تحقیق تو ہے نہیں۔ یہ تو نہ اس کی کُل کے چلا رہے ہیں  
یعنی یہ نہیں سمجھتے کہ مالک و منتصر حقیقی کوئی اور ہی واجب الوجود ذات ہے۔ منکرین  
قیامت کے پاس حیاتِ اُردوہ کی نفی پر کوئی دلیل نہیں اور جو نام نہاد دلیل وہ بیان کرتے ہیں  
خود اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتے۔

## کفار کی طرف سے ان کے بڑوں کو زندہ کر دکھانے کا مطالبہ

کفار مکہ مسئلہ بعثت پر صحابہ کرامؓ سے بسا اوقات الجھنے اور کٹ جھج کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ اگر عقیدہ مشر و نشر یہیں سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے آباؤ اجداد کو زندہ کر دکھاؤ۔ اس پر سورہ دھان کی آخری ۲۴ آیتیں نازل ہوئیں جن میں رب العزت نے فرمایا۔

(ترجمہ) یہ کفار مکہ صحابہ کرامؓ سے کہتے ہیں کہ یہ انتقال ہم لوگوں کو پہلی ہی دفعہ کا مرنا ہے اور بس اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ پس اگر تم مسلمان اپنے قیام قیامت کے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (جدا کر) ہمارے سامنے لا موجود کرو یہ لوگ قوت و شوکت میں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا شیخ (شاہدین کی قوم) اور جو قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں ہم نے ان کو بھی ہاک کر ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھے اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو ہود و لعب کے طور پر نہیں پیدا کر دیا۔ بلکہ آسمان اور زمین کو ایک مسحت سے وجود بخشا ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ بیشک فیصلے (یعنی قیامت) کا دن ان سب کے دوبارہ زندہ ہونے کا وقت مہرود ہے۔

مشرکین مکہ، حیات اموات کے منکر تھے۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ کہتے تھے کہ مردے کا دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے تو عند قیامت کے، انتظار میں کون بیٹھا رہے۔ اب کسی مردے کو بالخصوص ہمارے آباؤ اجداد کو جلا کر دکھاؤ۔ تو خدائے حکیم و دانائے پہلے ان کو قوم تبع کا حال سنا کر ڈرایا۔ پھر جواب دیا کہ ہم نے آسمان اور زمین وغیرہ کو بیکار تو نہیں پیدا کیا۔ اس کا نظم و نسق بزبان حال شہادت دے رہا ہے کہ ان کی پیدائش میں کوئی اہم غرض و مصلحت منہرب اور وہ اعمال کی جزا و سزا ہے اور جزا و سزا کے لیے لازم ہے کہ انسان از سر نو زندہ کیا جائے۔

## کشتہ سیم وزر کے زندہ ہونے کی نظیر

منکرین قریش کو اس پر سخت انداز تھا کہ خاک ہو جانے کے بعد مردہ کا دوبارہ زندہ ہونا محال عقلی ہے۔ یہاں چند نظائر سے ان کے قول کی لغویت واضح کی جاتی ہے۔ ظاہر

سب سے کہ جب ہم کمزور اور ناقص العقل لوگ بھی بعض مردہ اشیاء کو زندہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو ہمارا خالق و رازق جس کی قدرت اور طاقت کی مدد سے ہماری طاقتیں کام کرتی ہیں بھنا قبر کی ہڈیوں کو دوبارہ جسم کیوں نہ بنا کر سکے گا۔

یہ ایک امر مسلم ہے کہ چاندی یا سونے کا کشتہ تیار کیا جاتا ہے تو یہ ہم و زر کی زندگی کے صفات چمک دمک، سفیدی یا زردی، وزن، سختی اور آواز وغیرہ سب معدوم ہو جاتے ہیں اور چاندی سونا ایسی راکھ کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ دیکھنے والا یہ نہیں کہتا کہ یہ راکھ کس چیز کی ہے۔ پھر جب ہم اس کشتہ کو زوال و برباد رکھی، شہداء و سوانہ کی مدد سے یا بغیر زوال و الحیات کے زندہ کرتے ہیں تو وہ کشتہ اپنی اصلی حالت پر رہنمائی کر کے از سر نو چاندی یا سونا بن جاتا ہے۔ اب اس کا خاکستر بن، بد رنگی، ہلکا پن، بے آوازی وغیرہ تمام مردہ صفات زائل ہو جاتے ہیں اور جس طرح وہ پہلے زندہ سے مردہ ہوا تھا اب وہ وادہ کی ممانت سے عالم حیات میں آموہود ہوتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ يُخَيِّلُ اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيهِمْ  
اٰیٰتِہٖ ۛہٰلَکُمۡ تَفْقَلُوۡنَ  
اسی طرح خالق اکبر مردوں کو زندہ کرے گا۔ وہ تم کو اپنی نشانی  
دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھو اور غور کرو۔

گھاس اور برساتی کیڑوں کی طرح اموات کا جی اٹھنا

حقیقت میں آدم زاد کا تم جو اس کے انبعاث اور نشوونما کا اصل منشأ ہے باقی رکھا جاتا ہے اور جس طرح زول باران کے بعد گھاس اور کیڑے زمین سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کو آدمی بھی زمین سے مجسم اور تشکل ہو کر برآمد ہوں گے۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ آسمان کی طرف سے میدان بر سے گا۔ جس کی تاثیرت مردے زمین سے نکل پھریں گے اور بہائم اور طیور اور مشرعات بھی انسانوں ہی کی طرح زمین سے برآمد ہوں گے۔ غیر انسان کی بعثت اس غرض سے ہوگی کہ حق تعالیٰ ایک دوسرے سے انکاف و قصاص دلائے۔

تی دورتی کے بیج سے ہزار من کے درخت کی پیدائش کی مثال

جسم انسانی میں ہر وقت رہتی ہے تغیر و تبدل پیچھے ہیں انسان کی جسامت کیا



تھی۔ پھر جوں جوں بڑھتا گیا اس کے جسم میں بھی تغیر اور نمو پیدا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ سن سورج تک پہنچتے پہنچتے انسان کا وہ جسم ہی تبدیل ہو گیا جو پیدائش کے وقت تھا۔ گویا اسے ایک بالکل نیا جامہ مل گیا۔ اسی طرح تخم شجر کی ابتدائی حالت پر غور کرو اور دیکھو کہ رتی دورتی کا وہ بیج کچھ مدت میں کس طرح ہزار پانسو من وزنی درخت بن جاتا ہے۔ پس جو خدا چھوٹے سے بیج کو عظیم الشان درخت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کے یہ بوسیدہ بڑیوں کو از سر نو جسم اندرون بخشنا کون سا مشکل کام ہے۔

پروردگار عالم کائنات کے تمام جزئیات کا بخوبی علم رکھتا ہے۔ وہ قادر ذوالجلال اہل اُے بدن کو اگرچہ مٹی میں مل جائیں یا سنہرے میں ڈوب کر تبدیل ہو جائیں یا درختوں کی غذا بن جائیں یا ہم میزبان کے جمع کر سکتا ہے۔ ہمیں وقوعِ بعثت کا یقین انبیاء علیہم السلام کی تعالیمات سے اصل ہوا ہے۔ اور یہ ایسی صادق القول اور راست باز جماعت ہے جس کا اجتماع کذب پر عقلاً حرام ہے۔

### نظامِ عالم سے احیائے اموات پر استدلال

چونکہ غیبیہ بعثت و نشر کو تسلیم کیے بغیر نہ کوئی شخص زیرِ موعودین میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں نجات پاسکتا ہے۔ اس لیے خدا نے رحیم و شفیع نے اپنے بندوں کی راہ نمائی کے لیے اپنے کلام مجید میں مسئلہ حشر و نشر کو بے شمار تشبیحات سے سمجھایا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی نظامِ عالم سے استدلال ہے۔ چنانچہ سورۃ نازعات کے دوسرے رکوع میں ارشاد ہوا کہ:-

لوگو! تمہارا قیامت میں دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا بنانا کہ اس کو خدائے بنایا اور اس کی بلندی کو خوب اُدنچار رکھا۔ پھر اس کو ہموار کیا۔ آسمان کی چھت زمین سے لاکھوں کوس بلند ہے آسمان نہ کسی ستون پر کھڑا ہے۔ نہ کسی دیوار پر رکھا ہوا ہے۔ اور پھر یہ نہیں کہ اس کو بے ڈول بلند کر دیا ہو۔ بلکہ نہایت خوبی اور باقاعدگی سے بنایا کہ ہر چیز موقع پر ہے نہ کہیں شکاف اور نہ کسی کچی کا نام و نشان ہے۔

اور اس کی رات کو تاریک بنا دیا اور اس کی دھوپ یعنی آسمان کو اس انداز پر

رکھا کہ اس کی ایک گردش سے اندھیری رات پیدا ہوتی ہے اور دوسری میں روشن دن برآمد ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔ یعنی خالق کر کے آسمان پیدا کرنے پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ آسمان کے سنوارنے کے بعد زمین کو سموار کیا۔ زمین کی پیدائش تو آسمان کی تخلیق سے بھی پہلے ہوئی تھی۔ البتہ اس کی ہوا۔ ہی و موزونیت آسمان کی اصلاح کے بعد ظہور میں آئی۔

اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔ یعنی زمین کے کنوؤں اور چشموں سے پانی نکالا۔ اور چارہ پیدا کیا۔ اور پہاڑوں کو اس میں گاڑ دیا۔ یعنی پہاڑوں کو اس کا دباؤ بنا دیا۔ جس سے زمین ڈلگاتی نہیں۔ یہ سب تمہارے اور تمہارے چارہ پاؤں کے لیے ہے۔ یعنی یہ انتظام نہ ہوتا تو تمہاری اور تمہارے چارہ پاؤں کی ضرورت کیونکر پوری ہوتی۔

ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی اور راحت رسانی کے لیے ہے پس تم پر لازم ہے کہ اپنے محسن و منعم کا شکر یہ ادا کرتے رہو اور اس حقیقت کو ذہن نشین رکھو کہ جس قادر مطلق اور حکیم بیکتا نے ایسا عظیم الشان نظم و نسق قائم کر رکھا ہے۔ وہ تمہاری بوسیدہ بڈیوں میں روح حیات پھونکنے کی قدرت رکھتا ہے۔

### پہلوں کی ہلاکت سے قیامت کا ثبوت

کفار مکہ انکار قیامت کے سلسلہ میں کہتے تھے کہ بھلا یہ تو دیکھا اور سنا ہے کہ کسی مکان یا خاندان یا شہر پر کوئی حادثہ آیا اور برباد ہو گیا مگر یہ کبھی دیکھا سنا نہیں کہ تمام دنیا اور آسمان یکبارگی برباد ہو جائیں۔ اس کے جواب میں خدا نے علیم وخبیر نے فرمایا کہ کیا ہم نے اگلی نافرمان امتوں کو ہلاک نہیں کیا۔ (۱۶: ۷۷) یعنی اپنے سے سو دوسرے برس پہلے کے لوگوں کا خیال کرو اور ان کے اسباب معاش اور حالات پر غور کرو۔ کیا ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ سلامت موجود ہے؟ یہ سب مخلوق فنا ہو گئی یا نہیں؟ اور فرمایا کہ پھر ہم ہلاکت میں پچھلوں کو بھی انہی کے ساتھ کر دیں گے (۱۶: ۷۷) یعنی پچھلے قرون بھی اسی طرح ننگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ قریب قیامت کو سطح ارضی پر اللہ کا کوئی نیک بندہ باقی نہ رہے تو قیامت برپا ہونے میں حاجب ہو

سب بدکار اور فجار ہی رہ جائیں گے۔ جس طرح پہلے اور بعد کے قزاقوں کو ہم نے ہلاک کیا  
یکبارگی ان کو بھی فنا کے گھاٹے اتار دیں گے۔

قطرہ منی سے اثباتِ قیامت

خدا نے جلیل نے سورہ حج کی پانچویں آیت میں قیام قیامت پر دو دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔ پہلی یہ کہ ہم نے تمہاری جڑ بنیاد اور اسل یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا یا یہ کہ تم نطفہ سے پیدا ہوئے ہو اور نطفہ غذا میں کھانے سے پیدا ہوتا ہے۔ جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر نطفہ میں آہستہ آہستہ گاڑھا پن آنا گیا۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا بن گیا۔ پھر زیادہ بستہ ہو کر بوٹی بنی۔ پھر اس پر صورت طاری ہوئی کسی کی بناوٹ کہ اس اور اعضا صحیح و سالم بنائے اور کسی کا کوئی عضو کم اور جسمانی حالت ناقص رکھی۔ یہ سلسلہ ارتقاء یعنی تدریجی ترقی اس لیے رکھا کہ ایک جدید حالت میں ان ہماری نئی قدرت کا اظہار کرے۔ پس جو خدا ان تغیرات پر قادر ہے کیا وہ انسان کو بار بار در زندہ نہیں کر سکتا؟ بیشک کر سکتا ہے اور ضرور کریگا۔

منکرین مشرک و شرک زیادہ الکار انسان کی آخری حالت پر مبنی تھا۔ وہ کہتے تھے کہ انسان ہر کہ لرزہ لرزہ بد جاتا ہے۔ اس کے اجزائے بدن منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر ان اجزاء کا باہم جمع کرنا اور بدستور اول اس قالب میں سینکڑوں ہزاروں سال کے بعد جہان ڈالنا اور اس کی مدت العمر کے اقوال، افعال اور مجملہ حالات و واقعات کا قلمبند ہونے کے بعد خدا کے سامنے پیش ہونا جیسا کہ قرآن اور پیغمبر اسلام کا دعویٰ ہے قرین فہم نہیں۔

رب العزت نے آیت اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ (کیا ہم نے تم کو حقیر پانی یعنی منی سے پیدا نہیں کیا؟ ۷۷: ۲۰) میں ان کی قوت نظریہ کے فساد کو انسان کی ابتدائی حالت سے ثابت فرمایا ہے کہ ابنِ آدم (کیا ہم نے تم کو ایک ذلیل اور بے قدر پانی سے پیدا نہیں کیا؟) دیکھو منی کن کن غداؤں سے بنی ہے اور اس حکیم مطلق نے کس طرح سے انسان کے تمام مضمحل اور متعدد استخوانوں کے بعد یہ قطرہ بنایا ہے۔ اس قطرہ میں وہ تمام قوتیں و

رکھی ہیں۔ جو اس سے بننے والے آدمی میں ہوں گی۔ کوئی حکیم و دانشمند جان نہیں سکتا کہ اس قطرہ کے کس حصے سے سر بنے گا۔ کس سے دل اور کس سے جگر؟

حق تعالیٰ ۲۱:۷۷-۲۲ میں فرماتا ہے کہ خالق کر دگار اپنی قدرت کا مد سے اس نطفہ کو ہوا سے خارجی اور مفسدات داخلی سے محفوظ رکھ کر مرد کے ذریعہ رحم مادر میں پہنچایا ہے۔ پھر جب وہ کامل ہو چکا تو اس کو تنگ و تاریک مقام سے باہر لاتا ہے جب تم ہماری اس قدرت کا نتیجہ دیکھ چکے تو کیا ہم اسکے اجزائے متفرقہ کو جمع کر کے دوسری مرتبہ اُس میں روح پھونکنے پر قادر نہیں؟

### بڑھاپے سے قیام قیامت کا اثبات

سورہ حج کی پانچویں آیت کے ترجمہ اول کا ماحصل یہ ہے کہ جب ہم نے تم کو ماں کے پیٹ سے نکالا تو تم بالکل بے سمجھ بچے تھے۔ پھر تم کو پروان چڑھایا۔ دن بدن قوت دی۔ جوانی کو پہنچایا۔ کسی کی عمر طبعی ناس پہنچنے سے پہلے ہی روح قبض کر لی۔ کسی کو بڑھاپے تک پہنچایا۔ اب دن بدن قوت جسمانی اور قوائے ذہنی و دماغی میں انحطاط شروع ہوا۔ روز بروز قوت کھشتی گئی۔ یہاں تک کہ بچوں جیسا ہو گیا۔ ہر عضو ناتواں۔ ہر حس خدیف۔ بات بات پر خدا اور بچوں کی سی ہٹ۔ ہر بات میں دوسروں کی امداد کا محتاج اور دست نگر۔ اب وہ ستر بہتر بن کر ہر بات جانے بوجھے نا سمجھ بن گیا۔ الغرض رب العالمین نے بڑھوں کو پہلی حالت پر لوٹا کر منکروں کو دکھا دیا کہ ہم انسان کو اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ پس غافل کے لیے کوئی وجہ نہیں کہ قیامت اور دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان نہ لائے۔

### نزول باران سے معاد کا ثبوت

سورہ حج کی پانچویں آیت کے آخر اور چھٹی آیت میں خدا نے حلیل نے مینہ سے اودھ و نشور کا ثبوت پیش کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ (ترجمہ) اور تم زمین کو دیکھتے ہو کہ خشک اور بے حس و حرکت پڑی ہے۔ پھر جب ہم اُس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوش نما روئیدگی آگاتی ہے۔ یہ (تصرفات) اس بات کی

دلیل ہیں کہ خدا برحق ہے اور اس کی کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی خدا سے قدرت میں نہ برسا یا اور وہ پھیل میدان جس میں نام کو بھی ہر پانی نہ تھی۔  
سبب نہ زار بن گیا اور کھیتی پیدا ہو کر اس میں لہلہاٹنے لگی۔ یہ بھی بعثت و شریعت کے برحق  
ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے۔ ظاہر ہے کہ جس خالق نے تمہاری آنکھوں دیکھتے  
مردہ اور بے حس و حرکت زمین کو زندہ کر دیا کہ وہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہاٹنے لگی، وہ  
ضرور تمہارے مرنیکے بعد تم کو زندہ کر دیتے اور قبروں سے جلا اٹھانے پر بھی پوری قدرت  
رکھتا ہے۔

سورۃ فرقان کی آیات ۴۸ : ۵۰ سے بھی سی استدلال کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا (ترجمہ)  
خدا وہی قادر مطلق ہے جو اپنی رحمت (یعنی مہربانی) کے آگے آگے ہواؤں کو زمین کی خوشخبری  
دینے کے لیے بھیجتا ہے، ورنہ ہم ہی آسمان کی طرف سے پاک و صاف پانی اتارتے ہیں تاکہ اس  
کے ذریعہ سے کسی شہر کی مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات یعنی بہت سے  
چارپایوں اور آدمیوں کو اس سے سیراب کریں۔

یعنی اللہ وہ قادر و مہربان ہے جو بارش آنے سے پہلے باران رحمت کا مژدہ دینے والی  
ہوا چلاتا ہے۔ وہ بادلوں کے اٹھنے کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر ہم بادلوں سے پاک اور  
سنتھرا پانی اتارتے ہیں۔ جس سے خشک زمین کو جو بہتر مردہ کے توتی ہے۔ شادابی سے  
حیات بخشے ہیں۔ اس پانی کو چارپائے اور انسان پیتے ہیں۔ جس طرح پانی پیتا ہے ہی مردہ  
زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن ایک بھیجی بارش کے ذریعہ سے  
مردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے ہوں گے زندہ کر دیا جائیگا۔

منکرین بعثت و مجازاة کے خلاف وعیدیں

کتاب اللہ منکرین قیامت کی وعیدوں سے بھری پڑی ہے۔ چند ارشادات گرامی  
کا مسئلہ ہمیں۔ سورہ مجاثہ آیات ۲۷-۲۸ میں ہے کہ جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن قیامت  
کو جھٹلانے والے بڑے ہی گھائے ہیں، آجائیں۔ کہ عمر گراں مایہ کا سرمایہ لے کر جو دنیا میں  
جہنم سعادت خریدنے آئے تھے۔ اس کو معاشی و منکرات کی خریداری میں بہرہ ور کر دیا۔

اس دن ہرگز وہ نہایت ادب سے تخت رب العالمین کے سامنے سرنگوں یا گھٹنوں کے بل دکھائی دے گا۔ ہر ایک امت اپنے نامہ اعمال دیکھنے کے لیے بلائی جائے گی۔ اور سورہ جاثیہ کی آیات ۳۱-۳۳ کا حاصل یہ ہے کہ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ بعث و مجازاة سچا ہے اور قیامت قطعاً یقینی چیز ہے تو تم نہایت جسارت اور بے پروائی کے ساتھ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کس چیز کا نام ہے۔ ہمیں تو اس کے وقوع کا یقین نہیں ہوتا۔ لیکن قیامت کے دن ان کی تمام بدکاریاں اور ان کے نتائج ان کے سامنے آجائیں گے اور عذاب قیامت کا جو مذاق اٹایا کرتے تھے وہ خود انہی پر پلٹ پڑے گا۔ منکروں کو جہنم میں ڈال کر ان سے کہہ دیا جائے گا کہ جس طرح تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھنکارا تھا۔ آج ہم بھی تم کو دیدہ و دانستہ بھلا دیں گے۔ اس عتاب آمیز کلام سے سخت مایوسی ٹپکتی ہے۔ اللہ کے بھلا دینے کا یہ مطلب ہے کہ خدا نے بے نیاز دوزخیوں کی کچھ بھی خبر نہ لے گا کہ ان پر کیا گند رہی ہے۔ اب آخر میں منکروں کے بعض افکار و آراء پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

### فلاسفہ کا انکار قیامت

فلاسفہ حشر اجماد کے منکر ہیں کیونکہ ان کے زعم میں اعادۂ معدوم محال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ بندوں کے تمام اجزائے اصلیہ کو جمع کر کے ان میں روحیں داخل کرے گا۔ اب تم اس کا نام اعادۂ معدوم رکھو یا کچھ اور کہو نہیں اختیار ہے خدائے برتر نے فلاسفہ کے جواب میں فرمایا۔

قال من يحيى العظام دهي رميم منكر نے کہا کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون جمع کریگا۔ آپ قل يحيى الذي انشأ اول مرة یہ کہیے کہ وہی ذات جس نے انھیں پہلے پیدا کیا تھا۔ یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ جب روح کا پہلی مرتبہ بدن سے متعلق ہونا جائز ہے تو دوبارہ تعلق بھی جائز ہوگا۔ اسی طرح جب اجزائے بدن نے پہلی بار ایک مکمل مخصوص کیسا تھہر کیب حاصل کر لی تو اس میں حیات کا دوبارہ سرایت کرنا بھی ممکن ہے۔



## فلسفیان اور دہریوں کے اعتراضات اور شبہات

قیامت کے مفیدہ پر فاسفہ اور دہریہ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اگر مافوق نہیں ایک انسان دوسرے آدمی کو کھاتے اور وہ اس کا ہڈی و بدن بن جاتا تو مشہد کے بدن یا فوٹوں دونوں میں ہر ایک کا عادیہ ہو جاتا۔ تو ایک ہی پہلی صورت میں ہے۔ اور صورت ثانی میں لازم آتا ہے کہ ایک کا عادیہ اس کے تمام اجزاء کے ساتھ نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عادیہ و موت ان اجزاء، صلیبہ کا ہو گا جو اجزاء لٹے ٹھہرے سے کھرتک باقی رہے ہیں اور نکالے جاتے ہیں کہ ماکولات فضا میں ہوتے ہیں۔ اجزاء، صلیبہ نہیں ہوتے۔ پس انسان ماکول کے ان اجزاء کا جو فضا میں کرنا سن ہو گئے آگے۔ یہ کوئی تعقیق نہ رہے گا۔ اور اگر بالفرض اکثر کھاتے ہی قبل از انہماک ملحقہ اجل ہو جائے تو دہریہ صورت میں کہ آگے اور ماکول سمجھی خاک بنتے واپس ہیں۔ ان مشہد کے ذرات ہیں، ماکول کے اجزاء کو علیحدہ کر لینا قادر مطلق کے لیے تو ان سے مشکل ہے۔

## دوسرا شبہ

مشہد بن قیامت یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر دنیا کا وجود نظام غنیمتی کسی دوسرے عالم کے ساتھ متبادل ہو گا تو وہ کچھ نہایت کہ عالم آخرت موجودہ دنیا کے روبرو ہو گا یا اس سے بہتر یا بُرے؟ اگر اسی کی مثل ہو تو تبدیل عیث ہے۔ اگر برابر ہو گا تو تغیر مخالفت و نادانی کی دلیل ہے اور اگر بہتر ہو گا تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا خدا اس کی تخلیق پر پہلے قادر تھا یا نہیں اگر قادر تھا مگر پیدا کیا بندہ بُرے عالم کو وجود میں لایا تو یہ بھی نادانی اور غلط کاری کی دلیل ہے اور اگر پہلے قادر نہ تھا بعد کو تخلیق و تبدیل پر قدرت پائی تو اس سے لازم آئے گا کہ خدا پہلے عاجز تھا پھر قادر بنا، یا پہلے (معاذ اللہ) عاجل تھا پھر حکمت حاصل ہوئی اور یہ امر خالق کائنات کی شان سے نہایت بعید ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خالق کو نہیں عالم آخرت کو پہلے پیدا کرنے پر بھی قادر تھا اگر کائنات انسانی جو سعادت انروی کا ذریعہ حصول تھی۔ اُن کی تحصیل بجز اس دارالعمل کے کہی طرح ممکن نہ تھی۔ پھر حصول کمالات کے بعد ان کا بنے نتیجہ ہوتا جو میوں کی محرومی کا باعث تھا اگر

قیامت نہ ہوتی تو طبع اور اہل کمال کو دوسروں پر کوئی تفوق حاصل نہ تھا بلکہ وہ  
شعار اور نیک کردار سنوت خسارہ میں رہتے اور یہ بات خدائے حکیم کی کمت و ہمت  
کے خلاف منظور ہے۔

### ایک اور اشتباہ۔

ایک اور شبہ یہ ہے کہ مسلمان محشر بالاحباد کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک ہر انسان  
اور حیوان اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہو کر میدانِ شر میں آمو جو د ہو گا۔ حالانکہ یہ  
زمین اہل جغرافیہ کے نزدیک اتنی وسیع نہیں کہ اس پر ہزار سال کے انسان بھی سما  
سکیں۔ پھر ہزار سال کے انگلی پچھلے کل انسان اور بہائم اور ریشرات اور ملائکہ وغیرہ کی  
کہاں گنجائش ہو سکتی ہے؟

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ عرصاتِ قیامت کے لیے موجودہ زمین واقعی بائبل  
نا کافی ہے۔ لیکن قیامت کے دن دوسری زمین جو موجودہ بسیطہ ارض سے کئی گنا بڑی ہوگی  
عظیم ظہور میں آئے گی۔ اُس نئی زمین پر پہاڑ ندی نہ لے دریا کچھ نہ ہوں گے بلکہ صاف نہیں  
میدان ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: **قَدْ تَبَدَّلَ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ** (جس دن موجودہ  
زمین کی جگہ دوسری زمین تبدیل کی جائے گی۔ ۱۴: ۴۸) الغرض قیامت کی زمین اتنی وسیع  
ہوگی جس میں تمام اہل محشر سما سکیں۔

## فصل - ۳

### اسراف کی مذموم عادت

اسراف کسی کام میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے کو کہتے ہیں لیکن صرف عام میں نہ بلکہ نہ ضرورت صرف کرنے کا نام اسراف ہے۔ کل عالم میں اسلام اور صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے۔ جس نے زائد از ضرورت صرف کرنے کی ممانعت فرمائی اور انسان کو اپنی حد میں رہ کر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ امتداد اسراف کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو مصالح مباد کے لئے بنایا ہے اور بے اندازہ خرچ کرنے میں یہ مصالح فوت ہوتے ہیں تو مایہ سرمایہ کی بربادی کے علاوہ فتنوں خرچ کا ارتکاب عموماً فخر اور نمود کے لئے ہوتا ہے اور نام و نمود کے لئے خرچ کرنے کی برائی کسی تصریح کی محتاج نہیں۔

### اسراف اور تنذیر کی برائی کتاب اللہ میں

رب العالمین عز و جل نے اپنے کلام پاک میں اسراف کی ممانعت پر فرمایا۔  
وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝۶ (۱۲۱) اس سے گزرنے والوں کو یقیناً ناپسند فرماتا ہے۔ لیکن اگر انسان ایسی جگہ خرچ کرے جس کی اور جہاں پر اسلام نے اجازت نہیں دی تو وہ تنذیر ہے۔ قرآن میں ہے۔

وَأَمَّا ذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْمُسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُسْكَرِينَ كَالْأَخْوَاعِ وَالشَّيَاطِينَ كَانُوا أَعْيُنًا عَلَىٰ رِجَالِنَا لَوْلَا رَبُّهُ كَفُورًا (۱۷: ۱۷-۲۰)  
اور قرابت دار کو اس کا رمالی اور غیر رمالی احق دیتے ہو اور مسکین اور بے خرچ مسافر کو بھی دینا۔ وہ مرد مال کو بے موقع منت اثر اور کیونکہ بے موقع اثر کے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے خدا کا جانا شکر ہے۔

مبذّر کے اخوان الشیطان ہونے کی علت

ابلیس نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی جن سے مستم تعالیٰ نے اُسے نوازا تھا اور خدا کی

نافرمانی کی۔ مال بھی واجب العطا یا کی نعمت ہے۔ جو کوئی اس کو بے جا اڑائے دیر اس نعمت کی قدر نہیں کرتا۔ پس وہ نعمت کو قدرنا شناسی میں شیطان کا جانی ہوا اور دولت محمود شیطانی حرکات اور محمولات شرعیہ میں اڑائی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے بھی دولت کو بے جا اڑانے والے واپس کے بھائی ٹھہرتے کہ اس کے کئے پر پٹے۔

### اہل عرب کی نگوہیدہ فیاضی

اہل عرب کی فیاضی خود نام و نمود اور کبر و غرور کی بنیاد پر قائم تھی اور اس غرور و نام و نمود کی خواہش نے ان کو عدا اعتدال سے خارج کر دیا تھا اور وہ اس خواہش میں بسا اوقات تمام مال و زر کو بٹا کر مفلس و قناتش ہو جاتے تھے اور سب اس قسم کی فیاضی کے بے اپنا مال کفایت نہیں کرتا تھا تو نوٹ مار کرنے لگتے تھے اور غارت گری سے حاصل کیا ہوا مال خود نمود کے بے اثراتے تھے۔

### اعتدال و میانہ روی کی اسلامی تعلیم

اسلام نے سب چیزیں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے اور حق تعالیٰ نے مال صرف کرنے میں اس کو مومن کا امتیازی وصف قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔  
وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَا أَتُوا شِرْكًا نَبِيًّا بَنَدَتْ حَبِيبُ خَرَجٍ كَرْتِ مِیں تَوْفُصُولِ  
كَانَ بَيْنَ ذَلِكَ تَوَامُلًا (۲۵: ۲۷) خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا خرچ افراد اور تفریط کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

### شادی بیاہ میں اسراف

سب سے زیادہ اسراف شادی بیاہ اور خوشی و غم کی تقریبات میں ہوتا ہے اور جو لوگ ان تقریبات میں بڑھ بڑھ کر قدم مارتے ہیں قرآن کی اصطلاح میں شیطان کے بھائی ہیں۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ **أَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً** **الَّذِي لَا مَوْزَنَةَ** (بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں بہت کم خرچ ہو) رواہ البیہقی فی الشعب۔ جو لوگ اپنی اولاد کی شادی میں غیر معمولی اسراف و تبذیر سے کام لیتے ہیں۔ بنجاب کے دیار پرستوں کی اصطلاح میں وہ بڑا "کرتوتی" ہوتا ہے اور یہ رقم السطور کا

مدت العمر کا مشاہدہ ہے کہ ”کہ تو تھی“ کی وہ اولاد جس کی شادی پر خرچ کرنے میں دلی کے حوصلے نکالے گئے ہوں ہرگز چین اور سکھ نہیں پاتی اور اس قسم کی مسرفانہ شادی انجام دینے والے کے اعتبار سے منہ پر ناکام و نامراد رہتی ہے۔

### غیر ضروری عمارت کی ناپسندیدگی

اسراف کا ایک محل مکان کی غیر ضروری تعمیر و تشیید ہے۔ چنانچہ سب بیان حضرت انس رضی اللہ عنہ رخیہ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (غیر ضروری عمارت بنانے کے سوا) مومن کا ہر خرچ (بشرطیکہ تقرب کی نیت ہو) فی سبیل اللہ ہے۔ عمارت بنانے میں کوئی نیکی اور ثواب نہیں۔ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جا رہے تھے۔ آپ نے ایک جگہ بند قبت دیکھ کر صحابہؓ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہؓ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! یہ فلاں انصاری کا گنبد ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد جب گنبد کے مالک نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ چند مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ انصاری نے آپ کے رخ انور پر غصہ کے آثار اور آپ کی روگردانی دیکھ کر یقین کر لیا کہ آپ اس سے ناخوش ہیں۔

### گنبد کا اہتمام

انصاری نے اصحاب کرام سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے نا آشنا پاتا ہوں۔ انھوں نے بتایا کہ حضرتؐ و انانے تمہارا گنبد دیکھ کر سوچا تھا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ انصاری فی الفور گھر پہنچا اور اس قبہ کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا اس کے بعد پھر ایک دن آپ اسی طرف کو نکلے اور گنبد نہ پا کر فرمایا کہ وہ گنبد کیا ہوا؟ صحابہ نے التماس کی یا رسول اللہ! انصاری نے حضورؐ کی روگردانی کی وجہ دریافت کی۔ اور ہم نے وجہ لازمی اس کے گوش زد کی تو اس نے جا کر اس کو منہدم کر دیا۔ آپ نے فرمایا یا اور کھو کہ قیامت کے دن ہر عمارت اس کے مالک کے لیے وبال ہوگی سوائے اس کے جو

بقصد حاجت اور ضروری ہو۔ (رواہ ابوداؤد)

## فصل - ۴

## اشرف المخلوق انسان کی تحفہ

## دنیا پر انسان کی حکمرانی

انسان میں بعض صفات خاصہ ایسے ودیعت ہیں جو اور جانداروں میں نہیں پائے جاتے۔ عقل اور ایجاد صنائع ایک ایسی صفت ہے جس کی بدولت اس نے تمام سکّانِ ارض کو اپنا محکوم بنا رکھا ہے۔ حسن صورت اور موزونی قامت کے لحاظ سے بھی وہ تمام جانداروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ انسان کی صورت و شکل اور بناوٹ عموماً تمام حیوانات سے خوش نما ہے۔ کوئی جانور نہ زمین پر پڑے رہیگے ہیں اور نہ سیدھے کھڑے نہیں رہ سکتے اور اکثر منہ جھکا کر کھانے پینے کے محتاج ہیں اور ان میں اتنی قدرت نہیں کہ اپنے خاک یا نجاست آلود چارے اور غذا کو صاف کر سکیں۔ ان کی صورتوں سے بھدا پن بھی ظاہر ہے۔ غرض انسان کی مجموعی ہیئت کو کوئی جاندار نہیں پہنچ سکتا اور بالخصوص اس کا سیدھا قد تو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دنیا میں خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے تمام سکّانِ ارض پر حکمرانی کے لیے پیدا ہوا ہے۔

## قریش کا زعم باطل کہ انسان پیغمبر نہیں ہو سکتا

بائیں ہمہ فضیلت و برتری عربوں اور دوسری قوموں نے اشرف المخلوق انسان کو قدر مذلت میں ڈال رکھا تھا۔ اسلام سے پہلے مشرک قومیں پیغمبر پوختی تھیں۔ ان کی نظر میں دریا، پہاڑ، ندیاں واجب الاحترام تھیں۔ درختوں اور جھاڑیوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ آگ، ہوا، آفتاب، مہتاب اور ستارے معبود بنے ہوئے تھے۔ غرض کائنات عالم کی ہر چیز معزز و محترم تھی اور اگر دنیا میں کوئی تحفہ و ذلیل مہستی تھی تو وہ حضرت انسان تھا۔ چنانچہ جب مکہ معظمہ میں ہادی اناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر روح القدس کا نزول ہوا اور آپ نے اپنے مامور من اللہ ہونے کا اعلان کیا تو مشرکین مکہ سخت حیرت سے



کہنے لگے۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ انسان جیسی ذلیل ہستی جو کائنات کی ہر چیز کے سامنے  
سجدہ ریز ہے۔ خدا کی پیغام رساں ہو سکے؟  
انسان کا پایہ عظمت بلند کرنا

لیکن خلاصہ موجودات حضرت احمد قحقی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے واہمہ کے  
جواب میں فرمایا کہ عالم انسانیت کی نسبت تمہارا یہ خیال سراسر غلط ہے۔ بشر تو کائنات  
کی سب سے زیادہ محترم ہستی ہے اور وہ چیزیں جن کے سامنے حضرت انسان اپنی  
حماقت سے جیبہ سائی کرتا ہے ان میں سے ہر چیز انسان کی پاکر ہے اور خود اسی کے نفع  
اور خدمت گزاری کے لیے بنائی گئی ہے۔ چنانچہ رب العزت نے آپ کے اس قدر کی  
تائید میں فرمایا۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (ہم نے اولاد آدم کو مکرم و محترم بنایا) لَقَدْ خَلَقْنَا  
الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں، بہترین دل و  
دماغ دست کر اور کائنات کی ہر چیز کا حاکم بنا کر بھیجا) اور بشر کے نبی ہونے کے متعلق آپ  
نے قوم کو بتایا کہ آج تک انسان کے پاس جس قدر انبیاء بھیجے گئے وہ سب انسان ہی تو  
تھے۔ چنانچہ آپ نے کفار قریش کو تمثیلاً بتایا کہ تمہارے اجداد اولین حضرت ابراہیم  
خلیل اللہ اور جناب اسمعیل ذبیح اللہ علیہما السلام انسان ہی تھے۔ الغرض  
آپ نے مبعوث ہو کر اشرف المخلوق انسان کو تفضیل پسندی سے نکال کر اس کے رخصت پر  
پہنچا دیا۔

### جھوٹوں کا دعویٰ عظمت و برتری

جھوٹے نبی کسی حد تک کسی نہ کسی رنگ میں خدائی کے بھی دعویدار ہوتے ہیں۔  
اور اگر کوئی خود ساختہ نبی اُلُوہیت و خدائی کا مدعی نہ ہو تو بھی اپنے طرز عمل سے خدائی اختیارات  
کا مدعی ضرور ہوتا ہے۔ اس کے قول و فعل سے اس دعویٰ کی ہر وقت تائید ہوتی ہے کہ  
وہ بشریت سے کہیں اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہے۔ اسے دنیا میں ہر طرح کے اختیارات حاصل  
ہیں۔ وہ بے اولادوں کو فرزند زینہ بخش سکتا ہے۔ اس کو حیات و ممات پر اختیار ہے۔  
ملق کی تنگی اور وسعت میں بھی اس کی مرضی کو بہت کچھ دخل ہے۔

لیکن مفسر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر اس قسم کا کوئی دعویٰ نہ کیا اور بادِ وجودیکہ آپ کو ہر وقت تائید الہی حاصل تھی اور خداوندِ عالم نے آپ کے ذمہ اللہ ہونے کی تصدیق میں آپ کو اس قسم کے اعلانات سے قوی پشت کر رکھا تھا کہ :-

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ  
إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ كَمَا يَبُيِّعُ  
اللَّهُ قَوْمِي أَيُّهُمْ يُجِزُ (۱۰:۸۰) (آپ سے نہیں بلکہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ (آپ کا)  
وَمَا كَرِهَتْ أَرْضِيَّتْ نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جب آپ نے  
وَلَكِنَّ اللَّهَ رَكَّبِي تیرے چائے تو آپ نے تیرے نہیں چلائے بلکہ اللہ نے یہ تیر  
چلائے۔ (۱۰:۸۱)

تاہم آپ اپنے لیے کسی غسانی اختیار کے کبھی مدعی نہ ہوئے بلکہ اس کی جگہ یہ حقیقت  
ظاہر فرمائی۔ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (میں بھی تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ ۱۱۰:۱۹)  
غیر مسلم طالبانِ حق کے لیے دلیلِ صدق

بادِ وجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اور اس سے پہلے اشرف  
المخلوق بشر ارذل ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ نے وحی الہی سے  
مؤیدہ ہو کر اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو عبادہ قریش اندھا استعجاب کہنے لگے اَبَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَنَحْنُ  
رُكَبَاءُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ہمیں سہارا بہت دکھائے گا) تاہم آپ نے اپنی بشریت کا اعتراف و اعلان کر کے  
نہ صرف منکوب و مخذول بشریت کو عظمت و رفعت کے شریعت ہمہ روش کر دیا بلکہ غیر مسلم  
طالبانِ حق کے لیے بھی اپنی سچائی اور صداقت کی ایک روشن دلیل پیش کر دی۔ کیونکہ اگر  
آپ مخالفانِ اللہ نہ ہوتے تو ایسے وقت میں کہ عالم انسانیت اس درجہ ظلمت میں گرا ہوا  
تھا کہ آپ کی طرف سے اپنی بشریت کا اعلان کبھی ممکن نہ تھا



وہ اس کی ملک ہے۔

## آباد کاری پر ثواب آخرت کی بشارت

اور لطف یہ کہ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ آباد کاروں کو اپنی اپنی آباد کردہ زمینوں کے مالک ہو جانے کا مشورہ سنایا بلکہ ان کو اس پر ثواب اور آخرت کی بشارت بھی کہ ستائی پانچ فرمایا کہ جو شخص کسی خشک زمین کو آباد کرے یعنی افتادہ زمین میں کھیتی کرے اس کے لئے اس میں ثواب ہے اور جو کچھ آدمی یا جانور صحاباں وہ اس کے لئے صدقہ ہے داری ان ارشادات کی وجہ سے سب کی وہ تمام زمینیں آباد اور زرخیز ہو گئیں جو غیر آباد چلی آتی تھیں۔

## جاگیردار کی بخشش

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کو افتادہ زمینیں! بخش کر بھی عطا فرمائیں۔ آپؐ نے انصار کو بحرین میں جاگیریں دیں۔ اور ان کے لیے ان کو طلب فرمایا۔ وہ غرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! حضرات مہاجرین اسلام میں ہم سے سابق ہیں اس لیے آپؐ مہاجرین کو اتنی ہی جاگیریں عطا فرمائیے۔ اس کے بعد ہمیں مرحمت فرمائیے آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد تم لوگ اپنے سوا اوروں کو مقدم پاؤ گے۔ تمہارے سوا دوسروں کو حکومتیں ملیں گی۔ پس اس چیز پر برابر صابر رہنا یہاں تک کہ عرض کو اثر پر آکر مجھ سے ملاقات کرو۔ (بخاری)

## ہلال بن اؤل بن نوازش

آپؐ نے اس سلسلہ میں ہلال بن حارث مزی بنو کو بہت بڑا قابل زراعت قطعہ زمین اور کانیں مرحمت کیں۔ حضرت وائل بن حجرؓ کو حضرموت کی حکومت کے ساتھ ہی بہت سی زرعی زمین بھی عنایت فرمائی۔ اہل ایمان کو حسب استطاعت اراضی کے انتخاب اور اس کے رقبہ کی تحدید کا بھی اختیار تھا۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت موت میں ایک زمین جاگیر کر دی اور اپنے کاتب وحی معاویہؓ بن ابوسفیانؓ کو اس غرض سے میرے ساتھ روانہ فرمایا کہ زمین کی پیمائش کر کے میرے

عوائے کر دیں۔ رواہ الترمذی و ابو داؤد  
گھوڑا دوڑنے کی حد تک زمین کا عطیہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام کو مدینہ منورہ سے تھوڑے  
فاصلہ پر زمین عطا کی۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے زبیر بن عوام کو اتنی زمین عطا کر دی جتنی حد تک ان کا گھوڑا دوڑ کر پہنچ  
سکے۔ چنانچہ انھوں نے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ آخر جب گھوڑا ایک جگہ پہنچ کر ٹھہر گیا تو انھوں  
نے وہاں اپنا کوڑا پھینک دیا۔ پھر عالم نے حکم دیا کہ جہاں تک ان کا گھوڑا پہنچا ہے  
وہاں تک سارا رقبہ ان کو دیا جائے۔ (ابو داؤد)

حضرت عمر کا خیبر کی جائداد کو وقف کرنا

اس سلسلہ عطا یا میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب خیبر میں زمین  
ملی تو اس کی کچھ مدت بعد انھوں نے بارگاہ نبوی میں التماس کی یا رسول اللہ! حضور  
نے مجھے خیبر میں جو زمین مرحمت فرمائی ہے وہ ایسی نفیس جائداد ہے کہ میری دانست  
میں اس حیثیت کی کوئی اندازہ اضی مجھے کبھی بیسر نہیں ہوئی۔ اس کے مستقبل کے بارہ میں  
حضور کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو اصل زمین کو فی سبیل اللہ وقف  
کر کے اس کی آمدنی تصدق کر دیا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس شرط پر تصدق کر  
دیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے۔ نہ بیہ کی جائے اور نہ میراث میں کسی کو ملے اور اس کی آمدنی  
فقراء و مساکین اور قرابت داروں پر اور لونڈی غلاموں کے آزاد کرانے، مسافروں کی امداد  
اور ہمداری میں اور فی سبیل اللہ خرچ کی جائے اور متولی کو اختیار ہوگا کہ عرف کے  
موافق اپنی ضروریات پر خرچ کرے۔ لیکن اس کی آمدنی میں سے جمع کرنے کی کوشش نہ

کے درجاری و مسلم  
چشموں کی تحدید

مبتدعہ صد زینوں کی آبپاشی کے لیے پانی کی ضرورت تھی اور اس کی بہم رسانی  
کا سہل ترین ذریعہ چشمے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے حکم عام دیا کہ:-

مَنْ سَبَقَ إِلَى صَاوِلَ سَبَقَ رَأَيْتُمْ مَسْلُومًا فَهَوَّلَا (ابوداؤد) جو کوئی اس پانی کی طرف سبقت کرے ہو سستی مسلمان کے قبضہ میں نہ ہو تو اس کا نمک نہی ہے۔

تو لوگوں نے بڑی عجلت کے ساتھ اپنے اپنے پیشوں کی تدبیر مقرر کر میں اور یہ کاری کہ غدا میں انہی کے نام مالگوں کی حیثیت سے درج ہو گئے۔

### سدر مارب کی کان نمک

اطراف و اکناف ملک میں جب اس بڑا دریا کا شہرہ ہوا تو دور دور کے لوگوں نے مدینۃ الرسول آکر جاگیروں کے لیے درخواستیں دینی شروع کیں۔ ابیض بن جمال بن سے آکر بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے اور وہاں کی ایک کان نمک عطا کیے جانے کی آپ سے درخواست کی۔ یمن میں مارب نام ایک گاؤں ہے۔ وہاں کان نمک مشہور ہے۔ عرف عام میں اس نمک کو سدر مارب کا نمک کہتے ہیں۔ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابیض بن جمال کو اس نمک کا ٹھیکہ دے دیا اور حکم دیا کہ ابیض کے سوا کوئی اور شخص وہاں سے نمک نہ لینے پائے۔ تمام لوگ ابیض ہی سے خریدیں۔ چند روز کے بعد اقرع بن حابس تمیمی مدینہ منورہ آئے اور استاذ رسول میں حاضر ہو کر گزارش کی یا رسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت میں اس کان پر گیا تھا۔ اس سرزمین میں پانی سخت ناپید ہے۔ جو کوئی وہاں جاتا ہے نمک لے آتا ہے اور وہ جاری پانی کے حکم میں ہے جو کبھی بند نہیں ہوتا۔ اقرع بن حابس کا مطلب یہ تھا کہ حضور اس نمک کا اجارہ فسخ فرمادیں تو اچھا ہے، آپ نے اس اجارہ کو فسخ کرنا چاہا اس لیے ابیض بن جمال کو طلب فرمایا۔ ابیض کہنے لگے یا رسول اللہ! میں اس اجارہ کو اس شرط پر فسخ کرتا ہوں کہ آپ اس کو میری طرف سے صدقہ قرار دیں۔ جس کا جی چاہے وہاں سے نمک لے۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ تمہاری طرف سے صدقہ ہے اور وہ جاری پانی کی طرح ہے جو چاہے وہاں سے لے لے۔ پھر شہر بنی عامر سنی اللہ علیہ وسلم نے اس ٹھیکے کے عوض میں جو فسخ فرمایا تھا ابیض کو حرف کے مقام پر زمین اور کھجور کے درختوں کا اجارہ دیدیا۔ (ابن ماجہ)

چراگا ہوں پر قبضہ کرنے کی ممانعت



یہ داد و بخشش ان استیادوں تک محدود تھی جن کا تعلق عوام الناس سے نہیں تھا۔  
 لیکن جن چیزوں کی رفاہ عام کے کاموں میں ضرورت پیش آتی تھی۔ ان سے آپ نے ہی عوام  
 جھوڑ دیا۔ عرب میں روانہ تھا کہ روم اور ارباب افتخار پیش مولشیوں کے چرانے کے  
 لئے کوئی چراگاہ متعین کر لیتے تھے جس میں پرانے مولشیوں کو گھسیٹنے کی اجازت نہ ہوتی  
 تھی۔ چونکہ اس میں روم سے لوگوں کی تقاضی تھی۔ آپ نے اس کی ممانعت فرمادی  
 جس سے سبب انتقامی علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تجلی الا للہ و نہ تعبدوا الا اللہ اور اس کے  
 رسول کے سوا کسی کو پرالہجہ نہ منسوس کرنے کا حق نہیں۔ بخاری میں لکھنی کسی کو جہاد روکنارو  
 نہیں۔ اس لئے جہاد کے گھوڑوں اور اونٹوں اور کواۃ کے جانوروں کے لئے اس کا منع ہے  
 منسوس کرنا روایت ہے۔

### پھلدار درخت اور باغ لگانے کی ترغیب

یاد دہانی نام علیہ السلام جس طرح لوگوں کو اُفتادہ زمینیں آباد کرنے کا حکم دیتے  
 تھے اسی طرح آپ پھلدار درخت اور باغ لگانے کی بھی ترغیب داتے تھے کیونکہ اس  
 سے خلاق خدا منتفع ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کوئی درخت لگائے  
 پھر عرب وہ پھل دینے لگے تو ان کے پھل کھاؤں تو یہ لگانے والے کے ہے صدقہ سوچو  
 اور جس قدر پھل پوری ہو گا وہ بھی اس کے لیے خیرات ہوگی اور جس قدر پھل تنہا ہوگا  
 وہ بھی مالک کے حق میں صدقہ اور موجب اجر ہوگا۔ مسلم  
 لیکن معمول ثواب کی باترین صورت ہے کہ درخت لگاتے وقت خلاق خدا کی  
 نفع رسانی کا مقصد پیش نظر ہو۔

## فصل - ۴

## انبیاء کو درجہ انسانیت سے بالاتر سمجھنے کی غلطی

ظہور اسلام سے پہلے تک دنیا کے ہر فرقہ اور مہگر وہ میں یہ غلط فہمی چھپی ہوئی تھی کہ انبیاء و انسانی درجہ سے بلند ہوتے ہیں۔ یہی خیال تھا جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدایا ابن اللہ بنا دیا تھا اور مندرام اور کرشن کو اوتار اور پارہ میں زردشت کو مہر ہندیا یا کم از کم منظر خدا قرار دے رہے تھے۔ اسلام نے نہایت آزدی اور دلیری سے صاف بتا دیا کہ انبیاء و ائمة بشریت سے ایک فرد یا بہر نہیں ہیں۔ ارشاد ہوا :-

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ  
اَنبَا الْاَلٰهِيْمُ الَّذِیْ وَاَحِلَّ ط  
آپ ان سے کہیے کہ میں تو تم جیسا بشر ہوں میرے پاس کچھ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود درحقی ایک ہی معبود ہے۔

دنیا میں جس قدر اسباب گزرے ہیں ان کے پیروں نے نہائی اور نبوت کی سرحد طار کھی تھیں۔ کائنات ارضی میں صرف اسلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے دونوں کی حدیں بالکل بھرا کر دیں۔ مسلمان جب نماز پڑھتے ہیں تو تشہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار سے پہلے آپ کے لیے عبدہ (اللہ کا بندہ) کہتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ توحید باری تعالیٰ کا کمال یہی ہے کہ اس کے سامنے کوئی مہتی گو وہ کسی درجہ کی کیوں نہ ہو۔ عبدیت کے درجہ سے بڑھنے پر پائے چوتھہ آپ کو اہل ایمان کے دلوں میں خالص توحید ہانشین کرنی تھی اس لیے ضرور تھا کہ خود آپ کے لیے صرف عبدیت اور رسالت کا سادہ لقب اختیار کیا جائے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروں کی مثال بنوں نے اپنے پیغمبر کو خدا بنا دیا تھا حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھی اس لیے آپ نے اپنی اُمت کو تاکید فرمائی :-  
لَا تُطْرُقُونِیْ مَا طُرِقَتْ الْمُشْرَکُوْنَ  
مَیْسَیْ بْنِ مَرْیَمَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُہُ  
نَعُوْا لِعَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِہُ  
اور رسول ہی کہتا۔  
روۃ البخاری

## فصل - ۷

## انتقام جوئی

## جا بلانہ تصادم

عرب ہمارے غمہ بہا بنیت ہیں کسی خاندان کا کوئی آدمی مارا جان تھا تو اس کا بدلہ لینا خاندانی فرض سمجھا جاتا تھا۔ یہ جذبہ اس عقیدہ کی تولید کا باعث ہوا کہ مقتول کی روح پرند کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور جب تک انتقام نہیں لے لیا جاتا وہ شور کرتی رہتی ہے کہ قاتل کا خون پلا کر میری پیاس بجھاؤ۔ ان لوگوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ جب تک مقتول کے خون کا بدلہ نہ لے لیا جائے مقتول کی قبر تاریک رہتی ہے۔ ان روایات کی بناء پر قتل کے خون کا انتقام عربی خاندانوں کی اخلاقی زندگی کا ایک اہم جزو بن گیا تھا اور بیسیوں خاندان اس جا بلانہ تصادم میں باہم الجھے رہتے تھے۔ اور پھر انتقام گیری کا یہ خاندانی فریضہ کسی مختصر سی مدت میں پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا بلکہ یہ ایسا غیرتناہی تھا کہ صدیاں گزر جانے پر بھی خاندان ایک دوسرے کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ متصادم خاندانوں کے آدمی بڑبڑموت کے گھاٹ اترتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے عرب بھر میں زہم و پرکار کے غیرتناہی سلسلے قائم ہو گئے تھے اور عرب کی سرزمین اس کشت و خون کی وجہ سے لالہ زار بنی رہتی تھی۔

## ہاشمی مقتول کا بدلہ

ظہور اسلام سے پیشتر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم زاد بھائی ربیعہ بن ہاشم کا بیٹا جس کا نام آدم یا ایاہ تھا قبیلہ بنو سعد میں یہودش پارہا تھا اور قبیلہ بنی نضیر کے ایک آدمی نے اس کو قتل کر ڈالا تھا۔ دستور کے موافق ہاشمیوں کا خاندانی فرض تھا کہ بنی نضیر کے کسی آدمی کی جان سے کر اس خون کا بدلہ لیں۔ لیکن بدلہ لینے کا ابھی موقع نہ ملا تھا کہ مرغانِ حرم سے توحید کی نغمہ سرائی شروع کر دی اور خلعت کھر کی جگہ اسلام کا عہدِ رحمت

شروع ہو گیا۔ پیشوائے امت مسلمہ سید الشہداء علیؑ کی تعلیم میں یہ رسولِ مہدیؑ و نسلِ محمدؐ  
الماخضرون، سرانہ اسلام ہیں، نہ خدشہ ہے اور نہ اندازہ، وراج یا شک نہ ہو، ان کو واقعی دنیا  
دینے کو کہتے ہیں اور حضراتِ اہل کواشفات و تہذیب نے کائنات میں محبوب و رب اور ہیں یعنی اللہ  
علیہ وسلم نے نصراء سے بھی منع فرمایا اور اپنے پیروؤں کو براہیت کی گرفت میں نہ لایا، نہ  
بے یگانہ غنودہ و گندہ سب سے بہتر ہے۔ اسی معنی میں رشادِ خداوندی ہے۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا  
فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى  
اللَّهِ (۲۴:۴۰)

برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے لیکن بزرگوں نے انتقام کے بجائے  
معافیت کر دے اور اصلاح ہو و محبت ہو اس طرف توجہ دے  
تو اللہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اللہ (۳۲:۴۰)  
بدرہ یعنی کی ناگوار

دنیا کے مصداق اکرم علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں تہذیب و ادب کے موقع پر جاہلیت کی تمام دوسری رسموں کی برطرفی کے ساتھ انتقام جوئی کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ جس کی ابتداء آپ نے اس میدان کے ساتھ کی کہ ہم نبی ہاشم ابن عبدیہ کے انتقام سے درست بن رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

[illegible]

سختی و درگاہ کی اسلامی تعلیم

پیغمبر سید المرسلین و صلعم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے بدن کو نہر سے چنپا یا ماسٹے اور  
 وہ نہر سے چنپا نہ ہوئے وائے کو سعادت کر دے اور قصاص نہ ہوئے تو حق تعالیٰ اس کا اجر بہ بند  
 کہ کتابہ راہن اعجاز اس تعلیم سے اثر پائیے جو کہ آپ کے پیروں پر بھی منور و درگزر کے خواہ ہو گئے ہیں  
 حضرت عروہ بن مسعود ثقفی کے قبیلہ کے لوگوں نے جب ان کے خون کا بہ نہ لیتا تھا تو انھوں

نے انتشار سے پہلے نہایت انتشار دہشی کے ساتھ فرمایا۔ میرے بارہ میں جنگ و جدال نہ کرے  
میں نے اپنا خون معاف کر دیا تاکہ اس ذریعہ سے تم لوگوں میں مسالحت ہو جائے (طبقات  
سعد تذکرہ عروہ بن مسعودؓ)

ان کے اصل حملہ آور کونام اوس بن عوف تھا۔ قاتل کو سزائے موت کے ساتھ سزا دینا اور  
اور بقیہ قاتل کی طرف سے انتقام کا کام لے رہا۔ آخر اوس نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے  
اس کا اظہار کیا۔ حضرت نے اسے اس وقت تک اسے ان دونوں کو انتقام سے منع کر دیا اور یہ مسالحت  
کرادی اور سب نے ایک دوسرے سے صفائی دل کے ساتھ ہاتھ ملائے (طبقات  
ابن سعد تذکرہ اوس)

مظلوم نے اپنے انتقام لینا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ مدت سے تجاوز نہ کرے۔ اگر برصغیر نے  
انتقام کی اسی قدر اجازت دی ہے کہ تھرم بقدر ایسا عرض لے لے۔ مگر پھر بھی افضل یہی ہے  
کہ اس قدر انتقام کو بھی ترک کر دیا جائے کیونکہ بدلتے ہیں زیادتی کی ہوس پھیل جاتی  
ہے۔ پس یہ ترہی ہے کہ قصاص یا قرض وغیرہ کسی کے ذمے ہو تو اس کو اس سے بری  
کر دے۔ پتا پتھر ارشاد بار می ہے۔ کذا العفو واثم بالعرف اور اگر کا شہرہ اختیار کرے  
اور لوگوں کو نیک کام کرنے کی ترغیب دے (۱۵۹) اور فرمایا کہ انی تغفوا لکم اللہ تعالیٰ  
(اوس اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ (۱۶۰-۱۶۱)

انتقام کی موسومی عیسوی اور اسلامی تعلیمات کا متقابلہ

ہود کی تساوت قلبی کی وجہ سے موسوی شریعت میں عفو و درگزر کی گنجائش نہیں  
رکھی تھی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ روح اللہ تعالیٰ نے شریعت ہود کی خقیوں  
کو کم کرنے کے لیے انہیں ایسی مجسم رحمت و شفقت شریعت دی گئی۔ جس میں مالک  
عدل و انصاف کی روح کم پائی جاتی ہے۔ شریعت موسوی کا کم ہو عادلانہ انتقام پر مبنی  
تفایہ ہے۔

”اور وہ جو انسان کو مار ڈالے گا سو مار ڈالا جائے گا اور اگر کوئی اپنے ہمسایہ کو  
پتھر لگائے سو جیسا کرے گا ویسا ہی پائیگا۔ توڑنے کے بدلے توڑنا۔ انکھ کے







## فصل - ۸

## اولاد کی محبت میں کوتاہی

اہل عرب میں محبت اولاد کا جذبہ بہت کمزور تھا۔ بعض لوگوں پر تو افلاس و ناداری کی وجہ سے اولاد بار خوار تھی۔ بعض کی غیرت و نیئت اولاد کو برداشت نہیں کرتی تھی اور کچھ لوگوں کو ان کی وحشت و بربریت سے محبت اولاد کے جذبہ سے غالی کر رکھتا تھا۔ لیکن دنیا کے مسیح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روحانی تعلیمات کے سلسلہ میں اولاد کے ساتھ انس و محبت اور حسن معاشرت کے طریقے بھی لوگوں پر واضح کیے اور محبت اولاد کو خدائے رحیم کی رحمت کا ایک جزو قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ خداوند عالم نے رحمت کے سونے کے ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور نہ میں پر صرف ایک حصہ اتارا۔ لوگ اسی ایک حصے سے باہم محبت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ گھوڑا اپنی ٹاپ کو اپنے بچے سے بچا کر کتاب کہ اس کو سد مہ نہ پہنچے۔ (بخاری) اور دوسری روایت میں ہے کہ اسی کے خدیجہ سے ماں اپنے بچے کے ساتھ اور وحوش و طیور آپس میں محبت کرتے ہیں۔

## پروورش اولاد کی فضیلت

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرب و الدین کے دلوں میں محبت اولاد کا جذبہ ابھارنے کے لیے پروورش و تربیت اولاد کی فضیلت بیان کیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور سبابہ کو مل کر ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن وہ عورت مجھ سے ایسی ہی قریب ہوگی جس کے رخسار سیاہ پڑ گئے ہوں یعنی وہ عورت جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو۔ صاحب جمال اور صاحب منصب ہو مگر اپنے یتیم بچوں کی خاطر نفس کشی کرے اور نکاح نہ کرے یہاں تک کہ بچہ بڑے ہو کر اس کی پروورش سے مستغنی ہو جائیں یا دنیا سے گزر جائیں (ابوداؤد) رخسار سیاہ پڑنے سے ترک زینت کی طرف اشارہ ہے۔

اور فرمایا کہ بیٹے کے حق میں کوئی عطیہ اس عطیے سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت

## اچھی طرح کسے (ترندی) اولاد کو پونے پر عربوں کو حیرت

اہل عرب محبت اولاد کے جذبہ سے بالکل کورے تھے لیکن حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال و اعمال سے محبت اولاد کی اہمیت لوگوں پر واضح فرمائی ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کے رئیس اعظم اقرع بن حابس تمیمی آستان نبوت میں حاضر تھے۔ آپ نے محسن مجتبیٰ کو چوما۔ اقرع کہنے لگے میرے دس بچے ہیں۔ میں نے کسی کا کبھی بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے ان کے طرف اشارہ فرمایا کہ جو شخص رحم نہ کرے گا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ ایک بار ایک دینا قی آپ سے کہنے لگا آپ حضرات اپنی بچوں کو چومتے ہیں لیکن ہم لوگ ایسا نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اگر خدا نے تمہارے دل سے رحم و شفقت کو لٹکا لیا ہے تو میں اس میں شفقت کا ہند بہ کیونکر پیدا کر سکتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

## نواسوں پر شفقت

ایک مرتبہ آپ کی چچی محترمہ اُم الفضل رضی اللہ عنہا بن عباسؓ کہنے لگیں یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے حنم مبارک کا ایک عضو میرے گھر میں ہے۔ اس کی تعبیر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہؓ کے گھر لڑکا پیدا ہو گا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی۔ پھر سیدہ حسن مجتبیٰ پیدا ہوئے اور ام الفضلؓ سے ان کو دودھ پلایا ایک مرتبہ وہ حسنؓ کو آنحضرت کے پاس لائیں اور آپ کی گود میں بٹھا دیا۔ انھوں نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ ام الفضلؓ نے ان کے مونڈھے پر ہاتھ مارا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی؟ آپ نے فرمایا۔ اُم الفضل! اللہ تم پر رحم کرے تم نے میرے بیٹے کو تکلیف دی۔ (ابن ماجہ) سلمہ بن اکوع صحابی رضی اللہ عنہ بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیر شہداء پر سوار تھے۔ آپ کے آگے حضرت حسنؓ اور بیچے حضرت حسینؓ بیٹھے تھے۔ میں آپ کے خیر کو خانہ اقدس کے آگن میں لے گیا۔ (ترندی)

## پیغمبر علیہ السلام کی اولاد اطہار

اور یہ محبت و عطوفت کچھ نواسوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ آپ اپنی ساری



[illegible]

علیہ وسلم فاطمہؑ کے پاس جاتے تو وہ بھی تعظیم کے یہاں کھڑی ہو جاتیں اور نسبت آپ  
کا سر چومتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں (ابوداؤد)

آپ نے فرمایا فاطمہؑ میرے جگر کا کڑا پیسہ ہے جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی ہے میں نے مجھے نکل دیا اور  
جس نے فاطمہؑ کو پریشان کیا اُس نے مجھے پریشانی میں ڈالا۔ (ترمذی)

### لو اسی سے محبت

سیدہ زینب سلامہ اللہ علیہا کے بطن مبارک سے جناب ابوالعاصؑ کی دو  
ولادیں ہوئیں۔ علی اور امامہ۔ علی قبل از یلوغ انتقال کر گئے۔ فقہ مکہ کے دن علی بن ابی طالب  
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیف تھے۔ چونکہ امامہ مروتی بیٹی کی یادگار تھیں۔ سرور  
کائنات کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ان کو آپ بان کی طرح عزیز رکھتے اور اپنے پاس  
رکھتے تھے۔ آپ حالت نماز میں بھی ان کو جہانہ کرتے۔ بیٹوں میں اسی دختر فرخندہ اختر  
کی نسبت مروی ہے کہ آپ حالت نماز میں بھی ان کو گود میں لیے رہتے تھے۔ رکوع  
کے وقت شہادیتے اور قیام کے وقت پھر اٹھاتے تھے۔

سیدہ النساء حضرت زہراؑ کی وصیت کے بموجب حضرت علی مرتضیٰؑ  
اللہ وجہہ محترمہؑ امامہؑ کو عقد تزویج میں لائے۔ ان سے ایک بیٹا محمد اوسط پیدا ہوا  
عمر نے وفات کی اور اس نے جلد روضہ رضوان کی ماہی۔ حضرت علی مرتضیٰؑ کے عہد  
شہادت کے بعد جناب امامہؑ مغیرہ بن نوفل کے عقد ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔  
مغیرہ کے والد نوفل بن حارث ہاشمی سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی  
تھے۔ جن کو ہاشمی صحابہ میں سب سے زیادہ معزز ہونے کا اعتبار حاصل تھا۔ محترمہ امامہؑ  
سے مغیرہ بن نوفل کا بچہ ایک فرزند پیدا ہوا مگر زندہ نہ رہا۔ بالجملہ حضرت زینب  
سلامہ اللہ علیہا سے کوئی اولاد و احفاد دنیا میں زندہ نہ رہی۔

امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں بچوں کی معاشرت و محبت کے متعلق جن  
احادیث سے استدلال کیا ہے ان کا ملخص یہ ہے۔

بچوں کو چومنا ان کے ساتھ خوش طبعی کرنا ان کو گلے لگانا ان کو گود میں لینا۔



ہر ان پر بھانا۔ دوسروں کے بچوں کو ان کے ساتھ کھیلنے کا موقع نہ دینا۔ بچوں سے رحمتِ عالم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی محبت کے بہت سے ایمان افروز واقعات انشاء اللہ العزیز لکھا  
 شد نعل کبریٰ میں بصیرت افروز احباب ہوں گے۔



## فصل - ۱۰

## اولاد سے نسبی مساوات کا پرناؤ

اپنی ساری اولاد کو برابر رکھ کر برائی سے بڑے اختلاف ازدواج کی پیداوار ہو ایک  
 اور دیکھو اور سب سے بہتر فی سبب ان کا کام میں نہرت اور آئین انصاف  
 خود ان امور پر بہترین طریقہ سے بات چیت کی جائے اور ان کو ان کے حق و عداوت کا علم  
 یہاں پر عمل عام نہیں ہے۔ بہرہ میں اترام سے بہت سی تمنا داری و فریب آزادی کی ضرورت ہے  
 اور بہرہ میں کہ سب اپنی حق و حقیقت کی وضاحت کی کہ بے یا اس کے لئے بہت پرانا ہے یا نئی ہو  
 اس پر کوئی جواب نہ ہے۔ یہ غریب و غنی سب کی اولاد و نسبی اس خدائی کی اصلاح ضروری ہے۔

نسب سے نعمان بن شیبہ سب کی کما بیان ہے کہ میری ماں بنت عبد شمس ہے  
 اور میری بہن بنت عبد شمس ہے اور میری بہن بنت عبد شمس ہے اور میری بہن بنت عبد شمس ہے  
 نعمان بن شیبہ کے لئے یہ سب اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب  
 سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے  
 ہیں میں اس وقت تک کہ وہ سب سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب  
 و سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے  
 ہیں سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے  
 اس سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے  
 کیا ان کے عداوت و تمنا سے اور سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب  
 کہ ان کے عداوت و تمنا سے اور سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب  
 فرمایا۔ مجھے اس سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب  
 کہ سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ سب سب کی اولاد و نسبی کے لئے بہت ضروری ہے

قیام عدل و مساوات کی ایک اور نظیر و مظاہرہ ہے۔ ایک سفیر بن حضرت عبداللہ بن عمر

اپنے والد کے تیز رفتاراؤں پر سوار تھے۔ وہ پیغمبر علیہ السلام کی سواری سے بھی آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ اپنے صاحبزادہ سے بار بار کہتے کہ بیٹا! رسول خدا سے آگے کسی کو نہیں بڑھنا چاہیئے۔ آپؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا یہ اُونٹ میرے ہاتھ بچ ڈالو۔ حضرت عمرؓ عرض کیا پیرا ہونے یا رسول اللہ! میں یہ حضور کی نذر کرتا ہوں۔ آپؓ نے قبول نہ فرمایا۔ تاہم انھوں نے قیمتا فروخت کر دیا۔ وہ اُونٹ آپؓ نے جناب عبداللہ بن عمرؓ کو دیدیا اور فرمایا کہ اب یہ تمہارا ہوا۔ (بخاری)

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جناب عبداللہ بن عمرؓ کے تقویٰ و طہارت اور ان کی علمی عملی اور دماغی صلاحیتوں کی وجہ سے ان کو بہت پاستے تھے اور ان کے بڑے قدر شناس تھے انھیں سواری کی ضرورت تھی لیکن ناداری کی وجہ سے خرید نہیں سکتے تھے۔ آپؓ حضرت عمرؓ سے انھیں سواری دلا سکتے تھے لیکن اس لحاظ سے کہ حضرت عمرؓ کی اولاد بھی اولاد تھی اگر آپؓ عبداللہ کو ان سے سواری دلاتے تو حضرت عمرؓ کا اپنی اولاد میں مساویانہ سلوک نہ رہتا اس لیے آپؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ حکم نہ دیا کہ وہ اپنا ایک اُونٹ عبداللہ کو سے دیں ورنہ یہاں بس حکم کی دیر تھی اس لیے خود اپنی گرہ سے ایک اُونٹ حضرت عمرؓ ہی سے خرید کر عبداللہ کو مہیہ کر دیا۔ (بخاری)

## فصل - ۱۱

## اولاد کی قربانی اور قتل و لادکا راج

عرب میں بچوں کی جان کو ایک آفت یہ تھی کہ بے رحم ماں باپ اپنے ننھے بچوں کو بتوں اور فرضی دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بھینٹ پر پیش کرتے تھے۔ مانتی جاتی تھی کہ اگر ہمارا فلاں کام حسب مراد پورا ہو جائے گا تو ہم اپنے بچے کی قربانی دیں گے۔ اگر وہ مراد پوری ہو جاتی تھی تو خود اپنے ہاتھ سے بچے کو ذبح کر دیتے تھے۔ یونانی مؤرخ پرگورسوس جس نے سنہ ۳۰۰ قبل مسیح میں ولادت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً تیس سال پہلے عرب کی سیاست کی تھی۔ لکھتا ہے کہ مندر شقیق شاہ حران نے شاہ غسان کی بیٹی کو قید کر کے لات یا عزرائیل کی قربانی پر معادینت۔

اور مؤرخ ایو اگر یوس نے نعمان نام کے ایک عرب کا ذکر کیا ہے۔ جو اپنے ہاتھ سے آدمیوں کو بتوں پر قربان کیا کرتا تھا۔ اور مؤرخ گبٹن اپنی تاریخ کے پچاسویں باب (صفحہ ۲۱۳ طبع ۱۸۷۲ء) میں رقمطراز ہے کہ انسان کی جان کسی عام آفت کے دفعیہ کے لیے سب سے عمدہ قربانی تھی۔ عربوں میں یہ سفاکانہ رسم مدت مدید سے جاری تھی اور تیسری صدی عیسوی میں تو ہر سال قبیلہ میانہ کا ایک لڑکا لانا بھینٹ پر پیش کیا جاتا تھا۔ انڈستان، اٹلی اور ہندوستان میں بھی اولاد کشی عام تھی۔ رومنہ الکبریٰ کے متن قانون میں باپ کو اولاد کے مار ڈالنے کی پوری آزادی تھی۔ ہندوستان میں بتوں، دیوتاؤں اور دیویوں کی رضا جوئی اور نذرانے کے لیے معصوم بچوں کی جانیں بہت آسانی سے لی جاتی تھیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ اسپارٹا اور رومن سلطنت میں بد صورت اولاد کو راستہ پر پھینک دیتے تھے۔ ارسطو اور افلاطون جیسے نامور حکیم اس بات کو جائز رکھتے تھے کہ ضعیف اولاد ضائع کر دی جائے۔ ارسطو کی رائے تھی کہ لنگڑے لڑکے

پہلے میں کے قابل نہیں۔ اس پر لڑائیوں بسبب لڑو پیدا ہوتا تھا۔ تو بزرگان قوم کے ساتھ پیش  
آئے۔ تاہم اگر وہ تہذیب اور قوی ہوتے تو زندہ رہ جاتے۔ مگر نہ پڑا۔ اس  
کو لڑا دیتے تھے اور بہت سی قوموں میں اسی قسم کا رواج پایا جاتا ہے۔

سبب سے پہلے قرآن مجید نے اس بوجہ قسم کھائی۔ اور تہذیب باری ہے  
وَلَا يَكْفُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ تَعْلٰی اور یہاں تو وہاں میں خدا نے بتائے کہ  
یہ لڑو جس کا جو قسم پیر و دھرم  
یہ قسم کھائی کہ دین اسلام سے کفر و مشرکوں کو کشتیاں ہیں ان کے جہوں  
اور یہ کہ ان کے دین اسلام سے کفر و مشرکوں کو کشتیاں ہیں ان کے جہوں  
ان کے طریقہ کو محفوظ کر دیں۔

اس کے بعد کہ تہذیب سے جیسے فرماتا ہے۔  
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ كَذٰلِكَ تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ  
اور جو حالت میں ہے کہ اس کا کہنا ہے۔  
تو اس کا دوسرا ترک عروج کی ناپوری اور ناقصی ہے۔ یہ کہ تہذیب اور دین  
کی نفس کی نفس ریاست نہ گئی کہ وہ بہرہ و اشتہار کے پرستے ہو۔ اور جس کے نفس  
تہذیب کے گمراہی میں فرض سے سبکدوش ہو جاتے۔ یہ کہ تہذیب کے گمراہی میں  
وہم سے ہوش ہو کر لوگوں کو بتایا کہ تہذیب گمان اس پر ناپوری ہے کہ وہ کچھ نہ بددین  
مستند رہ سکتا ہے کہ یہ شعور میں آتا ہے۔ کہ فی انسان وہ بہت انسان کو بددین رسال نہیں۔  
یہ کہ وہ بھی سب کا ہندی رسال ہے۔ وہ ہی ہر جاندار کی روزی کا پیرسانہ ہے اس معنی  
میں تہذیب بزرگوں حکیم سے فرمایا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ  
رِزْقٍ وَ هُمْ نَرْزُقُكُمْ وَاَبَاكُمْ  
اِنَّ قَتْلَكُمْ كَانَ خِطَاً كَبِیْرًا (۲۱:۱۷) بڑا بھاری گناہ ہے۔

اس رسم بد کے لیے صلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروں سے بیعت لیا کرتے



تھے۔ معاہدہ مخدبہ کے بعد حکم ہوا کہ چار عورتیں مشریت بائین رسول اُن سے قہر کی جو بدعت  
 لی جائے اس میں ایک دفعہ یہ بھی ہو کہ اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ ایک قرآنیک اسماعیلی نے وہ بدعت  
 کیا یا رسول اللہ! سب سے بڑا جرم کیا ہے؟ فرمایا شریک۔ پرچہ اس کے بعد؟ فرمایا والدین  
 کی نافرمانی۔ پھر لو جب اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس نہ شریک سے ہٹاک کر دیکھو، اسے  
 کھانے پینے میں شریک ہوگی۔

## فصل - ۱۲

## اوہام پرستی

ہندوستان اور پاکستان میں تو ہم پرست جہلاء کی بڑی کثرت ہے۔ حمد جاہلیت میں عرب کے اندر بھی ایسے لوگوں کی بڑی فراوانی تھی۔ لیکن اغلب ہے کہ عربوں کی اوہام پرستیاں یہاں کے جہلاء کی خام خیالیوں سے بھی بڑھی ہوئی تھیں۔ آخر جب ہادوثی انام صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی تشنگی سعادت کو سیراب کرنے کے لیے دنیا میں قدم فرما ہوئے تو آپ نے تمام ضعیف الاعتقادوں کو ملیا میٹ کر دیا۔

## ایک جاہلانہ تصور

بعض عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مرنے والے کی قبر پر اس کا اونٹ باندھ دیا جائے اور اسے اسی حالت میں چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ بھوکا پیاسا مر جائے تو اس صاحب قبر کو حشر میں ہی سواری ملے گی اور اگر اونٹ نہ باندھا جائے تو اسے میدان حشر میں پیدل جانا پڑے گا۔ (تلبیس ابلیس)

لیکن کسی جاندار کو بھوکا پیاسا رکھ کر ہلاک کر دینا انتہا درجہ کی شقاوت اور سفاکی ہے اور یہ زعم محض احمقانہ تصور ہے کہ بھوک پیاس سے ہلاک ہونے والا جانور قبر سے اٹھنے والے کی سواری بن جائے گا۔ یہ صحیح ہے کہ صالحین اُمت کی قبروں پر فرشتے استقبال اور خیر مقدم کے لیے موجود ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

لَا يَخْتَرُ لَهُمُ الْفَرَاعُ الْاَكْبَرُ وَ نَبِيكَ لَوْ كُنْ كُورِ نَفْعِ ثَانِي كِي (بڑی گھبراہٹ پریشان نہیں تَتَلَقَّهُمْ الْمَلَائِكَةُ (۱۳۱۲) کریم اور قبروں سے نکلتے ہی فرشتے انکا استقبال کریں گے۔

اور یہ بھی روایتوں میں ہے کہ فرشتے اُمت کے نیک بنوں کے لیے سواریاں ساتھ لائیں گے مگر ظاہر ہے کہ ملائکہ کا استقبال اور سواریاں تو مومنین صالحین کے لیے مخصوص ہیں نہ کہ بت پرست فجار کے بے جنہیں شرک و دشینیت کی پاداش میں ابدال آباد جہنم میں رہنا ہوگا۔

# ماہ شوال کی مہینہ نگار

عمر جوانیت میں میرے ماہ شوال میں شادی ہوئی تھی۔ اس کا نتیجہ تھا  
 کہ میں نے اس مہینہ میں بہت سے دنوں کے مستحکم تعلیم حاصل کی۔ اس وقت میں  
 لکھنؤ میں تھا۔ وہاں کے مدرسے میں میں نے کئی ترغیب دیا کہ وہاں کے  
 مشہور عالم ترمذی کے یہ عموماً اسی مہینہ کو سب سے زیادہ اہم سمجھتے تھے۔  
 فرات میں کہ تہجد علیہ السلام کے بعد شوال ہی میں اپنی حجت کو رواج میں لکھنا  
 اور اسی مہینہ میں ہی رسول خدا کی ولادت کا جشن منانے کا رواج ہے۔  
 اجماع ہے کہ یہ ایک بہت زیادہ پروردگار کی طرف سے دیا گیا ہے کہ جو کوئی  
 اس مہینہ میں اللہ کی بات نہ کرے۔ وہ اس یا چند مہینوں میں بتا دیا ہے۔  
 دار میں رہا۔ یہاں کو میں نے دیکھا کہ یہاں پر کھتے تھے کہ یہ مہینہ اس کا بڑا  
 آکر ہے۔ یہ مہینہ بہت بڑا ہے۔

## شوال میں شگون کا رواج

غرب ہر کام کے بہت شگون بہت ہے۔ اس میں مختلف ہر پورا رائج ہے۔ ایک یہ ہے  
 کہ اگر کام کے وقت کوئی بدشاہتی طرف سے دیکھا تو بیک وقت یہاں کے بائیں جانب  
 سے دیکھا تو منوس خیال کرتے اور اس کام سے باز رہتے۔ یہاں کہیں سے لکھنا کہ وہاں  
 تیرے کہ یہ تین امیران پر فرض کر لیتے تھے۔ ایک میں رہا۔ دوسرے میں نہ کرنا۔ تیسرے  
 میں غافل ہونا۔ اگر پتہ تیرے پیچھے میں لگیا تو جو بھی کام کئے جاتے اور دوسرا لکھنا تو  
 نہیں جاتے۔ تھے اور اگر تیسرا لکھنا تو پھر از سر لایس باتیں فرض کر لیتے تھے۔  
 شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عربوں میں نظیر یعنی شگون کا رواج اس حد تک پہنچا ہوا  
 تھا کہ بسا اوقات اس کی بنا پر کاروبار سے رُک جاتے تھے۔ لیکن شرع محمدی نے اس کی  
 نفی کر دی اور ممانعت فرماتے ہوئے بتایا کہ شگون میں جو بہ نفع یا دفع ضرر کی کوئی تاثیر  
 نہیں۔ انہی کو دیکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ پندرہ واہی طرف کو جاتے تو برکت ہے اور  
 بائیں طرف جاتے تو منوس ہے۔ ہر امر شرک ہے۔ پیسہ دیکھی چیز کو منوس سمجھنے میں خدا

کی جناب میں بدگمانی اور بنا کی توقع ہوتی ہے اور یہ امر عقلاء کے نزدیک من حیث الشرع  
ممنوع ہے۔ عروہ بن عاصم سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تیسہ  
کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا مسلمان کو چاہیے کہ بد شکونی کے باعث کسی کام سے دست بردار  
نہ ہو اور اگر کوئی مکروہ چیز دیکھے تو کہے۔ اللّٰهُمَّ مَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَنْفَعُ بِالسَّيِّئَاتِ إِلَّا  
أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ رواہ ابو داؤد (انہی تیرے سوا حسن و خوبی کو کوئی نہیں لاسکتا  
اور تیرے سوا برائی کو کوئی دفع نہیں کر سکتا اور برائی سے بچنے اور نیکی پر عمل کرنے کی توفیق تجھی  
سے ملتی ہے) اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ طیرہ (بدفالی) شرک ہے لیکن اللہ  
تعالیٰ توکل کی برکت سے اس کو دفع کر دیتا ہے۔ رواہ الترمذی و ابو داؤد

### عورت، گھوڑے اور گھریں نحوست ہونے کا گمان

اہل جہالت کا اعتقاد تھا کہ تین چیزیں نحوست سے ہمکنار ہیں۔ عورت، گھوڑا اور  
گھر۔ رواہ الحاکم فی المستدرک و ابیہنفی فی شعب الایمان شیخ عبد الحق کہتے ہیں  
کہ عورت میں نحوست یہ ہے کہ یا بچہ، بد مزاج، سرکش اور خاوند کی نظر میں مکروہ اور قبیح ہو  
اور گھریں نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو اور وہاں کی آب و ہوا اچھی نہ ہو یا ہمسایہ بد مزاج ہو اور گھوڑے  
میں نحوست یہ ہے کہ سرکش اور منہ زور اور مصیبت سے نا موافق ہو۔

نحوست کی نفی میں حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو بامعہ ہے اور نہ  
عدوی ہے اور نہ کوئی نحوست ہے۔ اور اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر اور گھوڑے اور  
عورت میں ہوتی (ابو داؤد) اور قتادہ نے ابو حسان سے روایت کی کہ دو شخص حضرت عمارہ  
کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ عرض پیرا ہوئے اُمّ المؤمنین! فلاں صاحب کہتے ہیں کہ عورت اور  
گھوڑے اور گھریں نحوست ہے۔ یہ سن کر اُمّ المؤمنین ناخوش ہوئیں اور بولیں کہ رسول  
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اہل جاہلیت ان تین چیزوں سے نظیر کیا کرتے

تھے۔ (رواہ ابن جریر)

اور ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ اپنی لٹری  
کے بارہ میں میرے دل میں ایک بات کھٹکتی ہے اور میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو مکان میں اور گھر سے  
میں اور عورت میں ہوتی۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ نے اس سے سخت انکار کیا کہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا فرمایا تھا اور اس سے بھی انکار کیا کہ کسی چیز میں نحوست ہوتی  
ہے۔ رواہ ابن جریر۔

قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ اس شرط کا لانا اس بہرہ دالت کرتا ہے کہ اگر نحوست کا  
کہیں وجود ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا۔ کیونکہ یہ چیزیں سب سے زیادہ نحوست  
کے قبول کرنے والی ہیں۔ لیکن جب ان میں بھی نحوست نہیں تو معلوم ہوا کہ نحوست کسی  
چیز میں بھی نہیں ہے۔

### کسی کی بیماری دوسرے کو لگانے کا اعتقاد

عرب میں ہر شخص یہ یقین کے بیٹھا تھا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ  
جاتی ہے اس لیے ہر شخص بیمار سے دور بھاگتا تھا۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اس کی نفی میں فرمایا لا غدویٰ کسی کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ رواہ مسلم لیکن اسی کے ساتھ  
آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بیمار اونٹ تندرست اونٹ کے پاس نہ رکھا جائے۔ صحابہ عرض  
پیرا ہوئے یا رسول اللہ! جب ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی تو تندرست اونٹ  
کو بیمار کے ساتھ رکھنے میں کیا قباحیت ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تندرست کو مریض اونٹ  
سے نفرت اور تکلیف ہوتی ہے۔ (موطاء)

جب آپؐ نے یہ فرمایا کہ لا غدویٰ بیماری نہیں لگتی تو ایک دیہاتی کہنے لگا یا رسول  
اللہ! پھر وہ کیا ہے کہ خارشتی اونٹ دوسرے اونٹوں میں آگھستتا ہے تو سب کو غارشتی  
کر دیتا ہے؟ آپؐ نے اس کے جواب میں دیہاتی سے پوچھا کہ پہلے اونٹ کو خارش کس  
نے لگائی تھی؟ رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد لیکن یہاں یہ اشکال ہے کہ اگر ایک کی  
بیماری دوسرے کو نہیں لگتی تو آپؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ کوڑھی سے اسی طرح بھاگو۔ جس

سعد ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال اور قاضی عیاض کا بیان

شیخ عبدالحق رحمہ کی کتاب "ما ثبت عن ابیہم السنہ" سے ماخوذ ہیں۔ ۱۴





باری بے گناہ و بزرگوں کی پیرا...  
 اس کے ہوتے ہیں پناہ دہندہ...  
 معمولی قوت پر اشیائے کائنات...  
 دور سے لوگوں کے دل...  
 خدا میں خدا کا ایک اثر بھی...

### صفر کو منحوس سمجھنا

ہر سال کی عرب کی مندر کو منسوب ہے...  
 انیسویں صدی میں...  
 عربوں نے اس کو...  
 ان کے...  
 اس کے...  
 کو...  
 یہاں اس کو...  
 اس کو...  
 عربوں نے اس کو...  
 یہاں اس کو...  
 عربوں نے اس کو...  
 اس کو...  
 عربوں نے اس کو...

### بکھڑوں کے تسمیر کا اعتقاد

شہر جو کہ... ایک جیدان... کی نسبت عربوں کے...

کہ وہ بعض اوقات راستہ میں سامنے آجاتا ہے اور لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور یہ شیاطین کی ایک قسم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لا غُول (غول کوئی چیز نہیں) میں غول کی ذات اور اس کے وجود کی نفی نہیں بلکہ جاہلی عربوں کے اس قول کا ابطال ہے کہ غول مختلف صورتیں بدلتے اور لوگوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور کتاب نہایت میں ہے کہ غول غیلان کا مفر ہے اور وہ جنات کی ایک قسم ہے۔ عرب کہا کرتے تھے کہ غول جنگلوں میں لوگوں کو دھکاٹی دیتا اور مختلف صورتیں بدلتا رہتا ہے اور وہ لوگوں کو راستے سے بہکا دیتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب غیلان صورتیں بدلنے لگیں تو (اُن کا شروع کرنے کے لیے) جلدی سے اذان کہنے لگو۔ اس سے وہ پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اور بغویؒ نے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لا غُول (غول کچھ نہیں) میں ذات غول کی نفی نہیں بلکہ آپؐ نے یہ خبر دی کہ غول کو امر الہی کے بغیر ہرکانے یا ہلاک کرنے کی قدرت نہیں

(ماثبت من السنۃ)

### منازل شرک اثر کا وہم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولا تؤذوا (تو بھی کوئی چیز نہیں) رواہ مسلم۔ نوذ لغت میں فمر کی کسی منزل کے غروب اور اس کی مقابل منزل کے طلوع کرنے کو کہتے ہیں (مفتخبات اللغات، شرح جامع الاصول میں ہے کہ نوذ انواع کا واحد ہے۔ اور یہ اٹھائیس ستارے یعنی منازل ہیں۔ تیرھویں رات کو طلوع فجر کے ساتھ غروب میں ایک منزل ڈوب جاتی ہے اور اس کے مقابل کی دوسری منزل نکل آتی ہے پس یہ اٹھائیس ستارے سال میں اپنے مدار سے ختم کرتے ہیں۔ عرب کہا کرتے تھے کہ ایک منزل کے ڈوبنے اور اس کے مقابل کی منزل کے نکلنے سے مینہ برستا ہے۔ پس عرب بادشہ کو منزل شرک کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں منزل کے سبب سے ہم پر مینہ برسا۔ ہندو بھی نیچتر سے بادشہ سمجھتے ہیں۔ شرع۔ لے اس اعتقاد کو باطل ٹھیرایا۔ مینہ برسنے والے ملک کے لئے شانہ کی مشہدات اور حکم سے ہے متارسل کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

شیخ عبدالحقؒ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الواء کے باب میں صرف اس  
 بے تعلیظ و تردید فرمائی ہے کہ اس عرب مینہ کو نوؤ کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن جو  
 شخص مینہ کو خدا کی طرف سے بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں نوؤ نے مینہ برسایا اور اس  
 سے اس کی یہ مراد ہوتی ہے کہ فلاں وقت مینہ برسا کہ فلاںی منزل ہے تو ایسا کہنا جائز  
 ہے۔ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت زہراؑ خطابؑ نے نماز استسقاء کا قصد کیا تو حضرت  
 عباسؑ نے پکار کر دریافت کیا کہ ثریا کی منزل میں سے ہنوز کتنے دن باقی ہیں؟۔  
 (ثریا پروین کو کہتے ہیں امیر پروین منازل قمر میں سے ایک منزل کا نام ہے) حضرت عباسؑ  
 رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کے علماء یعنی منجم کہتے ہیں کہ زمین میں منقولہ کے بعد ثریا  
 آفتق کے کنارے پر سات مرتبہ آیا ہے۔ پھر وہ سال گزرنے نہ پایا کہ لوگوں پر مینہ برسا۔  
 امیر المؤمنینؑ نے حضرت عباسؑ سے یہ دریافت کیا تھا کہ اس موسم میں ہنوز کتنی مدت باقی  
 ہے جبکہ منجانب اللہ مادۃ مینہ برسا کرتا ہے۔ اس کی تفسیر یہاں اسانحہ اور ساوان کے  
 حینے ہیں۔

اور نہایت یہ ہے کہ امر جاہلیت کی حدیث میں ہے کہ الواء کی اٹھائیس منزلیں  
 ہیں۔ چاند کی ہیں۔ سے ہر شب کو نئی منزل میں ہوتا ہے اور آیت وَالْقَمَرَ قَدَرًا مِّنْ نَّل  
 (اور قمر کے برابر) تم۔ نے منزلیں ٹھہرا دی ہیں میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (ماثبت من

النسۃ فی ایام السنہ)

الوہ کی نحوست کا وہم

الوہ ایک پرندہ ہے جس کو دن کے وقت کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس لیے  
 رات کو لکھتا ہے۔ یہاں بھی بہت سے جہالہ کا عقیدہ ہے اور عربوں کے دل و دماغ  
 پر جو خاص طبع پریرہ و اہم مسائل تھا کہ جس گھر پر الو بیٹھ جائے وہ ویران ہو جاتا ہے۔ لیکن  
 مصلح اعظم علیہ الصلوٰات و التسلیماتؑ نے اس واہمہ کی تردید میں فرمایا و لا حاتمہ (یعنی  
 الوہ کی نحوست کی بھی کوئی اصل نہیں ایک تو ہامہ کی یہ تفسیر ہے۔ دوسری یہ ہے کہ  
 عربوں کا اعتقاد تھا کہ آدمی کی روح مرنے کے بعد اور بعض کے نزدیک آدمی کی ہڈیاں

اے میری مومنہ! کہ جو یہ کہیں کہ میں نے اپنے لیے ایک اور چیز چاہی ہے۔  
جس سے تم کو برا لگے گا۔ اس کو نہ مانو۔ میں نے یہ کیا ہے کہ میں نے تم کو  
اپنے لیے ایک اور چیز چاہی ہے۔ جس سے تم کو برا لگے گا۔ اس کو نہ مانو۔ میں نے یہ کیا ہے کہ میں نے تم کو

## فصل - ۱

## بہشت پرستی

دنیا میں بہشت پرستی کیوں سرانجام دیتی ہے؟

اور اس میں ابوالہریرہؓ حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو حد تک تھکی اور یہاں تک کہ موت نہ رہی۔ اس کے بعد بہت پرستی نہ ختم لیا اور وہ دنیا کے اکثر حصوں میں دواغ پڑ رہی ہوئی۔ بنی آدم میں بہت پرستی ہے کیونکہ دواغ ہو گیا اس پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

آدم علیہ السلام کی اولاد میں قو، سواع، یعوق اور نسر پنج بزرگ صالح و آقاویٰ ہیں ایسے روزگار تھے۔ قضائے کردگار سے یہ پنجوں نفوس قدسیہ ایک ہی مہینہ میں رحلت گزین عامہ و دواغ ہو گئے اور لوگوں کو ان کی مفارقت دائمی کا بڑا صدمہ ہوا۔ ایک شخص بزرگان قوم سے کہنے لگا کہ اگر آپ حضرات قبول کریں تو میں ان کی صدقوں کی پانچ موتیں تیار کر دیتا ہوں۔ یہ یادگار میں تمہاری دماغی اور راحت کا سامان بنی رہیں گی۔ ان میں روئیں وائل کرنے کی تو تجھ میں قدرت نہیں البتہ مورتیں اس خوبی سے بناؤں گا کہ اصل اور نقل میں تمیز نہ ہو سکے گی۔

بزرگان قوم میں اس تجویز کو پسند کیا اور اس نے پانچ بت تیار کر دیے جو ایک جگہ نصب کر دیے گئے۔ ان کے خوبش و اقارب اور ارادت مند لوگ ان بتوں کا بڑا احترام کرتے اور محبت کی گر محوشی میں ان کے ارد گرد پھرتے۔ وہ صدی جس میں یہ مورتیں بنائی گئیں اسی طرح گزر گئی۔ اگلی صدی آئی تو لوگوں نے قرآن اول سے بڑھ چڑھ کر ان کی تعظیم و تکریم میں حصہ لیا لیکن سلام اور طواف سے متجاوز نہ ہوئے۔ لیکن جب بیسرا قرن آیا تو بعض اشخاص آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے بزرگ اسلاف نے باوجود یہ یادگاریں

قائم نہیں کی تھیں بلکہ، انھوں نے اس موقع پر یہ سورتیں بنائی تھیں کہ پانچوں بزرگ خالق ارض و سماء سے ان کی شفاعت کریں گے۔ چنانچہ فریلہ محبت ہیں ان کی پوہا شرم کردی گئی۔ اب حق تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو منصب رسالت سے سرفراز فرما کر ان کے پاس بھیجا۔ آپ نے ان لوگوں کو توحید کی دعوت دستِ کربت پرستی سے باز رہنے کی تلقین کی۔ لیکن وہ کسی طرح بت پرستی سے باز نہ آئے کچھ زمانہ کے بعد جناب نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ وہ بھی قریباً ہزار سال تک قوم کو راہِ ہدایت پر لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن انھوں نے ایک بھی ان کی نہ سنی۔ آخر قوم نوح طوفانِ گلی نسر ہوئی اور پانی ان کے معبود بتوں کو ادھر ادھر اُچھاٹا پھرا یہاں تک کہ پانی سے تھپیڑوں نے ان بتوں کو حاصل شدہ پردہ پر لا پھینکا۔ جب پانی خشک ہوا تو یہ پانچوں سورتیں ساحلِ بحر پر پڑی رہیں اور بیابان کی ریت اُڑا کر ان کے اوپر پڑتی رہی۔ اس طرح یہ بت بڑی مدت تک ریت کے نیچے دبے رہے۔

مکہ معظمہ میں بت پرستی کا رواج

قریش مکہ اور عرب کے بہت سے دوسرے قبائل کو حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ لوگ خدا کے پیچھے پرستار تھے۔ جناب اسمعیل علیہ السلام ہجرت نبوی سے دو ہزار سات سو تیرا نوے سال پہلے مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ ان کی اولاد ڈھائی ہزار سال تک ان کے مسلکِ توحید پر قائم رہی۔ دنیا کے قریب قریب ہر حصے میں بتوں کا طوطی بول رہا تھا لیکن مکہ معظمہ اور اس کے جوار میں توحید کا غلغلہ بلند تھا۔ آخر نبی آخر الزمان سیدنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قریباً تین صدیاں پہلے مرکزِ توحید میں بھی بت پرستی رائج ہو گئی اور ان اسمعیلیں قاطبۃ بت پرستی کے زندانِ ہلاک میں جا پڑی۔

سب سے پہلے جس شخص نے دینِ اسمعیلی کو بدلا اور مکہ معظمہ میں بت گھرے گئے وہ عمرو بن عامر بن قمعہ بن ابیاس بن مضر تھا جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہو کر عمرو بن لُحی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شخص کعبہ کے مندرجہ حارث کو قتل کر کے خود متولی بن گیا تھا۔



ایک مرتبہ وہ سخت بیمار ہوا۔ کسی نے اس کو بتایا کہ شام میں باتھ کے مقام پر ایک گرم چشمہ ہے۔ وہاں جا کر غسل کرو تو اچھے ہو جاؤ گے۔ اس نے وہاں جا کر غسل کیا تو تندرست ہو گیا۔ بتقاء میں مورقی پوجا زوروں پر تھی۔ وہاں اس نے لوگوں کو بت پختہ دیکھا تو لوگوں سے پوچھنے لگا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ انھوں نے کہا یہ ہمارے معبود اور حاجت روا ہیں۔ یہی باران رحمت بھیجتے، اولاد بخشتے اور رزق میں فراخی دیتے ہیں۔ ان ہی کی نصرت و یاری سے دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔

ابن النجی معینے لگا کہ کیا اچھا ہو کہ میں بھی ایک بت مکہ لے جاؤں اور وہاں اسکی پرستش شروع کی جائے چنانچہ وہاں سے پہل نامی ایک بت حاصل کر کے مکہ معظمہ لایا اور خان کعبہ کے پاس نصب کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن النجی کو ان بتوں کا بھی علم ہوا۔ وہ نہایت عہدہ کے پاس حاصل ہر پر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے عہدہ جاکر ان کو ڈھک ڈھک کھلوا دیا اور لوگوں کو بت اللہ کے پاس نصب کر دیا۔ اس کے بعد جب حج کا موسم آیا تو وہ زائرین کعبہ و بیت پرستی کی دعوت دینے لگا۔ لوگوں نے بڑی رغبت سے اس دعوت کو لیا کہ لہذا اور اس وقت و اوقات ایک بت پرستی شروع ہوئی۔ (تلبیس ابلیس)۔

مکہ کے ہر گھر میں بت

اس نے ہر گھر سے غلام بچہ یا عورت کو لے کر بت کوئی گھر بت کے وجود سے ہماری نہ تھا۔ ہر گھر و گھر اپنی بت کو پوجنے تھے اور جب گھر والوں میں سے کوئی سفر کو جانا چاہتا تو جاتے وقت زحصول برکت کے خیال سے اس بت کو چھوتا تھا اور جب سفر سے آتا تو سب بت پرست اس کا ہر کام بخدا کر اس بت کو چھوتے۔ ہر مکہ میں سے جس کے پاس کوئی مورقی نہ تھی اس نے کہیں سے کوئی صاف شفاف پتھر ہی یا کر معبود کی حیثیت سے رکھ لیا تھا اور وقت فوقت اس کا طواف کیا کرتا تھا۔ اہل شرک ایسے پتھروں کو انصاب کہتے تھے۔ قرآن پاک کی اس آیت میں انصاب سے کنارہ کش رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا لَكُمْ فِي هَذِهِ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيُحْمَلَ ذِكْرُكَ إِلَى الْبَاطِلِ  
وَالْآلَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُنَزِّلُ الشَّيْطَانَ  
فَاجْتَنِبُوا لَعْنَهُمْ تَفْلِحُونَ (۱۰۱)

ہے۔ اس سے بچتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔

### خوشنما پتھر کو معبود بنانے کا معمول

ابن حزمیؒ لکھتے ہیں۔ جب کوئی مشرک سفر کو جاتا اور کسی مندر یا مزار کو چار  
پتھر تلاش کر کے لاتا۔ ان میں سے ہر پتھر اس کو خوشنما دکھائی دیتا اس کو این معبود بن کر اس  
کی پوجا شروع کر دیتا اور باقی ماندہ پتھر ان سے اپنی بانڈی کا پتھر بناتا۔ اور جب وہاں سے  
کوچ کرتا تو اس کو چھوڑ دیتا۔ پھر جب دوسری مندر پر اترتا تو وہاں بھی ایسی کرتا۔ اور رات  
عطار دیتی جو ایک جنس القند تابعی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ ہم ایک مندر بنام بیت بن پتھر  
کو پوجا کرتے تھے۔ جب ہم ایک پتھر سے بہتر کہیں سے دوسرا تو بصورت پتھر پاتے تو پتھر کو  
پھینک کر دوسرے کو پوجنے لگتے تھے۔

عطار دیتی نے کہا کہ جب ہم کسی مقام پر پتھر نہ پاتے تو ریت کا تودہ جمع کر لیتے اور  
ایک بھیڑ لاکر اس پر کھڑی کرتے اور وہاں اس کا دودھ دودھ دیتے۔ پھر اس تودہ کے  
ارد گرد طواف کیا کرتے اور سفید پتھر کے کرا ایک مدت تک اسکی پر نقش کرتے پھر اس کو  
پھینک دیتے۔ (تلبیس ابلیس)

### عمر بن لُحی جہنم میں

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج عمر بن لُحی کو جہنم میں دیکھا تھا جنہ  
سب روایت ابن عباسؓ آپ نے فرمایا کہ جہنم میرے سامنے کی گئی تو میں نے اس میں  
ایک شخص کو دیکھا جو لیست و امت سرخ فام کر بخا تھا۔ وہ آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹتا پھرتا  
تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر بن لُحی ہے جس نے سب سے  
پسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دین بگاڑا اور عرب میں بت پرستی رائج کی (بخاری)  
مسجد الحرام میں معبودان باطل کی سرکوبی  
فتح مکہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں گئے۔ وہاں خانہ کعبہ

کے گرد مورتیں رکھی تھیں آپ کمان کی نوک سے ان کی آنکھوں اور چہروں پر کو پختہ  
جاتے تھے۔ اس وقت آپ یہ کہتے جا رہے تھے: *بجاء النبی و زواریہ الباطل ان الباطل ا*  
*کون و الحق قاسم* کیا اور باطل مٹا اور باطل تو نیست و نابود ہی ہونے والا تھا اور  
صحابہ کرام نے آپ کے حکم کے بموجب نرم بت اور نہ سے راست۔ پھر مسجد سے نکالا کہ  
نذر آتش کردہ ہفت گئے۔ (المیسر، ص ۱۴۱)

### ہٹل کا استیصال

فتح مکہ کے دن ہٹل کو بھی نزل آیا اور اس کے پرچہ آزاد یہ گئے۔ قریش کا یہ  
بت کتبہ معالیٰ کے عین و منہ ہیں حسب نم۔ قریش کے تمام معبودوں میں ہٹل سب  
سے زیادہ واجب الماحہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ یہ بت سسٹا سسٹا کہ انسانی عورت کا لیکن  
اسے ان بزرگی کے ہیں مجھے خبر ملی۔ ہٹل کو وہ عتیق شرف کا تھا۔ اس کی پٹھان پر ایک آدمی  
دیا جو اٹھائیس کا دہن پانچ تھستہ تھا قریش نے اس عورت سے بیویاں پر ملاں کا  
ہاتھ سونے کا بنوا کر لگایا گیا۔

سب سے پہلے اس بت کو فریادہ بن دھرم نے لٹھری کر کے پکڑ لیا۔ اس کے بعد  
میں تھا۔ اس کے آگے سات گڑیاں بن چلیاں تیردہ لڑکیاں رہتی تھیں۔ ایک بڑے مزک  
اور دوسری پر طعق لکھا ہوا تھا۔ سب سے پہلے کے متعلق لوگوں کو کچھ اشتباہ ہونے لگی تھی کہ  
نہ ہٹل کا یہ سات بتاتے۔ پھر ان تیروں سے ہٹل پھینکتے گزرتے تھے اس پر سچے کو  
الستہ کے ساتھ سے ہٹل۔ اگر طعق لکھتا تو اس سے اس کے تھے۔ تھیں کہ  
تھیں۔ ہٹل پر ہٹل کرتے ہٹل ہٹل کرتے تو ہٹل کے پاس جا کر پاس پھینکتے تھے۔ (المیسر،  
ص ۱۴۱)

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ عربوں نے اس سے اندھا بن گیا۔ اس کے بعد امجد  
عبد المطلب نے منہ مافی ثقی کہ جس وقت وہ اپنی دس بیٹیوں و بیوان تھیں کہ  
ایک بیٹی کی بیاہ پر قریشی ہٹل تھے۔ مگر یہ بیٹی قطعاً نہ رہی ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ  
نے نہ رہی تھی کہ اگر وہ نے ہٹل میر۔ دس جوان بیویاں کو میری قوت بازو اور پشت پناہ

بنائے گا تو میں ان میں سے ایک بیٹے کو فی سبیل اللہ قربان کروں گا۔ تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب سیرت کبریٰ کی پچیسویں فصل ملاحظہ ہو۔

غزوہ اُحُد کے اختتام پر سرخیل کفار ابوسفیان بن حرب نے کہا تھا کہ آج صبح کا بول بالا ہوا اور کہا کہ عُنْزِی ہمارا پروردگار ہے اور مسلمانوں کا کوئی مددگار نہیں۔ سردارِ دہلم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ جواب میں کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔ اب ابن جریر طبری

### اُساف اور نائلہ کی سوانح و پامالی

اُساف اور نائلہ قریش کے مخصوص بت تھے جن کو چاہ زمزم کے پاس نصب کر رکھا تھا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ اُساف قبیلہ خزیم کے ایک مرد اور نائلہ اسی قبیلہ کی ایک عورت کا نام تھا۔ اُساف بن یعلیٰ اور نائلہ بنت زید میں باہم معاشرت تھا اور میں میں ان کے عشق کے افسانے مشہور تھے۔ ایک مرتبہ یہ دونوں ایک ہی قافلہ میں حج کو آئے۔ سو اتفاق سے دونوں ایک وقت خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت ان دونوں کے سوا ویاں کوئی موجود نہ تھا۔ اُساف نے اسی بقعہ مقدسہ میں نائلہ سے بدکاری کی۔ غضبِ خداوندی حرکت میں آیا اور دونوں مسخ کر دیے گئے۔

علی الصبیاح لوگوں نے دونوں کو بے جان پتھروں کی شکل میں مسخ شدہ پا کر عبرت روزگار بننے کے لیے ایک جگہ نصب کر دیا۔ کچھ مدت کے بعد جب مکہ میں بنتِ ہاشمی شہِ برقع موئی تو لوگ ان دونوں کو بھی پوچھنے لگے۔ فقہ مکہ کے دان حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھی قلع قمع کا حکم دیا۔ چنانچہ ٹوٹ بھوٹ کر دنیا میٹ کر دیے گئے۔ خانہ کعبہ کے نام بتوں کی تعداد سال کے دنوں کے برابر تین سو ساٹھ تک پہنچی مونی تھی۔ سلسلہ تطہیر میں سب بے نشان کر دیے گئے۔

### عنات کی سرکوبی

حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے تطہیر کعبہ کے بعد عرب کے تمام مشہور بتوں کو جو معبودوں کی حیثیت سے مرتبہ انام بنے ہوئے تھے منہدم کر دیا۔ عرب کی ایک

مشہور بیت مناقہ قاجار جو قزقم کے کنارے ملکہ اور مدینہ کے درمیان قلعہ بیک کے مقام پر تھا قبولِ اسلام سے پہلے اوس اور خنزرج اس کے سب سے بڑے پرستار تھے۔ بنو خزاعہ اور ہندیل بھی اس کو پرستتے تھے۔ ان کے علاوہ مدینہ اور ان کے قریب وچور کے مواضع میں سب سے دوسرے ہی مناقہ کے واسطے قربانی کرتے اور بہت ہی جیتے رہتے تھے۔

مروئی ہے کہ اوس اور خنزرج اور وہ لوگ جو ان کے مسلک پر چلتے تھے حبیبِ نبی کے لیے کہہ رہے ہیں کہ تم تو سب ایک موقف میں دو رہے۔ حجاج کے ساتھ کھڑے ہوتے لیکن اپنے سر نہیں منڈاتے تھے۔ پھر حبیب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوتے تو مناقہ کے یہاں جا کر اس کے پاس اپنا سر منڈاتے اور وہاں ٹھہرتے تھے اور بدون اس کے اپنا حج مکمل نہیں سمجھتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد واپس جا کر سر در اندازہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کے اندام پر متعین فرمایا اور انھوں نے جا کر اس کو توڑ پھوڑ کر بے نشان کر دیا۔ (تلبیس ابلیس)

### لالت کا انہدام

ان بت پرستوں نے جو بنو مشرف، سلام نہیں جانتے تھے منات کے بعد لالت کی پرستش شروع کر دی تھی۔ یہ بت حائف میں ایک بڑے مروج پتھر پر تیار کیا گیا تھا۔ اس کے متونی قبیلہ بنو ثقیف کے رؤساء تھے۔ انھوں نے اس پر عمارتیں بنا رکھی تھیں عرب اسی کی نسبت سے زید اللات اور عیاللات وغیرہ نام رکھتے تھے۔ امام بن جوزی لکھتے ہیں کہ اب جہاں طائف کی جامع مسجد ہے۔ لالت اس کے بائیں مناسک کے مقام پر تھا۔ لالت برابر اپنی حالت پر وجود و مسجد پر اب جہاں تک کہ ثقیف مسلمان ہوئے۔

بنو ثقیف مسلمانوں کی بت شکنی کی خبریں برابر سن رہے تھے۔ طائف کا جو وفد مدینہ منورہ آیا اس نے دورانِ گفتگو میں سید عالم و عالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ لالت سے کیا سلوک کیا جائیگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی توڑ دیا جائے گا یہ سن کر وہ حیرت منہ ہوئے اور بولے کہ کوئی لالت کو ہاتھ لگے سکتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ضبط نہ ہو سکا بولے کہ تم لوگ کتنے جاہل ہو۔ لالت تو محض ایک بے جان پتھر ہے۔

جس کو اپنی ہستی تک کی خبر نہیں۔ اس کا ان وفات سے بارگاہ نبوت میں گذرنا شش کی کہ تمام فوت کو پانچ نہیں لگا سکتے۔ آپ جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔

عذارت کی والیسی پر سیدہ رافعہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شش و شش میں اس کا اور سفید بن عرب کو جو فتح مکہ کے بعد شش با سلام ہو چکے تھے اور فہرست میں اس کو بھیجا۔ شش کے موافق طالعہ کے منہم اعلمہ اس کو جو کہ منہم اکرائیں۔ اس کے بعد پانچ کر انہوں نے مکہ کو ڈھانا شش فرم کر دیا تو وہاں گرام مچ گیا۔ عورتیں۔ وقتی بونی شش کے گیسواں سے نکلیں اور یہ شش چھتی جاتی تھیں۔

انہا البکین و مناع  
اسلموا الرضاع  
لم یحسوا المصارع  
ان غرض انہ کو منہم کر کے آگ سے بھونک دیا گیا۔ (تاریخ عبری وغیرہ)  
وڈ کا ملیا میٹ ہونا

جس موہم حج میں عمرو بن لُحی نے عربوں کو بت پرستی کی دعوت دی تھی اسی میں وفتی انقری کے ایک رئیس عوف بن عذرہ بن زید اللات نے اس سے درخواست کی تھی کہ اپنا ایک بت ہمیں دے دو۔ اس سے اس درخواست کو قبول کیا اور عوف بن عذرہ وڈ نام کا ایک بت اپنے ساتھ لے گیا۔ امدادی القری کے قصبہ دومۃ الجندل میں نصب کر دیا۔ اس کے بعد جب اس کے گھر سے گھوڑا لہو اتوا اس کا نام عبد وڈ (وڈ کا بندہ) رکھا۔ عوف نے اپنے بڑے بیٹے حاصر کو اس کا دربان اور مجاہد کیا۔ ان ایام سے عوف کی اولاد اور دوسرے لوگ اس بت کے پرستار چلے آتے تھے۔

مالک بن حارثہ انصاری صحابی نے کلبی سے بیان کیا کہ میرا باپ میرے ہاتھ وودہ بھیجا کرتا تھا کہ یہ جا کر اپنے معبود کو پادوس میں وہاں سے آگے بڑھ کر خود اس کو پی جاتا تھا۔ کلبی نے مالک بن حارثہ سے ایسے الفاظ میں وڈ کی تصویر کھینچنے کی درخواست کی کہ گویا وہ اس کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں۔ مالک نے فرمایا کہ وڈ ایک ایسے مرد کی صورت میں تھا۔ جو بڑے سے بڑا دیو



ہر ایک کے لئے اس میں دو رنگ ہوتے ہیں۔ ایک نازکی رانہ تھوڑا سا دھیرے سے  
اس کے ذریعہ کہ حق ایک تھوڑا سا دھیرے سے اپنے لئے بناتا ہے اور ایک تھوڑا سا  
اور ترکش ہیں تیر تھے۔

[illegible]

۱۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور  
 اسی کی راہ میں جہاد کرو اور اس کی راہ میں  
 جان و مال کی قربانی کرنا بہتر ہے  
 اور زیادہ مستحب ہے اور اس کی راہ میں  
 جہاد کرنے والوں کو اللہ بڑی اجر عظیم  
 عطا فرماتا ہے۔

پھر اس نے کہا

یاجنامہ جامع الاشواق کبیر      اسٹیمپر سروس و جگہ کے قیام کرنے والے

یا بایست اکمل قول و لم قلہ است کائنات تیری ماں پیدا نہ ہوئی اور تجھ کو نہ جنتی

پیرس کی شہر یعنی گرہی اور زور سے ایک پتہ مار کر مری۔

اس قصہ کے مجذوب عبدود اور غلام کی اولاد پر لپٹے معبود کی بے بسی ظاہر

مہولی قزوین حضرت نادر رضی اللہ عنہ کے : ہتھ پرتائب جو کہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(تلمیس ایلیس وغیرہ)

عُزْزِي كَا قَلْعِ قَمْعِ

مہر چاند کہ مکہ مکرمہ میں بہتیرے بت موجود تھے جن کی شب و روز پرستش ہوتی تھی

گورنمنٹ کے جذبہ و ثنیت کو اس سے تسکین نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے وہ دوسرے

قبل کے بتوں کے ساتھ منہ بھی سر بسجود ہوتے رہتے تھے۔ عربی قبیلہ غزوہ بن کا معبود تھا۔ کثر قریش بھی اس کی پرستش کرتے تھے اور تسمیہ میں اس کی طرف منسوب ہونا بامعنی شرف بن کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز قریش کا مشہور نام ہے۔ یہ بت نور سنان کے ایک باغ میں نصب تھا۔ قریش برابر وہاں تجماعت کرتے جاتے اور قربانیاں کرتے تھے (معجم البلدان)۔

حضرت سیدنا مہجود ذات السنی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید کے انہدام پر مامور فرمایا۔ وہ منہدم کر کے واپس آئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے پوچھا کہ وہاں کوئی خاص بات بھی دیکھی۔ غزوہ کی نہیں۔ فرمایا وہ بارہ بارہ اور اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔ دو بارہ پتے تو تھر خانہ میں سے ایک عورت برآمد ہوئی وہ دیکھ کر وہ بال بکھیرے اپنے دونوں ہاتھ کندھوں پر رکھے اپنے دانت کٹکتی ہے اور اس کے پیچھے اس کا دھڑبان کھڑا ہے۔ حضرت خالد اس کا کام تمام کر کے بارہ نبوت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب یہ کام پانچ کھیل کو بچا بھی نہ رہے۔ آئندہ عرب کے لیے کوئی عترتی نہ ہوگی۔ رطوبات ابن سعد و تہذیب لمیس۔

### سواع کی بربادی

عزربن لُحی نے قبیلہ ہذیل کے ایک شخص کو جو حارث بن تمیم کے نام سے مشہور تھا۔ ایک بت دیا جس کو سواع کہتے تھے۔ یہ بت بطن نخلہ کی زمین رباط میں نصب تھا اور اس کے قرب و جوار کے مضر اس کی عبادت کرتے تھے۔ چنانچہ عرب کے ایک شاعر نے قبیلہ مضر کی صنم پرستی پر کہا تھا۔

تراحم حول قبلتم عکونا  
لما عفت هذیل علی سواع  
لیظن جنابہ صری لہ یہ  
عناز من ذخائر کل راع

تو ان کو دیکھے کہ اپنے قبیلہ کے گرد عبادت میں ایسے  
جھکے ہیں جیسے ہذیل کے لوگ سواع کے گرد پوجا کے  
ایسے جھکے رہتے تھے

کہ یہ ایک راعی کے ذبیحہ کے نفائس میں،  
فتح مکہ کے بعد اگرچہ عرب کے اکثر قبیلے اصنام پرستی چھوڑ کر اپنی قسمت اسلام سے

وابست کر چکے تھے لیکن ان نو مسلموں کی اکثریت اپنی سابقہ عقیدت کے باعث بہت دنوں تک جو یہ بات کہہ اٹھاتے تھے وہ فخر و تعجب سے بھرپور تھی۔ چونکہ شیعہ عام صلی اللہ علیہ وسلم ان نو مسلموں کو اپنے اپنے معبودوں کے تورات کی مشقت اور آزار میں روزانہ اپنا ہتھیار نہیں دیتے اس لیے اس کام کی انجام دہی کے لیے آپ ہمیشہ اپنے پرانے ہاتھ میں تھوک کو بھینچتے رہتے۔

آج کل کے خرافہ و عوامی عقائد کو سننے کے دھماکے پر مامور فرمایا۔ یہاں پر آج کل کے شیعہ نے کرنا جو نہیں میں نہیں تو بیت شانہ کو جو یہ تہ سے پوچھنے لگا کہ اگر خرافہ سے آگاہ ہو تو بتاؤ کہ انہوں نے کونسا کوڑا مارا ہے کہ یہ۔ وہ بڑے اٹھنڈا اور تہ سے کہہ کر ختم کر دیا۔ یہ کہہ کر مسکوتے۔ معبود خود اپنی شانہ کر رہا۔

حضرت زین العابدینؑ کے زمانے میں جب یہاں پہنچ کر اپنی بستی تک کا علم نہیں ہوا تو انہوں نے بت کیا کہ یہاں کوئی مسجد نہیں ہے اور یہاں کوئی مسجد نہیں ہے۔ اس کے بعد وہاں سے فرمایا اب تم نے اس کی طاقت دیکھ لی ہے وہ بت کی یہ درگاہ اور یہاں سے دیکھ کر شرف بادہ ہو گیا (طبقات ابن سعد)

ذوالخندہ کی بربادی

حضرت زین العابدینؑ کے ایک ذوالخندہ تھا جو سفید و دریا تھا کہ بنا ہوا تھا اور اس پر تان کی صورت میں تھی یہ بت کہ سات روز کے فاصلے پر میں اور کہہ کہ درمیان ایک مکان میں رکھ دیا تھا۔ شیعہ اور بھیمہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے لیے یہاں بھینچتے تھے۔ وہاں سے لوگ بھی اس کا احترام کرتے تھے اور اس پر نذرانے کی قربانی بھی جاتی تھی۔ ایک دن امام زین العابدینؑ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل بن عبد اللہ بھلی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذوالخندہ سے کفایت نہیں کہو گے؟ انھوں نے اس کی حاجی بھری اور قبیلہ انھیں کے ہمارے کر رہا ہوئے۔ قبائل شیعہ اور باطلہ نے مزاحمت کی لیکن جبریل نے ان کو بے حد دی اور انھوں نے ہزار ہا ہزار کی خدمت جبریل نے ذوالخندہ کی عمارت میں آگ لگا دی۔ اس کو بالکل منہدم کر دیا۔ ذوالخندہ اب مسجد تبارک کا چوکھٹ ہے (تلمیس ابلیس)

## فلس کا اسلام

سنت میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو قبیلہ بنی نضیر کے بت فلس کے منہم گم کرنے پر مامور فرمایا جو حاتم طائی کا قبیلہ تھا۔ سیدنا علی مرتضیٰ نے جاکر اس بت کو گم کیا اینٹ سے اینٹ بجادی۔ منہم گم کے بیٹے بنی جہاک کے جس طرح قریش نے بنی امیہ کے پیرو ہونے کے باوجود بت پرستی اختیار کر رکھی تھی اسی طرح عہد عیسیٰ اللہ علیہ وسلم نے کے ساتھ بت پرستی بھی تھی۔

نسرہ مدنی اس قرار کے کچھ عرصہ بعد اپنی بہن کی تحریر سے مدینہ منورہ آئے۔ وہ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ اس وقت اسلام کے پتہ سے جاہم ابیان نے گرفتہ ہو چکے تھے۔ ان کے منہم گم ہونے کی تفصیل اس کتاب کو انشاء اللہ تحریر فرماؤں گا۔ ان کی زبیر بن عوف کتاب شمشاد کی ہے۔

### دوسرے بتوں کا شمار کیا جانا

ایک بت زبیر بن سبا کے موضع شمع میں تھا جس کو نسرہ کہتے تھے۔ جس کو قبیلہ اوس کے ملکہ پوجتے تھے۔ کچھ زمانہ کے بعد ذوالنہاس نے ان کو یہودی بتا دیا کہ ان کو دوسرے لوگ پوج رہے ہیں۔ آخر سب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بتوں کو توڑ دیا۔ ان کے منہم گم کر دیا گیا۔ عروہ بن لوی نے ان کے منہم گم کرنے کی درخواست کی۔ اس کو ایک بت دیا تھا جو لیث کے نام سے مشہور تھا۔ یہ بت میں کے ایک ٹیلے پر تھا اور قبیلہ خزاعہ اور اس کے حلیف اس کی پرستش کرتے تھے۔ عروہ بن لوی نے ایک بت قبیلہ ہمدان کے رئیس مالک بن یزید بن جہشم کو دیا تھا جس کا نام یعوق تھا۔ وہ ایک گاؤں شوان میں تھا۔ کیا اس کو قبیلہ ہمدان نے اس کے بیٹے حلیف پوجا کرتے تھے۔ یہ اسنام فرمان نبوی کے تحت ملایا گیا کر دیئے گئے۔

قبیلہ دوس کا بت ذوالنہاس کے نام سے مشہور تھا۔ یہ بت ان کے بتوں میں سے ایک تھا۔ وہ داخل ہوئے تو خاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے جنم بن عروہ انہی کو اس کے بتوں کے لیے بھیجا انہوں نے جاکر اس کو بگاڑ دیا۔ ان کے بتوں میں سے ایک بت ذوالنہاس کے بتوں میں سے ایک تھا۔



## فصل ۱۲-

## بچوں کو پٹر غلام بنالینا

عرب کی سرزمین سید الاولیاء و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جن بد اطوار لوگوں کے حصار میں گھری ہوئی تھی ان میں لوگوں کی یہ عادت بد بھی داخل تھی کہ جہاں کسی بچے کو اکیدا و کیدا پاتے تھے اس کو پٹر کر غلام بنالیتے تھے یا غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیتے تھے۔ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبنی حضرت زبیر بن عمار رضی اللہ عنہ اس طرح پٹر کر غلام بنائے گئے تھے۔ بنو نضیر کے حواریوں کو بڑا کر مکہ معظمہ لے آئے تھے اور غلام کی حیثیت سے ان کو فروخت کر دیا تھا۔

چونکہ زبیر کا ستارہ قبائل نہایت عروج پر تھا۔ غلامی میں ہفتہ اقصیٰ کی شہنشاہی سے بڑھ کر عظمت ملنے والی تھی۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے اپنے بڑے زادہ حکیم بن تزام کی وساطت سے ان کو زبیر پر لایا۔ جب کچھ بڑے ہوئے اور سرور و جہاں میں اللہ علیہ وسلم نے جو بر و دانش زبیرؓ کے نا صبیہ شباب پر نمودار پایا تو جناب خدیجہؓ طابہ ثلث سے فرمایا کہ یہ غلام مجھے بہہ کر دو۔ انھوں نے زبیرؓ کو آپؐ کی ملک کر دیا (ابن سعد) تفصیل کے لیے رافضی کی کتاب ”سیرت کبریٰ“ (صفحات ۲۵۷-۲۶۲) ملاحظہ ہوں۔

اس قسم کے بہت سے امثالہ و نظائر ہیں جن میں اطفال خود و سال ظالموں کے دست جفا میں پڑ کر نعت آزادی سے محروم ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمہم نا استنا بچوں یا بڑوں کو غلام بنالینے کی سختی سے ممانعت فرمایا کرنے تھے۔ اس سلسلہ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ اس شخص کی کوئی نذر قبول نہیں کرتا جو کسی آزاد عورت کو لونڈی اور کسی آزاد مرد کو غلام بنائے (ابوداؤد) اور فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف خود بخود عی ہوں گا۔ ایک وہ جس نے مجھے سنا من دے کر کسی کو دھوکا



دیا۔ دوسرا نہ جبر سے آزاد آدمی کو پڑا اور غلام کی حیثیت سے بیچ کر اس کی قیمت وصول  
کی۔ تبسرا وہ جس نے کسی مزدور کو مزدور بنی پر لگنا۔ اس سے کام کرایا یا لیکن مزدوری نہ  
دی۔ (بخاری و ابن ماجہ)

## فصل - ۱۵

## بدتمیزی اور بد خوئی

ظہورِ امام سے پہلے غریبوں کی اخلاقی حالت بہت ہی ہتھیروں پر تھی۔ یہ لوگ سخت انگڑیاں اور بے دریا اور وحشی واقع ہوتے تھے۔ ان کی عام عادت تھی کہ راستوں میں لوہے کے براڑے کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ کمینہ حرکت کتنی اندازِ رسانی کا باعث تھی۔ اس کے متعلق مصححِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ میں اندر سایہ دار جگہ کے نیچے رفیع نہ بہت کرنا ایسا کام ہے جس پر لوگ لعنت کرتے ہیں۔ اس لیے اس سے بچنا مستحسن ہے۔

ان کی درشت مزاجی اور احمہ پنہ کو آپ اس واقعہ پر قیاس کر سکتے ہیں کہ حاملِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس وقت آپ نے موٹے کنارے کی نجس زانی چادر اڑھ کر رکھی تھی۔ ایک اعرابی نے آکر آپ کی چادر پکڑ لی اور اس کو سختی سے کھینچنا شروع کر دیا۔ اس شخص نے ایسی بری طرح آپ کی روانے مبارک کھینچی کہ آپ اپنی جگہ پر کھڑے نہ رہ سکے اور اس گنوار کے سینے سے آگے اور میں نے دیکھا کہ چادر کے کنارے کی رگڑ سے آپ کی گردن میں نشان پڑ گیا ہے۔ اس کے بعد وہ کنوار آپ سے کہنے لگا کہ محمد اکرم کرو تا کہ خدا کے ماں سے جو تمہارے پاس ہے مجھے کچھ دیں شفیقِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر آپ ہنسے اور اس کو کچھ رقم عطا کرنے کا حکم دیا۔ بخاری و مسنم احادیث کہ اگر آپ کی بجائے کوئی اور حاکم ہوتا تو عطیہ کے بجائے اس کو اس حرکت پر اچھی گوشمالی اور سزا دی کرتا۔

اسی طرح حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ خنین سے مراجعت کے وقت میں آنحضرت کے ہمراہ تھا۔ راستے میں چند دیہاتی دست سوال دراز کرتے

تو نے آپ سے بڑی طرح چٹے یہاں تک کہ آپ کو دھکیل کر کیکر کے درخت سے جا لگایا۔  
اور درخت نے آپ کی چادر مبارک آپک لی۔ آپ ٹھیر گئے اور فرمایا کہ میری چادر اتار دو۔  
اگر میرے پاس ان خادوارہ شخصوں کی تعداد کے برابر خوشبو تے تو بھی میں تم میں بانٹ  
دیتا اور تم لوگ مجھ میں درود بخوانو اور بزدل نہ پاتے (بخاری)

ایک مرتبہ آپ سنہ ۱۱ تھے۔ ایک بدوی نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور کف  
لگا کر اٹھ گیا۔ مجھے وہ بات بتائی جو مجھ سے قریب اور ۱۰۰ سے دور رہتا تھا۔ ایک  
مرتبہ ایک بزمین آیا اور آپ کے انومبارک سے زانو مبارک بیچ لیا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے  
سجود نبوی میں پیشاب کر دیا۔ نبی کریم نے اس کو سزا دی چاہی لیکن رحمت عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ان کو روک دیا (بخاری) ایک بار ایک شخص نے بلحاظ اجازت، استان مبارک  
میں گھس آیا۔ آپ نے فرمایا تم نے اجازت کیوں نہیں لی۔ بولا میں نے کبھی مضر کے کسی  
شخص سے اجازت نہ لی تھی۔ اس شخص کی (اسد الخباہر) عمارہ کرم نبی اللہ عنہ کو جب بھی رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو اس نے کھانا نہ شروع کرتے  
کھاتے ہیں یا تھ نہیں دے تھے۔ ایک بار اس حالت میں ایک دیہاتی آیا اور سب  
سے پیٹ کھاتے ہیں یا تھ دے تھے۔ اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ تم نے بسم اللہ  
نہیں پڑھا۔ کھانے پر بسم اللہ پڑھا تو اس میں شیطان نہ رہا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے (ابوداؤد)  
سرخ زبانیوں کو بدتمیزی سے پکارنا۔

سنہ ۱۱ میں قبیلہ بنو مہم کا وفد مدینہ اور سوال آیا۔ وہ پہلے رفت تھے۔ بسم اللہ  
نبی اللہ علیہ وسلم خانہ اقدس میں جا کر استراحت فرما رہے تھے۔ یہ لوگ سخت بدتمیزی سے  
باواز بلند پکارے گئے کہ محمد! باہر آؤ۔ اور جب آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو کہنے لگے کہ  
ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم سے دعا ہے کہ یہ لوگ تم پر اپنی عظمت و بڑائی ظاہر  
کریں۔ جن افراد نے اس بدتمیزی کا ثبوت دیا وہ کوئی عام دیہاتی کندہ نا تراش جہلاء نہ  
تھے بلکہ ملک بھر کی منتخب روزگار مستیاں تھیں۔ ان کا خطیب عطار دین حاجب  
وہ شخص تھا جو شاہ نوشیروان کے دربار سے حسن تقرر کے صلہ میں کعبہ کعبہ کا خدمت حاصل

کر چکا تھا۔ ان میں اقرع بن حابس عرب کا مشہور حکم بھی تھا جس کے سامنے قومی تقدیر کا صرافہ پیش ہوتا تھا۔ اقرع کو دعوے تھا کہ میں جس کی تعریف کر دوں وہ چمک جاتا ہے اور جس کی مذمت کر دوں وہ ہمیشہ کے لیے داغدار ہو جاتا ہے۔ راصاہہ اسی طرح وفد میں اور بھی نامور رہے تھے۔ لیکن چونکہ کفر و دشمنیت کی تابی میں عمریں گزاری تھیں اور ہنوز توحید و ایمان باللہ کا جلوہ دیکھنا نہیں تھا۔ ادب و تمیز داری کی صفت سے عاری تھے۔

خدا سے عزیز نے ان کی اس بدتمیزی پر سورۃ حجرات کی یہ آیت نازل فرمائی :-

رَبِّ الَّذِينَ ينادُكَ مِنْ دَرَاةِ الْحِجْرِ اَنْ تُكَلِّمَهُمْ لَا يَفْقَهُنَّ فَوَكَّدُوْا اَنْهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ سَلَامًا خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر راہ عقل میں اور اگر وہ اتنی درجہ کر تے کہ آپ خود بخود ان کے پاس باہر نکل آتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بخشنے والا اور

رحم کرنے والا ہے۔

ر حجرات آیت ۱۲

الغرض بعثت سے پہلے اہل عرب من حیث القوم بہالت اور بدتمیزی کے غار میں رہتے ہوئے تھے لیکن مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے ان کو اس درجہ مہذب و شائستہ بنادیا کہ انھوں نے حضور سے دنوں میں دنیا کی تمام قوموں کے لیے معلم اخلاق کی حیثیت اختیار کر لی ۝

## فصل - ۱۴

## بدعات حج اور انکی اصلاح

قریش اپنے آپ کو دیریں ابراہیمی کہہ پیر و بتاتے تھے اور وائل میں واقعی اس کے پیر  
تھے لیکن آہستہ آہستہ ان کی مذہبی حالت بگڑتی گئی اور موزن مانہ سے دین ابراہیمی میں شریک  
اور بدعتیں داخل ہو گئیں اور اقبالیہ کہتے کہ انھوں نے بت پرستی تک کو دین و مذہب کا عمل  
اکبر سمجھ لیا۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دین ابراہیمی کا چہرہ  
بالکل منہ بوجھ کاغذ سعد بن غلبہ علیہ السلام کہتے ہیں کہ اس کے مؤسس و بانی تھے اور ان کے  
اعلان کے موجب حج و عمرہ اعماد امانت مانا جاتا تھا۔ اس لیے بت پرستی اختیار کرنے کے  
بعد بھی رسول اہل حجاز بلکہ رسول عرب اس فریضہ کا پابن پیدا آتا تھا مگر اس کے ارکان اور  
طریقہ ادائیگی طرح طرح کی بدعتیں اور بیودگیاں داخل کر دی تھیں۔

## وقوف عرفات سے اعراض

قریش کا معمول ہو گیا تھا کہ جب مکہ معظمہ سے حج کے لیے نکلے تو اپنے آپ کو  
دوسرے حجاج سے مینہ کرنے اور اپنی خصوصیت بتلانے کے لیے وقوف عرفات کی  
جگہ مزدلفہ ہی میں قیام کر کے وہاں سے لوٹ آتے تھے (بخاری) حالانکہ مزدلفہ ہی کے  
مذہب میں ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر قریش بھی دوسرے لوگوں  
کی طرح حرم سے باہر سنا سکے حج اور کربہ تو ان کی اور دوسرے لوگوں کی حیثیت مساوی  
ہو جائے گی اور ان کی شان بیکتائی میں فرق آجائے گا۔ لیکن اسلام عدل و مساوات  
کا پیغام لے کر آیا تھا اس لیے وہ اس میں قریش کو کوئی تفوق دینے کو تیار نہ تھا۔ چنانچہ  
رسول العزت نے اپنے رسول قبول کو تکمیل بھیجا۔

وَإِذَا انْقَضَ مِنْ تَرَاتُتٍ بِحَدِّبِ عَرَفَاتٍ سَبَّحْتَ تَوَاضَعْتَ تَرَامَ (مزدلفہ) کے پاس

فَاذْكُرُوا لِلّٰهِ عِندَ الْمُنْتَهٰی خرا کا ذکر کرو (مزدلفہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان  
الحرا اور وادگ) وہ لکھا ہے تم جو جگہ ہے اس کو مشعر اعرام کہتے ہیں (اور اس کو یاد کرو  
وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الصّٰلِحِیْنَ ثُمَّ اَنْذِرُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ اَنْصَارُ اِنْ كُنْتُمْ اَنْصَارُ النَّاسِ (۱۹۰) اب کہ حج کے لیے، اسی جگہ (عرفات) پہنچو واپس آؤ جہاں  
اور لوٹ جا کر واپس آتے ہیں۔

اس حکم کے بموجب حضرت امام المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم جبۃ الوداع میں عام لوگوں  
کے ساتھ عرفات میں گئے اور اعلان کر دیا کہ عرفہ کا قیام حضرت خلیل علیہ السلام کی یادگاہ ہے  
اور چونکہ تم لوگ اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت پر ہو اس لیے اپنے مشاعر  
(مقدس مقامات) پر قیام کرو۔ آپ نے عرفات کے ایک مقام پر جے نہر کہتے ہیں کیل کے  
خیمہ میں قیام فرمایا۔ دو پہر صلا گئی تو آپ ناقہ پر سوار ہو کر عرفات کے میدان میں آئے اور خطبہ  
دیا جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدْرِيْ مَوْضُوْعٌ  
اجابیت کے تمام رسم و رواج میرے دونوں قدموں کے نیچے ہیں، روادا ایتنا۔ کی رسم۔ یہ  
اسلام میں پہلا دن تھا۔ جبکہ جاہلیت کی تمام یہودہ رسمیں مٹا دی گئیں۔ مزدلفہ مال کم جنیت،  
قریش غیر قریش پیدا و بیاہ سب ایک سطح پر آئے گئے۔

مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد کوچ کرنا

سنت ابراہیمی کے خلاف کفار قریش کی ایک بدعت یہ تھی کہ جب تک آفتاب  
پورا نہ نکل آتا تھا اس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ چمکنے نہیں لگتی تھی مزدلفہ  
سے کوچ نہیں کرتے تھے۔ طلوع کے تھوڑی دیر بعد وہ باذان بلند کہتے تھے۔ کوہ شہیر!  
دھوپ سے چمک جا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کے ابطال کے لیے طلوع  
آفتاب سے پہلے یہاں سے کوچ کیا (بخاری ابوداؤد)

محمد بن قیس بن مخزوم کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (جبۃ الوداع میں) خطبہ  
دیا۔ جس میں فرمایا کہ اہل جاہلیت عرفات سے اُس وقت پھرتے تھے جب سورج غروب



سے پہلے اندر باہر ہونا تھا اور مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد نکلتے تھے اور ہم عرفات سے نہیں چلیں گے جب تک آفتاب غروب نہ ہو لے اور مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے پہلے چلیں گے۔ ہمارا طریقہ بت پرست مشرکوں سے جداگانہ ہے (مشکوٰۃ المصابیح - رواد البیہقی کذا فی اللغات)

### محرم کا دروازہ سے گھر میں جانے کو بدشگونہ سمجھنا

جاہلی عرب کی ایک بدعت یہ تھی کہ باستثناء قریش اہل مدینہ اور تمام دوسرے عرب جب گھر سے نکل کر حج یا عمرہ کا اہرام باندھتے تھے تو اس کے بعد پھر کسی کام کے لیے گھر میں آنے کی ضرورت ہوتی تھی تو دروازہ سے نہیں گھومتے تھے اور دروازہ سے سے داخل ہونے کو نحوست اور بدشگونہ سمجھتے تھے۔ بلکہ پشت کی دیوار میں نقب دے کر اُس میں سے مکان میں داخل ہوتے یا پیچھے کی طرف سے چھت پر بڑھ جاتے اور اس سے اندر پھرتے اور اس عمل کو بڑا کار فضیلت سمجھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کوئی نیکی در فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ۔ ہاں فضیلت اور نیکی اس شخص کے لیے ہے جو تقدیر اختیار کرے۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کر و اسورہ بقرہ آیت (۱۸۶)

بعض قبیلوں کے نو مسلم صحابی بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ ان کی اصلاح خیال کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قبیاء کنانہ اور قبیلہ خزاعہ کے بعض مسلمان صحابی حالت احرام میں جاہلیت کے دستور کے مطابق گھروں کے عقب سے یا سطح پر سے مکان میں داخل ہوتے تھے۔ ان کے عقیدہ کی تصحیح کے لیے یہ فرمان نازل ہوا

### اہل شرک کا تلبیہ

تلبیہ اُس ذکر کو کہتے ہیں جو احرام باندھنے کے وقت اور مکہ معظمہ سے منیٰ اور منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے اور مراجعت کرتے وقت اور بلند می پر چڑھتے اور وہاں سے اترتے وقت پڑھتے ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ  
حاضر ہوں تیری خدمت میں یا الہی۔ سب

لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالْقُدْرَةَ  
تُعْرَيْنَا أَوْ نَعْمَتَا أَوْ بِإِذْنِ رَبِّكَ  
لَكَ وَالْمَلِكُ لَا شَرِيكَ لَكَ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ  
ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہی تبلیہ ملت جلیلی میں شروع سے پانا آتا ہے۔ لیکن مشرکین قریش نے اس کو تبدیل کرکے بول  
بنالیا تھا۔

لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ  
أَلَا شَرِيكَاهُ وَكَتَبْتُكَ  
وَمَا مَلَكَ  
میں تیری خدمت میں نہ ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر  
وہ شریک جو تیری ملک ہے۔ تو اس کو الگ کر دے  
مگر ایک تیرا مالک نہیں۔

اہل شرک ان کلمات کو نہ سنا کہ طواغیت کرتے وقت کہتے تھے۔ رواہ مسلم

اہل شرک کے اس مشرک نہ تبلیہ کی تردید میں سورہ زمر کی اٹھائیسویں آیت نازل ہوئی۔  
جس میں ارشاد ہوا۔ ترجمہ۔ وہ تمہارے سمجھنے کے لئے تم ہی کے پیچ کی ایک مثال بیان فرماتے  
کیا تمہارے غلاموں میں کوئی شخص تھا جس کا اس مال میں جو تمہارے تم کو دیا ہے شریک ہے کہ تم اور وہ  
اس میں برابر ہوں کہ تم ان کی ایسی ہی پروردگار تے جو جیسا تمہیں اپنا نیل رہتا ہے (ظاہر ہے کہ  
غلام اس درجہ شریک حال نہیں ہوتا)

مثل کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اور تمہارے لونڈی اور غلام سب اللہ کی وہی بڑی روزی  
کھاتے ہیں۔ پھر مالک مجازی کے تعلق کا اتنا اثر ضرور ہے کہ نہ تم ان کو اپنے برابر سمجھتے ہو۔ نہ ان  
کی اپنے بھائی بند جیسی پروردگار کے ان کو مشورہ وغیرہ میں شریک کرتے ہو نہ ان کی رضا قبولی کے  
خواہاں ہو۔ پھر بھلا مالک حقیقی یعنی اللہ جل سلطانہ قادر مطلق اپنی مخلوق میں سے کسی کو کیونکر  
اپنا شریک پسند کر سکتا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں غلاموں سے بھی گئے گندے ہیں

حضرات آپ نے اس بارے میں شرک کا تبلیہ اور پھر پڑھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل کفر سے فرمایا  
کرتے تھے کہ پس لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ نہ ہنے دو آگے (کہا کہ شرک) نہ کہو۔ تاہم اہل شرک  
کے تبلیہ سے معلوم ہوا کہ وہ بھی منزعہ مشرکوں کو سب قیدیوں کے برابر نہیں مانتے تھے بلکہ مرثی  
کا مالک۔ رب العالمین کو یقین کرتے تھے اور اپنے منزعہ مشرک کی نسبت ان کا قطعاً یہ گمان  
نہ تھا کہ وہ بھی کسی بات کے مالک و مختار ہیں۔ اس کے باوجود کفار کا ان کو پکارنا اور اپنا شریک

اور دیکھیں تو ردینا ہر گاہ ایندھی ہیں ان کے مشرک ہونے اور ابد الہ آباد کے لیے جہنمی ہونے کے لیے کافی تھا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی غیر اللہ کو اپنا حامی و مددگار اور وکیل اور سفارشی مجتہد رکھ کر اس کے عبادت کرتا وہ مشرک ہے، گو اپنے مذاہبی یا معبود کو خدا سے بڑا کرے، بلکہ نہ جانتا ہو کہ جو کچھ وہ کہتا ہے، صلی اللہ علیہ وسلم اس شرک کو لاشعریہ تک سے آگے بڑھنے کی ممانعت فرمایا کرتے تھے

### معنی بین الصفا والمروہ سے پہلو تھی

مکہ معظمہ میں صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان سات مرتبہ تیز پھرم چنان بھی مشروع وہ موسیٰ چھپاتے تھے۔ لیکن کفار اس سے جہلم نہی کرتے تھے۔ اہم المومنین ہفت عاشرہ کے جو ہر زمانہ عزمہ بن نزیہ کا بیان ہے کہ میں نے ہفت عاشرہ کے منہ میں فلا جئنا سے عینہ ان یفلوٹ ہمما ارج یا غدا کرتے دیکھ چکے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان دوڑتے اور کھڑے رہتے رہتے گناہ پر لاپتہ کرتی ہے، کہ سعی اور وڑنے کے مقرب پر اس لیے اگر کوئی شخص صفا و مروہ نہ دوڑے تو اس پر پچھڑا نہیں ہے، یہ سن کر اہم المومنین نے فرمایا کہ تو اس سے تمہارے بھائی کی کراہیت کا یہ مطلب ہوتا تو انھیں ایسا ہوتا فلا جئنا سے عینہ ان یفلوٹ ہمما اگر صفا و مروہ نہ دوڑے تو اس پر پچھڑا نہیں ہے، فرمایا کہ یہ آیت انصار کے بارے میں ہے اس کے ساتھ اہل سنت سے پہلے اترتی تھی۔ وہ اپنے بت امت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ان میں سے جو کوئی شخص احرام باندھتا تو منات کے لیے باندھتا اور صفا و مروہ دوڑنے کو مجبور سمجھتا۔ آخر مشرف باسلام ہونے کے بعد جیسے انھوں نے اس کے متعلق سن کر خیر انعام علیہ اسلام سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ان صفا و المروۃ من شعائر ذی  
نعم حج البیت اذ اعتمر فلا سماع  
تکبیر ان یفلوٹ بہما ۱۵۷۲  
صفا اور مروہ نہ اس کے قدوس کی یاد گاریں  
میں۔ اس لیے جو کوئی خاتہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرتا  
تو اس پر پچھڑا نہیں کہ ان دونوں میں دوڑے  
پس یہ آیت انصار کے زعم سابق کا کہ صلی کو نہ دوڑے قرار دیتے تھے۔ لیکن شارع علیہ السلام

نے صفاء مروحہ کے چکر کاٹے کو مشرور بخیرایا۔ اب کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان کے درمیان  
سعی کو ترک کرے۔ رواہ النسائی

### سعی کے متعلق تین مسلک

صفاء اور مروحہ کے درمیان دوڑنے کے بارے میں سلف کے تین مسلک ہیں۔  
اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہم کے  
نزدیک یہ سعی حج کا ایک رکن ہے۔ اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ امام مالکؒ نے اور امام شافعیؒ  
کا یہی مسلک ہے۔ سفیان ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ قرظانی سے  
اس کا جبرافاقتا ہو جاتا ہے۔ اور ابن عباسؓ ابن سیرینؒ عطاءؒ و جامد اور امام احمد کے نزدیک نہ  
تو رکن ہے اور نہ واجب بلکہ سنت اور مستحب ہے۔

### صفاء اور مروحہ کی یادگاری حیثیت

رب العالمین عزوجل نے فرمایا کہ صفاء اور مروحہ (دین خداوندی کی) دو یادگاریں ہیں  
اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ثعلبہ علیہ السلام وحی الہی کے بموجب اپنے شیرخوار فرزند  
اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ باجودہ کو اس میدان تق و توق میں جہاں مکہ  
معظمہ آباد ہوا تھا چھوڑ گئے تھے اور وقت سراجعت ان کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ  
اور کھجوروں کی ایک ٹھیلی رکھا آئے تھے۔ چھوڑے دنوں میں پانی اور کھجوریں ختم ہو گئیں چونکہ  
اس کے بعد حضرت ہاجرہؓ کے معدے میں آب روانہ کچھ نہیں پہنچتا تھا۔ دودھ اترنا بھی  
موقوف ہوا اور بچہ بھوکا پیاسا رہنے لگا۔ ہاجرہؓ نے اپنی بھوک پیاس پر تو سہر کیا لیکن جب  
اسمعیلؑ کی حالت دگرگوں ہوئی اور وہ بھوک پیاس سے تڑپنے لگے تو منہ پر لیشمان  
ہو گئیں۔

آخر کچھ سوچ کر قریب کی پہاڑی صفاء پر چڑھیں اور بے تابی کے ساتھ چاروں طرف  
نظر دوڑانے لگیں کہ اگر کوئی آدمی دکھائی دے تو اس سے پانی کا پتہ دریافت کریں۔ مگر  
جب کوئی متنفس دکھائی نہ دیا تو عالم اضطراب میں بحالت واپس آئیں اور فرزند کو اس حالت  
میں دیکھا تشنگی اور گرسنگی کے مارے تڑپ رہا ہے۔ اب گھبراتے ہوئی دوسری طرف کی پہاڑی

مردہ پر بھی پڑھیں اور مجلسوں سے پاروں اور کھیتوں گئیں۔ جب وہاں بھی کوئی نظر نہ آیا تو پھر شہر ہی سے اتر کر دادی میں فرزند کے پاس آ پہنچیں اور اس کو ترس پنے دیکھ کر برائیشانی کے عام ہیں پھر صفا پر ہاتھ نہیں دین کہ ہم اُنہیں یہ بتک کہ علم مصداق ہیں سنت صفا سے مروہ اور مروہ۔ سفلی چوٹی پر آئیں اور گئیں۔

حضرت: جو یہ کہ یہ پریشان حقائق نہ منظر مانہ تک و دو پروردگار عام کی بارگاہ میں کچھ اسٹی مقبول ہوئی کہ مالک الملک نے اہل ایمان کو قیامت تک کے لیے اُن کے اس اسوہ کا عمل و پیروی بنا دیا۔ چنانچہ توحید کی سبب بین السلفاء والمرءہ حضرت ہاجرہ کی ہی ہے اور سلفاء اور مروہ اسی اعتبار سے دین الہی کی دائمی یاد دہریں ہیں۔ جب حضرت ہاجرہ کی ساتویں دُور ختم ہوئی تو معاشرہ علیہ السلام انسانی نہ کہ ہیں نمودار ہوئے اور انھوں نے اپنے پاؤں کی ایڑی زمین پر مار دی۔ نئی افروز پانی کا چشمہ رجاہ نہضت پڑا۔ مزید تفصیل کیلئے راجع السطور کی کتاب سے تہ کبریٰ (فصل ۵) کی طرف رجوع فرمائیے۔

قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں پر ملنا۔

کفار قریش میں ایک بدعت یہ رائج تھی کہ جب قربانی کرتے تو بیت اللہ کی دیواروں پر اس کا گوشت اٹھرتے اور خون پیتے تھے۔ جب علمائوں نے بھی اس پرانی رسم کے بموجب خانہ کعبہ کو قربانی کے گوشت اور خون سے اپنا چاہا تو ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دُمُوهَا ۚ ذَٰلِكَ بِمَا كَفَرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُفْضِلُ الْيَقِينُ عَلَى الْغُلُوبِ ۚ

اور نہ ان کے خون۔ البتہ تمہاری پرہیزگاری اسکی دیکھا۔

مَنْ كَفَرَ ۚ (۲۲: ۳۷) تک پہنچتی ہے۔

اس آیت میں حسن اسلوب سے خون ملنے کی ممانعت کر دی گئی اور سمجھا گیا کہ یہ گوشت پوست خون وغیرہ سب یہیں رہ جاتا ہے۔ خدائے قدوس تک تمہاری نیتوں کا خلوص اور دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ خون اپنا کچھ بھی فنا نہ بخش نہیں۔ پرہیزگاری بن کر خلوص نیت سے قربانی کرو۔ (الباب الثقل)

## سر نہ منڈانے میں انتہائی سختی

احرام حج میں بالوں کا منڈوانا یا زرخوانا ممنوع ہے مگر اس بجاہیت سے اس میں انتہائی سختی کر رکھی تھی اور وہ کسی حالت میں سر نہ منڈوانے کی بجاہت نہیں دیتے تھے۔ عموماً عام میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت کعب بن عجرہ بلوی احرام باندھے ہوئے آستانہ نبوت میں حاضر ہوئے اور چونکہ انھیں حالت احرام میں زیادہ دن گزار گئے تھے اور اصلاحِ خیرات نہ ہونے کے باعث ان کے سر میں اتنی جوڑیں پڑ گئیں کہ بیٹائی پر اثر انداز ہونے کا خوف ہو گیا۔ اس لیے انھوں نے حاملِ وحی سے اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا۔ اس مفتوحہ بجاہت نازل ہوئی۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ  
أَذًى فَإِنْ رَأَىٰ أَنْ يَصِلَ إِلَى الْمَشْرِقِ فَلْيَحْضِرْهُ  
حَدُّهُ صِيَامًا وَوَضَعَةَ يَدَيْهِ لِلْعِزَّةِ وَكَرْبَةِ اللَّهِ  
وَلَا يَمْسَسْ رَأْسَهُ أَذًى وَتُكْمِلَ الصَّلَاةَ وَنَفَسَ الصَّدَقَاتِ  
البتہ اگر کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو جس سے نہیں انہماقت سر منڈوانے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ سر منڈوا کر خیرات دے۔ یعنی روزہ یا خیرات یا قربانی۔ (۱۶۴:۲)

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ کھانا دے تو چھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی مقدار میں ہو اور اگر قربانی دینا چاہے تو کم از کم ایک بکری کی ہونی چاہیے۔  
زادِ راہ کے بغیر عظیم حج

عہدِ جاہلیت میں ایک طریقہ یہ جاری ہو گیا تھا کہ بعض لوگ زادِ سفر کے بغیر حج کو چل کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکل ہیں۔ ایسے لوگوں کو راہ میں دینے نہ گری اور ملاقات والوں کی اعانت و ہستگیر کی کا محتار ہو نہ اپنا کھانا نہ دے نہ سناٹہ ہیں ایک مہینی تک نہ چلنے کا قصد کیا اور اپنے آپ کو متوکل کہتے ہوئے زادِ راہ بیتِ بغیر کھڑے نکل کھڑے ہوتے اور مکہ معظمہ پہنچ کر لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے لگے۔ اس وقت یہ آیت اتری۔

وَتَزِدُّوا أَنْفَاسًا  
الزَّادِ النَّفْسَ (۱۶۴:۲) (جس سے انسان لوگوں کی احتیاج سے محفوظ رہے)



یہ لفظ میں تناد ہوا کہ معصوم و مفلس انتہا مگر کے گھڑتے تیلو۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی انتہا  
فرادیا کہ بڑا انتہا صہی ہے کہ راہ میں لوگوں کے ہونے ہاتھ پھیلا کر زور ان کے پیٹ پر لگائی بن کر  
اپنے آپ کو ذلیل نہ کیا جائے۔

قربانی کے باور پر سوار ہونے سے اجتناب

عہد جاہلیت میں ایک صحیفہ تھے کہ چونکہ قربانی کا جانور خدا کی نذر کر دیا گیا ہے۔ اس  
لیے اس پر سوار ہونا حرام ہے۔ یہ پچھ سواری کے ساتھ ساتھ پیداں چھنے کی تکلیف گواہ کرتے  
تھے کہ سوار نہیں ہوتے تھے۔ گو یہ جذباتی انسانوں کی انتہا میں محدود و قابل تعریف تھا لیکن اگر انسان  
ذہنی اور تقویٰ سے شعاری میں مدد دہرہ بہت سے آگے نکل جائے تو اس کا وہ فعل بدعت احمد  
ترتب ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی طرح مستحسن نہیں ہو سکتا بلکہ قابل ملامت ہے۔  
سوار ہونے کے ساتھ بدل جتن کی یہ عہد اسلام تک موجود تھی۔ ایک دفعہ ہدی نامہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے یہ صاحب کو مدح میں دیکھا کہ قربانی کے جانور ساتھ ہیں لیکن خود پیدل  
سوار ہوتے ہیں۔ آپ سے ان کو سوار ہونا نہ ہونے کا حکم دیا۔ وہ عرض پیر ہونے پر سوال اللہ ابراہیم قربانی  
کے باور ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں قربانی کے جانور ہیں۔ مگر میری سوار ہو کر (بخاری  
کتاب الحج)

یاد خدا کی بجائے آباد اہلاد کے مفاسد

یہ اور تمام دوسری عبادات کا مقصد ذکر الہی اور توبہ الی اللہ ہے۔ لیکن زیادہ  
جاہلیت میں اہل عرب جتنے فی سوغ موثر تہجد کے قریب مجتمع ہوتے اور اپنے آباد اہلاد کی ثلثی  
بین کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاذْأَقْصِبْہُمْ مِّنَ سَبَاطِکُمْ وَنَادِیْہُمْ  
مِّنْ دُونِہُمْ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُونَ  
ذکر وہ جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے تاکہ  
اس سے بھی بڑھ کر یاد ہو۔ (اس سے بھی بڑھ کر یاد ہو۔)

قومی عظمت اور انسانی فخر وغرور میں امرت یورپ و امریکہ کی جدید جاہلی تہذیب کا جزو و اعظم  
ہے۔ اسی طرح جاہلیت کے عربی دین کا بھی عنصر اعظم تھا۔

## برہنہ طواف کرنے کی بے حیائی

عہد جاہلیت کی ایک نہایت شرمناک بات ہو گئی یہ تھی کہ قریش کے سوانہا اپنے ارد گرد لاکھوں عورتیں اور مرد بوجج کے لیے کریمہ میں جمع ہوتے رہتے ہو کر کہتے تھے کہ طواف کرتے تھے معمول یہ تھا کہ مرد و عورتیں ہینچ کر تمام لوگ اپنے اپنے کپڑے اتار ڈالتے تھے اور غارِ منہ کسی قریشی کی پوشش مانگ لیتے تھے۔ اگر نہ ملتی تو برہنہ ہی طواف شروع کر دیتے۔ اس رواج کا سبب حسب بیان ابن اسحاق قریش کا یہ اعلان تھا کہ ہر کوئی طواف بیت اللہ کرنا چاہے۔ کسی قریشی سے کپڑے مستعار نہ لے اور جس کسی کو قریش کی پوشش میسر نہ ہو وہ برہنہ ہی کرے۔ گے گردنکسے اور جو کوئی اپنے کپڑوں میں طواف کرے وہ طواف کے بعد ان کپڑوں کو چھینک دے اور نہت العمران کو اپنے استعمال میں نہ لائے۔ (فتح الباری)

جاہلی عربوں سے برہنہ طواف کرنے کی عادت دریافت کی جاتی تو وہ جواب دیتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں ان کو پہن کر طواف کرنا کسی طرح قرینِ دانش نہیں ہے (ابن کثیر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی قریش اپنے آپ کو گناہوں سے پاک سمجھ کر لوگوں کو طواف کے لیے اپنی کسوت پیش کرتے ہوں گے۔ ورنہ تبدیلیِ لباس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔

## عورتوں کا برہنہ طواف کرنا

مردوں کی طرح عورتیں بھی تنگی طواف کرتی تھیں اور حسب روایت سعید بن جبیر رحمہ اللہ طواف میں یہ شعر گاتی جاتی تھیں:-

أَلْبِزْمُ يَدٍ وَالْبَعْضُ أَهْوَى كَلَمَةٍ  
وَنَابِدُ أَمْنَةٍ فَلَا أَمَلَةَ (نسائی)

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ آج طواف کے دن یا تو سارا اندام نہانی نکلتا ہے یا اس کو کچھ حصہ۔ لیکن دونوں صورتوں میں کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ کوئی اس کی طرف قسداً دیکھے۔ کیونکہ یہ محض بخرس طواف منکشف ہوا ہے نہ اس لیے کہ کوئی اس کی طرف دیکھے یا اس سے متنع ہو۔



يَوْمَ نَفْسًا مَّا كَذَّابَةٌ  
نَفْسُكَ الْآيَاتِ يَقُولُ يَا كَذَّابٌ  
نَسْلُ إِنَّمَا حَرَّمَ ذُلَّ الْمُؤْمِنِينَ  
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

کہ یہ نعمتیں دیدہ و زیبائی میں مومنوں ہی کے لئے ہیں  
اگرچہ غیر مومن بھی اس میں ان کے لئے ایک حصہ ہوگا  
مگر آخرت میں یہ نعمتیں خاص مومنوں ہی کو ملے گی  
ہم ان اربعہ مجہدوں کے لیے آیتیں نقل فرماتے ہیں  
کہ تھے ہیں۔ آپ فرماتے کہ میرے رب نے تجھ کو  
کے کاموں کو جو ظاہر کیے ہائے ہیں (جیسے بے ہند  
طوائف یا جن کا معنی طور پر اس کتاب کیا جاتا ہے۔  
(جیسے بدکاری) حرام کیا ہے۔

ان آیتوں کی تشریح کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ور  
بعد میں حضرت علیؓ کو یہ امر چاہی کہ محکمہ روانہ فرمادیں اور حکم دیا کہ بیت اللہ میں  
جا کر اعلان کر دیں کہ آئندہ کسی شخص کو عربوں سے جو کہ طوائف کعبہ کی امانت نہیں دی جاسکتی  
گی۔ (مسلم)

### حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان

اس واقعہ کی تفصیل سنیں نسائی میں ابو ہریرہؓ کے بیان میں ملتی ہے۔ انھوں نے عبد  
بن عبد الرحمن سے بیان کیا تھا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو  
حجۃ الوداع سے پہلے امیر الحج مقرر کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے مجھ پر ہدایتوں کے ساتھ اس  
اعطاس کے لیے مکہ معظمہ بھیج دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی منگ  
جو کہ بیت اللہ کا ٹکڑا کرے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے اپنے فرزند محمدؓ سے بیان کیا کہ  
جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو سورۃ براءت سناتے کے لیے مکہ معظمہ  
روانہ فرمایا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا ہم وہاں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
بہنہ کے گھر یعنی حج بیت میں جانے کا خواہشمند ہو جاؤ ایمان لائے اور کوئی منگ بیت اللہ کا ٹکڑا کرے  
اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے میں بار بار بھی اعلان کرتا رہا یہاں تک کہ میری آواز  
پہنچ گئی۔ رواہ النسائی۔

## حجۃ محمدت

اہل کفر نے ایک نئی قسم کا حج ایجاد کیا تھا جس کو حج محمدت کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اپنی حج کرنے والوں کو اس حج میں شریعت سے انحراف سے بچنے اور اللہ تعالیٰ سے بے ہودہ پابندی اور شک و شبہ کا لالچ نہ دینے کو ہر طرف کر دیا۔ ایک دفعہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زینب نامہ قریش کی ایک عورت کو دیکھا جو کسی سے بات چیت میں کوتاہی نہ کرتی تھی۔ ان کے دربار سے گفتگو کرتے ہوئے لوگوں نے بتایا کہ اس عورت نے حج منہج سے حج کی عادت کی ہے اس سے حج کا شریعت سے فرقت نہ پائے گی کہیں سے نہ کیا ہو نہ ہوگی حضرت ابو بکرؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ نیا موشی بنا کر بنا۔ یہ نہ نہ عبادت کی بیوقوفانہ رسمیں ہیں۔

ہے ایک رسم ہے۔ (بخاری)

## فصل - ۱۷

## بد عہدی

لفظ عہد بہت سے معنوں میں مستعمل ہے۔ اس کے اقسام دو درجہ میں مذکور کرنے کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”شمائل گہری و اخلاق عظمیٰ“ کی طرف رجوع فرمائیے۔ یہاں عہد سے وہ قول و قرار مراد ہے جو بندے آپس میں کرتے ہیں۔

## کفار کا شکیوہ غداری

اسلام میں پابندی عہد کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن زمانہ جاہلیت کے عرب یہود اور امریکہ کی موجودہ حامی تہذیب کی طرح اس کو کوئی وقعت نہ دیتے تھے۔ پیغمبر ﷺ کے غیر مسلم معاصرین نے اپنے اسلاف کے طریق عمل کی پیروی میں عہد و پیمان کو بالکل طاقی نسیان پر رکھ چھوڑا تھا۔ پیشوا اے امت صلی اللہ علیہ وسلم امد آپ کے جان نثاروں نے بت پرستوں کے قول و قرار پر اعتماد کر کے بڑے بڑے نقصان اٹھائے۔ بسا اوقات اٹھ طرح طرح کے عہد و پیمان کر کے مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کو فریب دے کر موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ فرقان حمید میں ان کی اسی غداری کی نسبت فرمایا گیا۔

لَا يُؤْتِيُونَ خِيَامًا مُؤَمِّنًا إِلَّا يَخْرُجُوا فِيهَا كَاذِبِينَ  
ذِئْبَةً وَفُؤَادُكَ هُمْ الْمُنْتَدُونَ  
یہ لوگ کسی مومن کے بارے میں نہ تو کسی حق قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کے پابند ہیں۔ یہی لوگ جسے گنہگار نے والے ہیں۔ (۱۰:۹)

یہاں ان کی بد عہدی اور غداری کے چند نظائر پیش کئے جاتے ہیں۔

## منافقانہ اظہار اسلام

صفر ۱۰ھ میں یعنی غزوہ اُحُد کے چار مہینے بعد قبیلہ غُضل اور قارہ کی ایک جماعت



بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئی کہ ہم میں اسلام اور دینداری ہے۔ آپ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہمارے لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور اصول دین سمجھائیں۔ آپ نے اپنے ان چھوٹے شاگردوں کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ (۱) مرثد بن ابی مرثد غنوی (۲) خالد بن بکر لثی (۳) عاصم بن ثابت بن ابی افلح (۴) نجیب بن عدی (۵) زید بن کثیر (۶) اور (۷) عبد اللہ بن عارف رضی اللہ عنہم اور حضرت مرثدؓ اور دوسری روایت کے موجب جناب عاصمؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ تب یہ لوگ ربیع میں پہنچے جو بنو نذیر کا ایک چشمہ تھا۔ وہاں پر عہد نبوی اور فدائی کر کے بنو نذیر کو ان پر چڑھا لائے۔

یہ دیکھ کر حضرت مرثدؓ یا عاصمؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تمہارا شہادت کا زمین موقع ہاتھ آیا ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو یہ حضرت مرنے مارنے پر آمادہ ہو رہے اور جھٹ ایک ہناری پر پڑھ گئے۔ بنو نذیر کے قریب دو سو تیرا نذیر نے پہاڑی کے گرد گھیر ڈال دیا اور کہنے لگے کہ لڑنے کا قصد نہ کرو۔ تم چھ آدمی اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر نیچے آؤ تو ہم حملہ دیکھ کر تے ہیں کہ تم میں سے کسی کی جان نہ دیں گے۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ تم کو اس مکہ کے باغیچے کر کچھ کمائیں۔ حضرت مرثدؓ نے فرمایا ہم کسی مشرک کا حملہ دیکھ کر قبول نہ کریں گے۔ ہم موت کے مشتاق ہیں اور راہ خدا میں جان دینا ہماری زندگی کا عزیز ترین مقصد ہے۔ محاصرین نے بہت سمجھایا کہ ناتی اپنی بیانیہ منافع نہ کر دیم تمہارا جان دیں گے لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

تین حضرات کا واقعہ شہادت

ان حضرات نے جو لشکر شہادت میں غور تھے بڑی شجاعت اور بے ہنگامی کے ساتھ محاصرین پر تیرا نذیر سامنے لگے۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نذیروں سے مقابلہ شروع کیا۔ جب نذیرے لوٹ گئے تو نذیریں ہیں اور یہاں تک لڑتے کہ مرثدؓ، خالدؓ اور عاصمؓ رضی اللہ عنہم نے تمام شہادت پائی اور باقی تین نذیر نجیب بن عدی، عبد اللہ بن عارف اور زید بن کثیر علیہم السلام شہادت کے ہاتھ نذیر ہو گئے۔

اب بنو نذیر کے تیرا نذیر اپنی کمانوں کے تار کھول کر قیدیوں کے ہاتھ باندھنے

لگے۔ حضرت عبداللہ بن طاسق اس احساس کتہری کو گوارا نہ کر سکے اور معاً ہاتھ نکال کر امارہ کی ایک تلوار کی طرف بڑھایا انھوں نے ان کے ارادہ سے مطلع ہو کر ان پر پاروں طرف سے آتی سنگباری کی کہ روح مطہر جنت الفردوس کی طرف پہنچ جائے۔

### کھوپری میں شراب پینے کا عہد

حقیقت میں کفار یوہدیں کو یہ خونیں کھیل کھیلنے کی یوں ضرورت پیش آئی تھی کہ مکہ معظمہ کی ایک مالدار قریبہ شہبہ سلفہ بنت سعد کا شوہر امیر اس کے دو بیٹے جنگ بزمیں مارے گئے تھے۔ بیٹوں نے حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دارالبوار کی لے لی تھی۔ اس سے سلفہ نے عہد کیا تھا کہ جب تک عاصم کے نہ رہے۔ میں شراب نہ پی لے گی چہن سے نہ بیٹھے گی پتا پیہ اعلان کیا کہ جو کوئی میرے پاس عاصم کو زندہ پہنچائے یا اس کا سر کاٹ کر میرے پاس پہنچائے گا تو اعلیٰ نسل کے سوا دھنٹ انعام دور کی بے قبیلہ بدیل کی مشاخ بنو لحيان کے ایک شخص سفیان بن خنساء کو اس انعام کی طمع دامگیر ہوئی۔ زندہ لحيان عثمان اور مکہ کے درمیان آباد تھے چنانچہ جس وفد کے مدد سے منور جانے کا اور پرتکرار ہوا وہ سفیان بن خنساء ہی ترتیب دیا ہوا تھا۔

یہ لوگ مدینۃ الرسول میں جناب عاصم کے والد ثابت کے مکان پر فروکش ہوئے تھے اور دوران قیام میں جناب عاصم سے بہت کچھ غلامی و محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس کو شش میں منہمک رہے کہ جو لوگ بغرض تبلیغ ان کے ساتھ بھیجے جائیں ان میں عاصم نے شامل ہوں۔ چنانچہ وہ اس کو شش میں کامیاب ہوئے۔ (ماخوذ من قبس از سیرت ابن ہشام اسد الغابہ، فتح الباری)

### حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی جناب اللہ حفاظت

حضرت عاصم نے مقابلہ شروع کرنے سے پہلے دعا کی تھی۔ اے الہی! میں تیرے دین کی خدمت میں جان دیتا ہوں۔ میرے جسم کی حفاظت تیرے ذمے ہے۔ دعا جو ایک مظلوم اور دوسرے دل سے لگی تھی وہاں موقوف اجابت پر پہنچی۔ اہل شرک نے چاہا کہ عاصم کا سر کاٹ کر سلفہ کے پاس لے جائیں لیکن جب شمس مبارک کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ شہد کی

مکعبوں سے جو ہم کر رکھا ہے۔ لاش تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ آخر سدا ج خیرنی کہ  
راستہ کو جب مکعباں چلی جائیں گی تو اس وقت سرکاٹ لیں گے۔ لیکن اس کے بعد مسلمانوں  
بارش شروع ہو گئی اور آنا آنا سبیل آیا کہ ناسم یہ کا جسد اظہر پانی میں بہ کر غائب  
ہو گیا۔ (ابن جریر طبری)

### عاصم رضی کے عہد کا منجانب اللہ پورا کیا جانا

حضرت عاصم رضی و طہارت کے اعتبار سے اقران و امان ہیں ایک امتیازی حیثیت  
کے مالک تھے۔ وہ ارباب کھڑوہ یک کو نجس محض سمجھتے تھے اور انھوں نے خدائے قدوس سے  
یہ عہد کیا تھا کہ نہ میں کبھی کسی مشرک کو مس کر دوں گا اور نہ کسی مشرک کو پاجسم چھونے دوں گا۔  
تمام اصحاب کرامؓ کو ان کے اس عہد کا علم تھا۔ عہد فاروقی میں جب حضرت عمرؓ  
خطبہ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ شہد کی مکعبوں نے ان کی لاش کی اس طرح حفاظت کی  
تھی۔ اور ان کا سر مبارک نہ بے جانے دیا تھا تو کہنے لگے کہ یہ خدا کی کرم فرمائی ہے کہ اس  
نے اپنے مومن بندے کی اس طرح حفاظت فرمائی۔ عاصمؓ نے اپنی زندگی میں نیت کی تھی  
کہ وہ نہ خود کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے اور نہ اپنے کو چھونے دیں گے۔ خدا نے عزیز و قدیر نے  
اس عہد کو برقرار رکھنے کے لیے جس طرح ان کو عین حیات میں مشرکوں سے محفوظ رکھا اسی طرح  
پس مرگ بھی ان کے ناپاک ہاتھوں سے بچایا۔ (محمد بن جریر طبری)

### سفیان بن خالد کی حرمان نصیبی

سفیان پر دار آخرت میں اس ظلم آرائی کی جو جاہلی ہوگی وہ تو ظاہر ہے لیکن وہ دنیا  
میں بھی اپنی نامساعد و کوشش میں نامراد رہا۔ خسر اللہ دنیا و الآخرة اسی کو کہتے ہیں۔ سفیان نے  
اس اٹلاع کے ساتھ کہ ہم نے عاصمؓ کو قتل کر دیا ہے سلاخہ کے پاس قاصد روانہ کیا اور  
اس سے سواونٹ عطا کرنے کی درخواست کی۔ اس نے جواب دیا میری شرط یہ تھی کہ عاصمؓ  
کو کہ فی زندہ لائے یا سرکاٹ کر لائے لیکن تم نے دونوں میں سے کوئی شرط بھی پوری نہ کی۔  
اس لیے میں ایک اونٹ بھی نہ دوں گی۔

## قتل کے لیے خبیث کو ایک مشرک کا خریدنا

اب سرشار و عاشقانِ حق باقی رہ گئے تھے۔ ان کی مطلوبی بھی کچھ کم درد انگیز اور عبرت نواز نہیں ہے اور افسوس کہ عاشقانِ حق کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے۔ سفیان بن خالد کو حضرت عاصمؓ پر تو انعام موعود نہ مل سکا۔ اس لیے اس بار وہ حضرت خبیث بن عدیؓ اور حضرت زید بن کثیرؓ رضی اللہ عنہما کو بغرض فروخت مکہ کے اُس بازار میں لے گیا جہاں عروج و ساقط پہلے سے حیوانوں کی طرح انسانوں کی بھی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

مذہبی اور قومی جنگوں میں براہِ حقین و باہم متصادم ہوتی ہیں تو ہر طرف فریق مخالف کے قلع قمع کی تدبیریں کرتا ہے اور ہر اس کے کہ کسی سے کوئی سابقہ عناد و پرغاش ہو ہر متحارب کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ جو کوئی بھی مقابلہ پر آئے اُسے بلا اتیانہ ٹھکانے لگا دے اور حقیقت میں ہر متحارب کا فرس منسبی یہی ہے کہ ایسا کرے۔ پس بلا یہ ہے کہ رزم و پیکار کے بعد کسی شریکِ جنگ کو انفرادی حیثیت سے اپنی انتقام جوئی کا نشانہ بنانا سخت بُر دلی اور بدن مہنی ہے۔ لیکن مشرکین مکہ اپنے مقتولوں کا بدن ان لوگوں سے بھی لیتے تھے جنہوں نے فریقِ مخالف کی طرف سے لڑکر ان کا کوئی آدمی قتل کیا ہوتا تھا

جنگ بدر میں حارث بن افرہام ایک مشرک حضرت خبیث بن عدیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اسلام کے اس یوسف کو حارث کے بیٹوں نے اس غرض سے خرید لیا کہ انہیں اپنے باپ کے عوض میں قتل کریں گے۔ حارث کے بیٹے سقید نے حضرت خبیث رضی اللہ عنہ کو اپنے گھوڑے کا قید کیا۔ پھر گریز پت نہیں اور وہ سب نام اپنا ایک حویلی کو ان کی گرائی پر مقیم ایسا ہر مشرک خبیثؓ کو کئی مہینے قید میں رہنا پڑا کیونکہ حارث کی اولاد اس انتظار میں رہی کہ حرمت واسے مہینے گنہاں نہ ہو ان کی جان لیں۔ گو عمر بن لُحی کی صلمانہ آفرینی کے باعث قریش بت پرستی کے قعرِ ملاکت میں جا پڑے تھے تاہم بت اللہ اور حج بیت اللہ کے متعلق وہ اب بھی مذہبی قیود و احکام کے پابند تھے جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے زمانہ سے قریش میں چلی آتی تھی۔ اس لیے وہ مسلمانوں کی طرح اشہرِ رزم یعنی حرمت واسے چار مہینوں رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں اب بھی نذرین سے اجتناب کرتے تھے۔

## بدعہدی مسلمان کا شیوہ نہیں

ماہِ پائے حرام کے منتہی ہو جانے کے بعد قتل و سبائی کی تیاریاں ہوئیں۔ حضرت خبیثؓ نے عقبہ کی یونیورسٹی سے وعدہ لے لیا تھا کہ اقامتِ قتل سے پہلے انھیں سب کو خبر کر دیں گے جس روز قتل کرنے کا قصد ہو سب نے اوکو مطلع کر دیا۔ انھوں نے طہارت کے لیے آمتریاں لگا کر موبیل لے لایا۔ اسلئے میں موبیل کا کم سن بڑا بوسنت خبیثؓ سے مانوس ہو چکا تھا کہیت کہیت ان کے پاس چلا آیا اور سب معمول ان کی ران پر بیٹھ گیا۔ لڑکے کی ماں نے دیکھا کہ اسلئے ہاتھ میں اور بچہ ران پر ہے تو کانپ اٹھی اور خود زرد ہو کر چلائی۔ حضرت خبیثؓ نے فرمایا کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اس بے گناہ بچے سے اپنے خون کا انتقام لوں گا؟ حاشا۔ یہ مسلمان کی شان نہیں اور بدعہدی ہمارا شیوہ نہیں۔ حضرت خبیثؓ کی باتوں کا اس پر خاص اثر ہوا۔ (استیعاب)

## بے موسم کے میوؤں کا غیبی رزق

بادشاہی عالم علی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم السلام کو عام طرزِ زندگی اور اخلاق و معاملات میں اتنا بلند کر دیا تھا کہ ان کو دیکھ کر سرورِ شمس ان سے متاثر ہو جاتا تھا جس کی فطرت میں سچائی انصاف پسندی اور پاکیزہ طرزِ زندگی کی کچھ بھی قدر تھی۔ عقبہ کی بیوی کا بیان ہے کہ خبیثؓ سے بہتر کوئی قبیلہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ میں نے بار بار انھیں ان ایام میں انگور کھاتے دیکھا ہے جب کہ مکہ میں انگور کا نام و نشان نہ تھا اور انھیں ان ایام میں انگور کھاتے دیکھا ہے جس سے مجھے یہ یقین تھا کہ ابھی کا میا ہوا رزق تھا جو ان کو رزاق علی الاطلاق کے خزانہ غیب سے ملتا تھا۔ (صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۸۵ و تاریخ ابن جریر طبری)

## قتل کی تیاری

حضرت خبیثؓ کی جاں سنائی میں اہل مکہ نے بڑا اجتماع کیا۔ حرم سے باہر موعظہ تعمیر میں سولی لٹکانی گئی۔ شہر کے مرد عورتیں، بوڑھے، بچے امیر غریب ہر طبقہ کے لوگ تماشائی کی حیثیت سے موجود تھے۔ اہل مکہ بغرض خون نشانی اپنے اپنے نیرے ساتھ لائے تھے۔ ایک عجم غفیر عالم مسرت و اشتیاق نظر دے گا کہ ان کو اپنے آبا حضرت خبیثؓ

نے قریش سے کہا مجھے اتنی محنت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ چونکہ نفل سے پیشہ تھیں  
کی جائز خواہشات کا احترام شروع سے چاہتا ہے انھوں نے محنت دی۔

غیب نے وضو کے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس واقعہ کے بعد اہل ایمان میں یہ طریقہ  
بھی رائج ہو گیا کہ جس کسی کو اسیر و مجبور کر کے قتل کیا جاتا وہ دو گناہ ادا کر کے قتل ہوتا۔ دو گناہ سے  
فراغت پا کر فرمایا کہ جی تو چاہتا تھا کہ زیادہ پڑھوں مگر تم لوگ کہو گے کہ موت سے ڈر کر ہمارے  
ڈھونڈھ رہا ہے۔ اب مجمع کے ساتھ مومن تنہیم کے مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ اور  
ایک بڑے درخت کے نیچے پہنچے۔ (بخاری، تاریخ طبری، استیعاب) یہاں پہنچ کر حضرت  
غیب نے یہ دو شعر پڑھے۔

وَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أُتْلُ صَدِيدًا ۱  
وَالِكُ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَاءُ  
عَلَىٰ آتِي سَيِّئِ كَانَتْ لِي نَصْرَةٌ  
يُبَادِلُ عَلَىٰ أَوْصَالِ سِدْوَةٍ زَعِ رَابِدٍ

(جس صورت میں کہ میں حالت اسلام میں مارا جاتا ہوں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کسی کروٹ پر ہی  
کیوں نہ مارا جاؤں۔ میرا قتل خدا کے بسے ہے اور اگر وہ ذات ہے ہمتا چاہے تو میرے اعضاء  
پارہ پارہ میں برکت ڈالے)

### شہادت کا حادثہ فاجعہ

اب اس مہاجر الی اللہ کو سولی پر چڑھایا گیا اور غنیمہ بن حارث اور ہبیرہ عبدی نے  
ان کے گلے میں پھنڈا ڈال کر ان کا سرخ قبلہ سے بھید دیا۔ انھوں نے فرمایا خیر کچھ منالقتہ نہیں  
قَاتِلُوا قَوْمَ وَتِيهِ اللّٰهُ (جو سر کو رخ کر دے وہی اللہ کا سامنا ہے) گو یہ نہایت دردناک منظر تھا  
کہ اسلام کا ایک فرزند اتھالی منطلوع غریب ان وطنی اور میکسی کے عالم میں قتل کیا جائے والا تھا  
تاہم حضرت غیبؑ کا مل اطمینان اور دلی مسرت کے ساتھ رمضان کے پہلے تھیں تھے ان  
سے کہا گیا کہ اگر دین اسلام چھوڑ دو تو تم رہا ہو سکتے ہو۔ فرمایا ایک جہان کیا سو جہان بھی اسلام پر قربان  
ہو تو تھوڑی ہے۔ اعدائے حق بولے کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ تمہارے بدلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کو سولی ہو اور تم صحیح و سلامت اپنے گھر پہلے جاؤ۔ یہ سن کر اس شریفہ حق نے فرمایا مجھے  
کبھی گوارا نہیں کہ میں گھر میں رہوں اور آقاؐ کے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں میں



ایک کاٹا بھی چھبے۔

یہ جواب س کر مقتولین بدر کے بیٹوں اور غوثیوں نے مشتعل ہو کر انتہائی بے رحمی اور فساد قتل کی۔ مکے ساتھ چاروں طرف سے قاطبہ حرم اطہر پر نیزے مارنے شروع کر دیے۔ اس حالت میں حضرت خبیث کا رخ کعبہ کی طرف ہو گیا۔ ابھی رمتی جان باقی تھی کہ لگے خدا کا شکر ہے جس نے میرا چہرہ اس قبلہ کی طرف پھیر دیا جو اُس نے اپنے رسول اور اہل ایمان کے لیے پسند کیا ہے۔ لیکن ایک عاشق حق کا جو چہرہ انور قبہ کی جانب رخ کر چکا تھا وہ موصول بحق ہونے کے بعد بھی کسی دوسری طرف نہیں پھرا۔ مشرکوں نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ (اصحابہ)

### مجلس نبوی میں حادثہ جانکاہ کا تذکرہ

جب حضرت خبیث کی گردن مبارک میں پھنڈا ڈالا گیا تھا۔ تو انھوں نے بارگاہِ خلافہ میں التجا کی تھی۔ الہی ایہا۔ سب دشمن ہیں۔ کوئی دوست نہیں جو میرا سلام تیرے رسول تک پہنچائے۔ الہی! تو بھی میرا سلام اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاؤ۔ زید بن حارثہ جو اس سانحہ بانگداز کے زخمی ہیں کہتے ہیں کہ جس وقت خبیث مکہ معظمہ کے بابہ قتل کئے جا رہے تھے اس وقت میں سرکارِ دوعالم علیہ السلوٰۃ والسلام کی مجلس عالی میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر تھا۔ آپ پر آثارِ وحی ظاہر ہوتے۔ اس کے بعد فرمایا غیبیہ کہ اہل شرک نے موصول بحق کر دیا اور یہ جبریل مجھے ان کا سلام پہنچائے۔ میں (بیہوشی و ابولعیم) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ جب حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے خبیث تم پر سلام (فتح الباری)

### نشرِ اطہر کا زمین میں سما جانا۔

حضرت سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سانحہ کا بڑا قلق تھا۔ اہل مکہ نے حضرت خبیثؑ کی لاش کو بہت دنوں تک سوئی پر لٹکائے رکھا۔ ایک دن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابیہ ضمریؓ سے فرمایا کہ مکہ جا کر خبیثؑ کی لاش کا پتہ لگاؤ اور اس شہیدِ وفا کو سوئی سے اتار دو۔

حضرت عمروؓ مکہ معظمہ کے باہر اس مقام پر پہنچے جہاں ان کی آتش اطہر لٹک رہی تھی۔ انہیں پاسبانوں کا بھی خوف تھا۔ تاہم سوئی پر پڑھ کر وہاں سے علیحدہ کیا۔ لاش زمین پر گری۔ حضرت عمروؓ چاہتے تھے کہ جسم مبارک کو مدینہ اٹھالے جائیں۔ لیکن انہیں نیچے اترنے کے بعد یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ نقش منقود ہے۔ بولے معلوم ہوتا ہے کہ زمین نکل گئی ہے۔ چنانچہ ان کی نقش اطہر کا ہنوز کوئی پتہ نہیں ہے۔ زناہر بن جبریل طبری و اصحاب

### حضرت عمروؓ کے بھیجے جانے کے دو مقصد

لیکن دوسری روایت سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن أمیہ ضمریؓ کے بھیجے جانے کے دو مقصد تھے۔ حضرت خبیب کی لاش اٹارنا اور ابوسفیان کی ہلاکت۔ چونکہ ہجرت کے بعد مسلمانوں میں اور قریش مکہ میں حالات جنگ چلی جا رہی تھی اور اہل مکہ نہ صرف ہر جگہ اہل ایمان کی جان کے لاگو بنے ہوئے تھے بلکہ ابوسفیان کی طرف سے مسلمانوں کے آقا و مولیٰ سیدنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان لینے کے لیے بھی قاتل بھیجے جاتے تھے۔ اور آپ کے خلاف ہر وقت سازشوں کا بازار گرم تھا اس لیے کفار کی سرگرمیوں کو روکا نہ جاسکا لانے کے لیے مصلحت وقت یہی تھی کہ مکہ کی سرزمین کو ابوسفیان کے خارج وجود سے پاک کر دیا جائے۔ ابوسفیان کے استہلاک اور عزم قتل کے متعلق عمرو بن أمیہ ضمریؓ کا اپنا بیان سینے۔

### ضممری کا بیان

وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو میرے ہمراہ کر دیا انصاری کے پاس کوئی سواری نہیں تھی اس لیے میں نے ان کو اپنا رولف بنا لیا۔ میں نے مکہ معظمہ پہنچ کر ایک جگہ اونٹ باندھا اور اپنے رفیق سے کہا کہ تم مجھے ابوسفیان کے گھر لے چلو۔ میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں باگروہاں کوئی مقابلہ ہو یا تم کو کوئی خطرہ نظر آئے تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دینا اور میرے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ واپس چلے جانا۔ میرے پاس ایک نہایت تیز چمڑی تھی جسے میں نے اسی غرض کے لیے پہلے سے تیار کر لیا تھا۔ ہم نے خانہ کعبہ جا کر اس کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ وہاں سے ابوسفیان کے گھر کو چلے۔

حضرت عمروؓ ضمریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھے پہچان لیا وہ چلا کر کہنے لگا کہ یہ

سرو بن امیہ ہے۔ یہ سن کر اس مکہ ہر طرف سے میری طرف بچھٹے اور کہنے لگے بخدا یہ نہ ہو کسی  
برہمنیت سے یہاں آیا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا مجھے پتے بھی یہی خدشہ تھا کہ جس  
شخص کو ہم قتل کرنے آئے ہیں اُس پر تانبہ پانا مشکل ہوگا۔ ہم بڑی تیزی کے ساتھ دوڑ  
کر ایک پہاڑ پر جا پڑے اور ایک غار میں جا کر پناہ لی۔ اس لیے مکہ والوں کے ہاتھ نہ آ  
سکے اور وہ پھر پھر کر واپس چلے گئے۔

اب عثمان بن مالک نبیؐ میں ہی تلاش میں آیا وہ اپنے گھوڑے کو کاوا دیتا ہوا نظر  
آیا اور بڑھتے بڑھتے غار کے منہ پر آکھڑا ہو گیا۔ جس نے غار سے نکل کر اس کے منہ پر ہونک دیا  
اس نے ایسی ہی ماری کہ اہل مکہ نے اسے سنا اور وہ اسی آواز کی سمت پکے۔ میں پھر غار کے  
اندر پہنچا گیا۔ اہل مکہ اس کی آواز پر تیز دوڑتے ہوئے آئے۔ ابھی اس میں جہان باقی تھی۔ انھوں  
نے پوچھا تم کو کس نے مارا۔ اس نے کہا سرو بن امیہ نے اتنا کہتے ہی اس کی جہان گل گئی اور  
وہ ان کو ہمارا بہنو بتا رکھا۔ مکہ والے آپس میں کہنے لگے ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ شہر دشمن  
کسی شہر است کے لیے آیا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ ہمیں تلاش کرتے وہ عثمان کو اٹھا  
کر لے گئے۔

عمر وکتے ہیں کہ ہم دو دن غار میں رہے۔ جب ہماری تلاش ختم ہو گئی تو ہم تنہا پیچھے  
سولی کے گرد بہرہ متبعین تھا۔ میں نے انصار ہی سے کہا کہ اگر تم کو نہ طریقہ نظر آئے تو فوراً امیہ سے  
اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی راہ لینا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام ماجرا بیان  
کر دینا۔ اس کے بعد میں سولی کی طرف گیا اور نبیبؐ کی لاش کو اتار کر اپنی پشت پر لاد لیا لیکن  
ابھی صرف چالیس قدم گیا ہوں گا کہ پہرہ داروں نے مجھے دیکھ لیا اور شور مچا دیا۔ میں نے لاش  
وہیں چھوڑی جو اچانک غائب ہو گئی اور وہ میرے پیچھے دوڑے۔ میں نے صفراء کی راہ اختیار  
کی اور وہ تھک کر یلٹ گئے۔ اب میرا ساتھی اونٹ کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو کر  
مدینہ الرسولؐ چلا گیا۔ میں پا پیادہ مدینہ کی سمت روانہ ہوا۔ راستے میں ایک پہاڑی کے  
غار میں گھس گیا۔ اتنے میں ایک دروازہ قنات کا نا آدمی بھی غار میں آیا اور ایک طرف بازو  
بجا کر گانے لگا۔ اس کے تمام اشداد تو میں پیچھے اور راستہ ہذا علی الاسلام پر مشتمل تھے۔

اس کا ایک شعر یہ تھا۔

دستِ مسلمِ نادمِ حیا      دستِ ادبِ درینِ المسلمینا

(جب تک زندگی ہے میں کبھی مسلمان نہ ہونگا اور نہ اب مسلمان ہوں)

میں نے اس پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر دیا۔ میں وہاں سے نکلا اور عقاب کی نیرات کے ساتھ اپنی راہ لی۔

جناب عمر و کا بیان ہے کہ جب میں موضعِ بقیع پہنچا تو وہاں تجھے قریش کے دو بھائی ملے جو رسولِ خدا کے حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ ہجاء سے تھے۔ میں نے ان کو شناخت کر لیا اور ان سے کہا کہ قید ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کیا ہم تم سے ہاتھ پر قید ہوں گے؟ میں نے معاً ایک کو تیر سے ہلاک کر دیا اور دوسرے سے کہا کہ قید ہو جاؤ اس نے تسلیمِ خم کر دیا۔ میں نے اس کی مشکیں باندھ دیں اور اسے اپنے ساتھ لے چلا۔ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو چند اندھاری بزرگوں کے سامنے سے گذرا۔ انہوں نے کہا یہ دھمو سوزنِ اُمید آگے ہیں۔ چند لڑکوں نے یہ بات سنی تو وہ مجھ سے بہت ہی دوڑتے ہوئے بازگاہِ عمری میں پہنچ گئے اور میرے گئے کی آپ کو خبر کی۔ میں نے جاسوسِ قیدی کا انگوٹھ اپنی کمان کی تانت سے باندھ رکھا تھا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سرگزشت سنائی تو آپ نے میرے لیے دعا کی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے مارے جانے کے خواہش مند تھے۔ میں آپ کی اس خواہش کو تائید و نصرت خداوندی حاصل نہ ہوئی کیونکہ علمِ الہی میں آئندہ چل کر ابوسفیان کا دائرہ اسنام میں داخل ہوتا اور دینِ حق کی کچھ حمایت بجا لانا مقدر رہو چکا تھا۔ اس واقعہ سے اُن لوگوں کی حماقت بھی ظاہر ہوتی۔ میں جو عاملِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ماکان و مایکون ہونے کے قائل ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کو حضرت عمر دینِ اُمید کی ناکام مراجعت کا علم ہوتا تو آپ ان کو قتل ابوسفیان پر متعین نہ فرماتے۔

نشرِ کائے قتل کی ہلاکت و بربادی

حضرت حبیبؑ نے اپنی ہاں سپاہی سے پہلے دعا کی تھی اے الہی! جو لوگ میرے

ثوران ناتی میں شہر ایک میں ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ اس دعا کا اثر ایک ہی سال کے اندر ظاہر ہوا۔ کید تمام شرکائے قتل نہایت ذلت و خواری کے ساتھ ہنگام ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ (فتح الباری) ۱۷۹

دیر سی کہ ثوران نہ تھی پروانہ شمع را چہ اہاں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

حضرت تھارہ انصاری کی لاش سے انتقام

بناک بدر ہیں حضرت تھارہ بن زبیر ابن ابی زبیر تھارہ سی انصاری اور حضرت زبیر بن دثنہ انصاری رضی اللہ عنہما نے مکہ کے ایک مشرک امیہ بن خلف کو طائر مارا تھا۔ تفسیر کے بے راقم السطور کی کتاب "سیرت گہری" میں فصل ۲۵ ص ۱۵۶-۱۵۷ ۱۵۸ ملا ہے۔ اور امیہ کے بیٹے صفوان نے اپنے باپ کے قاتلوں کو اسی طرح پھانسیا دیں۔ تمام صفوان کی یہ بڑی عزیز خواہش تھی کہ کسی طرح باپ کے قاتلوں سے بدلہ لے جائے۔ ایک سال بعد غزوہ اندلس میں کفار کو غلبہ نصیب ہوا تو صفوان کو اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش ہوئی۔ ایک قاتل حضرت تھارہ بن زبیر کے مشرکوں کے مقابلہ میں خوب داد شجاعت دی تھی اور نیزوں کے سوتے زبا دم زخم کھا کر تباہ ہو کر چلے گئے۔ صفوان ان کی زندگی میں تو ان کو قتل کر دیا تھا اس لیے لاش سے بدلہ لینے کو ہی غیبت سمجھا۔ چنانچہ لڑائی کے خاتمہ پر ان کی نعش اٹھ کر پھانسی کرناک کان اور نعش دوسرے نعش کات لیے گئے اور کہا کہ اب میرا کلیجہ عطا ہوا۔ (اسد الغابہ، اسباب) حضرت زبیر کا جام شہادت پینا

اب قصاص کر دہا رے صفوان بن امیہ کے لیے حضرت زبیر بن دثنہ سے بدلہ لینے کا منہری موقع فراہم کر دیا تھا۔ جب صفوان کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ کا دوسرا قاتل مکہ میں بغرض فروخت لایا گیا ہے تو بڑی عجلت سے جا کر حضرت زبیر کو پچاس اونٹوں کے عوض میں خرید لیا۔ حضرت عبید کی طرح جناب زبیر کا مقتل بھی وضع تعلیم ہی قرار پایا۔ صفوان نے اپنے غلام اسطاس کو حکم دیا کہ انیس نعیم لے چلے۔ زبیر کے سانچہ شہادت کے وقت قریش کے تمام عمائد و اعیان تماشاؤں کی حیثیت سے منع

تعلیم میں پہنچ گئے۔

جب قاتل تنوار ہاتھ میں لے کر توڑنے لگا تو ابو سفیان بن حرب بن ہوزر سعادت ایسا  
سے بہرہ اندوز نہیں ہوئے تھے بلکہ اہل کفر و فساد کے سرغنہ تھے کہنے لگے زید! تمہیں خدا  
کی قسم! پیچ پیچ بڑاؤ اگر اس وقت تمہاری جہد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور تم ان کی گند  
ماریں اور تم صبح و شام اپنے گھر پہنچاؤ یہ جاؤ تو کیا اس کو اپنی خوش بختی نہ سمجھو گے  
حضرت زیدؓ نے فرمایا خدا کی قسم۔ میں تو اپنی جان کو اتنا بھی عزیز نہیں رکھتا کہ رسول کرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کے پاک تنوں میں کانٹا چھو جائے اور میں گھر میں رہ کر شہ فہرابی سے محرم  
رہوں۔ یہ سن کر ابو سفیان و نگ رہ گئے اور ابو لے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے انجمن  
ان سے جس قدر محبت و عقیدت رکھتے ہیں دنیا میں کسی دوسرے کے دوست اس کے  
لئے اگر وہیدہ نہیں۔ اس کے بعد صفوان کے غلام نسطاس نے ان جرمہاں شہ پر تنوار کا اور  
کیا اور طاثر روح نے گلشن رضوان کے اشتیاق میں قصر عنصری کو خیر باد کہہ دیا (صحیح  
بخاری مع فتح الباری)

### ستر قاریوں کا حادثہ شہادت

جاہلی عرب کی بد عہدنی اور غداری کا ایک نہایت ہولناک واقعہ ستر قاریوں کا  
سانحہ قتل ہے۔ ابن اسحق کی روایت میں اس حادثہ کی تفصیل یہ ہے کہ قبیلہ بنو عامر کا ایک  
شخص عامر بن مالک جو نجد کا رہنے والا تھا۔ مدینہ منورہ آیا داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا میں اپنی قوم کے بغیر آپ کی پیروی نہیں اختیار  
کر سکتا۔ ہاں ایک صورت یہ ہے کہ آپ کے کچھ آدمی میرے ہمراہ اہل نجد کے پاس بھیجیں  
اور وہ ہمارے ان کو اسلام کی دعوت دیں یہ مجھ کو بھی قبول اسلام میں کچھ تامل نہ ہوگا۔ آپ  
نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ اہل نجد غداری کریں گے۔ عامر بن مالک کہنے لگا کہ آپ ہر  
قسم کا خوف و خطر دل سے نکال دیجئے۔ میں ان کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ آپ نے اسکی  
ضمانت کے بعد اپنے ستر اصحاب کرام جو قرآن کے نام سے مشہور تھے اس کے ساتھ  
روانہ کئے اور حضرت منذر بن عمرو ساعدیؓ کو اس جماعت کا امیر مقرر فرمایا۔ اور



ایک مکتوب روسائے جد کے نام لکھوا کر انھیں دربار یہ ستر سنہرات زیادہ تر انصاف میں سے تھے۔

### شبانہ روز کے مشاغل

یہ نفوس قدسہ فی اللیل رعبان و بالانوار فرسان ارات کے وقت ساریت بیدار اور دن میں شہسوار کے تبقی و مصداق تھے۔ سببہ مطہر ہیں ان کا عام معمول یہ تھا کہ دن کو جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ لاتے اور شہر میں بیچ کر اسباب ٹنڈہ اور شہ کے فقراء اور مساکین کے لیے عام خریدتے دران کو کھاتے۔ شہر کے کمزوروں، معذوروں اور بواؤں کے کام کر دیتے۔ نمازیوں کے وضو کے پیشہ سببہ پانی جردیتے نہایت خلق کے کاموں سے قاصر ہو کر پیسے خود تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے۔ چہر لوگوں کو کتاب و سنت کی تعلیم دیتے۔ یہاں تک کہ انہی مشاغل میں آفتاب غروب ہو جاتا۔ تب نماز عشاء سے فراغت پاتے تو کمر بہت مضبوط باندھ کر قیام شب میں مشغول ہوتے اور ساری رات نماز اور ذکر الہی میں گزار دیتے۔ غرض نہایت شوق درس و تادہ اور عبادت الہی کے سوا عشق الہی کی اس جہاں سب عبادت کا کوئی مشغلہ نہ تھا۔

ان حضرات نے عامر بن مالک کے ساتھ جا کر بنو نمر اور بنو سبیم کی سر زمین کے درمیان ایک مقام پر جسے بیر معونہ کہتے تھے قیام کیا۔ امیر جماعت جناب منذر بن عمرو نے سب سے پہلے اپنے دو ساتھیوں عمرو بن امیہ شمری اور حارث بن صمدہ کو اونٹ دے کر چراگاہ بھیج دیا۔ اس کے بعد حضرت حرام بن ملحان الصمدی کو جو حضرت انس کے مالک تھے۔ اس غرض سے قبیہ بنو عامر کے پاس روانہ کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک رٹھائے نجد کے پاس پہنچا دیں۔ حضرت حرامؓ دو ساتھیوں کی رفاقت میں روانہ ہوئے۔ جب عزا بنو عامر کے قریب پہنچے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ پہلے میں جاتا ہوں۔ اگر ان کے گزند سے محفوظ رہا تو تم بھی آنا۔

## حضرت حرامؑ پر نیز سے کا حملک وار

حضرت حرامؑ عامر بن طفیل بن مالک کے بھتیجے عامر بن طفیل بن مالک سے جا کر ملے اور کہا میں سرکار رسالت کا غلام ہوں حضور کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ یہ آپ کا خط ہے۔ عامر بن طفیل نے ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول کر کے ایک شخص کو کچھ اشارہ کر دیا۔ اس شخص نے حضرت حرامؑ کے پس پشت سے آکر ایسا نیزہ مارا کہ جگر سے پار ہو کر چھاتی کی طرف نکل گیا۔ اس عاشقِ حق نے نیزہ کھا کر زور سے کہا قُتِلْتُ وَرَبِّ الْكَلْبَةِ اَرَبِّ كَعْبَةَ الْقَوْمِ! میں اپنی حرا کو پہنچ گیا (یعنی خدا اور اُس کے رسولِ مقبولؐ کی خوشنودی اور درجہ شہادت حاصل کر لیا۔ زخم کاری تھا۔ روحِ مطہر آقاؐ نا جنتِ اُخلا کی طرف پرواز کر گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت حرامؑ کے دونوں ساتھی واپس گئے اور معونہ پہنچ کر صحابہ کرامؓ کو صورتِ حال سے مطلع کیا اس حادثہ پر ان نفوسِ صالحہ میں سے ہر ایک کی رگ شہادت تڑپ اُٹھی۔

عامر بن طفیل کو معنوم ہو چکا تھا کہ اصحابِ پیغمبرؐ بر معونہ پیرا قامت گزین ہیں۔ اس نے قبائل بنو سلیم، عَصِیَّة، رَحِل اور ذِکْوَان کو صحابہ کرامؓ کے خلاف رزمِ خواہ ہونے کے لیے جابھڑ کا یا۔ ان قبائل کا ہڈی دل بجملت تمام معونہ کی طرف امنڈ آیا اور آتے ہی ان مقبولینِ بارگاہ کو محاصرے میں لے لیا۔ جب ان پاکبازوں نے اپنے آپ کو گردابِ بنا میں دیکھا تو درگاہِ رب العزت میں دستِ بدعا ہوئے الہی ایہاں کوئی نہیں جو ہمارا سلام تیرے حبیبؐ تک پہنچائے تو ہی ہمارا سلام آپؐ تک پہنچا دے۔ اب اعدائے دین چاروں طرف سے بڑھ کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ حضراتِ محصورین نے دادِ شجاعت دے کر اور بہتوں کو قعرِ ہلاکت میں ڈال کر راہِ خدا میں جانیں دیدیں۔ ان نفوسِ قدسیہ میں امیرِ جماعتِ بنیِ نضیر بن عمروؓ کے سوا کوئی نہ بچا۔ ان سے کہا گیا کہ چاہو تو تمہیں امان دیتے ہیں لیکن انھیں فوقِ شہادت نے بے تاب کر رکھا تھا اور دشمنانِ دین کی امان بھی کسی طرح گوارا نہیں تھی۔ اس لیے بدستور سلسلہ رزم و پیکار جاری رکھا۔ عامر بن طفیل ان سے کہنے لگا ہتھیار ڈالو اور ناحق اپنی جان ضائع نہ کرو۔ فرمایا نہ ہے سعادت کہ یہ حقیر جانِ راہِ حق میں قربان ہو اور مسلمان نے تو خالقِ کر و کار

سے اپنی جان و مال کا ایک سودا کر رکھا ہے اس لیے جو ن فروشی اس کا فخر و فدا میں لگا  
کنا اس کی زندگی کا نصب العین ہے۔ غرض مردانہ وار مقابلہ کر کے جام شہادت  
پہنچ لیا۔

اس وقت جبریل علیہ السلام حکم رب تعالیٰ آستانہ نبوت میں پہنچا اور ان  
درد مندوں کا سلام پہنچا کر آپ کو بتایا کہ دعا پڑھا ہے، سب سے بڑا ہے۔ اللہ ان سے راضی  
ہے اور ان کو اپنی نوازشوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ نے حاضری میں سے فرمایا کہ تمہارے  
قربانی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے ہیں اور جبریل نے مجھے ان کا سلام پہنچایا  
ہے۔ یہ سن کر صبح بڑا راجہ نہایت مغموم و محزون ہوئے۔

جب عمرو بن امیہ شہری اور حارث بن عوف بن عبد العزیز نے جو اونٹوں کو چراگاہ  
لے گئے تھے مراجعت کی تو دور سے یہ وحشت ناک منظر دیکھا کہ حضرات صحابہ کی  
اقامت گاہ کے ارد گرد گدھیں جمع ہیں اور جیلیں بند رہی ہیں۔ گرد و غبار اڑ رہا ہے  
اور منہ کول کے سوار کھڑے ہیں۔ انھوں نے ایک بلند پے پر چڑھ کر نظر دوڑائی۔ تو  
دیکھا کہ سواروں کے حلقے کے اندر لاشیں ہی لاشیں پڑی ہیں۔ سمجھ گئے عشاق حق و صدق  
نے جرات شہادت پائی کہ حیات جاوید حاصل کر لی۔ اب یہ دونوں آپس میں صلاح  
کرنے لگے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مصلحت وقت یہ ہے  
کہ ریتہ رسول پہنچ کر پیشوائے امت سلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم کی  
اطلاع دیں۔ لیکن حضرت حارثؓ نے کہ جن کی رگ رگ میں اس وقت شہادت  
فی سبیل اللہ کا جوش دوڑ رہا تھا فرمایا ہرگز نہیں۔ شورشِ نجفی سے نمائے موقوف نے جان  
سیاری کا ایک شہری موقع بہم پہنچایا ہے۔ اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

الغرض حاضرین کی طرف سے اوجھڑے ہی اعداد پر لوٹ پڑے لیکن دو کاسیکڑوں کے کیا مقابلہ تمام اصحاب پیغمبر  
علیہم الرضوان اپنی قلت تعداد اور بے درسامانی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور صرف ایک چیز یعنی قربانی اور  
جاں سپاری ان کے پیش نظر رہتی تھی۔ بادۂ حق کے یہ محو بہود وہی دشمنوں کو قہرِ بلاست میں ڈالنے پائے تھے کہ گرفتار  
کر لیں گے۔ لیکن شوق شہادت اور ولولہ جہاں سپاری کا حلقہ ہو کہ حضرت حارثؓ کسی طرح بندھ کر گزار لو

اور پھر چھپٹ پڑے۔ یہاں تک کہ دو اور مشرکوں کو دارالبوار میں پہنچا کر روضہ رضوان کی راہ لی۔

اب مشرق سے صرف ایک حضرت عمرو بن امیہ بچے رہ گئے۔ عامر بن طفیل نے ان کی پیشانی کے بال اور انگلی کاٹ کر ان کو آزاد کر دیا اور بڑے غرور سے کہنے لگا کہ جا کر تمام ماجرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دو۔ حضرت عمرو کی غلطی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ابن طفیل کی ماں کو کسی منت کی بنا پر ایک غلام کو آزاد کرنا تھا اس نے اسی میں حضرت عمرو کو محسوب کر لیا۔ انھوں نے دیار حبیب میں پہنچ کر ان گشتگانِ نجر نسیم و رضا کی داستانِ مکتومی کہ سنائی۔ آپ کو اس حادثہ جانکاہ کا اتنا سنج ہو اگر کسی اور حادثہ کا شاید کبھی نہیں ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو ننگے پیر پہنچا ہوں یہاں تک کہ عامر کے ہم حفاظت نے مجھے اس پر آمادہ کر دیا۔ اسکے بعد آپ نے نمازِ پنجگانہ میں قبائلِ رمل، ذکوان، عصبہ اور بنو لحيان پر بد دعا کرنے شروع فرمائی لیکن جب چاروں قبیلوں کے سربراہان و اعیان و علماء جو ان نفوسِ مشک کی جانستانی کے ذمہ دار تھے گھبراتے ہوئے اور سخت پریشان حال دارالہجرت میں آئے اور اپنی قسمتِ اسام کے دامنِ سعادت سے وابستہ کر دی تو آپ بدعا سے دست بردار ہو گئے (ابن سعد، ابن ہشام، ابن جریر طبری)

### جیش کی نامور ہستیاں

جو ستر نفوس مقدسہ اس پاک جیش میں شریک تھے ان میں زیادہ مشہور ہستیاں یہ تھیں (۱) منذر بن عمرو خزرجی مسعودی (۲) حارث بن صمہ خزرجی بخاری (۳) حرام بن ملحان بخاری بدی (۴) عمرو بن اسماء بن صلت سلمی (۵) رافع بن زید بن ورقاء (۶) عامر بن فہیرہ جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے آزاد کردہ یافتہ غلام تھے (۷) عمرو بن امیہ ضمری (۸) کعب بن زید بخاری بدی۔ ستر پاکبازوں کی مبارک فہرست میں صرف دو بزرگ عمرو بن امیہ ضمری اور کعب بن زید بخاری ہی سکے۔ باقی ۱۸ نفوس مقدسہ نے جاہم شہادت پی لیا۔

بنا کر دند خوش رہے بخون و خاک غلطیدن

خدا رحمت کند ایسے عاشقانِ پاک طینت را

کعب بن زید کے جو انبر ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ وہ مجروح ہو کر بے ہوش پڑے تھے۔ کفار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ جب ہوش میں آئے تو مقتولوں کی لاشوں میں سے اٹھ کر

چلے۔ آخر گرسٹ پڑتے مدبرہ منورہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد عزوۃ فندقی میں جرمہ شہادت لکھ  
فرمایا۔ (تذکرۃ السلف والصفائے قناریہ طبری)

## قراء کی ترسیل کا مقصد

ابن اسحق کی روایت سے دور پر لکھا گیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مالک  
شہادت کی درخواست پر ستر قریبی نجد میں اسلام کی دعوت کے لیے بھیجے تھے لیکن بخاری  
کی حدیث روایتوں سے فرض ترسیل بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ عاصم بن جرمہ فرماتے ہیں  
نہیں کہ اس وقت عاصم و ذکوان و عیینہ و بنی لخمیان اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی  
مدینہ منورہ میں تھے۔ انصار بسمیہ مدینہ منورہ میں تھے۔ ان کے بعد وہ تک تقدام فی جہاد میں وجہ  
آئے۔ ان میں سے تھے ان بنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کے بعد وہ تھے ان بنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
و بنی لخمیان نہر عموانہم اسلام را دادند۔ ان کے بعد وہ تھے ان بنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

## ایک شبہ کا حل

اگر کسی مجتہد دماغ میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبیہ جمع اور  
سندھ شہر میرٹھ میں کفارہ نہاد کی مدد باہانوں کو کہوں نہ ہو اور اقلان سمجھا اور اصحاب کرام  
کو کہوں ان کے بجز کیا ان کے بھیجنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ حضرات صحت یکسانی کے عالم میں  
تحریر پاکت کی نذر ہو گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے دعوت  
حق میں دوست دشمن مخلص و موحی خدا کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ انہیں ہر حال میں اپنے مالک  
کو خدا کی پیغام رسائی مقصود ہوتی تھی۔ اس لیے انہیں ہر موقع کو غائب الغیوب  
کے سپرد کر کے اپنا فرض انجام دیتے تھے۔ یہی صورت ہے کہ انہوں نے ضرورت تبلیغ کا  
التماس کر کے اصحاب کو ساتھ بھیجنے کی درخواست کی تھی۔ آپ کے لیے اللہ کی کوئی گواہی نہ  
میں تھی۔ اس کی مثال یہی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے بیٹوں کو مسلح کر کے میدان جنگ  
میں بھیجتا ہے۔ اس بات کو نہیں بانتا کہ اس کے فرزند زندہ واپس آئیں گے یا نہیں  
اور بعض روایتیں تبلیغ حق اور اٹھائے دعوت اسلام کے لیے بلکہ میں رہنے انہی زبانوں کی کوئی  
حقیریت نہیں بلکہ اگر شجرۃ ایمان کے پہنچنے کے لیے انہوں کو روٹوں میں بھی دھکا دے

ہوں تو مجال الکار نہیں۔

## دوسرا شبہ

دوسرا شبہ یہ ہے کہ ایسی حالت ہیں کہ حضرت نیرانا مصلی اللہ علیہ وسلم حامل وحی اور صاحب کشف والہام تھے۔ پہلے چھ اور بعد میں ستر قاریوں کا ہولناک انجام آپ پر کیوں منکشف نہ ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تو آپ پر ہر وقت وحی نازل ہوتی تھی اور نہ ہر وقت سر چیز کا کشف ہوتا تھا بلکہ جب کبھی خدا سے حکیم و برتر چاہتا تھا اپنی حکمت پر وہی کے اقتدا سے کوئی بات آپ پر بندہ یعنی وحی والہام ظاہر فرمادیتا تھا۔ چونکہ ان شہیدانِ راہ حق کی جاں سپاری خدا سے حکیم کے علم ازلی میں یوں ہی مقدر تھی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا حسرت ناک انجام منکشف نہ ہو سکا۔ انجام کار منکشف نہ ہونے کی ایک اور تفسیر ملاحظہ ہو۔

قبیلہ عکمل کے چند آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر منافقانہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور مدینہ منورہ میں رہنے لگے۔ لیکن یہاں کی آب و ہوا ان کو ماس نہ آئی اس لیے بیمار پڑ گئے۔ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راہ شقیقت انھیں مشورہ کیا کہ مجھ دنوں کے لیے شہر سے باہر زکوٰۃ کے اونٹوں میں جا کر رہا کرو وہاں اونٹنیوں کا دودھ پیتے رہیں۔ وہاں جا کر ان کی صحت بحال ہو گئی۔ جب اچھی طرح مصلح و توبہ ہو گئے تو ایک رات تمام مسلمان چہرہ ہوں کہ قتل کر کے زکوٰۃ کے اونٹوں کو ہانک لے گئے صحابہ کرام نے ان کا تعاقب کیا اور انھیں اونٹوں سمیت واپس لا کر ان کو قرار واقعی سزا دی گئی۔ (بخاری و مسلم)

شیخ عبدالحق مدارج النبوت میں یہ واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ شاید اس موقع پر بعض نادان کہیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا عندیہ اور کفر کیوں ظاہر نہ ہوا؟ اور آپ نے ان کو مسلمانوں کے بیچ کیوں رہنے دیا۔ اور ان کو کیوں حکم دیا کہ زکوٰۃ سے کسے اونٹوں میں جا کر رہیں؟ لیکن ایسا کہنا جاہلوں کی سی بات ہے کیونکہ آنحضرت کو واقعات کی



اطلاع اور انجام کار کا انگنات حتیٰ اور ابراہیمؑ الہی کے ذریعہ سے ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس موقع پر کسی حکمت کی وجہ سے جس پر علم غلام الغیوب کے سوا کسی کو نہیں کشف احوال نہ ہو سکا۔ (مناہج النبوت جلد ۱۰ مطبعہ مدنی ص ۲۸۰)

### عہد شکنی سے اسلام کی بینراری

اسلام میں ایفائے عہد کو بڑا ہیبت حاصل ہے اور مصنیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عہد شکنی سے جس درجہ نفرت تھی اس کا اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب خدا کے قافلہ قیامت کے دن سب انگلوں پھیلوں کو جمع کرے گا تو ہر دغا باز عہد شکن کا جھنڈا اس کی غاری اندر عہد شکنی کے موافق بند کیا جائے گا۔ خدا کی جہانے گی کہ یہ فنان بن فلاں کی غاری اندر عہد شکنی ہے۔ (مسلم) اور فرمایا کہ مومن کو اسکے ایمان سے اس امر سے روک دیا جائے کہ وہ دشمن کو نافع یا کر دھوکے سے قتل کرے کوئی مسلمان ایسا نہ کرے (ابوداؤد)

### اجتماع لشکر کی ناگواری

سید بن طاہر کا بیان ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد سلطنت میں مسلمانوں اور رومیوں کے مابین میں عہد ہوا تھا۔ امیر معاویہؓ نے سرحدی شہروں میں پوری تیاری کر رکھی تھی کہ عہد معاویہؓ کی مدت ختم ہو گئی تو ایک ایک رومیوں پر بلہ بول دیں گے حضرت عمرو بن عبد اللہ صحابیؓ کو اس کا علم ہوا تو وہ امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔۔۔ اے اکبر الشاکر وفا چاہیے نہ کہ غدر۔ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ بلاو دشمن کی طرف تیار رہی ایک روز وفا نہیں بلکہ داخل شدہ ہے۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے کسی قوم سے عہد کر رکھا ہے اس پر لازم ہے کہ اس عہد کو نہ ٹھٹھے اور اس میں کوئی تغیر نہ کرے اور نہ اٹھائے۔ نہ تک اس کا پسند کی طرح پابند ہے اور اس کے اختتام پر فریق مقابل کو جلا دے کہ ہم میں اللہ تعالیٰ میں جو عہد مصالحت تھا اب وہ باقی نہیں رہا۔ یہ سن کر امیر معاویہؓ نے اپنی سرگرمیاں بند کر دیں۔ (ترمذی و ابوداؤد)

## ابورافعہؓ کو مکہ واپس بھیجنا

اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد قریش مکہ نے جب ابورافعہؓ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی پیغام دے کر بھیجا تو آپ کے جمال مبارک اور اثر کلم نے ان کو اسلام کی حقانیت کا جلوہ دکھایا۔ ابورافعہؓ بارگاہ عالی میں عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! اب میں ان لوگوں کے پاس کہی واپس نہ جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ کہہ کر نہیں توڑتا اور ان کے قاصد کو نہیں روکتا۔ تم اس وقت واپس جاؤ۔ اگر دین اسلام کی محبت تمہارے دل میں اسی طرح قائم و برقرار رہے جو موجودہ وقت میں موج زن ہے تو پھر آجانا۔ ابورافعہؓ کا بیان ہے کہ میں نے مراجعت کی اور مکہ سے پھر مدینہ آکر اسلام لایا اور بے زحمت مسلمان ہوا۔ (ابوداؤد)

## فصل ۱۸-

## بد نظری کی عادت

عرب میں مرد و زن کا ایک دوسرے کی طرف نفسانی خواہشات کے تحت دیکھنا عام طور پر رائج تھا اور اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ شہوانی نظر بازی داعی الی الزنا ہے اس لیے مبلغ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی ایک قسم کی حرام کاری ہی قرار دیا ہے آپ نے فرمایا کہ زنا کئی قسم کا ہے۔ آنکھوں کا زنا غیر مجرم کی طرف دیکھنا ہے۔ ایک صحابی عرض پیدا نہ ہوئے یا رسول اللہ اگر پرانی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو اس کی نہایت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا حببت اپنی نسل بھیجے اور مسلم و ابوہریرہ (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا اگر کستی سلمان کی نظر بافتند کستی عورت کے سن و جہان پر پڑ جائے اور وہ معاً اپنی نگاہ اس سے پھیرے تو حق تعالیٰ اس کے دل میں عبادت کی عادت پیدا کر دیگا (احمد)۔

مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بازی کے علاوہ حرام کاری کے دوسرے دو داعی کی بھی ممانعت کی۔ چنانچہ فرمایا آنکھ کا زنا دیکھنا اور زبان کا زنا غیر مجرم سے شہوانی جذبہ کے تحت بولنا ہے۔ نفس خواہش کرتا ہے اور شہوانی نگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے (بخاری)۔

دوسری روایت میں دوسرے جوارح کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہاتھ کا زنا پکڑنا۔ پاؤں کا اس سے لیٹے پس کے جھانکنا۔ منہ کا زنا چومنا اور کان کا زنا (ایسی باتیں) سننا۔ ابو داؤد اور فرمایا کہ آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور جب عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گزرتی ہے تو وہ زانیہ ہے۔ (ترمذی)۔

ایک بار پیشوا ائمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک نوجوان مرد مسکایا ایک نوجوان عورت ایک دوسرے کو گھور رہے تھے آپ نے مرد کا سر پکڑ کر اس کا چہرہ

دوسری طرف گھمانا یا اور فرمایا کہ غیر محرم کو دیکھنا حرام ہے (ابو داؤد، شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ حجب عورتوں کو پردہ اور ستر کا حکم دیا گیا تو ساتھ ہی مردوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں۔ غلط فہمیوں مردوں کی اپنی تہذیب نفس کا بھی اس پر انحصار ہے کہ وہ عورت کو نہ گھورے، نہ پھریں اور غصّ بصر کے شراب خداوندی کے پابند رہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پہلی نظر جو بے ساختہ نامحرم پر پڑ جائے وہ مہارے حق میں ہے یعنی اس پر مؤاخذہ نہ ہوگا لیکن دوسری نظر کا حکم کو کوئی حق حاصل نہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک پہلی نظر اگر جاری رکھنا بھی بمنزلہ دوسری مرتبہ نظر کرنے کے ہے (حجتہ الباقیہ)

## فصل ۱۹

## بلا اجازت گھر میں گھسنے کا رواج

بارگاہ نبوت میں ایک انعام پر کی عرضداشت

پنجاب کے اکثر دیوبند کی طرح باقی عرب و عجم کی یہ رسم ہے کہ اپنے باپ یا بھائی کے گھر میں بے اذن و اجازت داخل ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے منورہ کی ایک افسانہ خاتون نے استاذ نبوت میں حاضر ہو کر التماس کی کہ یہاں اللہ بڑے بڑے اوقات اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہیں کہ اس وقت کسی دوسرے کا گھر نہ دیکھنا یا گھر گزرتا ہے۔ ایتنا گھر ہی تو ہے کبھی کوئی غصہ نہ کھاتا ہے اور یکایک کوئی آہا یا ہے تو طبیعت پر مغت شاق اندر نہ آتا ہے اس پر بلا اجازت گھر میں جانے کی ممانعت میں آیت ۲۴: ۲۷ نازل ہوئی۔

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔ جب تک گھر والوں سے اجازت حاصل نہ کر لو۔ اور اجازت لینے سے پہلے گھر والوں کو سلام نہ کرو۔ یہی تمہارے حق ہیں بہترین یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کا خیال رکھو اور اس پر عمل کرو۔ پھر اگر گھر والوں میں تم کو کوئی (ادھی) آدمی (معلوم ہو تو) بھی اس گھر میں نہ جاؤ جب تک تم کو (مختار اذان کی جانب سے) اجازت نہ دی جائے اور اگر کوئی موبکر ہو اور اجازت لینے کے وقت تم سے کہا جائے کہ اس وقت موقع نہیں ہے اس لیے اٹھ جاؤ تو بلا تامل اٹھ آؤ۔ یہ (مراجعت تمہارے لیے زیادہ پاکیزگی کی موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب شہ ہے۔

مولانا عرف علی تھانویؒ نے لکھا کہ اول سلام کر کے گھر والوں سے پوچھو کہ ہم آجائیں۔ اور ویسے ہی اجازت لینے بغیر میرے گھر میں داخل نہ ہو۔ اور زنا

سب کھڑوں کے بیت ہے اور استیذان واجب اور تقدیم سلام سب کے لئے ہے۔  
کہ آیت میں خطاب مردوں کے ہے مگر وہ لوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔  
مذاہب میں بھی ہے۔

تین مرتبہ استیذان کا فرمان نبوی

رسالت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع گھر میں گھٹت کی جیشہ ممانعت رہا کرتے  
تھے کیونکہ بعض اوقات گھر کا کعبہ پر بند کسی ایسی حالت میں ہوتا ہے جس میں دوسروں کا  
مداخلہ اس کو ناگوار ہوتا ہے۔ گو کوئی پیر یا سبب اطلاع جہاں پہنچ تو سر ہاتھ دے اور نہ  
مکان پر تو مستودعات کے ساتھ جو عمارت پر غصہ خطاب پر سخت شاقی گھڑتا ہے۔  
یہ سب بھی اپنی راستہ و نہایت میں جانتے کا فائدہ ہو تو بہر صورت  
کے ایک طرف گزرتے مگر اجازت کی پہیٹ۔ اس سے اس میں پشیمانی امت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر والوں سے اجازت نہ ملے پانی سے دفعہ بجانب  
نیلے تو قیسری دفعہ استیذان کریں۔ اگر اس مرتبہ بھی جواب نہ آئے تو واپس آنا  
چاہئے۔ (مسلم)

عالم استیذان لینے کی ضرورت

استیذان کے لیے تشریف دیکھنے کی کوئی تفریق نہیں۔ ہر ایک سے اجازت لینا لازم  
ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا  
اپنے گھر میں جہاں وقت اپنی ماں سے بھی اجازت لینے کی ضرورت ہے؟ فرمایا ہاں  
ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرورت ہے اور وہ جہاں  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے کے لئے گھر سے نکالتے ہیں؟ صحابی نے فرمایا: ہاں رسول اللہ  
میں ضرورت ہے کہ جہاں وقت اپنی ماں سے بھی اجازت لینے کی ضرورت ہے؟ فرمایا: ہاں  
گو اس سے کہیں اور لیں۔ یہ سب سب ضرورت کی ہیں۔ فرمایا: واپسی حالت میں اندر سے کہ  
جایا کرو۔ (مسلم)



اذن ملنے سے بیشتر پردہ ہٹا کر جھانکنا

الغرض کتابی عزیزہ یگانہ یا بے تکلف دوست کیوں نہ ہو اطلاع کئے اور اذن بے  
 بغیر کسی کے پاس اچانک نہ پہنچ جانا چاہیے۔ حضور کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ تین مرتبہ  
 اجازت طلب فرماتے تھے۔ اگر اجازت نہ ملتی تو آپ لوٹ آتے تھے۔ آپ نے بھی یہ فرمایا  
 کہ جس کسی نے اجازت ملنے سے بیشتر کسی کے دروازے کا پردہ ہٹا کر اندر نظر کی اور گھر  
 کی کسی مخفی چیز کو دیکھ لیا تو اُس نے ایسا کام کیا جو اس کے لیے حلال نہ تھا۔ اور اگر کسی نے  
 اس طرح جھانکنے والے کی آنکھیں بھوڑ دیں تو میں اس فعل کو پسند نہ کروں گا۔ اور اگر کوئی  
 کسی ایسے دروازے پر سے گذر جائے جس پر پردہ نہیں اور وہ دروازہ بند بھی نہیں اور گھروالوں پر نظر  
 پڑ گئی تو اس کی کچھ خطا نہیں بلکہ خطا گھروالوں کی ہے کہ انھوں نے پردہ کیوں نہ ڈالا اور دروازہ  
 کیوں نہ بھڑا (ترمذی)۔

دریافت کرنے پر ”میں ہوں“ کہنا مہمل جواب ہے

پکارنے یا داخلہ مکان کی اجازت طلبی پر اگر گھروالے پوچھیں کہ کون ہو؟ تو اذن  
 چاہئے والے کو ہمیشہ اپنا نام بتانا چاہیے۔ دریافت کرنے پر جواب دینا کہ ”میں ہوں“ سخت  
 مہمل جواب ہے۔ حضرت جابر انصاریؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس غرض سے آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے آستان مبارک میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی کہ اپنے والد کے  
 ترض کی نسبت آپ سے گفتگو کروں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ آپ نے  
 دریافت فرمایا کہ ان ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں  
 تو میں بھی ہوں۔ گویا آپ نے (نام بتانے کی جگہ) ”میں ہوں“ کہنے کو ناپسند فرمایا۔  
 استبذان کا طریقہ

داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ علیہم الرضوان کو معاشرتی آداب سکھائے  
 ان میں استبذان یعنی اجازت مانگنے کا طریقہ یہ بتلایا کہ جانے والا پہلے دروازے کے دائیں  
 یا بائیں جانب کھڑا ہو کر السلام علیکم کہے۔ ایک دن آپ اپنے کسی خانہ اقدس میں تشریف فرما  
 تھے۔ ایک صاحب آکر کہنے لگے کہ اندر آ جاؤں؟ آپ نے اپنے خادم حضرت انس رضی

سے فرمایا کہ یا مہر کل کہ ان کو اجازت طلب کر نیک طریقہ سکھاؤ اور بتاؤ کہ وہ السلام علیکم کے بعد اندر آنے کی اجازت طلب کریں۔ چنانچہ انھوں نے سلام کرنے کے بعد اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دی۔ بعض لوگ اس معاشرتی طریقہ کا مقصد نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ نے ایک شخص کو جو بالکل دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا فرمایا کہ سامنے سے ہٹ جاؤ کیونکہ اس طریقہ کے قائم کرنے کا مقصد وحید یہ ہے کہ آنے والے کی نگاہ کسی ایسی چیز پر نہ پڑ جائے۔ جس کا اظہار گھر والوں کو ناگوار ہو (الوداؤد)

پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم کے استبذان کا طریقہ یہ تھا کہ آپ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کنے۔ دہوی کا بیان ہے کہ آپ دروازے کے سامنے اس وجہ سے نہ کھڑے ہوتے کہ اس وقت تک دروازوں پر پردہ ڈالنے کا رواج نہ ہوا تھا۔ اگر گھر والے جواب نہ دیتے تو آپ بلا پس و پیش پلٹ آتے۔

### سعد بن عبادہ سے آنحضرت کا استبذان

ایک دفعہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رئیس خزرج کے مکان پر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر طلب اذان کے لیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حضرت سعد نے سلام کا جواب اتنا آہستہ دیا کہ آپ سن نہ سکے۔ ان کے فرزند حضرت قیس بن سعد کہنے لگے اے آپ رسول اللہ تو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے؟ وہ بولے بیٹا ذرا خاموش رہو۔ رسول خدا ہم پر بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لیے بابرکت ہوگا۔ حضور نے قندے توقف فرما کر پھر سلام علیکم کہا۔ حضرت سعد نے پھر بھی آہستہ سے سلام کا جواب دیا کہ آپ سن نہ سکے۔ حضور نے کسی قدر امتقار کے بعد تیسری مرتبہ آنے کی اجازت پماہی مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو آپ واپس چلے۔ حضرت سعد نے آپ کو مداجعت فرماتے ہوئے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرس کی بار رسول اللہ تشریف لے چلے۔ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا تاکہ آپ بار بار سلام فرمائیں اور ہمارے لیے خیر و

برکت کا موجب ہو۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

اس واقعہ میں امت کے بیٹے اچھا سبق ملے۔ ہم کسی کے مکان پر جائیں اور گھر والے کوئی جواب نہ دیں تو ہم اس میں اپنی توہین سمجھتے ہیں لیکن آپ نے عدم اجازت پر کچھ بھی ناگواری محسوس فرمائی اور اس کو کسی حد پر بند کر کے آپ نے لوٹ آنے کا قصد فرمایا۔

### استیذان کے مختلف طریقے

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ لوگوں کے طبقات مختلف ہیں اس لیے استیذان کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ مثلاً ایک اجنبی شخص کو جس کے صاحب خانہ کے ساتھ کوئی خاص مراسم یا دوستانہ تعلقات نہیں۔ اُس وقت تک اس کے گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے جب تک صریحاً اجازت طلب نہ کرے اور صاحب خانہ صریح الفاظ میں اس کو اجازت نہ دے۔ دوسری صورت اُن اشخاص کی ہے جن سے بڑا میل جول اور بے تکلفی ہو۔ ان کے استیذان میں ویسا تشدد نہیں۔ جیسا پہلی صورت میں تھا۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ جب میری بات چیت کی آواز سناؤ اور تمہارے طلب اذن پر میں نے امتناع بھی نہ کیا ہو تو تم میرے لیے بمنزلہ اجازت کے ہے۔

تیسری قسم اُن خور و سال پچوں پر مشتمل ہے جن سے پر وہ نہیں کیا جاتا۔ ان کو بجز چند مخصوص اوقات کے جن میں آدمی عام طور پر کپڑے اتار دیتا ہے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

## فصل ۲۰۔

## بے آئینی اور نظام حکومت کے فقدان قناعت

## مدینۃ الرسول کا شرف و امتیاز

عرب میں مدینۃ الرسول کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ پچاس سال تک نبوت اور خلافت راشدہ کے مرکز و مستقر کی حیثیت سے سارے عرب کا دار الحکومت رہا۔ بلا عرب میں کسی دوسرے شہر کو بھی یہ شرف حاصل نہ ہو سکا۔ یہ نیکہ اس سے پہلے سارا ملک کبھی ایک پرچم کے نیچے جمع نہیں ہوا تھا۔

بعثت نبوی سے پہلے عرب کے اکثر حصوں کے سیاسی اختیارات تو قبائلی سرداروں کے ہاتھ میں ہوتے تھے اور دوسرے علاقے غیر ملکی استعمار کے غیر میں گرفتار رہتے تھے۔ محکوم عربوں کو آزادی اور عربی سلطنت کے قیام کا کبھی احساس تک نہ ہوا تھا اور وہاں کے باشندے اپنی بے آئینی اور نظام حکومت کے فقدان پر ہمیشہ قانع رہے اور یہ صرف پیغمبر مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے کہ اہل عرب بھی حکومت خود اختیاری سے بہرہ مند ہوئے اور انھیں نہ صرف شاہد آزادی سے ممکن نہ ہونے کی سرفرازی نصیب ہوئی بلکہ آئندہ چل کر وہ کشور کشا اور فاتح اور سلطنتوں کے بانی کی حیثیت سے منظر عام پر آئے۔

## ایام بعثت میں عرب کی سیاست ملکی

بعثت نبوی کے ایام میں عرب کے سب سے نہ خیز خطہ یمن پر ایرانیوں کی حکومت تھی۔ مدینہ منورہ بھی جسے ہجرت نبوی سے پہلے یثرب کہتے تھے یمن کے زیر فرمان ہونے کے باعث بالواسطہ ایران کا محکوم تھا۔ عراق عرب بھی حدود نجد تک ایران کے زیر اقتدار چلا آتا تھا۔ شمال میں نہ صرف عقیقہ و محفل بلکہ تبوک تک کی سرزمین زرخیز

عیسائیوں کی زیر اثر تھی۔ دوران میں غسانی عیسائیوں کی حکومت تھی جو رومیوں کے باغیر تھے۔ جبرہ و انبار میں لختی حکمران برسر اقتدار تھے جنہوں نے شاہ ایران کو اپنا آقا تسلیم کر لیا تھا۔ اور گو مکہ معظمہ مع توابیع اور نجد کی سر زمین اس بات تک غارتی مداخلت سے محفوظ تھی تاہم کشکالنگا ہوا تھا کہ یہاں بھی کوئی اجنبی حکومت اگر غسان اقتدار ہاتھ میں نہ لے لے، بلکہ اسکے اسباب و ذرائع پیدا ہو چکے تھے۔

### حکومت الہی کی تاسیس

ہجرت نبوی کے بعد اطراف و جوانب کے سب سلطان ترک وطن کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور اس طرح اسلامی جمعیت بڑھتی گئی۔ جنگ بدر کے بعد حکومت الہی کی تاسیس ہوئی۔ آپ کو مدینہ منورہ اور اس کے مضافات میں کامل طور پر حاکمانہ اقتدار حاصل ہو گیا۔ چند سال کے بعد مکہ معظمہ فتح ہوا اور قبائل کے قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ چنانچہ حجتہ الوداع میں سوا لاکھ کلمہ گو آپ کے ہر کاب مکہ معظمہ پہنچے ہوئے تھے۔ اس وقت یمن، تھامہ، نجد اور بعض نواح شام آپ کے دست تصرف میں تھے۔ ان مقامات اور شہروں میں آپ کے عامل متبعین تھے جو مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ وصول کر کے خدمت اقدس میں بھیجا کرتے تھے اور آپ کی حیات باسعادت میں مدینہ طیبہ ایک دارالسلطنت کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

### رسالت پر بادشاہت کا گمان

اسی بنا پر اہل یورپ نے آپ کی رسالت کو بادشاہت اور سلطنت خیال کیا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ مکہ میں تو آپ واقعی پیغمبر تھے لیکن مدینہ جا کر پیغمبر سے بادشاہ بن گئے۔ حالانکہ مدینہ منورہ میں آپ بذات خود اور آپ کی ازواج مطہرات مسجد کے حجرے میں قیام فرماتھیں۔ عرب کے خزانے آپ کے دست تصرف میں تھے اور آپ سیم و زر لوگوں میں بانٹتے رہتے تھے لیکن آپ کے اپنے گھروں میں فاقے پر فاقے گزرتے تھے۔ آپ کے خادم حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے کھانے کے لیے جو کی روٹی اور گھنیا قسم کی چربی لے گیا اور آپ نے مدینہ منورہ کے ایک یودی کے

پاس اپنی زندہ گردن رکھی اور اس سے اپنے گھروالوں کے لیے کچھ جو لیتے۔ اس میں سے نبی  
شام آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محمد کے اہل و عیال کے پاس رنگیوں کا ایک سات  
ہے اور نہ کسی اور اناج کا اور اس وقت حرم نبوت میں نوبیاریاں تھیں، مشکوٰۃ بحوالہ بخاری  
اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
دنیا میں تشریف فرما رہے آپ نے یا آپ کے اہل بیت نے متوانہ زودان جی تو کی زندگی  
بیٹ بھر کر نہیں کھائی (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم) اور حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ہم ایک  
چاند دیکھتے تھے پھر دوسرا چاند دیکھتے تھے۔ پھر ہمیں تیسرا چاند دیکھائی دیتا تھا اور اس  
مدت میں ہمارے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ راوی نے پوچھا ام المؤمنین! پھر زندہ کیا  
انتظام تھا؟ فرمایا کھجور کے چند دانے کسا کر اوپر سے پانی پی لیا کرتے تھے (ترمذی)۔ یہ  
مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ آستان نبوت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کھجور کی چٹائی پر  
بیٹے ہوئے تھے جس پر کوئی بچھوٹا نہ تھا اور یہ چٹائی آپ کے جسم اطہر پر نقش ہو گئی تھی۔  
اور آپ کے سر مبارک کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا۔ جس میں پڑ سنتہ ثمرہ بھرا ہوا تھا۔  
(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

### جامع صفات نبوت

اصل یہ ہے کہ نبوت در سالت مختلف زمانوں میں مختلف حیثیت اختیار کرتی  
رہی ہے۔ کبھی تو انبیاء بصورت بادشاہ و خلیفہ ظہور فرماہوتے تھے اور کبھی بصورت تبرع  
مبعوث ہوتے تھے اور کبھی صورت زاہد و مرشد تشریف لاتے تھے۔ جس طرح پیغمبر عربی  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام انبیاء پر فضیلت و برتری بخشی گئی۔ اسی طرح آپ کی شریعت  
بھی تمام شرائع سابقہ سے اعلیٰ و برتر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب افضل شریعت افضل  
نبی پر نازل ہو تو اس کی صورت بھی ان تمام صورتوں کی جامع ہوگی جو کبھی رسالت و نبوت  
کے ضمن میں پائی گئیں۔

پس خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، بادشاہت، معلیت اور زاہدیت  
تینوں صفات کی جامع تھی۔ آپ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی طرح تو بادشاہ نبی



تھے۔ اور نہ کریم علیہ السلام کی طرح بصورت عالم نبی اور حضرات یونس، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی طرح نبوت کے ساتھ کامل درجہ کے عابد و زاہد نبی بھی تھے۔

روم، ایران اور دوسرے ممالک کی تسخیر  
گو حکومت و مملکت لازمہ نبوت نہیں لیکن اگر دعوت حق کی آواز کو دبایا جاتا تو  
خدا کے پیغمبر مزام تو لوں کو مغلوب کر کے اعلاء کلمۃ اللہ کا حق ادا کرتے اور اپنی مقہور  
قوم کو فراعنہ وقت کی غلامی سے نجات دلاتے تاریخ عالم کے باقی انکار واقعات اس بات  
کا بین ثبوت ہیں کہ دنیا کے کسی فرزند وطن نے اپنی در ماندہ و محکوم قوم کو اتنا سر بلند نہیں کیا  
جس قدر کہ سیدنا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عربوں کی سی پست و در ماندہ قوم  
کو بر سر حکومت کر کے سرفرازی بخشی۔ آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایسی تعلیم  
و تربیت سے نوازا کہ وہ آئندہ چل کر عربی بادشاہت کے نظم و نسق کو باطل و باطل  
بلا سکیں۔

یہ بادشاہت بیس، بائیس سال کی مختصر مدت میں در نہ کے چھوٹے سے قصبہ  
سے نکل کر روم، ایران اور دوسری مملکتوں پر ایشیا، افریقہ اور یورپ تین براعظموں میں  
چھا گئی۔ (۶۱۰ء) میں جبکہ مدینہ طیبہ میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذو النورین رضی  
اللہ عنہ سربراہائے خلافت تھے عسا کر خلافت ہمسپ نہ میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ فوجیں چند  
نسلوں کے بعد طارقی کی تکمیل فتح تک و میں مقیم اور قابض تھیں۔

## فصل ۲۱۔

## بے حجابی نسواں

عرب میں کوئی عورت پرائے مردوں سے پردہ نہیں کرتی تھی۔ عورتیں زیب و زینت کے آزادانہ پھرتی تھیں اندر یہ آزادی فسق و فجور میں ترقی کا باعث تھی۔ مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خرابی کا بھی تدارک فرمایا۔

ایک بار آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ تمبیائے مکررہ کی ایک عورت زیب و زینت کئے ہوئے بڑے ناز و نحر سے کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئی۔ آپ کو سخت ناگوار ہوا۔ اور آپ نے فرمایا لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں میں آئے۔ سے روک دو۔ بنی اسرائیل پر اُس وقت تک تہ کا عذاب نازل نہیں ہوا جب تک انکی عورتوں سے بناو سنگار کر کے مسجدوں میں آنا شروع نہ کیا۔ (ابن ماجہ)

سہ ماہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے طرز بود و ماند میں اصلاحات کا نفاذ فرمایا۔ اب تک مسلم خواتین بھی جابلیت کے رسم و رواج کے مطابق کھلے بندوں پھرتی تھیں اب حکم ہوا کہ خواتین گھروں سے نکلیں تو ایک بڑی چادر اوڑھ کر گھونگھٹ نکال لیا کریں جس سے چہرہ بھی چھپ جایا کرے۔ انچل سینے پر ڈال کر چلیں۔ پاؤں میں کوئی زیور ہو تو کوشش کریں کہ اس کی آواز نہ پیدا ہو۔ پردے کی اوٹ سے بولیں۔ گفتگو میں کسی قسم کے تصنع اور بناوٹ کو دخل نہ دیں۔ اہمات المؤمنین اور بنات طاہرات کو چہرہ کھول کر پرائے مردوں کے سامنے آنے کی قطعی ممانعت فرمائی گئی۔ یہاں تک کہ اندھوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ آستانِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ اور اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ

سید و غمی اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں خود نہیں آتا۔ آپ سے دونوں کے فریاد یہ ہے کہ  
جو بڑا بڑا حضرت ائمہ سائے سے ہماری کی یاد میں اس کے یہ تو غائب ہیں جو ہم کو نبی و پیغمبر کے  
آپ سے فرمایا کہ یہ تو سید ہیں ان کے نام بھی نہیں جو ہم دونوں کو بھی رہتی ہو۔ اور ان کے نام  
و اس کے نام بھی نہ آیا۔ اور ان کے نام بھی نہ آیا۔ (یعنی اس کے نام تو وہ بھی نہیں پائے۔ لیکن یہ  
وہ سید ہیں جسے تو فرماتا ہے کہ اس کے نام کی طرف میں موصول ہوں گے۔ اور اس کے نام بھی

[illegible][illegible]

اما کہ نصرتی مخالفوں اُمّ خنیسہؓ سے پہلے اب اسے جوئے بگاڑ دیتے، اسے مانتے نہیں  
اور آپؐ نے اپنے فرزند کے نکاحات دریافت کرنے لگے، جو آپؐ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک  
ہو کر وہیں شہید ہو گیا تھا۔ سنا سترین مجلس میں سے کوئی عذاب کہنے لگے کہ تم مارا بیٹا قتل ہو گیا ہے  
تعجب ہے کہ ایسی عیبیت کے وقت بھی ہمیں انقار اور پردہ پوشی سونپھی ہے ؟ ہر فرد نے  
نے فرمایا کہ اگر ہیں اپنا بیٹا کھو چکی ہوں تو کیا اب تم مجھ سے بھی عاری ہو جاؤں ؟ برسوں کے  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے فرزند کو دوسرا بیٹا ملے گا لیونکہ اسے اہل کتاب  
نے قتل کیا ہے (ابوداؤد)

عورتوں کے لئے مسنون ہے کہ بائیس ہفتہ کی لگائیں اور اگر کسی وجہ سے ایسا نہ  
کر سکیں تو کم از کم بائیس کے ناخنوں کو اتار دے۔ یہی سن سُرخ کہیں تاکہ نسوانی پاتھہ دہانہ ہونے  
سے ہمیشہ بچائے۔ احمہ ابو میناج حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت نے جس کے بائیس  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا خط تھا پیس پر زہ سے انتشار کیا۔ لیکن آپ نے اُس کے  
پاتھ سے وہ مسطہ لیا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ پاتھ کسی مرد کا ہے یا عورت کا۔ اُس  
عورت نے اُپا پڑنا نہ پاتھ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم عورت ہو تو تمہیں چاہیئے نفا کہ اپنے  
ناخن بندھنے کے ساتھ متغیر کر لیتیں۔ (ابوداؤد و نسائی)

س۔ روایت سے بھی معلوم ہوا کہ پیشوا نے اُمّتِ معلیٰ ائمہ علیہ وسلم کا خواتینِ اسلام سے  
صدا جوہر نہیں ہوتا تھا۔

ایک انصاری جوان کا ہند بہ غیرت

صحابہ کرام علیہم الرضوان پر وہ نسائی کو اس درجہ اہم و ضروری خیال نہ تھے اور اس سختی سے اس کے پابند تھے کہ وہ بعض ایقامت ربوی کو بے پردہ دیکھ کہ شدت غیرت میں اس کے قتل پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ غزوہ خندق کے نام میں ایک انصاری نوجوان کی نئی شادی ہوئی تھی۔ اور وہ ہر رخصت و ہر پرے وقت ہنسنے خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت سے کہ اپنے گھر چلا جاتا تھا۔ ایک دن جو اس نے گھر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنا ہتھیار اپنے ساتھ رکھا کرو۔ کیونکہ مجھے

تعداد سے تقی میں نبوتِ مرسلہ کی طرف سے محدث ہے۔ انیو فرانسہ ایک یہودی نبی تھا۔ جس نے مسلمانوں سے معاہدہ امن کر رکھا تھا۔ یہی کزنوہ خندف میں فدا رہی کر کے وہ انہوں کے ساتھ مل گئے تھے۔

اس نوجوان نے بتھیار نے بیٹے اور لکھو پر۔ لیکن لکھو پہنچ کر کیا درگفتاب ہے۔ اسکی بیوی گھر سے باہر دونوں دروازوں کے درمیان کھڑی ہے۔ نوجوان پہنچ کر گھر کے باہر پر وہ دیکھ کر متحیر و غیرت مند ہو جاتا ہے اور چاہا کہ زینرہ مار کر اس کو ہلاک کر دے۔ یہودی نے کہ خدا کے بیٹے اپنے نذر سے کو روک لو اور پہلے اندر جا کر دیکھ لو کہ میں باسرنیکشتہ یہودیوں مجبور ہوئی ہوں نوجوان اندر گیا اور دیکھ کر ایک بڑا سانپ کشتہ کی مار سے بچوٹے پر بٹھا ہے۔ نوجوان سانپ کی طرف بڑھا اور اس کو زینرہ سے پرکھ کر اندر سے نکالا اور اس نذر سے گھر کے صحن میں گھاڑ دیا۔ سانپ سے زینرہ کی طرف اٹھل کر نوجوان کو ڈس لیا۔ اور وہی کامیاب ہے کہ معلوم نہیں دونوں میں سے کس نے جان ڈالتی ہے۔ اس وقت کی انصاری نوجوان پہلے طعنے اہل بنایا سانپ پہلے مارا۔

### پزدہ نسواں کی اہمیت

شاہ ولی اللہ حجتہ اللہ باغ میں رقم فرمایا کہ مرد اور عورت کا ایک دوسرے کو آزادانہ دیکھنا ان کے شہوانی جذبات میں ہیجان پیدا کر تا ہے اور دونوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ بے اوقات حرام کاری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے اس مسئلہ کا مسئلہ باب نہایت ضروری تھا۔ چونکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے اور اس کو اس قسم کی مختلف ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ جن کے باعث مرد و عورتوں کا میں جان ناگزیر ہے اس لیے شارع علیہ السلام نے دفع مفاسد کے لیے مختلف تدبیریں ضرورت فرمائی ہیں۔

جن میں سے پہلی تدبیر یہ تھی کہ کوئی عورت اشد ضرورت کے بغیر اپنے گھر سے نہ نکلے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَ قَرْنَٰنِ فِی بُیُوتِکُمْ (اپنے گھروں میں قرار پکڑو یعنی بنا ضرورت باہر نہ نکلو) اور اگر بغیر ضرورت نکلنا پڑے تو چاند سے سراوہ چہرہ چھپا لیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ

اے پیغمبر اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں

وَلَمَّا كَانَتْ اُولَىٰ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِكُنَّ اَعْيُنُهُنَّ  
 مِنْ جَلَابِ سُبُوحٍ (احزاب آیت ۵۹) کہ اپنی چاندروں کے گھونگٹ ان کی آکھیں۔  
 اور قرأت المؤمنین کے بارے میں حکم یہ کہ اگر ان سے کوئی چیز یا گویا تو پر دست کے، سرت رات کرے۔  
 ۱۳:۳۳ یعنی بے غرضت تو پر دست کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ جائز ہے البتہ غرضت کے  
 وقت کلام کا مضائقہ نہیں مگر رویت نہ ہو۔

آپ کی ایک تعلیم یہ تھی کہ محرم کے موانع کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ نہ ہو سکتا  
 بجز اس صورت کے کہ ان کے ساتھ کوئی تیسرا شخص ہو جس کا ان پر رعب ہو۔ ایک حدیث  
 میں بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شوہر کسی عورت کے ساتھ سوے تو بیعت  
 تو شبخانی ان میں تیسرا ہوتا ہے اور فرمایا کہ بن خنیس کے شوہر سفر میں ہوں ان کے پاس  
 مت جایا کرو کیونکہ شیطانی آدمی کے اندر اس طرح سرایت کرتا ہے جس طرح ثعلب لکڑی  
 دوڑتا ہے۔

### نسوانی چہرہ کے ستر میں نہ داخل ہونے کی کٹ جتنی

بعض لوگ یہ جگہ اٹھا کر کہتے ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں اور اس کے چھپے  
 کا قرآن یا حدیث میں کوئی حکم نہیں۔ تاہم چند کچھ ذرا سوال کے موضوع پر ان سے یہ کہہ  
 کر دیا گیا ہے انصاف پسند جو یا تو حق کے لیے اس میں کافی سے زیادہ بصیرت ہے تاہم قاضیوں  
 کے مزید اطمینان کے لیے سورۃ نور کی آیت میں کی جاتی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔۔

اسے چہرہ آپس میں نہ دیکھیں اور نہ ہی اپنی کمرے میں کسی اور بے پردہ عورت کی  
 حفاظت کریں اور اپنی نسبت کے منہ سے کچھ نہ بولیں اور نہ ہی اس کے متعلق غیبت کریں  
 اور نہ ہی اس کے متعلق کسی اور سے چھپنے میں سرورج ہے تو اس کے ظاہر کرنے میں غصہ نہ کریں  
 اور آپس میں سب سے پہلے اس کے لکھ مارے میں اور اپنی نسبت کے منہ سے کچھ نہ بولیں  
 ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محرم) یعنی باپ یا بیٹے شوہر کے باپ پر یا اپنے بھائی پر  
 یا اپنے شوہر کے بھائی پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھائی پر  
 مال (یعنی نوٹری غلاموں پر یا اگر کسی کے پاس سے ایسے غلاموں پر جو عورتوں سے کچھ غرض و طلب



میں سے بچنے کے لئے تھوڑے سے عرصے کے بعد اس پر جو خونوں سے پرورش کی  
 آتش سے تھوڑا سا دھبہ اور لپٹاؤں، اپنی جگہ سے ہٹ کر ان کے جتنی  
 روبرو معلوم ہو رہیں۔

اس کی عورتوں پر اور بچوں پر اس کا ایک بڑا دوسرا اثر صرف اس لئے ہوتا  
 کرتی تھیں اور ان کے بڑے بڑے بچے باپ کے جسم میں اس کے ایک  
 رہتا تھا۔ اس کی ممانعت میں نہ صرف ایک نانا یا بونی اور گھم جو کہ چھوڑا گئے اور بچوں  
 اور بچوں کے مابین ناگہم مینہ بھی چھپ جاتا اور ان کے عورتوں کے مابین  
 بڑے عورتوں کے مابین ناگہم مینہ بھی ہوتا ہے۔ جسے بدن کا بڑا سا اثر ہے اور یہ رکھنا  
 بڑی چیز ہے۔ لیکن اور بتھیں ان کے پائوں کے پنجہ پر تھوڑا سا دھبہ بھی ہوتا ہے جس سے  
 کا چھپنا، نرمی، خیریت، اچھے ہونے، مطلقہ قندہ اور اس کا ایک اور اثر ہے جو اس کے  
 واجب ہے۔ نفع مند قندہ اور اس کے موجودہ نمونہ میں۔ اس کا ایک اثر ہے اور اس کے  
 جس سے کائنات میں خیریت کے یہ سرعہ و کام اور بالخصوص اس پر اس کے تمام اس پر  
 فرشتوں کا مبادا اور محفل ہے۔ لازمی امر ہے۔ راجہ و غیرہ کی ضرورت سے طبع کو دکھانے سے  
 مولیٰ اثرات کی تھوڑی رشتہ رشتہ میں کہ نہایت سے مردانہ اور ان کے مواقع۔  
 مردانہ ہونے، بڑی باتوں، گردن، سر، سینہ اور کان میں یعنی ان سب مواقع کو سب سے چھپنے رکھیں۔  
 جو خود اس کے لئے ہوتا ہے اور اس کے لئے کہ سب ان مواقع کو سب سے پوشیدہ رکھیں۔  
 اور سب سے جن کا محرم کے ہاتھ نہ سر نہ رہتا ہے تو اس کے مواقع و اعطاء عجب پیشہ و غیر  
 جن کا محرم کے روبرو بھی جو نہ رہیں ان کا پوشیدہ رکھنا بالخصوص واجب ہوا۔ اس کے  
 سر سے پائوں تک اپنا تمام بدن پوشیدہ رکھیں۔

بڑا تھی و تھوڑا کا چہرہ چھپانا افضل ہے

مگر معلوم ہوا کہ سورہ نور کی تفسیر میں چہرہ کے داخل منتر ہونے کا جو تذکرہ ہے  
 اس کا مطلب محض یہ ہے کہ چہرہ یا اعضاء منتر نہیں۔ نہ یہ کہ عورتیں کھلی ہوں یا نہ ہوں  
 کو دکھانی چھپیں۔ کیونکہ قندہ کے افعال سے چھپنا اور جب کھلتا ہے۔ اچھے ہونے کا افعال



## فصل ۲۲

### بے حیائی

عازم حج نہ ہونے کا سبب ان کا فی

صفحات کے سند پر لکھا گیا تھا کہ نرسش کے ساتھ ساتھ یہ لکھا تھا کہ یہ لوگ  
 کرتے تھے سلسلہ میں نہ دے اس سے بیشتر مکہ فتح یہ لکھا تھا انہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 اس سال حج کے لیے تشریف نہ لائے شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے حکمرانوں کا کہنا تھا کہ  
 تھے اور حدیثوں میں ہے کہ آپ کعبہ منی پر دو تہین لڑی سے بھی زیادہ جہاد نہ تھے ایسی مثالیں  
 اس بے حیائی کا مندرجہ ذیل دیکھیں آپ کو کہاں گوارہ تھا اس لیے آپ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ  
 اور حضرت امیہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو یہ حج میں مکہ معظمہ روانہ فرمایا کہ کعبہ میں جو گروہادی کر دیں کہ گروہ  
 کوئی شخص مدیناں ہو کر طواف کعبہ کا حجاز نہ ہوگا۔ (مسلم)

### عربیاں غسل کرنے کی ناگواری

اہل عرب بیت المقدس جتنے وقت وہ پابند کرتے وقت پردہ نکلتے تھے (ابو داؤد) یہودی  
 بوناہی آدمی ہونے میں متنازعہ رہتے تھے برہان ہر جہہ غسل کرتے تھے اور اس حالت  
 میں لو سب لکھتے ان کو دیکھتے تھے (بخاری) بنی سلی اللہ علیہ وسلم نے بے ستر ہونے کی سختی  
 سے محالیت کی اور فرمایا خبرورائہ ہو کہ فی غسل کرے اس پر لازم ہے کہ تشر اور پردہ داری کے  
 ساتھ غسل کیا کرے (ابو داؤد) ایک بار حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بے ستر کی  
 حالت میں نہاتے ہوئے دیکھا تو منبر پر چڑھ کر اس کے فرمایا کہ خداوند عالم پاچھا اور پردہ پوش ہے  
 جیسا اور پردہ داری کو پسند کرتا ہے تو تم میں سے جب کوئی نہانا چاہے تو پردہ نکالے (مسلم)

### ندیر عربیاں

عربوں میں یہ دستور بھی بتایا جاتا ہے کہ جب کوئی دشمن ان پر حملہ آور ہوتا تھا تو ہر قاصد

اُس حملہ کی خبر سے کر آتا تھا وہ بالکل برہنہ ہوتا تھا اور اس نے اپنے تہبند سر سے اپنا سر نکال دیا۔ اس قسم کے قاصد کو "نذیر غریبان" یعنی برہنہ ڈرانے والا کہتے تھے۔ ان کی اس بزرگداشت سے قبائل میں دُرم و پیکار کا سخت بخوش چھیل جاتا تھا۔ حسبِ بیان بعض علماء ایک حدیث میں بھی اس رسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ بخاری (کتاب الاستقسام) میں آپ نے فرمایا کہ میری اور میرے حوین کی مثال اُس شخص کی تھی جسے جو کسی قوم کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے دشمن کے لشکر کو بچشمِ خود دیکھا ہے اور میں نذیرِ غریبان بن گیا ہوں۔

نذرہ اور نذرہ کی ران دیکھنے کی ممانعت

گھٹنے سے کرنا فتنہ کا ستر ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ناف بھی مستتر ہے۔ یہ بھی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غارِ چ ہے۔ اس مقام کے کسی حصے کا زور ہے۔ کے ساتھ کھڑا کسی دوسرے شخص کے اس مقام کو دیکھنا یا نہ دیکھنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو اہل سقہ میں گئے فرمایا تھا کہ کیا تمہیں معلوم ہیں کہ ران (سندھ) اور ران (آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ علیؓ اپنے تئیں دوسرے کے سامنے اپنی ران کو لو اور نذرہ یا مہنت کی ران کی طرف دیکھو اور دوا بن جائیں) آپ نے تمہیں بتائی کہ فرمایا اسے تمہاری رانوں کو ڈھونڈ لو کیونکہ رانیں مستر ہے۔ مشکوٰۃ بحوالہ شرح مسند زہریؒ کہ فرمایا کہ جو دیکھنے کی آپ نے ممانعت کی چنانچہ فرمایا کہ اپنی ران ہرگز نہ کھولو اور نہ نذرہ کی ران دیکھو۔ نہ مدعو (ابوداؤد)

ایہاں چنانچہ اپنے شہر بغداد کے عوام کی نسبت لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی ایک عادت ہے کہ اگر کسی میں تہبند کے بغیر داخل ہوتے ہیں اور بعض تہبند نہ دیکھیں تو غارِ چ ہوتے ہیں بلکہ تہبند کو بھٹ کر اس طرح اتر پڑے ہوتے ہیں کہ سر پینہ کھلی جاتی ہیں۔ اسی حالت میں بدن طے والے کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ سر کا دکانہ تھوڑا دیکھتے ہیں جو گھٹنوں سے ناف تک ہے۔ پھر خود اپنے شخص کے رانوں کی سرنگا میں دیکھتے ہیں اور نہ باجم نگاہی کرتے ہیں۔ نہ اس پر انگہ کرتے ہیں۔

عورت بیٹی کو بھی غریبان دیکھنے کی مجاز نہیں

وہ کوئی مرد کسی دوسرے شخص کی ناف سے گھٹنوں تک دیکھ سکتا ہے اور کسی عورت کے سینے یا نوچ کے عورت کا جسم ناف سے لے کر گھٹنوں تک دیکھ سکتا ہے۔ روایت ابو سعید خدریؓ سے ہے۔ سوال اللہ

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ کوئی مرد دوسرے مرد کے شرک یا کفر یا کلمہ کوئی تو کسی دوسری عورت کے شرک یا کفر یا کلمہ نہ مرد کسی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ جمع ہو اور نہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ملجی ہو اگر جمع ہو مسلم کسی عورت کے سینے یا زینہ نہیں کہ اپنی ماں یا بہن یا بیٹی کا جسم گھٹنے سے ناف تک دیکھے یا انہرے غور و سال بھی ہو تو کچھ منہ لقمہ نہیں لیکن جب لڑکی سات سال کی ہو جائے تو اس سے عورتوں کی اور سکھ دوسری عورتوں سے پردہ کرنا لازم ہے۔

**بلا اجبوری نہنگا ہونا لعنت کا کام ہے**

اسلام نے کسی دوسرے کے سامنے نہنگا ہونا یا کسی برہنہ شخص کی طرف دیکھنے کی سختی ہے۔ منافق فرمائی ہے: *يَا نَجِيَّةُ سُبِّحْتَ بِمَا تَعْنِي النَّاسُ الشَّاقِلُ وَالْمُنْشِقُ مَا الْيَدِ (دوسرے کے منتر دیکھنے والا اور مردوں کے منتر کی طرف دیکھ گیا) ہو مردوں پر اللہ نے لعنت کی ہے لیکن وہ عید فساد دیکھنا یاد رکھنا ہے۔* کے متعلق ہے۔ اگر بلا قصہ یہاں تک نظر پڑ جائے تو کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ نظر فوراً ہٹا لی جائے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے خدام نے زنادے سے محمد بن عمرؓ کا بیان سنا کہ میں ایک بیماری پہنچاؤں گا کہ بیمار ہاؤں۔ اس اثناء میں میرا زہند گہڑا اور میں نہنگا ہو گیا اور تب بند کو نہ اٹھا سکا رسول خداؐ نے مجھ اس حال میں دیکھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنا کپڑا اٹھاؤ ورنہ تم سب کو مسلمانوں کی خلوت میں بلا ضرورت کشف عورت کی ناپسندیدگی

شریعت غراء سے خلوت میں بھی بلا ضرورت شدید برہنگی جائز نہیں رکھی۔ چنانچہ اس معنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی باتے (بخاری) اور فرمایا کہ پیشاب پاخانہ اور مقاربت کے سوا دوسری حالتوں میں برہنہ ہونے سے بچو۔ کھڑے ساتھ ایسے لوگ (مالائکہ حفاظت و کاتبین کرام) ہیں جو کسی وقت تم سے جدا نہیں ہوتے تم ان سے حیا کرو اور ان کا اکرام کرو۔

اللہ فرمایا کہ یا مستغنیٰ اپنی بیوی کے اپنے ستر کو ڈھانک رکھو۔ ایک صحابی عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ اگر آدمی تنہا ہو اور کوئی دیکھتا نہ ہو تو وہاں کشف ستر میں تو کچھ مضائقہ نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ اس سے شرم کی جائے اور نہ ہی

ابوداؤد ابن ماجہ) لفظ ستر میں قبل، دُر بر گھٹنے ناست اور رانیں سب داخل ہیں۔ اور غسل خانہ میں تیناں کوئی نہ دیکھتا ہو بر نہ نہانا جائز ہے لیکن فصل یہی ہے کہ وہاں بھی کپڑا بند کر کے غسل کیا جائے۔  
**خواتین کے باریک لباس کی ناگواری**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طبقہ ناست کو باریک کپڑا پہننے کی ممانعت فرمائی خصوصاً ایسا باریک لباس جس میں بدن کا رنگ دکھائی دے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ ان کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ باریک کپڑے پہنے ہوئے نبی صلی اللہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپ کو ناگوار ہوا اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا (ابوداؤد) آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں فریق جہنمی ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں کوڑے دکھائی دیتے ہیں درود ان کوڑوں سے لوگوں کو مارتے ہیں۔ دوسرا فریق اُن عورتوں کا ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود بر نہ ہیں اور ان کے باریک لباس سے ان کا بدن نظر آتا ہے (یہ جب عورتیں پرانے مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور خود ان کی طرف جھکتی ہیں۔ ایسی عورتیں نہ صرف جنت سے بہ اس کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بہت بڑی مسافت سے دماغوں کو خطر کرتی ہے) علم مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن باریک اور صنی پہنے اپنی پھوپھی کے پاس آئیں۔ ام المومنین نے تادیباً وہ اور صنی بھڑکائی۔ اور اس کی بجائے ان کو موٹی اور صنی پہنادی (موطائے مالک) جن مسلمانوں کی بیویاں اور بہو بیٹیاں جالی کی کرتیاں اور بوائی ڈھ پٹے پہنتی ہیں۔ اُن کو ان حدیثوں سے عبرت پذیر ہونا چاہیئے۔

### بر نہ مباشرت

ایک بے حیائی یہ ہے کہ اکثر مرد و زن مباشرت کے وقت چارپایوں کی سی بے حجابی کے ساتھ بالکل بر نہ ہو جاتے ہیں اور بے تکلف ایک دوسرے کے اندام نہانی کو دیکھتے ہیں لیکن سرور کوں و مکان علیہ التجیہ والسلام نے اس فعل کو نا پسند فرمایا۔ (ابن ماجہ)

### نر ناخانہ میں محنت کے آنے کی بندش

مدینہ طیبہ میں بیات نامی ایک محنت رہتا تھا۔ مدینہ از رسول سے اس کا اخراج بھی اصلاحاً



کا ایک اہم ہندو در وقت کی ایک بڑی ضرورت تھی۔ محنت بھرت کوکت ہیں وہ در طرح کا ہوتا ہے۔ ایک پیدائشی جس کے بدن میں خالق نرعی اور جنس لطیف کی طرح اعضا میں بوج ہو وہ اخلاق، کلام اور حرکات و سکنات میں عورتوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ وہ ان مادات والوار میں عند اللہ گنہگار نہیں۔ اوائل میں بیت کو پیدائشی بیچرا اور بے ضرر ہونے کو کوئی شخص اپنے زمانخانہ میں آئے جانتے نہیں روکتا تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی خیال کے پیش انداز میں حضرت ام سلمہ کے گھر میں آئے۔ یہ نہیں روکا تھا۔

مختصوں کی دوسری قسم ان بیچروں پر مشتمل ہے جو خیمے نکل کر تکہف بیچرت بنتے ہیں۔ یہ بیچر حدیث مشہور کے موجب لعنتی ہے۔ ایک مرتبہ پادری، امام صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں تشریف لے گئے۔ ہیئت جی وہاں موجود تھا۔ دوران گفتگو میں حضرت ام سلمہ کے بھائی عبداللہ بن ابی بکر سے کہنے لگا کہ اگر اللہ نے عائشہ سے ہاتھ پر فتور دیا تو میں تمہیں دین سنبھال کی بیٹی کہوں گا۔ جس کی تسمانی ساخت میں یہ وسافت ہیں۔ چونکہ محنت و ہر دور جنسی امور سے بالکل بے تعلق ہوتے ہیں اور انہیں کسی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ بیت مدت تک قسم وال کے غیر ادنیٰ الاء بطریقہ داخل سمجھا جاتا رہا۔ بیت جب اس نے عبد الرحمن بن ابی بکر سے ایسی بیجاں انگیزات کہی وہ بیہوشے امت میں اللہ غیبہ تم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ بیچر شخص تم میں سے کسی کے پاس نہ آئے۔۔۔

اس نے معلوم ہوا کہ عورتوں کو موت سے پردہ کرنا چاہیے اور یہ کہ محنت جنسی اور محبوب

قسم کے لوگ غیر محرموں کے حکم میں ہیں۔

### شہر سے اخراج

اس قناعات کے بعد ہی بیت خود ہی عادت تھی کہ ہر دوں کے سامنے عورتوں کے

حسن و جمال کے اور عورتوں کے زبرد مرزا اور صاف کے قصے چھیڑ دیتا تھا۔ جب پادری

امام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ غریب اخلاق سرگرمیاں ملاحظہ کیں تو اس کو شہر سے

ایک چراگاہ کی طرف نکلوا دیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لوگوں

نے حضرت خلافت مآب سے کہا کہ رب وہ بوڑھا اور ناتواں ہو گیا ہے۔ اور سخت

محتاج اور نادار ہے تو امیر المؤمنین نے اس کو اجازت دی کہ ہفتہ میں ایک بار جمعہ کے  
 دن آیا کرے اور بھیک مانگ کر واپس جایا کرے۔ غرض مادہم واپس ہیں وہیں رہا۔ (ماخوذ از  
 مرقات شرح مشکوٰۃ و نظام برحق)

## فصل ۲۳

## بے رحمی اور فساد

عرب کے عہد جاہلیت میں بے رحمی کے بار بار اس سے کہ انسان بھول یا  
بہانہ دے کر بے رحمی کرے۔ کھنڈر یہ تو عام اور بے جا ہے۔ اس کے عالم میں اللہ علیہ وسلم نے  
اس کا افسانہ فرمایا۔

## سنگ دلی کے چند نظائر

مسلم جنگ و خونریزی میں اور عام وحشت و بے رحمی میں اور بے رحمی کو نہایت بے رحم اور  
سنگ دلی بنا دیتا تھا۔ جس کے منہ پر مختلف سونوئوں میں نمایاں ہوتے تھے۔ جنہیں اوقات دشمن  
کو عورتوں کی طرح دیکھا کرتے تھے۔ دشمن کے بچوں کو تیروں کا نشانہ بنا لیتے تھے۔  
انہیں محسوس کی جاتی تھی۔

ایک وقت پر ایک بے رحم نے اپنے دشمنوں کے چند بچوں کو ایک میدان میں  
کھرا کر کے تیروں سے چھپتی کر دیا۔ اور بچوں کو اس طرح نہ مرائیں پڑا دوسرے دن تیر  
انسانی کی گئی۔

مذہب کا ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ دشمنوں کی بیویں چھوڑ کر دشمن یا مجرم کے اعزاء کو  
اس میں باندھ دیتے تھے اور بیویوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ جس سے مجرم کا بہانہ چلے کہ  
میں بیویوں کے ساتھ رہ جاتا تھا کبھی کبھی عورتوں کو گھوڑے کی دم سے باندھ دیتے تھے۔  
پھر گھوڑے کو سر پر ڈال دیتے تھے جس سے اس کے بال کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے اور اس قسم کی  
مذہب اکثر عرب کے سدا طہین و رؤسا دیا کرتے تھے۔

## لاش کے ناک کان کاٹنا

دشمن کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد جوش انتقام میں اس کے ناک کان اور دوسرے اعضا کاٹ ڈالتے تھے۔ غزوہ اُحُد میں مشرکین مکہ نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ اور دوسرے شہداء اسلام کے اعضا کاٹے تھے اور ابو سفیان کی بیوی ہند بہت عتبہ نے تو حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر کچا پھرایا تھا۔ لیکن خوش ذائقہ نہ ہونے کے باعث اس کو کھانا نہ لیا گئی۔ مکہ کی ایک فرشتہ سلفہ نے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک (حضرت) عاصم بن ثابتؓ کی کھوپری میں شراب نہ پیئے گی چھین سے نہ بیٹھے گی۔ چنانچہ کف نے حضرت عاصمؓ کو ترغیب بہابیہ پلانے کے بعد ان کے سر مبارک کو اس غرض سے مکہ معظمہ لے جانا چاہا کہ سلفہ کے ہاتھ فروخت کریں۔ لیکن تائید نبویؐ نے شہد کی مکھیوں کے ذریعہ سے ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہونے دی۔ حضرت عاصم بن ثابتؓ انصاری رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عاصمؓ کے نانا اور عاصم بن عذرہؓ رضی اللہ عنہ راشد حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؓ کے نانا تھے۔

## اہل ایمان پر وحشیانہ مظالم

ابتداءً اسلام میں قریش مکہ نے صحابہ کرامؓ پر ان کے قبول اسلام کی پاداش میں جو ظلم توڑے ان کی دردناک تفصیل ”سیرت کبریٰ“ میں لکھ چکا ہوں۔ اس قساوت و سنگینی میں بعض یہ سرائیں بھی تھیں کہ کفار مکہ حضرت بلالؓ کو لوبہ کی زمر میں پہن کر دھوپ میں ڈال دیتے تھے۔ حضرت خبابؓ کو پکڑ کر دھکتے ہوئے کوٹلوں پر ڈال دیتے اور ان کے سینہ مبارک پر پاؤں رکھ کر زور سے دباتے کہ گرد و غبار نہ رہے پائیں۔ اسی طرح حضرت عمارؓ بن عمرؓ کو لوبہ کی زمرہ پہن کر جلتی ہوئی زمین پر لٹاتے اور اس قدر پیٹتے کہ بے ہوش ہوجاتے۔ بعض صحابہ کو پانی میں غوطہ دیتے تھے۔ مجھ کو پائیس میں مبتلا رکھتے تھے۔ بعض کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے۔

## ہاشمیوں کو جھوٹوں مارنے کی کوشش

ایک رنگ دلی یہ تھی کہ عمائد قریش ہاشمیوں سے برابر مل کر رہتے تھے کہ وہ سرور

انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نقش کے پتے اُن کے حوالے کر دیے۔ لیکن حضرت ابوطالب اور دیگر ہاشمیوں کو اس سے انکار تھا۔ اس بنا پر مکہ کے دکانداروں نے ہاشمیوں کے ہاتھ سودا فروخت کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اعداء اُن تمام اشیاء خوردنی کو جن کی نسبت احتمال ہوتا تھا کہ ہاشمیوں کے ہاتھ پڑ جائیں گی بر قیمت بہ خرید لیتے تھے۔ جب سودا گر غدارانہ تو اعداء شہر سے دُشکل کر راستہ میں جاتے اور سارا ناز خرید لیتے۔ اٹھوں نے ہاشمیوں کو ہر طرف سے محصور کر رکھا تھا۔ کھانے کی کوئی چیز ان کے پاس نہ پہنچ سکتی تھی۔ جب ہاشمیوں کے ننھے ننھے بچے بھوک سے بکلتے تھے تو سیاحانِ دل بُن پرست خوش ہوتے اور ان کے پتھر دل کسی طرح نہ پہنچتے اور ہر بھری

بے زبانون پر ناگفتہ بہ نظام

انسانوں کی صورت بے زبان جانور بھی اس قسامت سے محض نہ تھے۔ جب تھوڑے پڑتے تو ایک قسم کی گھاس کے گٹھے گائے کی دُم میں بند کر اس میں آگ لگا دیتے تھے اور اس کو پاشا بردار کر بارش کی دھواکتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ آگ بجلی چمکنے کا شگون تھی زبانون کی آنکھ جھوٹا لگتے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ ایسا کرنے سے ان کو نظر نہ لگے گی۔ جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا تھا تو اس کے اونٹ کی گردن کو اس کی دُم کی طرف الٹ دیتے تھے اور ایک گڑھے میں ڈال کر اس کا تپ مردانہ بند کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مرجاتا تھا۔ بعض اوقات مرنے کے بعد اس کو جلا دیتے تھے۔ کبھی اس کی کھان کھینچ کر اس میں بھس بھڑیت تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس قسم کے اونٹ یا اونٹنیاں قیامت کے دن مردہ کے پتے سوار ہی کا کام دیں گی۔

زندہ جانوروں کے استنسا کاٹنے کی قسامت

ایک ظالمانہ طریق یہ رائج تھا کہ اونٹ کے کوہان اور زندہ دنبے کی دُم کی جھتی اور بکری کے سرین کا گل یا بعض حصہ کھائے کے پتے کاٹ دیا کرتے تھے اور جانور کو زندہ ہی پھوڑ دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قطع عضو کے بعد جانور کس قدر دکھ اور تکلیف اٹھاتا ہوگا اور زندگی کے باقی ماندہ ایام کس مصیبت سے گزارتا ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس ظالمانہ رسم کا انب اد فرمایا۔ ابو واثق لشی کا بیان ہے کہ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ  
تشریف لائے تو ان ایام میں یہاں افشوہ کے کوہان اور بنوں کی بیٹیاں کاشت کاروں کے  
آپ نے اس کی ممانعت کے بعد یہ بھی فرمایا کہ جو چیز ایسی حالت میں بھٹی جائے کہ جانور  
ہو تو وہ چیز مردار ہے۔ نہ کھائی جائے نہ پر حلال جانور میں سے کھائی جائے اور نہ مذبح پر  
شاد و فی القادح لکھتے ہیں کہ ہمد با بیست میں بتدریج رسم بھی کہ زندہ جانور کا کھانا کھانا  
لیا جاتا یا چھتے پھرتے ذبح ہونے والے جانوروں کی پکیاں کاٹ کر کھ جائے۔ ایسا کرنے میں جانور  
کی سراسر تعذیب اور حکم شرع کی منکرانہ خلاف ورزی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ازار کی  
جہان بیٹ کھانا خاص طور پر فرمایا ہے جس کو ذبح اور زندہ کھائے نہیں جائے۔ اس سے  
شرع عبید اسلام نے کسی زندہ جانور کو کھانی غصہ کھانے کی ممانعت فرمائی۔ یہ رسم قوم مذکور کے  
کے لیے اس کا کھانا بھی حرام قرار دیا۔

بلی سے ظالمانہ برتاؤ کا انجام

صدیقوں میں ایک غیر مسلمان تھوڑے عرصے میں نے بی کو باندھ کر اس کا کھانا پانی  
بند کر رکھا تھا وہ اسی طرح بند ہی بند ہی رہی۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: اے اسی ذات پر تو کی قسم  
کہ جس کے دست قدرت میں جھکے گی ہاں سے کہ اس سورج زمین کی نماز کے سوا سے میں بہت  
مجھ سے اتنی قریب کر دی گئی تھی کہ اگر میں ہاتھ پھیلاتا تو اس سورج کے بند ٹوٹنے سے لپٹا۔ اور  
بہنم مجھ سے اتنا قریب ہو گیا کہ میں اس سے پٹے لگا اور میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ  
کیسے تمہیں ڈھانچ دے۔ اور اثناء میں میں نے قبیلہ حبر کی ایک عورت کو دیکھا۔ تو  
ایک بلی پر غصہ کرنے کی وجہ سے غصہ میں گرفتار تھی۔ اس نے بی کو باندھ رکھا تھا۔ نہ تو  
اسے چھوڑتی تھی کہ جا کر اپنی روزی تلاش کرے اور نہ خود اس کو کھانے پینے کو دیتی۔ یہاں  
تک کہ وہ اسی طرح بھوک پیاسی مر گئی۔ میں نے دیکھا کہ بلی اس عورت کو بری طرح  
لوچ رہی تھی (نسائی)

جانوروں کو نشانہ بنانے کی رسم بد

جہا بیست کی ایک رسم بد یہ تھی کہ جانوروں کو کسی چیز میں باندھ کر ان پر نشانہ لگاتے



تھے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سنگ دلی کو مٹا دیا اور اس قسم کے جانوروں کے گوشت کو حرام قرار دیا۔ اس سلسلہ میں فرمایا جس چیز میں روح ہو، اس کو نشانہ نہ بنایا جائے (ترمذی) ایک مرتبہ چند آدمی مرثی کو باندھ کر نشانہ بنا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نکادھر سے گذرے کہ رہو! تو ان کو دیکھ کر سب بھاگ گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ تو لوگ ایسا کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملعون قرار دیا ہے۔ مدشام بن زہد کا بیان ہے کہ میں حضرت انسؓ کے ساتھ حکم بن یوسف کے پاس گیا۔ وہاں چند لڑکوں کو دیکھا کہ انھوں نے ایک مرثی کو نشانہ مقرر کر رکھا ہے اور اس کو تیرہ بار رہے ہیں۔ حضرت انسؓ نے ان کو سمجھایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو اس طرح باندھ کر مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

### جانوروں کے ساتھ ہمدردی و مواسات

پہلی حرب بے۔ جانوروں کے ساتھ انتہائی شقاوت اور سنگ دلی کا ثبوت دیتے تھے۔ لیکن آپ نے جانوروں کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی و مواسات کا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا رحمن رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کر دو تو تم پر آسمان والا رحم کرے گا (ابوداؤد۔ ترمذی) فرمایا ایک آدمی جھارپ تھا کہ راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی آگے چل کر اس کو ایک کنواں ملا تو وہاں پانی پیا۔ اس کے بعد دیکھا کہ ایک کتانہاں نکالے ہوئے ہے اور پیاس کے مارے کچھ چھاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنے موندے اتار کر ان میں پانی بھرا اور کہتے کو پانی پلایا۔ خدا نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کو بخش دیا۔ یہ سن کر صحابہ غرض پیر ہوئے یا رسول اللہ! جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ بہ نثری روح کے ساتھ سلوک کرنے پر ثواب متا ہے (بخاری)

### جانوروں کو لڑانا اور داغنا

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے اور ان کے منہ پر داغ دینے اور منہ پر مارنے سے منع فرمایا (ترمذی) اگر جانور بیمار ہو اور بدن کو داغ دینے کے سوا کوئی خاص حکارہ نہ ہو تو منہ کے سوا دوسرے حصہ بدن کو داغنا جائز ہے۔ لیکن جانور کا منہ داغنا تمام علماء کے نزدیک حرام ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منہ داغے ہوئے گدھے

کو دیکھا۔ آپ کو اس سے بڑا رنج ہوا اور فرمایا جس نے اس گدھے کو داغ دوغ کی رحمت سے دور ہے (بخاری و مسلم) آپ نے بہانہ و روئی کی پیٹھ پر بے ضرورت بیٹھنے رہنے کی بھی ممانعت کی اور فرمایا کہ خالق کر دگار نے ان کو اس لیے تمھارے تابع فرمان بنایا کہ تم ایک جگہ سے دوسری جگہ کو جہاں تم سخت مشقت برداشت کر کے پہنچتے ہو وہاں پہنچ سکو (ابوداؤد)

### اونٹوں پر مشقت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایامِ ارزانی میں سفر کرو تو راستہ میں اونٹوں کو چرنے کے لیے چھوڑتے جاؤ اور جب قحطِ سالی میں سفر اختیار کرو تو راہ میں توقف و تاخیر نہ کرو بلکہ جلد منزل مقصود پر پہنچنے کی کوشش کرو اور جب مقام کرو تو راستہ میں مت اترو (ابوداؤد) ایک مرتبہ آپ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے۔ آپ نے دیکھا کہ بھوک اور مشقت کی وجہ سے اس کا پیٹ پیٹھ سے جالگا ہے۔ آپ نے اس کے مالکوں سے فرمایا ان بے زبان بچہ پاؤں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر صلاحیت و انصاف کے ساتھ سواری کرو اور ان کو حسنِ اسلوب سے کھلاؤ (ابوداؤد)

### اونٹ کا مالک کی شکایت کرنا

آپ کا ایک معجزہ یہ تھا کہ آپ بہائم و طیور کی بولی سمجھتے اور وہ نبی کی حیثیت سے آپ کو پہچانتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ اُدھر سے ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو دیکھ کر رونے کی آواز نکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس کے بدن پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے۔ انصاری نے کہا یا رسول اللہ! میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس اونٹ کے بارہ میں خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے جس نے اس کو تمھاری ملکیت میں دیا ہے؟ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور مشقت زیادہ دیتے ہو (مسلم و ابوداؤد)

### گھوڑوں پر شفقت

گھوڑوں کی پیشانی اور دم کے بال کترنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔ چنانچہ رحمتِ علم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں کا رنگ ان کی زبانوں اور دھبوں کی رنگت کے  
 دھبوں ان کی پٹریوں میں جن سے وہ مکھیاں اڑاتے ہیں اور سایا لیں ان کو گرم رکھتی ہیں اور ان  
 کی پیشانی کے بالوں میں خیر و برکت ہے (ابوداؤد بخاری بن سعید بن صالح اسوی کا بیان  
 ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے  
 گھوڑے کا منہ چادر سے پونچھ رہے ہیں۔ لوگوں نے اس اتفاق کا سبب دریافت  
 کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج رات مجھے گھوڑے کی خیر نہ لیت پر غنا ب تھا۔ (ترمذی طحاوی  
 امام مالک رحمہ اللہ)

اس حدیث سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اپنے جانوروں کی خیر گیری اور  
 خدمت گزار میں کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ کتنی جواب دہی کے بارگراں کے بھیجے دیے  
 ہوئے ہیں۔

### طیب کو بینڈک مارنے کی ممانعت

بے زبانوں پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شفقت یہ ہے کہ آپ نے  
 موزیوں کے سوا کسی جاندار کو مارنے کی اجازت نہیں دی۔ ایک طیب نے آپ سے  
 دوا کے لیے بینڈک مارنے کی اجازت مانگی۔ لیکن آپ نے اس کے مارنے کی اجازت  
 نہ دی (ابوداؤد، حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپ نے پیونٹی شہر کی مکھی (معدہ  
 اور چڑیا کے مارنے سے منع کیا (ابوداؤد) ایک سفر میں اہل لشکر میں سے کسی نے ایک  
 چڑیا کے دو بچے پکڑ لیے۔ چڑیا بچوں کی محبت سے ان کے سرور پر منڈلائے گی۔ آپ  
 نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو کس نے بے قرار کیا ہے۔ اس کے بچوں کو چھوڑ دو (ابوداؤد،  
 ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ ایک مقام پر تھکنے کی۔ وہاں ایک بکری  
 نے انڈا دیا تھا۔ ایک شخص نے وہ انڈا اٹھا لیا۔ چڑیا بے چین ہو کر بر مارنے لگی۔ آپ اس  
 کو دیکھ کر بے چین ہو گئے اور دریافت فرمایا کہ کس نے اس کا انڈا چھین کر اس کو ایذا دی  
 اٹھانے والے نے کہا یا رسول اللہ یہ غلطی مجھ سے سرزد ہوئی۔ آپ نے فرمایا انڈا وہیں  
 رکھ دو۔ (ادب المفرد، بخاری) اور فرمایا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں بیٹھا رہنے دلاؤ

(اذا کران کو تکلیف نہ دوا بوداؤد)

جاندار کو بلا ضرورت مارنے کا اقتناع۔

مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ضرورت کسی جانور کی جان لینے کو بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ (مستدرک حاکم) آپ نے فرمایا کہ جو شخص چڑیا یا اس سے کسی بڑے جانور کو ناحق ہلاک کرے گا خدائے عزیز قیامت کے دن اس قتل کے متعلق اس سے باز پرس کرے گا۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا حق یہ ہے کہ اس کو ذبح کر کے کھائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں اور وہ دھندے بھی نہیں ان کو بلا ضرورت مارنا جائز نہیں۔ جو جاندار بے ضرر ہیں یا ان سے انسان کو کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچتا ہے مثلاً شہد کی مکھی وغیرہ ان کا مارنا بھی ممنوع ہے۔

جاندار کو کھلانے پلانے میں ثواب

کسی جاندار کو مارنا اور اس کے درپے آزار پہناتو ایسا جرم ہے جو کسی مسلمان سے بگڑنے شایان شان نہیں بلکہ مسلمان کی تو یہ شان ہے کہ وہ ان بے زبانوں کو کھلائے پلائے اور ان کی خبر گیری رکھے۔ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا کہ عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! اگر کسی کا بھولا بھٹکا جانور میرے حوض پر آجائے اور میں اس کو پانی پلاؤں تو کیا مجھے اس کا کچھ نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہر شے جگر کو پانی پلانے میں (انسان ہو یا جانور، مسلم ہو یا غیر مسلم) ثواب ہے (بخاری و مسلم)

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ اسلام کے پیلوں میں کتنا نرم اور شفیع دل ہے اور اس نے اپنے پیروں کو مقبور و بے بس حیوانات کے ساتھ رحم و کرم کی تعلیم دے کر کس درجہ اپنی عظمت شان کا ثبوت دیا ہے۔

ذبیحہ کو آرام پہنچانے کی تاکید

دنیا میں ہر چیز انسان کی نفع رسانی کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی آدم کو کائنات کی ہر چیز پر حاکمانہ تصرف عطا کیا گیا۔ بھیکری اور بعض دوسرے پاک و طیب

جانور انسانی خوراک میں داخل ہیں۔ مگر ایک بُت پرست قوم گوشت خوردی کو ظلم قرار دیتی ہے۔ اگر یہ ظلم ہے تو پھر گھوڑے پر سواری کرنا گدھے بیل، اُونٹ سے ہارکشی کی خدمت لینا بھی ظلم ہے حالانکہ دنیا کا کوئی صحیح العقل انسان اس کو ظلم نہیں سمجھتا۔ یاں یہ امر کسی طرح پسند نہیں کہ جانور کو ایسی بے احتیاطی سے ذبح کیا جائے کہ اس کو تکلیف پہنچ چنانچہ سیدہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر ذی روح پر لطف و احسان کرنا لازمی فرض قرار دیا ہے۔ پس اگر قصاص میں کسی انسان کو قتل کرو تو اس کو، حسن اسلوب سے قتل کر دو۔ جند فراغت کرو۔ ترسا ترسا کر نہ مارو اور جب کسی جانور کو ذبح کرنا چاہو تو چھری کو خوب تیز کر لو اور ذبحہ کو راحت و آرام پہنچانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھو۔ (مسلم)

### ذبح کی اجازت دینے پر اعتراض

بعض غیر مسلم اسلام پر معترض ہیں کہ جس شریعت نے جاندار کو ذبح کر نیکی اجازت دی۔ وہ کیونکر صحیح اور منجانب اللہ ہو سکتی ہے؟

اس کے جواب میں امام ابن جوزی رحمہ اللہ طراز ہیں کہ جمادات پر حیوانات کو اور حیوانات میں غیر ناطق پر ناطق (یعنی پرندوں اور چارپایوں پر انسان) کو تفصیلت و برتری حاصل ہے۔ اس برتری کی وجہ ناطق کا فہم و فلسفہ ہے۔ ناطق کو نظری و عملی قوتیں عطا کی گئی ہیں۔ اس لیے غیر ناطق کی نسبت ناطق کا باقی رہنا زیادہ اہم و ضروری ہے اور ناطق کی قوتیں باقی رکھنے کے لیے گوشت کا بدل کوئی چیز نہیں۔ پس اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ جس ہستی کی زندگی زیادہ اہمیت اور فائدہ عظیم رکھتی ہے۔ وہ کم فائدہ والی چیز کو اپنے استعمال میں لائے اور بہائم کی پیدائش کا مقصد ہی یہ ہے کہ اشرف المخلوق انسان ان سے فائدہ اٹھائے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اگر چارپائے ذبح نہ کئے جائیں تو دنیا میں ان کی اتنی کثرت ہو جائے کہ کیتباں اور چراگاہیں کفایت نہ کریں اور مر میں تو ان کی بدبو سے اشرف المخلوق انسان کی صحت پر بُرا اثر پڑے۔ اور بنی آدم کے قوائے عقیدہ میں فتور ہو۔ غرض اگر انسان حیوانات کو اپنے استعمال میں نہ لائے تو ان کی پیدائش ہی ایک بڑی حد تک عبث اور بے کار ہو جاتی ہے۔

## ذبح کرنے میں جانور کو ایذا نہیں پہنچتی

اس کے بعد علامہ محمد قسح لکھتے ہیں کہ یہ خیال صحیح نہیں کہ ذبح کرنے میں جانور کو ایذا پہنچتی ہے۔ کیونکہ بعض حکماء کا قول ہے کہ ذبح کے وقت جانور کو درد بالکل محسوس نہیں ہوتا۔ کیونکہ درد کا احساس دماغ کی جھنجھوڑوں کو ہے اور اعصاب سراسر اسی میں ہیں۔ اسی بنا پر جب خود دماغ کو صریح یا سکتہ پہنچتا ہے تو انسان کو کچھ تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور ذبح کرتے وقت جب تیزی سے شاہ رگیں کاٹ دی جائیں تو درد ایسے محل میں نہیں پہنچتا جس کو حس ہو۔ اسی بنا پر خدا کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب جانور کو ذبح کرو تو چھری کو خوب تیز کر لیا کرو تا کہ ذبیحہ کو آرام ملے ۛ



## فصل ۲۲

## بیع الحبلہ کا رواج

منجملہ ان خرابیوں کے جو تباہی حرب میں برپا تھیں ایک بیع الحبلہ کی رسم تھی۔ یہ ایک قسم کی خرید و فروخت تھی۔ جس کی یہ صورت تھی کہ ایک شخص اس وعدہ سے پر اوٹنی خریدتا تھا کہ اس کے بچہ پیدا ہوگا جب وہ بڑا ہو کر جنے گا تو اس وقت اس کی قیمت ادا کی جائیگی۔ آخر دنیا کے مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے ہودہ خرید و فروخت کو بددست سے مفاہدہ کو متضمن تھی قلعاً منوراً قرار دیا۔ (بخاری)

## فصل ۲۵

## بے گناہوں سے قصاص طلبی

عرب کے دور جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جب کوئی شخص قتل ہو جاتا تو مقتول کے لوگ قاتل کے خاندان میں سے جس کسی کو چاہتے پکڑ کر قتل کر دیتے حالانکہ قانون معاہدہ یہ ہے کہ قاتل کے سوا کسی دوسرے سے قصاص نہ لیا جائے۔ حضرت ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظلم و بے داد کی قطعی ممانعت فرمائی اور مکہ معظمہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ قریب قریب ساری اسلامی برادری بدالامین میں جمع تھی آپ نے خطبہ فرمایا یاد رکھو کہ جو قصود کریگا اسی سے مواخذہ ہوگا۔ باپ کے جرم میں بیٹا اور بیٹے کے عوض میں باپ نہیں پکڑا جائے گا (ابن ماجہ)

اسی معنی میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَالَّذِينَ يُؤْتِرُوا زُرَّارًا لَّيْسَ لَهُمْ شَأْنٌ مِّنْهُم** (کوئی شخص دوسرے کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے نزدیک سب سے بڑے ظالم تین ہیں (۱) وہ جو جرم الہی سے کسی کو قتل کرے (۲) وہ جو قاتل کا بدلہ غیر قاتل سے لے۔ (۳) وہ جو عہد جاہلیت کا انتقام حالت اسلام میں لے (ابن حبان) ابوہریرہ صحابی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرے والد محترم سے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اس پر گواہ رہیے کہ اگر مجھ سے کوئی قصور سرور ہوا تو اس کو گرفتار کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے۔ یاد رکھو کہ یہ نہ تو تم پر گناہ کریگا اور نہ تم اس پر گناہ کرو گے۔ (ابوداؤد، نسائی) اور فرمایا کہ نہ تو مسجدوں میں حدیں قائم کی جائیں اور نہ باپ سے اس کے بیٹے کا بدلہ لیا جائے (ترمذی و دارمی)

اور یہ ظلم و ستم کچھ عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ دنیا کے ہر ملک میں یہی دستور تھا

کہ اگر نہ اندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گہرے رشتہ نہ ہو تو اس زمانہ کا ہر شخص اس مہم کا  
توہ فی مجرم سمجھا جاتا تھا اور اگر اصلی مجرم روپوش یا فرار ہو جاتا تو اس کے دامن میں نہ چپا  
لینا تو حاکم وقت اس زمانہ میں سے جس پر قلوب چلتے تھے اس کو نہادینا تھا یہی سب آہنی صدیوں  
تے دنیا میں حکمرانوں کی آفتی تھی۔ لیکن دنیا سے آخری رئیس علی اللہ علیہ وسلم سے دنیا میں تشہ  
ر اس قدر کی حد تک کے پہنچ گئی کہ وہی۔

## ایک کے عوض میں کئی کئی

ایک ظالم نہ دستور یہ تھا کہ ایک ایک مقتول کے بدلے میں کئی کئی آدمیوں کی جان لیتے  
تھے۔ ہجرت ہو گئی سے چند سال پیشتر مدینہ منورہ کے قاتل اور خزانہ میں جو جنگ ہوئی  
نہی اس میں غالب فریق نے مغلوب کے ہمت سے غلاموں اور عورتوں کو بھی لاک لیا تھا۔  
اس کے بعد یہ دونوں قبیلے مسلح ہو گئے۔ لیکن یہ جنگ میں جو جانی نقصان ہوا تھا اس  
کے ختم ہونے پر طلباء میں بار موجزن رہا شکست خوردہ قبیلہ سے غلبہ گروہ کے حامیہ واعیان کے  
ہم پیغام بھیجی کہ ہم اپنے ہر مذہم کے بدلے تمھارے دو آزاد مردوں کو اور عورت کے عوض  
میں تمھارے دو مردوں کی جان لیں گے۔ تب کہیں حال کو چین ہو گیا اس وقت سورج بصرہ کی  
ایک سو اٹھ سو تیس آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ مقتول کے بدلے میں نہ صرف قاتل  
کی جان لی جائے۔ قطع نظر اس کے کہ قاتل کون ہے اور مقتول کون ہے۔ پتا نہ چلے کہ جتنے ہو۔

(ترجمہ) اس سو منو با تم میں سے ہر لوگ ہر سے ہو میں اس کے بارے میں تم کو جان  
کے بدلے جان کا حکم دیا جاتا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد اور مذہم کے بدلے مذہم۔ اور  
عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس قاتل کو اس کے بھائی (طلب قتصاص) سے کوئی جزو  
قتصاص معاف کر دیا جائے تو جان کے بدلے خون بہا اور وارث مقتول کی طرف سے  
اس کا بدلہ دستوراً (شرعاً) کے مطابق اور قاتل کی طرف سے وارث مقتول کو خوش  
معاملگی کے ساتھ انھیں بے سار کیا اور دیتا۔ یہ (مذہم خون بہا) تمھارے پروردگار کی  
طرف سے تمھارے حق میں آسانی اور ہر بانی ہے۔ پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اس کے  
لیے عذاب دردناک ہے۔ (الباب التثلیث)

عہد حاضر میں امریکہ، بنگالہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے۔ اس کے باوجود وہاں کی مسیحی حکومتیں اپنے ایک ایک فرنگی مقتول کے عوض میں غلام بھرتی قاتل کی قوم کے کئی کئی افراد کی جہاتیں لیتی ہیں۔ ایک نام نہاد مہذب فرنگی قوم (برطانیہ) نے پچھلے دنوں اپنے ایک افسر سر کی مٹیک کے قتل کا بدلہ پوری مصری قوم سے لے کر دم بیاغیاہ

## فصل ۲۶

## بیوی کے پاس فریاض شوہر کی بدرفتاری

بہائیت کے عربوں میں شوہر کے رشتہ دار دیور، جیٹھ وغیرہ عودت کے پاس بے تکلف آتے جاتے تھے۔ اس سے مفاسد و فتن کے دروازے کھلتے تھے۔ دنیا کے مصلح، عظیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے ہودہ رسم کو بھی برطرف کر دیا۔ چنانچہ مردی ہے:-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بِحُجْرَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَانَ فِيهَا نِسَاءٌ يَدْخُلْنَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرُوا فِيهِ وَنَظَرُوا فِي نِسَائِهِ فَكَرِهُوا ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ نِسَاءٌ يَدْخُلْنَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفِي ذَلِكَ شَيْءٌ مِنْكُمْ فَامْنَعُوا نِسَاءَكُمْ أَنْ يَدْخُلْنَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رداءہ النجاری (مسلم) میں: موت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زبیحہ، جیٹھ وغیرہ مرد کے رشتہ داروں کا خلوت میں عورت کے پاس آنا دنیا بابر و ن شرعی پردے کے سامنے آنا درست اور جائز نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ جہاں اہل عرب کا یہ روگ اب پاکستان اور ہندوستان میں بھی عام ہے۔

## فصل ۲۷

## جائداد وقف کرنے کا عام احساس

وقف لغت میں حبس اور روکنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں کسی ایسی چیز کو حق تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کا نام ہے کہ اصل جائداد قائم رہے اور اس کے منفع سے مسلمان فائدہ اٹھائیں۔ وقف جائداد نہ بیع و نہ ہن کی جا سکتی ہے۔ نہ ہبہ ہو سکتی ہے اور نہ اس میں میراث جاری ہوتی ہے۔

اسلام ہی وقف کا موجب ہے۔

جہاں بیت میں صرف یہ کہ اس کا رواج نہیں تھا اور کبھی کسی کو اس کا احساس تک نہ ہوا تھا۔ بلکہ صرف ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد مسلمین کے لیے اس کو مشروع فرمایا تھا۔ اسی بناء پر بعض علماء نے لکھا ہے کہ دوسرے مذہب کے قوانین میں وقف کا شائبہ تک موجود نہیں ہے۔

اسی بناء پر شاء ولی اللہ نے حجۃ اللہ البغیہ و عوی کیا ہے کہ اسلام ہی طریقہ وقف کا موجب ہے

## صحابہ کرامؓ کے اوقاف

بہت سے صحابہؓ نے مسلمانوں کے لیے اپنے اموال وقف کئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیر میں اپنی زمین وقف کی (بخاری کتاب الوصایا باب الوقف) اس کے علاوہ نخلستان بھی وقف کئے (بخاری کتاب الوصایا) اسی طرح دو سو درخت بھی وقف کئے تھے۔ ان میں سے سو درختوں کے متعلق ایک وقف نامہ بھی لکھا تھا جس میں ام المومنین حضرت حفصہؓ کو متولی قرار دیا تھا (ابوداؤد کتاب الوصایا) جب قرآن مجید کی آیت من ذالذی یقرض اللہ شأناً حسناً (کون ہے جو خدا کو قرض حسن دے یعنی اپنی آخرت کے لیے ذخیرہ کرے) نازل ہوئی تو حضرت ابودنیاؓ نے انصار میں بھوپے اہل و عیال کے ساتھ باغ میں رہتے تھے اپنی بیوی کے پاس گئے



اور کہنے لگے کہ اب باغ سے انکس پو کیونکہ میں نے اسے فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر اس کو فخر سے سائیں پر وقف کر دیا۔ (امتیعہ اب) حضرت کعب بن مالک انصاریؓ کی توجہ ہوا ہوئی تو انھوں نے اس خوشی میں خیرہ ستمہ سکھ کر باقی تمام جائیداد فی سبیل اللہ وقف کر دی اور ابو داؤد کتاب الایمان و النذور، حضرت سعد بن عبادہؓ نے اپنی مال کی طرف سے ایک باغ وقف کیا تھا اور ابو داؤد کتاب الوصایا

حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ منورہ میں بیٹھے پانی کا کنواں بیروہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے سیرت وقف کیا۔ اسی طرح حضرات ابو بکر صدیقؓ، زبیر بن عوامؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عمرو بن عاصؓ، انسؓ، حکیم بن زعام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اموال وقف فی سبیل اللہ کے۔

## فصل ۲۸

## جنسی اختلاط کا لوگوں سے تذکرہ

حرب میں یہ بے حیائی عام تھی کہ آپس میں مل کر بیٹھتے تو اپنی اپنی بیویوں سے مباحثہ کرتے کی کیفیت بالذکر بیان کرتے۔ (ابوداؤد، میکان، زاد علی، عالم، مسیحی، علیہ وسلم نے اس شخص کی بیانی کی قرار واقعی اصلاح فرمادی۔)

مروئی ہے کہ نبیلہ زلفہ کا ایک معزز رکن وہ میزبانہ رہا جس نے ابوبکرؓ کے ہاں عہد ہوا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کو عبادت اور عہد داری میں ابوبکرؓ کے برابر مستعد نہ پایا۔ ایک دن ان کے پاس چار ہمارے تھے اس وقت وہ تخت پر ایک قبلی لیے ہوئے بیٹھے تھے جس میں گھنڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ وہ ان گھنڈیوں پر سجان اللہ پڑھتے تھے۔ جب ختم ہوا تو ان کو انھوں نے اپنے قبلی میں ڈال دیا اور پھر پڑھنا شروع کر دیتے۔

عہد مذکور کا بیان ہے کہ انہی ایام میں انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں بخار میں لوٹ رہا تھا۔ اتنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ نے دریافت کیا کہ دوس کے نوجوان (ابوبکرؓ) کو کسی نے دیکھا ہے؟ ایک شخص عرض ہوا ہوا یا رسول اللہ! وہ مسجد کے فلاں کونے میں پڑے ہیں۔ بخار چڑھ رہا ہے۔ آپ میرے پاس تشریف لائے اور انہیں شفقت و دست مبارک مجھ پر رکھا اور طبیعت کا حال دریافت کر کے کھانے کے لیے فرمایا۔

ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر تشریف لے گئے میں بھی مصیٰ پینچا اس کے بعد آپ نے نماز پڑھائی اور فرمایا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں۔ پھر آپ نے رب العالمین کی حمد و ستائش کی اور مردوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم میں کئی

ایسا شخص بٹ جو اپنی اہلیہ کے پاس جا کر دروازہ بند کر دیتا ہے اور پردہ ڈال لیتا ہے اور اللہ کے  
پردے میں چھپ جاتا ہے ہاں سرین نے کہا ہاں۔ فرمایا پھر اس کے بعد لوگوں سے کہنے بیٹھا  
ہے کہ میں نے ایسا کیا اور ایسا کیا۔ حاضرین ہیں۔ سے کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

اس کے بعد آپ خواتین کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسی عورت  
موجود ہے جو اپنی بھولیوں سے ایسی بات کہتی ہے کہ کسی نے کچھ جواب نہ دیا اتنے میں ایک  
عورت نے مکی یا رسول اللہ! مردوں میں بھی اس قسم کا ذکر کرنے والے یا لیس گے اور عورتوں  
میں بھی ساقی نے فرمایا کہ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شیطان دوسرے شیطان سے راستہ میں  
مٹے اور شمس عام میں لوگوں کے سامنے باہم اختلاط کریں۔

اس کے بعد فرمایا معلوم ہو کہ مردوں کو ایسی خوشبو لگانا جیسا ہے جس کا رنگ نہ دکھائی دے  
اور خوشبو پیچھے رہے اور اب ہر شے والی عورتوں کے ایک وہ خوشبو عورتوں سے تھک کر نکلتا ہو۔  
لیکن محسوس نہ ہو اور اہل ذمہ الغرض آپ نے عورتوں کو ایسی خوشبو لگانا کہ لکھنے سے منع فرمایا کہ لوگوں  
کے دماغ تک نہ پہنچے اور پڑے مردوں کی رغبت اور کشش کا باعث ہو۔ ہاں گھر کی چادر لٹواری ہیں  
عدت ہی ہر طرح کی خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔

## فصل ۲۹

## جنگ جوئی و رزم خواہی

جہاںی عرب میں جو خاندانی برائیاں کیں تھیں ان میں خاندان جوئی و رزم خواہی نمایاں  
 بیشیت رکھتی تھی۔ وہ لوگ اپنے اپنے باتوں میں سرپیشوں کرتے اور کٹ مرنے تک ہر قبیلہ  
 دوسرے قبیلہ سے برسرِ پیکار تھا۔ ہر چہ اپنی باپ یا دوسرے اقرباء کے قتال سے انتقام نہ  
 بندہ اپنے دل میں ہر دشمنی کو تازہ ہوتا تھا۔ اس امر کا ایک ایک جنگ مزید پکا سا ثبوت کافی کئی سال تک  
 جاری رہتا تھا۔

حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنو مدناج، سبیکڑوں، خون، شام، بنگوں، بنو نوت سے  
 یہ محارمات ایام عرب کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مدناج کی لڑائیاں دوسرے قبیلوں کے خلاف اس  
 کثرت سے نہیں ہوئیں جس قدر کہ ان کی آپس کی مصاصات لڑائیاں تھیں۔ یہاں بنگوں، بنو نوت، بنو  
 کی لڑائیاں زیدہ شہرت رکھتی ہیں۔ ان کا آغاز ایک جمعی بات سے ہوا تھا لیکن بعد ازاں یہ سلسلہ  
 براہِ چالیس برس تک متمدہ رہا۔

قریش میں بھی لڑنا نہ باقیہ کی آراء و خاندان کا دفاع نہیں کیا جاتا تھا۔ قریش کی مشہور و محترم  
 جنگ عرب فجار کے نام سے مشہور ہے جو فاس حرم اور شہر حرم میں بنو نوت کے خلاف لڑی گئی۔ یہ  
 اور مشہور معرکہ ذی وقار کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے دو مشہور قبیلوں، اس اور خزرج میں بنو نوت  
 لڑائیوں کا سلسلہ مدت ہائے دراز تک قائم رہا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور و محترم جنگ بدات ہے  
 اس رزم و پیکار میں دونوں قبیلوں کے اکثر سردرگام آئے۔ اس خونخوار جنگ کا نتیجہ سلسلہ موت  
 منقطع ہوا جب سرور عالم و عالمیاں علیہ السلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کو اپنے شرف قدم سے شرف فرمایا  
 اور ان دونوں قبیلوں نے مشرف باسلام ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

چونکہ عرب میں قتل کا انتقام لینا ایک فرائض سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ سیدیائی کہتے

جانے یہ بھی اس فرض کی تکمیل نہیں ہوتی تھی اس بنا پر جزیرۂ عرب میں رزم و پیکار کا ایک غیر  
منقطع سلسلہ قائم رہتا تھا اور عرب کی سرزمین ہمیشہ خانہ جنگی کے خون سے لالہ زار بنی رہتی  
تھی۔ آخر حجۃ الوداع کے دن عرب کی یہ قدیم ہلاکت آفریں رسم صدیوں کے خون خرابہ کے بعد  
علیامیٹ ہوئی اور فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے خاندان کا خون معاف کر کے  
اعلان فرمایا کہ جاہلیت کے تمام خون یعنی ان کے انتقام باطل کر دیئے گئے اور سب سے  
پہلے میں اپنے خاندان کا خون یعنی ربیعہ بن عارض بن عبدالمطلب کے بیٹے کے انتقام سے  
دست بردار ہوتا ہوں۔ (بخاری مسلم بروایت جابر)

اور دوسری روایت میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہارا خزانہ تمہارا مال اور تمہاری آمد و  
رفتا قیامت اسی طرح محترم ہے جس طرح آج قربانی کا دن اور ذوالحجہ کا مہینہ اور یہ بلدۃ الحرم  
محترم ہے۔

## فصل ۳۰

## چوہری اور نقیب زنی

عرب میں جس طرح بعض قبائل رہہ زنی اور غارتگری میں شہرہ آفاق تھے۔ انہوں نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ اسی طرح بہت سی قبائل نے چوہری کا بدنام شیعہ اختیار کر کے اس کو اپنا ذریعہ معاش بنالیا تھا اور لطف یہ کہ دونوں قسم کے قبائل اپنی بڑائی کو عیب نہیں سمجھتے تھے بلکہ بہادری شمار کرتے تھے۔ عرب کے قبیلہ سلم بن خذافہ مزیہ، ہبیینہ اور اشجع حاجیوں کا مال و اسباب چلانے میں بدنام تھے۔ ان کے لیے حج کا موسم کمائی کا موسم بہا تھا۔ سلیم بن سکہ اور تابک بن شرا عرب کے مشہور شاعر تھے۔ لیکن ان کی شاعری کا تمام تر سرمایہ محض اپنی چوہری اور جیلہ گری پر فخر کرنا تھا۔

عربوں میں سرقہ کی بیماری اس کثرت سے پھیلی ہوئی تھی کہ مصعب عام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سلسلہ اصلاحات میں چوہری کے انسداد کے لیے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں سے چوہری نہ کرنے کی بیعت لینا بھی ضروری قرار دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بارگاہ نبوی میں جس قدر عورتیں یا مرد بغرض بیعت حاضر ہوتے تھے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری باتوں کے علاوہ ان سے یہ بھی عہد لیتے تھے کہ چوہری نہیں کریں گے (نجاری، فتح مکہ کے دن جب خواتین مکہ قبول اسلام کے لیے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ان سے بھی چوہری نہ کرنے کا عہد لیا۔ کلام مجید کی سورہ مختلفہ میں منجملہ دوسرے امور کے ذکر کرنے پر بھی بیعت لینے کا حکم صادر ہوا۔

عارفان کی دعا

جب قبائل سلم، غفار، مزیہ اور ہبیینہ نے دوسرے قبیلوں کے مقابلہ میں قبل اسلام میں سبقت کی تو ان کو یہ طعن کرنے کا موقع ملا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت تو حاجیوں کے

چھوڑنے کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اسلام، غنارہ، مزنیہ اور مہینہ مقدسات کے نزدیک بنو تمیم، بنو عامر، اسد اور غطفان سے اچھے ہوں تو پھر انہیں کوئی خسارہ نہیں اور فرمایا مجھے اُسی ذات برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اسلام، غنارہ، مزنیہ اور مہینہ بنو تمیم وغیرہ سے بہتر ہیں (بخاری، مسلم، پیشوا سے امرت علی اللہ علیہ وسلم کے مختلف طریقوں سے ان شک و غار کو اس سے مٹایا۔ آپ نے سفارہوں کے لیے سفار غفر اللہ کہا (سفر غفر کی معرفت کہ ہے) کے الفاظ میں ان کیلئے دعا کی کہ ان سے یہ عار مٹ جائے۔

آپ نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں سے چوری نہ کرنے کا عہد پختہ پر ہی اکتفا کی بلکہ حکم خداوندی کے بموجب اس ہرم کی جسمانی مراد دینے والے کا بھی اعلان فرمایا۔ کلام پاک میں ہے:-

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَتَأْتِيَهُمَا آيَةُ رَبِّهِمَا جَزَاءُ بِمَا كَسَبَا  
نَكَالًا مِّنْ رَبِّهِ  
مرد چوری کرے یا عورت دھوکے میں سے ہر  
ایک کا (روا ہوا) ہاتھ ان کے کرتوت کے بدلے میں  
کاٹ ڈالو۔ یہ لعنہ بران کے حق میں خدا کی طرف سے

(۵: ۳۸) قرار پائی ہے۔

لیکن قطع ہد کی شرط یہ ہے کہ مسروقہ چیز کسی ممنونہ مقام سے چرائی گئی ہو اور اس کی قیمت دس درم سے کم نہ ہو۔ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ ہو۔

ایک منحرمی عورت کا ہاتھ کاٹا جانا

حدوں یعنی شرعی سزاؤں میں حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی سفارش قبول نہیں فرماتے تھے۔ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ قید بنو منحرم کی ایک قرشی عورت نے چھری کی۔ قرشی بہترین یہ دیکھ کر سخت مضطرب و متحیر ہوئے کہ ایک نہایت معزز خاندان کی ایک عورت کا ہاتھ کٹ جائے گا یہ عورت حضرت ابو سلمہ کی بہتیجی تھی اب یہ کوشش شروع ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے لیے سفارش کی جائے۔ لیکن اب سوال یہ تھا کہ سفارش کون کرے؟ آخر قرعہ انتخاب حضرت امّا



کے نام پڑا جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متنبی حضرت زید بن حارثہؓ شہید کے صاحبزادہ اور آپ کے بڑے چھپتے تھے۔ سب لوگ کہنے لگے کہ اُسامہؓ کے سوا کوئی نہیں جو سفارش کی جرأت کر سکے۔

حضرت اُسامہؓ نے اس عورت کے بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ لیکن آپ پر یہ سفارش شاق گذری۔ آپ نے بطریق انکار و توبیخ اُسامہؓ سے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حد میں سفارش کرتے ہو؟ اس کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ انھی باتوں پر ہلاک ہوئے۔ ان کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی سرت ڈار آدمی چوری کرتا تو اُس کو چھوڑ دیتے اور مدائنت سے کام لیتے اور جب کوئی ضعیف و ناتواں شخص سرقہ کا مرتکب ہوتا تو اس پر حد جاری کرتے اور مجھے خدا کی قسم ہے کہ اگر (بغرض محال) میری بیٹی فاطمہؓ چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں (بخاری و مسلم) یہ حدیث بھی اہل عقل و انصاف کے نزدیک سیدنا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی کھلی دلیل ہے۔ عربوں جیسی تربیت نایافتہ قوم میں ایسی خالص خدا پرستی اور اس درجہ کا عدل و انصاف اور ایسی راست ہانہ می بجز تعلیم و توفیق خداوندی ہرگز ممکن نہ تھی۔ ہاتھ کاٹنا ایک ایسی سزا ہے کہ آج بھی اس پر عمل درآمد ہو تو دنیا سے چوری جیسے جرم کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

## فصل ۳۱

## حرام کاری اور فواحش کی گرم بازاری

اسلام سے پہلے اہل عرب سخت بد کاری میں مبتلا تھے اور ان میں فواحش کی گرم بازاری تھی شعراء فواحش و زنا کاری کے واقعات کو جو بے فہر و مہیات کے ساتھ اشعار میں بیان کرتے تھے۔ مہذبیت کے نامور شاعر امراء القیس نے اپنی پھوپھی بھین اور دوسری عورتوں کے ساتھ اپنے فاسقانہ تعلقات کا جو بے فہر کے ساتھ قصیدہ لامیہ میں ذکر کیا ہے۔

## حصول اولاد کے مختلف ذرائع

زمانہ جاہلیت میں سرزمین عرب کے اندر نکاح اور حصول اولاد کے چار ذرائع مروج تھے۔ ایک تو یہی طریقہ جو اہل اسلام میں رائج ہے کہ ایک شخص دوسری کی بیٹی یا بہن کے لیے پیغام نکاح بھیجتا ہے اور وہ کچھ مہر مقرر کر کے نکاح کر دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ جب عورت حیض سے پاک ہوتی تو اس کا شوہر اس کو کسی حسین و عالی نسب مرد کے پاس لطفہ حاصل کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ وہ اس حکم کی تعمیل کرتی اور جب تک حاملہ ہو جانے کا یقین نہ ہو جاتا شوہر بیوی سے الگ رہتا۔ یہ دیوثی اس کوشش میں اختیار کی جاتی تھی کہ اولاد حسین و نجیب پیدا ہو۔ اس عقد کو نکاح الاستہضاء کہتے تھے۔

تیسری صورت یہ تھی کہ چند مرد جن کی تعداد دس سے کم ہوتی تھی کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ جب وہ حاملہ ہو کر بچہ بنتی تو چند روز کے بعد سب کو بلا بھیجتی جب سب جمع ہو جاتے تو کہتی کہ یہ لڑکا تم میں سے فلاں شخص کا ہے اور جس کا نام چاہتی ہے دیتی۔ پھر وہ لڑکا اس کا بیٹا کہلاتا۔ چوتھا طریقہ یہ رائج تھا کہ بہت سے مرد جن کی تعداد معین نہ ہوتی تھی، عورت کے پاس آمد و رفت رکھتے۔ وہ کسی کو آنے سے نہ روکتی۔ ایسی عورتوں کو بغایا یعنی زندیاں اور کسبیں کہا جاتا تھا اس قسم کی پیشہ منہ عورتیں اپنے دربار سے بے جھنجھٹیاں

نصب کر رکھتی تھیں۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ یہاں روک ٹوک کے بغیر نہ تنہا  
تعلقات پیدا کر سکتا ہے۔

جب یہ کسبن معاملہ ہو کر بچہ بنتی تو اس کے سبب آشنا جمع ہوتے اور قیافہ شناس  
بنایا جاتا۔ وہ بچہ کا لڑکا کہہ دیتا وہ اسی کی طرف فسوس ہو جاتا اور اس شخص کو اس  
بچے کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوتا۔ لیکن رحمت خداوندی نے ظلمت کدہ عالم کی روحانی  
اور اخلاقی تاریکیاں دور کرنے کے لیے آفتاب رسالت کو مملوع فرمایا تو دنیا کے مصلح العظم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی قسم کے نکاح کو بحال رکھ کر باقی تینوں قسم کے ازدواج کو بڑی سختی سے  
روک دیا۔ (البوداؤد)

## نکاح حذن

عرب میں عورتوں سے بچہ پھیلنے کی شہادت کرنے کا بھی رواج تھا۔ اس تعلق کو  
نکاح حذن کہتے تھے۔ قرآن پاک کی اس آیت میں اسی طریقہ کی طرف اشارہ ہے:-  
مُحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسِفِحَاتٍ مَّكَرًا بِهِنَّ هُوَ قَبْلُ نِكَاحٍ هُنَّ لَنَا فِی الْبَیِّنَاتِ  
لَا مَنَیْذِرَ لَہُنَّ اِذَا اُخْذَ اِنَّ عَدُوْلَہُنَّ کَاِذَا تَلَقَّی رُکْحًا جَاہِلِیَّہُ ہُوْنَ لَہُنَّ عَدُوْلَہُنَّ  
کَرْنِہُ وَآلِیَّہُنَّ۔ (۲۵:۴)

مفسر کہ بھی رواج پایا جاتا تھا یعنی کسی مدت معین کے لیے عہدت سے تعلق پیدا کرتے تھے اس بات  
کے گھر سے خود بخود علیحدگی ہو جاتی تھی۔

## فعل حرام کے مقدمات سے بچنے کی تاکید

اسلام نے اپنے پیروؤں کو حرام کاری سے بچانے کے لیے ان تمام باتوں سے بھی روک  
جو اس کا پیش خیمہ ہو سکتی ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا:-

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّیْنٰی اِنَّہَا کَانَ اَوْرَاقًا لِّہٖ اَسْمٰوٰتٌ اَرْضٌ لِّہٖ اَسْمٰوٰتٌ اَرْضٌ لِّہٖ اَسْمٰوٰتٌ  
فَاِیْحٰشَہٗ دَوَسَاءٌ سَبِيْلًا (۲۲:۱) کی بات ہے امید بہت ہی البر چلن ہے۔

اس کے پاس بھی نہ پیشگوئی یعنی اس کے مبادیات و مقدمات اور دلائل سے بھی پھر اسلام نے  
ان تمام باتوں کو جو حرام کاری کی تمہید میں حرام قرار دیا۔ مرد و عورت کے ناجائز اختلاط کا پہلا قاعدہ

نظر ہٹ۔ ہذا دور اور عورتوں کو حاکم و بآئہ حبیب ایک دوسرے کا سامنا ہو تو دونوں اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

علامہ ربیع کہ عورتوں کی ادنیٰ سی بد عنوانی بھی مردوں کو سبقت کرنے کی برکت دلاتی ہے۔ اس لیے عورتیں پر شرانت کی چند پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ مثلاً کہ وہ نگاہیں پست رکھیں۔ غیروں کو اپنا بناؤ سنگار اور جڑک نہ دکھائیں۔ کمر سے باہر نکلیں تو نحو شبو نہ لگائیں۔ اور گھونگٹ نکال کر نکلیں۔ اپنے زیوروں کی جھنکار کسی کو نہ سنائیں۔ مرد واحد عورت مل جل کر نہ بیٹھیں۔ کوئی شخص اپنی عصمت سے تمنا فی میں نہ ملے۔ کوئی کسی کے گھر میں اجازت حاصل کے بغیر نہ رکے۔

### حفظ عفت کی مختلف تدابیر

مندرجہ ذیل آداب گورب العالمین نے اپنے پیغمبرؐ کی بیویوں کو خدایا ب کر کے سکھائے ہیں لیکن یہ آداب تمام عورتیں اسلام کے بت پیروی کا نہ نہیں۔ خدا نے بت فرماتا ہے: ”اسے پیغمبرؐ کی بیویوں کو چھ عام اور معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ تمھارے لیے تقویٰ کی رہنمائی ہے کہ انا محرم مرد سے بولنے میں حبیب کہ اجس درت بولنا پڑے تو نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شمس کو (طبعاً) خیال (فما سر پید) جو نے لگت ہے۔ جس کے دل میں کسی طرح کی کھوٹ ہو اور قعدہ عفت کے موافق بات ہو (یعنی عورتوں کے فطری انداز کی بجائے) ایسے انداز سے گفتگو کرو جس میں روکھاؤ نہ ہو یہ حفظ عفت ہے اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔ (یعنی بیٹھی رہو) اور زمانہ جاہلیت کے قدیم دستور کے موافق اپنا بناؤ سنگار نہ دکھاتی چھو نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو۔ اسے نبی کے اہل بیت ابتدا کو تو بس یہ منظور ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی کو دور رکھو۔ اور تم کو (علامہ ربیع) ایسا پاک صاف رکھے جیسا کہ پاک صاف رکھنے کا حق ہے۔

(۳۳: ۳۲-۳۳)

حفظ عفت و عصمت کی قرآنی تدبیروں کی مزید تشریح پیشواؑ امت صلی اللہ علیہ وسلم کی احکام و مواظب میں ملتی ہے مثلاً آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی غیر عورت

کے گھر میں اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں نہ جائے۔ اتفاقاً کسی غیر عزم پر نظر پڑ جائے تو نظر کو فوراً ہٹالو۔ عورتیں باریک لباس نہ پہنیں۔ محنت زدگانہ مکانوں میں نہ جانے پائیں وغیرہ ذالک۔

### بدکار عورت سے نکاح

اسلام نے یہ بات کسی مسلمان کے لیے پسند نہیں کی کہ فاحشہ عورتوں کو ان کی توبہ نصوح سے پہلے اپنے عقد ازدواج میں لائے کیونکہ اس سے اسلامی معاشرہ کی ساری آب و ہوا مسموم ہو جاتی ہے۔ ہجرت نبوی کے بعد جو مسلمان اپنی کسی مجبوری کی بنا پر مکہ معظمہ میں رہ گئے تھے۔ ان کو مدینہ منورہ تک پہنچانے کا کام حضرت مُرثد غنویؓ کے سپرد ہوا تھا۔ وہ بارہا مکہ معظمہ آئے اور چھپی چھپے اسیران پنجہ ظلم کو مکہ معظمہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے بھاگے۔ عہد جاہلیت میں عناق نامی مکہ معظمہ کی ایک نہایت خوش جمال طوائف سے ان کی آشنائی تھی۔ لیکن قبول اسلام کے بعد انہوں نے اس سے تمام تعلقات قطع کر لیے تھے۔

جب حضرت مُرثدؓ ایک مرتبہ اسیران بظاہر کی رہائی کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے تو چاندنی رات میں ایک لگی سے گزر رہے تھے۔ سوء اتفاق سے عناق نے ان کو جاتے دیکھ لیا اور آواز دی۔ عناق بڑی گر مخوشی سے ملی اور اپنے مخصوص انداز میں خوش آمدید کہتے ہوئے اُن کے پاس شب باش ہونے کی خواہش کی۔ حضرت مُرثدؓ نے فرمایا کہ وہ زمانہ گیا۔ اب میں بھلائی مسلمان ہوں اور اسلام میں پرائی عورت سے اختلاط کرنا حرام ہے۔ عناق نے عشوہ و ناز کے بہتیرے تیر چلائے مگر وہ اُن کا دامن تقویٰ اس معصیت سے آلودہ نہ کر سکی اور وہ بیرخی برستے ہوئے چلے گئے۔

اس سرد مہری پر عناق کی آتش غضب بھڑک اُٹھی اور وہ شور و غل مچانے لگی۔ اب قریش کے اٹھ آدمیوں نے مُرثدؓ کا تعاقب شروع کیا۔ لیکن چونکہ وہ جا کر پہاڑ کے غار میں چھپ گئے اس لیے ان کا سراغ نہ مل سکا۔ وہ غار سے نکل کر صحیح سلامت مدینہ منورہ پہنچ گئے اور تمام واقعات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر کے بعد عرض پیر ہوئے

یا رسول اللہ! عنافی سے نکاح کرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے اس درخواست کا کوئی جواب نہ دیا اور وحی اپنی کا اترنا رکرنے لگے۔

اس کے بعد قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی :-

الَّذَانِیْ لَا یُنْكِحُ إِلَّا زَآئِنَةً أَوْ  
مُشْرِكَةً وَالزَّآئِنَةُ الَّتِیْ لَا یُنْكِحُهَا إِلَّا  
زَآنٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحَرَّمَ ذَٰلِكَ  
مَعْنَى الْمُؤْمِنِیْنَ (۳۴: ۲۳)

بدکار مرد تو بدکار عورت یا مشرکہ ہی سے نکاح کرے گا  
مشرکہ اور الزائینہ لا ینکحہا الا بدکار عورت کو بھی بدکار یا مشرک کے سوا اور  
زانی اور مشرک و حرام ذالک کوئی نکاح میں نہ لائے گا اور (دیندار) مسلمان پر  
تو ایسے تعلقات حرام ہیں۔

اس فرمان خداوندی کی بنا پر آپ نے حسرت مرثیہ کو عنافی سے نکاح کرنے کی اجازت نہ دی۔  
(نسائی و تاریخ ابن جریر طبری)

متذکرہ ہدایت صدر کا منشاء و مقصد یہ ہے کہ مسلم گھرانوں کی معاشرت و عفت اور  
پاکہ منی کا نگہ دار ہو۔ اسلام نے صرف انہی اخلاقی تعلیمات پر جس بنیاد کی بلکہ ان حرمان نصیبوں  
کے خلاف جو مسلمانوں کی عزت و ناموس کو داغدار اور سلسلہ نسب کو ناپاک کریں شرعی  
ثبوت کے بعد جہانی سزا بھی متقرر فرمائی تاکہ غیر متقی لوگوں کو بھی کم از کم اس کا خوف ہی پاک زندہ  
بسر کرنے پر مجبور کرے۔ یہ سزا شادی سے پہلے سو کوڑے اور شادی کے بعد ۷۰ جہم یعنی  
سنگسار کرنا ہے۔ یہ دنیوی سزا ہے۔ لیکن آخرت میں جو دردناک عذاب دیگا اس کا تصور  
بھی سخت روح فرسا ہے۔

حرام کاری کا بڑی سخت عذاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنا ایک خواب بیان کیا جس میں آپ نے  
مختلف کتابوں پر عذاب کی مختلف دردناک اور عجزناک عسارتیں دیکھیں۔ ان میں  
بدکاروں کے عذاب کی یہ صورت تھی کہ توڑ کاٹ ایک سیراخ تھا جس کا بالائی حصہ تنگ اور  
حصہ زیرین کشادہ تھا۔ اس خود میں کچھ روشن تھی اور اس میں بہت سے برہنہ مرد اور برہنہ  
عورتیں موجود تھیں۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا تھا تو یہ لوگ بھی شعلے کے ساتھ ساتھ اوپر اٹھتے  
تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باہر نکل آئیں گے۔ لیکن جب آگ فرو ہوتی تو یہ پھر اندر گر

پڑتے تھے۔ (بخاری)

شب معراج کے واقعات میں مذکور ہے کہ آپ ایسے لوگوں کے پاس پہنچے۔ جن کے پاس ہندیا میں پکا ہوا نفیس گوشت رکھا تھا اور دوسری ہانڈی میں کپاڑا ہوا گوشت تھا۔ صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ لوگ یکے ہوئے نفیس و خوش ذائقہ مان کی طرف التفات نہیں کرتے بلکہ پاس کا کچا متعفن گوشت کھا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریلؑ نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ مرد ہیں جن کے گھر میں حلال طیب بھوی موجود ہے لیکن یہ اس کو چھوڑ کر پرائی ناپاک عورت کے پاس جاتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں میں ایسی عورتیں بھی ہیں جو اپنے حلال طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی ناپاک مرد کے پاس جاتی ہیں (طبرانی و برانی)

**اہل معصیت کا اپنے تئیں حد شرعی کے لیے پیش کرنا**

تسیرت یافتگان رسول امین کے تقویٰ و طہارت اور خشیت الہی کا تو کیا کہنا۔ عہد نبوی کے عام مسلمانوں کا دل بھی ارتکاب معصیت پر غم و اندوہ کا آتش کدہ بن جاتا تھا۔ افسوس وقت تک اس کی تسکین خاطر نہیں ہوتی تھی جب تک وہ حد شرعی کی کٹھالی میں تیار اپنے آپ کو پاک نہ کر لیں۔ ایک مرتبہ حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص پکار کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ "آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ اُس طرف سے آپ کے سامنے آکر وہی لفظ زبان پر لایا جہر کو آپ نے رخ انور کیا تھا۔ آپ نے پھر رخ گردانی کی۔ وہ پھر اس طرف آ موجود ہوا اور بولایا یا رسول اللہ! میں حرام کاری کا مرتکب ہوا ہوں۔

آپ نے اُس سے فرمایا کیا تمہیں سودا و جنون تو نہیں ہے؟ کہنے لگا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم محسن (شادی شدہ) ہو؟ کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے حکم دیا کہ اس کو لے جا کر سنگسار کر دو۔ چنانچہ وہ سنگسار کر دیا گیا۔ (بخاری و مسلم) بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بھلائی کے ساتھ اُس کا ذکر کیا اور اُس پر نماز جنازہ

پڑھی۔



## ما عز بن مالک کا حادثہ عظیم

نعم بن ہنرال کا بیان ہے کہ ما عز بن مالک اسلمی نے حالت یتیمی میں میرے والد  
ہنرال بن نبیدہ اسلمی کے حجر تربیت میں پرورش پائی تھی۔ آخر وہ قیدی کی ایک لونڈی  
سے سرام ہمارے کام تکم ہوا۔ لیکن وہ اپنی اس حرکت پر بہت پھینایا۔ میرے والد  
اس سے کشتہ کئے کہ تم آستان نبوت میں براؤ اور یہ واقعہ حضور کی گوش گزار کرو۔  
عجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے استغفار کر دیں۔ اس کو بارگاہ نبوی  
میں بھیجئے۔ میرے والد نے ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ آپ اس کے عجز کا حکم دیں  
(ابوداؤد)

ما عز بن مالک نے آستان نبوت میں مانس ہو کر گزارش کی یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے  
آپ نے فرمایا کہ یا قوال اللہ سے استغفار کرو اور توبہ و انابت کو اس کی درگاہ میں شفیق لاؤ۔  
ما عز حضور ہی دور جا کر ہوٹ آیا اور عرض پیر جو یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ  
نے ٹکڑہ فرمایا کہ جاؤ اور بارگاہ ایزدی میں توبہ استغفار کرو۔ وہ چلا آیا لیکن سہ بار بارگاہ  
نبوی میں جا کر عرض کرنے لگا کہ مجھے پاک کر دیجئے۔ (وہ پاک سرشت یہ سمجھ رہا تھا کہ سنگسار  
ہوئے بغیر حقیقی طہارت حاصل نہیں ہو سکتی) جب پھر مرتبہ ایسا ہی ہوا تو آپ نے پوچھا کہ  
میں تمہیں کس چیز سے پاک کر دوں؟ بولا زنا کے گناہ سے۔ آپ نے سحابت سے پوچھا کہ اس  
کو جنہوں نے نہیں؟ انھوں نے گزارش کی یا رسول اللہ! اس کو ہرگز جنہوں نہیں۔ فرمایا کیا یہ  
غور تو نہیں۔ ہے؟ یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس کے منہ کی بوسونگھی۔ لیکن  
اسے شراب کی بو کچھ محسوس نہ ہوئی۔ آپ نے ما عز سے پوچھا کیا تم نے واقعی زنا کیا ہے؟

بولے ہاں (مسلم)

اب آپ نے اس سے فرمایا شاید تم نے اس کا بوسہ لیا ہو گا یا ہاتھ لگایا ہو گا یا اس کی  
طہارت ابدان لاری سے دیکھا ہو گا؟ کہنے لگا نہیں (آپ نے صاف انھوں میں) پوچھا کیا تو  
نے اس سے جماع کیا ہے؟ بولے ہاں۔ یہ سن کر آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ اب  
آپ نے ہنرال سے فرمایا کہ اگر تم ما عز کو اپنے کپڑے سے ڈھانکتے رہو وہ پوشی کرتے (تو

تھار سے لیے بہتر تھا زابوداؤد ماعز کے حاذقہ رحم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر  
کے ایک مجمع میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لیے استغفار کر دو۔ اس  
نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ امت میں تقسیم کی جائے تو سب کو کفایت کرتا۔

### ماعز کے داخلہ جنت کی بشارت

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ماعز کے سنگسار کئے جانے کے بعد شفیق عالم نبی  
اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو صحابیوں کی گفتگو سنی۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ اس شخص  
کی طرف دیکھو کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس کا نفس اس کو برا چاہتا کرتا  
رہا یہاں تک کہ آخر کار اس کو اس طرح سنگسار کر کے پھوڑا جس طرح کتے پر پتھر اف  
کیا جاتا ہو۔ اس وقت تو آپ خاموش رہے لیکن آگے بڑھے تو وہاں ایک مرد ایسا دکھا  
پڑا تھا کہ بہت پھول جانے کے باعث اس کے پاؤں اور پر کو اٹھے ہوئے تھے آپ نے  
ان دونوں صحابیوں سے فرمایا کہ جا کر اس مرد ارگدھے کا گوشت کھاؤ۔ انہوں نے کہا  
اے نبی اللہ! یہ تو کھانے کے قابل نہیں۔ آپ اس کے کھانے کو کیوں فرماتے ہیں۔ ارشاد  
ہوا کہ تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی آبروریزی کی وہ تو مردار کو جانے سے بھی بدتر ہے۔ اور  
مجھے اسی ذات برتر کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ماعز  
اس وقت بہشت کی نروں میں رحمت و مسرت سے ہلکا رہے گا۔

### قیامت غامدہ کی ایک عورت کا سنگسار کیا جانا

ماعز کے حاذقہ رحم کے بعد ایک غامدہ عورت بائیکاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض  
پیدا ہوئی یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے۔ اس کی بہرہ مندی سے آپ کو ناگوار ہوئی اور فرمایا  
جہاد یہاں کہ متغفار کر اور اللہ کی طرف انابت و رجوع کر۔ کون سی یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے  
بھی اسی طرح پھیر پھیر دیتے ہیں۔ پس اس نے کہا ہاں۔ مگر یہ کہ وہ عورت کو دیا گیا  
اور میری یہ سنانت ہے کہ میں نہ ناست جہادوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے اسے سنا ہے؟  
بولی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تھا اور اس وقت تک انتظار نہ کرنا۔ مگر وہ منع نہ ہو  
جائے ایک انصاف سے اس کی خبر گیری کیا ہو گی۔

کچھ مدت کے بعد انصاری نے آکر عرض کی یا رسول اللہ! قادیان کے لوگ کا پیدا ہوا ہے  
 آپ نے فرمایا یا فعل ہم اس کو سنگسار نہیں کریں گے اور اسے اس وقت تک چھوڑے  
 رکھیں گے جب تک اس کے دودھ پالنے کا کوئی انتظام نہ ہو جائے۔ یہ سن کر ایک  
 انصاری بزرگ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا نبی اللہ! اس کی رضاعت میرے ذمہ ہے  
 اب آپ نے عورت کے رحم کا حکم دے کر فرمایا کہ اس کے لیے گڑھا کھودا جائے۔ چنانچہ  
 اس کے پسینے تک گڑھا کھودا گیا اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جا کر سنگسار کریں۔ چنانچہ  
 سنگسار کر دی گئی۔

حضرت خالد بن ولید نے بھی سلسلہ سنگسار باری میں ایک شخص کو بھیجا جس کے سر پر  
 پڑا اور خون نکل کر خاندان کے پہرے پر پڑا۔ خالد بن اس عورت کو بڑا کہنے لگے۔ یہ دیکھ کر سرور  
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد! بدگوئی سے باز رہو۔ مجھے اسی ذات برتر کی قسم کہ میں  
 کے قبضہ قدرت میں میری جان سے اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ظلمت موصول  
 و موصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرے تو وہ بھی بخشا جائے۔ اس کے بعد آپ نے اس کی نماز  
 بخانہ پڑھی۔ دوسری روایت میں حضرت عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ! اس کی  
 کیا وجہ ہے کہ آپ نے ایسی عورت پر نماز پڑھ دی ہے جو حرام کاری کی مرتکب ہوئی تھی۔ آپ  
 نے فرمایا کہ راہ خدا ہیں یہاں سپاری سے بڑا کہ اس نے کوئی چیز نہیں پائی۔ یہی اس کی حرام  
 کاری کسی کو معذور نہیں تھی۔ اس نے ثواب نہ لیا خود اس کا اقرار کیا اور بڑی جان پر  
 کھیل گئی۔

### اقبال حرم میں عورت کی دینداری

مرد تو ہے کہ دو شخص تہ بڑے ہر سٹے بار گاہ نبوت میں آئے۔ ایک شخص نے لکھا یا  
 رسول اللہ! میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری پر لگا ہوا ہے اس نے اس شخص کی بیوی  
 سے حرام کاری کی۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ تمہارا بیٹا سنگسار زندان میں ہے اور بتاتے ہیں کہ  
 اس کے ہر دھیر اس کو سو ڈیریاں اور اپنی ایک آنٹناری دس دس سائیں کے  
 بعد میں سے ہیں۔ اس شخص نے کہا تو مجھے بتایا کہ تمہارا بیٹا سنگسار زندان میں ہے اور بتاتے ہیں کہ

اس کو رجم نہیں بلکہ غزو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا۔ اور اس شخص کی بیوی سنگ سار ہوگی۔ آپ نے فرمایا تم ساری بکریاں اور بوندی واپس لیں گی۔ البتہ تمھارے پیٹے کو سوڈر سے مار سے جائیں گے اور سال خبر کے لیے غاصج البلد رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے ایک صحابیؓ انیس بن شحاک اسلمیؓ سے فرمایا کہ اُس عورت کے پاس جہاد۔ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو سنگسار کر دو۔ انھوں نے کہا کہ اس عورت سے کہا کہ فلاں شخص کے بیٹے نے تم پر زنا کی نیت لگائی ہے۔ اگر وہ اس نیت میں جھوٹا ہے تو تم اس پر نہ قذف کرو سکتی ہو اور اگر تم زنا کا اقرار کرو تو اس پر جہاد واجب نہ ہوگی بلکہ تم کو سنگسار کیا جائے گا۔ لیکن اُس عورت نے کمال دینداری سے جواب دیا کہ اس نے نیت نہیں لگائی بلکہ مجھے اپنے جرم کا اعتراف ہے اور واقعی مجھے رجم کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ انیسؓ نے اس کو سنگسار کر دیا۔ (بخاری و مسلم مع شرح نووی) ہاتھ کٹنے پر شکر الہی

یہاں موقع کی رعایت سے ضمناً ایک اور سبق آموز واقعہ بھی حوالہ فرمایا گیا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ ایک شخص عمرو بن عمرو بن جندب عیشی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر گزارش کی یا رسول اللہ! میں نے فلاں قبیلہ کا اونٹ چرایا۔ میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے اس گناہ سے پاک کر دیجئے۔ آپ نے اُس قبیلہ میں آدمی بھیج کر دریافت فرمایا کہ کیا تمھارا کوئی اونٹ چھوٹی ہو گیا ہے؟ انھوں نے کہا بھیبجا کہ واقعی ہمارا ایک اونٹ مفقود ہے آپ نے قطعید کا حکم دیا اور عمرو بن عمرو کا ہاتھ قطع کیا گیا۔ ثعلبہ کا بیان ہے کہ میں اس وقت تک رہا تھا۔ جب عمرو کا ہاتھ ٹٹ کر گرا۔ عمرو (جزع و فزع کرنے کے بجائے) کہنے لگا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے اس گناہ سے پاک کیا ورنہ میرا سارا بدن و ذرخ میں جلتا۔ (ابن ماجہ)

عہد رسالت کے مسلمانوں کی قوت ایمانی

ان واقعات سے عہد رسالت کے مسلمانوں کی قوت ایمانی کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ

فستق و فجور کا ارتکاب کرنے والے بھی طہارت نفس حاصل کئے بغیر کس درجہ بے چین رہتے تھے۔ ان وقائع سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ پاکیزگی روح کے مقام رفیع پر دوبارہ پہنچنے کے لیے حد شرعی کی ہولناکی ان کی راہ میں قطعاً حائل نہیں ہوتی تھی۔

یہودیوں میں زنا کی سزا

دنیا میں دین مسیحوی (علیٰ صاحبہا التحیہ والسلام) ہی وہ پہلا دین نہیں جس نے دنیا کو رجم کی سزا سے متعارف کرایا بلکہ یہ سزا قرین اُدنی سے چلی آتی ہے۔ یہودیوں میں تورات کے رُوسے زانی کی سزا رجم ہی تھی لیکن جب سے وہ حکومت وہابنابی کی سرفرازی سے محروم ہوئے اور کوئی سلطنت اجرائے حدود میں ان کی معاون اور پشت پناہ نہ رہی تو ان کا قانون رجم بھی عملاً ختم ہو گیا۔ اطراف مدینہ میں یہودی آبادی کیادستے رجم کے بجائے انہوں نے یہ سزا مقرر کر رکھی تھی کہ مجرم کا منہ کاٹ کر کے کوچہ و بازار میں اس کی تشہیر کرتے اور اس کو مار تے بیٹے تھے۔

ہجرت کے بعد جب عنان اختیار حضرت سید موجدات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آئی تو یہودی ایک مرد اور ایک عورت کو آپ کے پاس لائے اور کہنے لگے کہ یہ دونوں حرام کاری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ آپ ان کو اس کی سزا دیجئے۔ آپ نے پوچھا کہ تورات میں زانی کی سزا کیا لکھی ہے؟ انہوں نے کہا ہم حکم تورات کے بموجب زنا کرنے والوں کی فیضیت کرتے اور دڑے مارتے ہیں۔ یہود کے اعلم العلماء حضرت عبداللہ بن سلام جو ہجرت کے محابہ مشرف باسلام ہوئے تھے۔ اُن سے کہنے لگے تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ تورات میں توجہ کا حکم ہے۔ وہ تورات لائے اور اس کو کھولا اور ایک یہودی نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ کر اس کو چھپا دیا۔ اور ماقبل اودما بعد کی عبارت پڑھ کر سنانے لگا۔ عبداللہ بن سلام نے کہا اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت موجود تھی۔ یہودی کہنے لگے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) عبداللہ نے سچ کہا۔ اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے رجم کا حکم دیا اور وہ سنگسار کئے گئے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رجم کی آیت نکال کر سنائی

تو آپ نے فرمایا خداوند! یہ نیر حکم ہے جس کو ان لوگوں نے مردہ کر دیا ہے۔ میں سب سے پہلا شخص ہوں۔ جو تیرے اس حکم کو زندہ کر دوں گا۔ چنانچہ وہ سنگسار کئے گئے۔ (ابوداؤد)

باب رجم الیہود میں،

## موجودہ بائبل میں سنگسار کرنے کا حکم

باد جو دیکھ بائبل ہمیشہ اہل کتاب کی تحریفات کا تختہ مشق بنی رہی تاہم اس میں اب بھی زانی کے لیے قتل و سنگسار کا حکم موجود ہے۔ احبار میں ہے۔ ”اور وہ شخص جو دوسرے کی جھوٹ کے ساتھ یا اپنے پڑوسی کی جوڑو سے زنا کرے وہ زنا کرنے والا اور زنا کرنے والی دونوں قتل کئے جائیں۔“ (احبار ۱۰:۱۲۰) اور بائبل کی کتاب استغناء میں ہے۔

اگر لڑکی کے کنوارے سے پن کی نشانیاں پائی نہ جائیں تو وہ اس لڑکی کو اس کے ماں باپ کے گھر کے دروازے پر نکال لائیں اور اُس کی بستی کے لوگ اس پر پتھر اڑھ کریں کہ وہ مرجائے کیونکہ اُس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں حرام کاری کی۔ سو تو شر کو اپنے درمیان سے دفع کیجیو۔

اور اگر کوئی مرد شوہر والی عورت سے زنا کرتے پایا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں۔ مرد جس نے اُس عورت سے صحبت کی اور عورت بھی۔ سو تو بنی اسرائیل میں سے شر کو دفع کیجیو۔ جو لڑکی کہ کنواری ہے اور وہ کسی کی منگیت ہو اور کوئی اور شخص اُسے شہر میں پا کے اُس سے ہم صحبت ہو تو تم اُن دونوں کو شہر کے دروازے پر نکال لاؤ اور تم اُن پر پتھر اڑھ کر کہ وہ مرجائیں۔ لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے ہمسائے کی بیوی کو رسوا کیا۔ سو تو شر کو اپنے درمیان سے دفع کیجیو۔

(استغناء ۲۲:۲۰-۲۲)

اسلام میں زنا کی سزا بنیاداً ہے کہ لیے ضرور ہے اور یہاں ہے کہ لیے رجم ہے لیکن بائبل کے ان مندرجات سے بجا بھی سپردِ قسط اس ہوشیہ ظاہر ہوتا ہے کہ موسوی شریعت میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ سب کے لیے بلا تفریق رجم کی سزا مقرر

تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ تفریق بہت سے مسائل و حکم پر مبنی ہے جن کی آشوریہ ایہ موقع نہیں۔ یاد رہے کہ قرآن میں بھی رتبہ کی سزا منصوص تھی لیکن بنواں حضرت فرما اس کی تائید منسوخ ہو گئی۔ (صحیح بخاری رحمہ اللہ)

### رتبہ کی مشرور عیبت کا انکار کرنے واسلے

بعض لوگ نہایت رتبہ کی مشرور عیبت کا انکار کرتے ہیں۔ اس لیے یہاں موقع کہ رعایت سے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی ایک پیشین گوئی وحی کی بابت ہے۔ یہ تمام کی اشج نے کتاب الزیادۃ میں نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا لو کہ اس امت مرحومہ میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو دجال کے ظہور اور آفتاب کے مغرب سے ظہور کرنے اور تحسن زانی کے ایک رتبہ کی سزا کے مشرور عیبت ہونے کو انکار کریں (الزادۃ ص ۱۶۱)



## فصل ۳۲

## حرام کاری کی لمائی کھانا

عہد جاہلیہ کے بعض عرب رؤساء اپنی لونڈیوں سے بدکاری کراتے اور اس کی آہ فی کھاتے تھے۔ جب بادی اٹام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کر کے رضی شرب کو اپنے قدم سے رشک فروس بنایا اور اسلامی تعلیمات کا گھر گھر چہرچہا سواتو ان ایام میں وہاں کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس چھ لونڈیاں تھیں جن سے وہ پیشہ کرتا اور اسکی آہ فی کھاتا تھا۔

## مظلوم لونڈیوں سے صدیق اکبر کی غمی ہمدردی

ان میں سے دو لونڈیاں مسیکہ اور امیمہ اسلامی تعلیمات کی حقانیت سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہو گئیں اور بدکاری سے انکار کر دیا۔ لیکن رئیس المنافقین نے مار پیٹ کر انہیں اس شاعت پر مجبور کیا۔

جب افضل المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لونڈیوں کی مظلومی کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے ترس کھا کر انہیں اپنے زنا خانہ میں چھپا دیا۔ رئیس المنافقین نے سنا تو بہت خل مچایا۔ اور ان کے در دولت پر پہنچ کر کہنے لگا کہ ہماری لونڈیوں کو بہکانے اور پناہ دینے کا تم کو کوئی حق نہیں۔ مگر انھوں نے ایک نہ سنی۔ اس وقت کلام مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:-

وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيَانَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ اور اپنی لونڈیوں کو جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں دنیا ران اُردن تَحْصَنًا لِّتَبْتَغُوا عَمَّا كَرِهَ غَارِضِي فَاُدَّعٰی كے لیے حرام کاری پر مجبور الحیرۃ الدُّنْیَا (۲۴: ۲۳) نہ کرو (صحیح مسلم باب التفسیر والتفسیر ابن کثیر)

اس سلسلہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کو حرم قرار دینے کے علاوہ بچہ اسی کا

قرار دیا جس کی وہ مملوک کہتی اور برضا کہہ دیا کہ زانی کو خاک اندر پھرنے سے کچھ نہیں مل سکتا۔  
حضرت سعدؓ اور عبد بن زمعہؓ کی منازعت

مروئی بے کرتبہ بن ابی وقاص نے مرتے وقت اپنی بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ زمعہ کی لونڈی کا لاکا یہ بے نطقہ سے ہے۔ تم اسے لے کر اپنے پاس رکھنا۔ چنانچہ حبیب بن شذانؓ سلام فتح مکہ کے دن شہر میں داخل ہوا تو حضرت سعدؓ نے یہ کہہ کر اس لڑکے کو لے لیا کہ یہ میرے بھائی کی اولاد ہے۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں اس کو اپنی کھانت میں لے لوں۔ مگر سعدؓ ام المومنین حضرت سودہؓ کے والد کا نام تھا۔ حضرت سودہؓ کے بھائی عبد بن زمعہؓ نے حضرت سعدؓ سے لڑکا واپس لینا چاہا۔ اور کہا کہ یہ لڑکا میرا بھائی ہے۔ کیونکہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے۔

آخر دونوں نے فصل خصومت کے لیے بارگاہِ نبویؐ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت سعدؓ رضی اللہ عنہ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عقبہ کا بیٹا ہے۔ اس نے میرے وقت اس لڑکے کے لیے وصیت کی تھی۔ حضرت عبد بن زمعہؓ نے اس کے جواب میں کہا یا رسول اللہ! چونکہ یہ لڑکا میرے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔ اس لیے میرا بھائی ہے اور میں اس کا مستحق ہوں۔ آپؐ نے فریقین کے بیانات سن کر عبد بن زمعہؓ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ بچہ ماں کے آقا کو ملتا ہے۔ اور زانی کو پھرنے کے سوا کچھ نہیں مل سکتا۔ مگر اس لحاظ سے کہ وہ لڑکا شکل و صورت میں عقبہ بن ابی وقاص سے ملتا ہے لہذا آپؐ نے ام المومنین حضرت سودہؓ سے فرمادیا کہ تم اس لڑکے کو بھائی نہ سمجھنا اور اس کے سامنے کبھی نہ بونا۔ چنانچہ جب تک ام المومنین قید بیات میں رہیں اس لڑکے سے غرض مولیٰ کی طرح چھپتی رہیں۔ (موطائے امام مالکؒ)

ام المومنین حضرت سودہؓ نے خلافت فاروقی کے آخر میں داعی حق کو ایک کھاتہ



تابع کردہ ہر کی قسم کہ ہیں کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ تو انسان تھے۔  
 مرغی بھی بوقت تو اس کا اس طرح بے رحمی سے مارا ہانا مجھے گوارا نہ ہوتا۔ "غیر مرغیوں کو  
 اپنی فروگزاشت پر سخت ندامت ہوئی اور انہوں نے کفارہ کے طور پر چار غلام آزاد کر  
 آزاد کیے۔ (ابو داؤد)

### دشمن کے ناموس کی بربادی

زمانہ جاہلیت میں صرف یہی نہیں کہ فاتحین قبیلہ منقور کی عورتوں کے ہاتھ ہو  
 بات تھی بلکہ سب سے زیادہ ہونناک واپس لے کر باز منظر یہ دیکھنے میں آتا تھا کہ عین  
 میدان جنگ کے وسط میں مقتولین کے ناموس بھی برباد کر دیئے جاتے۔ چونکہ اس کی تفصیل  
 میں بانا سخت دردناک و شرمناک ہے اس لیے مختصر اشارے سے پرکتہ کیا جائے گا۔  
 کی بربادی اس حالت میں وقوع پذیر ہوتی ہے کہ مقتولین کی بیسیاں جن و جوان میں متنازع  
 حیثیت کی ہاتھ بوقت نہیں لیکن وہ اس جوہر سے آراستہ نہ ہوتیں تو بعض اوقات انہیں  
 اپنے مقتولین کی عورتوں اور بچوں کو نہ راکش کر دیتے تھے۔ (تاریخ اطلاق اسلامی بون)

### مجمع الامثال میدانی جلد اول صفحہ ۲۴۷

#### عورتوں بچوں اور بڑ بچوں کی ایذا رسانی کی ممانعت

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ عورتوں بچوں بڑ بچوں  
 کی جان ستانی کی ممانعت فرمائی۔ اسی طرح مردوں کے ساتھ رہنے والے  
 ستانی، دوسری، باورچی، منگنی، بیوی، بھائی، وغیرہ پر بھی ایذا رسانی  
 نہ کرنا۔ (مجمع الامثال جلد اول صفحہ ۲۴۷) جس سے بھی منع فرمایا۔ ہندو اگر ان چیزوں  
 مزدوروں میں سے کوئی شخص دشمن کی حمایت میں لڑے تو اس کی سرکوبی ضرور ہوتی ہے۔

مردنی ہے کہ ایک معرکہ میں ایک غیر مسلم نے نہایت خیرین و امیر کی غلطی سے قتل  
 ہو گئی۔ لوگ اس کی لاش کے پاس جمع ہو گئے۔ حبیب خدوہ نے ان کو صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ اس کی لاش پر تشریف لے گئے اور سخت تاراج

اور تائیف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ لڑی نہ تھی تو قتل کیوں کی جاسکتا ہے  
بعد ازیں نے حضرت خالدؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اللہ کے رسول نے تم کو حکم دیا  
ہے کہ دشمن کے بچوں اور ان کی عورتوں کو اور مردوں کو جوڑنے والوں کے کام  
کا ج کرتے ہیں مت مارو (ابن ماجہ)

سقوان بن غنمؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک تربیہ روانہ  
فرمایا۔ آپ نے نہ دست بستہ وقت میں جو ہدایت دیں ان میں نہ بھی ارشاد تھا کہ دشمن  
میں سے کسی کے ناک ہون نہ مانا۔ عمدہ شکنی نہ کرنا۔ ال غلبہ میں خیانت نہ کرنا۔ غنیمت کسی  
بچے، عورت اور بڑے صبی کو نہ مانا (ابن ماجہ)

دشمن کو دھوکا دے کر ہلاک کرنے کی ممانعت

نعمت عالم و عابدین صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کو دھوکا دے کر ہلاک کرنے  
سے بھی منع کیا چنانچہ فرمایا کہ مومن کو اس کے ایمان سے اس امر سے روک دیا ہے کہ دشمن کو  
غافل پا کر دھوکے سے قتل کرے۔ نیز رسولی مسلمان ایسا نہ کرے (ابوداؤد و عیسیٰ بن  
یوسف) تھا کہ دشمن پر بے خبری اور غفلت کی حالت میں جا پڑتے تھے اور قتل و غارت  
کا بازار گرم کر دیتے تھے اور غمد و غم میں بھی مغرب کی نام نہاد مہذب قوموں میں دستور  
ہے کہ دشمن پر راست کے وقت ممانعت نفی میں حملہ کیا جاتا ہے۔ اس تائیف کو شیخو ابی  
کہتے ہیں۔ چنانکہ اس وقت دشمن کی بے خبری نہ ہو تو اس کے علاوہ اس کا دھوکا  
دے اس کے سر پر غل اترانے کا کام کہ بدحواسی اور اضطراب میں ڈالنے سے  
اس میں غدریت، صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ آپ کا معمول تھا کہ  
دن نکلنے کے بعد یہ وقت میں نہ کہ کا وقت فرماتے تھے بیکہ تنہا ہی چھوڑ دیتے  
ہو بیٹا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے اذاتی غلام یخسرتی النبی وغیرہ میں سنت  
نبوی یہ تھی کہ دشمن کے سر پر نہ چڑھنا نہ تو بھی دن نکلنے سے پہلے لڑائی شروع نہیں  
کرنے تھے۔

## فصل ۳۴

## خدا تک پہنچنے کیلئے وسائل اور اس کی تلاش

خدا نے بے جواں و بے چگون کی بستی کے تسلیم اور اعتراف کے بعد مل وادیاں کے سامنے ایک بڑا مرحلہ یہ تھا کہ بندہ کو خدا سے براہ راست تعلق پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر ہو سکتا ہے تو کیونکر؟ اس ضرورت کے پیش نظر تمام مذاہب نے درمیانی واسطے اور ذریعے قائم کر رکھے تھے اور لوگ نام نہاد افتادوں، فرشی میزبانوں اور بیروں کم سارا اثر محسوس کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے آکر بتایا کہ تعلق اور اس کے بندوں کے بیچ میں کوئی درمیانی واسطہ نہیں۔ خدا نے عیم ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر شخص براہ راست خدا کے حضور میں حاضر ہو کر اپنی ہر قسم کی حاجتیں اور مرادیں پیش کر سکتا ہے۔ مالک الملک کا دربار توسل، مذاعت اور سعی سفارش سے بڑبڑا۔ وہ ہر شخص کے پاس ہے اور ہر شخص کی فریاد اور التماس براہ راست سنتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

لَمَنْ أَقْرَبُ إِلَيَّ مِنْ حَبْلٍ      ہم انسان کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب  
الْوَرِيدِ - لا ورید -      میں (نہ پتھر) جب میرے بندے آپ سے میرے  
سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَبَيَّنْتُ      بار سے میں دریافت کریں تو میری طرف سے کہہ  
قَرَابَتَهُ أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ      دیکھئے کہ میں ان کے قریب ہوں اور جب کبھی کوئی  
إِذَا دَعَا فَلَئِنْ تَجِبْتُ لَهُ إِلَى      مجھ سے دعا کرے تو میں دعا کر نیوے کی دعا کو سنتا  
وَلْيُؤْمِنُوا بِلَعَنَتِهِمْ      اور مناسب ہوتا ہے تو قبول بھی کر لیتا ہوں۔ سو ان  
يُؤْثِرُونَ      کو چاہئے کہ میرے احکام قبول کر لیا کریں اور مجھ پر یقین  
رکھیں تاکہ رشد و فلاح حاصل کر سکیں۔

## فصل ۳۵

## خدا کو بندوں کی عبادت کا مستحق ہونا

مذاہب و ادیان سابقہ کے پیروں پر اس نکتہ فہمی کا شکار ہے کہ خدا کے عبادت ہر  
مقصود صرف خدا کی اطاعت کا فرض ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی فرد دوست دوست  
نہی اپنی کار کی اصاحت مندی اور وہ ذرا شہار ہی کی آزمائش کے لیے حکم دیا کہ وہ منہ رات ایک  
پتھر اٹھا کر کھڑے رہے۔ اس حکم میں بادشاہ یا بادشاہ کے درویشوں میں سے کسی کا کوئی نفع نہیں ہوتا  
نہ کہ کسی اعلیٰ عزت و فرمان پذیری کا امتیاز ہے۔ اسی طرح لوگوں نے مجھ کو اتنا کہ تم جو اسکام  
شرعیہ بجا دیتے ہیں تو اس سے محض امتثال امر مقصود ہے۔ بندے امتثال امر میں جس قدر کوشش  
کرتا ہے خدا اسی قدر زیادہ ہم سے خوش ہوتا ہے۔ نہ تیرے کو ہوا میں صفت کہہ کر خشک کر دے۔ چنے کھینچ  
شادی نہ کرنا، تمام عمر جوگی بن اور ربانیت میں رہ کرنا، اس قسم کی جو باتیں منہ دوس، عیسائیوں  
اور دوسرے مذاہب میں پائی جاتی ہیں سب کی بنیاد اسی نہیں پر ہے۔

لیکن اسلام نے آج سے پندرہ صدیاں پہلے ہی یہ سارے فاش کر دیے تھے کہ خدا کے لیے نیاز  
کو لوگوں کی عبادت کی کوئی احتیاج نہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

مَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

جو کون محنت اٹھاتا ہے وہ اپنے لیے اٹھاتا ہے۔ خدا تو  
خود غنی ہے۔

اور یہ بھی بتلا دیا کہ عبادت اور اطاعت سے خود انسان کو نفع پہنچتا ہے اور مالک الملک  
نے عبادت اور تکلیفات شرعیہ کا جو حکم دیا ہے اس میں خود انسان کا اپنا فائدہ ہے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَ جَوْنِكَ عَمَلٌ كَرْتَاہُ نَوْعًا اَصْلًا بَلَّغَ اَللّٰهُ جَبْرُ كَرْتَاہُ  
مَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا (۴۶:۴۱) ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ

اللہ تم پر کسی طرح کی تکلیف کرنے نہیں چاہتا بلکہ تم کو پاک و



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سنہ ۱۲۰۵ھ میں چاہتا ہے اور یہ خبر یہ ہے کہ یہ تقریب الہی و ابراہیم  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سنہ ۱۲۰۵ھ میں چاہتا ہے اور یہ خبر یہ ہے کہ یہ تقریب الہی و ابراہیم

رب اللہ لیکن نے ہر ایک عبارت کے لئے ایک نیا ج اور فائدہ کیا ہے

مثلاً نماز کی نسبت فرمایا۔

ان اوصیاء سے ان کے لئے ایک نیا ج اور فائدہ کیا ہے

روزے کی نسبت فرمایا۔

تاکہ متقی بن جائے

حج کی نسبت فرمایا۔

اور سفر حج سے ان کا یہ مقصود ہے تاکہ اپنے رب سے

فوائد کے لئے آموجود ہوں

(۲۸ : ۲۲)

## فصل ۱۱

## تخلاف وضع فطرت جہان کا ارتکاب

سردہین عرب میں اғلام اور دوسرے افعال تخلاف وضع قرار نہ دیے تھے۔  
 خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی کہا کرتا تھا کہ اگر خدا نے قرآن مجید میں آل لولہ کا ذکر نہ کیا  
 ہوتا تو یہ بات میرے خیال میں بھی نہ آتی کہ کوئی شخص ایسا ہی کر سکتا ہے۔ ولید کے اس  
 قول سے ایک مصنف نے استنباط کیا ہے کہ اہل عرب اғلام وغیرہ قسم کے افعال سے  
 بالکل نا آشنا تھے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ شاہزادوں کا ماحول عربیہ اناس کے ماحول سے  
 بالکل جدا ہے۔ شاہزادوں کو شروع سے ایسی کڑی نگرانی میں رکھا جاتا ہے کہ لفظ پین کی باتیں  
 ان کے کانوں میں نہیں پڑتیں۔ اس لیے ولید کا اس فعل کے وجود سے خافی اندازہ نہ رہتا  
 جائے تعجب نہیں۔

## اғلام کی سزا

عرب میں اғلام وغیرہ کا افعال کا وجود پایا جاتا تھا اور یہ غیر ناشنی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس خرابی کی اصلاح فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ جس کو لولہ عبیدہ السلام کی امت کا سامعہ کرتے  
 پاؤ تو قاتل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ  
 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توں لولہ کا سامعہ  
 کرنے والا ملعون ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ زرین) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لولہ کے  
 فاعل اور مفعول پر دیوار گرا دینے کا حکم دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غدر کے بعد  
 دونوں کو آگ میں جتا دیا تھا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ زرین)

بیہقی نے روایت کی ہے کہ خلافت جہد نقی میں لولہ کا سامعہ کرنے والا  
 گرفتار ہو کر ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ افسوس نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان کی رائے دریافت

کی۔ حضرت علیؑ نے یہ رائے دی کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے۔ ابن عباسؓ کے نزدیک  
ایسے مجنوں کو پہنچا کسی دوسرے بلند مقام سے اونہ ہٹا کر لیا جائے۔ پھر تھپڑوں سے  
ان کو کچلا جائے۔ صلیب پر لٹا دیا جائے۔ اور یہی امت مسلمہ نے اپنے ایام خلافت میں ایسے لوطی  
نوسنگس کر لیا۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک لوطی سنگسار کیا جائے شادی شدہ ہجریا  
غیر شادی شدہ دونوں کی یہی سزا ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر شادی شدہ ہو تو  
سنگسار کیا جائے۔ ورنہ کوڑے مار کر جلا دیا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ نے نزدیک  
و کھمچا دیا۔ اس وقت کے مجرب جو سزا مناصب خیال کرے دے۔ لیکن یاد  
رہے کہ معمول کو اسی صورت میں سزا دی جائے گی جب کہ اس پر جبر نہ ہو یا وہ  
بالغ ہو۔

بی بیوں سے

معلوم ہوتا ہے کہ بعض عرب اپنی بیویوں سے بی رحم و کاسا عمل کرتے ہوئے  
ان نسبت کے انکار کے لیے صحیح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل اس شخص  
کی طرف نظر مت نہیں کرتا جو کسی مرد یا عورت سے اس کی منہ میں بہ نعلی کرے (ترمذی)  
و فرمایا معون ہے۔ وہ شخص جو اپنی بیوی سے اس کی نہ پھرے یا نہ کرے اسے اللہ بڑا  
اللہ فرمایا جو کوئی نہ لٹے عورت سے یا کسی عورت کی ذہنیں جامع کرے۔ بخاری کی حدیث کہ  
سچ جانتے اس نے۔ کہ اگر کسی مرد یا عورت سے اس کی منہ میں بہ نعلی کرے یا نہ کرے  
عورتوں سے ان کی ذہنیں جامع کرے۔ کہ اگر کسی مرد یا عورت سے اس کی منہ میں بہ نعلی کرے یا نہ کرے

جیوان کے ساتھ

بعض حرمان نصیب قلب شہوت میں اندھے ہوا شہوت و جہاں انسانی کو بھی قبول  
جاتے تھے اور اس ناگفتہ بہ گراؤ میں کسی جیوان ہی کے ساتھ نہایت رانی کر کے ذلت و  
نہجین کی سیما ہی نہ ملے۔ ان کی نسبت سید وجودات صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ جو کوئی جیوان سے فعل بد کرے اس کو قتل کر دے اور اس کے ساتھ جیوان کہ

بھی ہلاک کر دے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ جس صورت میں حیوان نہ عقل رکھتا ہے نہ اس پر تکلیف شریعی مائد ہوتی ہے اس کو بھلا ہلاک کریں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ جیسے اس کی غفلت و حکمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تو کچھ نہیں سنی۔ لیکن آپؐ نے اس کو مگر وہ جانا کہ ایسی حالت میں اس کو مارنا کھایا جائے یا اس سے کسی اور طرح شتغ ہوں کہ اس کے ساتھ یہ فعل بد کیا تو زبردستی

ابوداؤد، ابن ماجہ

بعض علماء کے نزدیک چار پایہ کے قتل کا حکم اس سے دیا گیا کہ اس سے نہ اس بصورت حیوان یا حیوان بصورت انسان پیدا نہ ہو اور یہ بھی کہ گیا ہے کہ جانور کو خاک کے اس کو نذر آتش کر دیا جائے۔

ادھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے حدیث مرفوعہ درج ہوئی کہ جو کوئی چار پایہ سے بد فعلی کرے اس کو قتل کر دے لیکن دوسری روایت میں عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جو کوئی چار پایہ سے بد فعلی کر دے اس پر کچھ حد نہیں ہے (ترمذی و ابوداؤد)۔ اور حسب روایت ترمذی سفیان ثوریؒ نے کہا کہ پہلی حدیث سے ہمیں میں قاتل کا حکم ہے یہ حدیث زیادہ صحیح ہے اور اہل علم کے نزدیک یہی معمول رہا ہے (مشکوٰۃ) علی قاریؒ نے کھنڈین کہ پہلی حدیث زہرا ویر تثنیہ پر مبنی ہے اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ چار پایہ سے بد فعلی کا قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کو اعزیر کی جائے۔

جہاں دار کو آگ میں جھلانے کا عذاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ میں جھلانا خاص ربت العافیین کا عذاب ہے اس لیے کوئی زندہ اس تعذیب کا مجاز نہیں (بخاری) لیکن ادھر زہراؓ کی روایت سے معوض تسمیہ پر آیا۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؑ رحمہ اللہ و ہم نے اعلان کے دونوں مجزوں کو آگ میں جھلایا تھا۔ اسی طرح عکرمہؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس زندہ لائے گئے تو انھوں نے ان کو آگ میں جھلادیا۔ حضرت ابن عباسؓ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ اگر میں جھلوان کو نہ جھلانا کہہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عذاب جھلانی کے

ساتھ کسی کو معذرت نہ کر دے۔ امتحان کو اس وقت دینا کہ جس کے حوالے سے ضرورت ہو  
ہو جائے اسے اپنا دینا اس کے لئے ضرورت ہے کہ وہ اسے جاری

اس حدیث میں نہ دے۔ حضرت مراد بن عبد بن سید اس کے پیرو تھے جو اس میں  
تفسیر پر دائرہ دے گا اور اس کو خدا ہوتے ہیں اس کے ایک منافع تانہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے  
تھے یہ ان کے لئے تھے جسے سرکاری اور غیر سرکاری تھے۔

اس میں ان کی تائید شیعہوں کی ایک معتبر کتاب میں بھی لکھی ہے۔ اس میں  
امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ عبد اللہ بن سببانے یہ بھی کہا کہ حضرت علیؑ میں  
ان کا رسول ہوا۔ ان کے لئے اس کو بہت سمجھایا اور توبہ کرنے کے لئے کہا کہ ان کے  
ساتھ کی ایک نہ تھی۔ ان کے حضرت علیؑ نے اس بدعت کو اس میں بدعت بنادیا۔ یہ بالکل کشتی میں  
امام جعفر صادق سے یہ بھی مروی ہے کہ جبکہ ان کے بعد مقرر آدمی میرا نہیں کے پاس  
نہ تھے تو ان میں سے ایک کی بوری بستی تھی۔ انھوں نے بھی توبہ کر لیا۔ ان کے بعد ان میں سے  
بھی حضرت علیؑ نے اسے اس میں جلوا دیا۔

لیکن میرے میں زندگی کے بعد سے اس کے جتنے احکام ہوئے ہیں جو اس کے لئے ضروری  
ہوئے ہیں۔ اس میں اس کے صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جو کسی کو اللہ تعالیٰ کے رسول  
کے ایک چیز ہوئے کہ اس میں حاصل نہیں۔ اگر خیر ہے حضرت علیؑ اس میں سے اس کے لئے  
کوئی چیز ہوئے کہ اس میں سنایا تو آپ نے اس میں سے نہ لیا۔ اس کے لئے اس کے لئے  
کے لئے چاہئے۔

## فصل ۳۷

## خودکشی

انسان کو چاہیے کہ مصائب و لوازل کا مردانہ وار مقابلہ کرے اور خودکشی کر کے قصاص و قتل کے دست ابتلاء سے بچنے کی بزدلانہ کوشش نہ کرے۔ ہمارے جہنم میں جو جہان ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ خودکشی کرنے والا اس امانت میں خیانت کرتا ہے۔ بعض مشابک قویں خودکشی کو ایک متبرکہ فعل گمان کرتی ہیں لیکن اسلام نے اس کو حرام و منکر اور انتہا و تہ کی رسالت اور رسول ہستی قرار دیا ہے۔ عہد جاہلیتہ میں خودکشی کی طرف عام رجحان پیدا ہونا تھا۔ معمولی معمولی سختیوں میں لوگ اپنی جان سے کرہنگاہ اہل کفر منہ میں پئے جاتے تھے۔ لیکن مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات حثیہ سے اس برائی کو یکسر مٹا دیا۔ ان تعلیمات کا آج بھی یہ اثر ہے کہ خودکشی کی جتنی کم ضروریات مسلمانوں میں دلتی ہیں اتنی کم دنیا کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتی۔

اس حدیث نبویہ میں خودکشی کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ جنہاں رسالت اللہ

ملاحظہ ہوں۔

## پہاڑے سے گر کر خودکشی کرنا

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی وہ آتش جہنم میں ہمیشہ گرتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ رکھا جائے گا اور جو شخص ہر روز خودکشی کرے گا تو اس کا نہ ہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کے اندر جس میں ہمیشہ رہے گا اس کو پتیارے سے گرا کر اور جو شخص ہفت بار سے خودکشی کرے گا تو اس کا ہتھکڑا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ جس سے وہ اپنے پیٹ کو جہنم میں جس میں وہ ہمیشہ رہے گا چپاک کرتا رہے گا۔ (رواہ البخاری و مسلم و رواہ الترمذی فی معناد)

اور فرمایا جو کوئی (دنیا میں) اپنا گھونٹے گا۔ وہ دوزخ میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا۔ اور جو کوئی دنیا میں اپنے آپ کو نیزہ مارے گا اسی طرح آگ میں جی اپنے تئیں نیزہ مارا کرے گا۔ (بخاری) مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی اپنے آپ کو حرام مروت مارے گا۔ دوزخ میں بھی اس کو ویسی ہی سزا ملے گی۔

اپنا ہاتھ کاٹ کر خودکشی کرنے والا

اور فرمایا پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے ہاتھ میں زخم آیا تھا۔ اس نے بے صبری کر کے چھری سے اپنا ہاتھ زخمی کاٹ ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خون نہ قہما یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ رب العزت نے فرمایا کہ میرے بند سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے میں تجھ سے عبادی کی پس میں نے اس پر جنت حرام کر دی (بخاری) (مسلم)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بیان ہے کہ سبب طفیل بن عمرو دوسری صحابی نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تو ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت میں ان کی رفاقت اختیار کی۔ یہاں پہنچ کر وہ میرے بھائی اور بے صبری کی حالت میں اس نے اپنے تئیں پیکان سے اپنی انگلیوں کے تھونے کاٹ ڈالے۔ دونوں ہاتھوں سے اتنا خون جاری ہوا کہ وہ مر گیا۔ پھر مدینہ منورہ کے بعد حضرت طفیل بن عمرو نے اس کو عالم دیار میں خوشگوار حالت میں دیکھا لیکن ایسی حالت میں پایا کہ اس نے اپنے ہاتھ ڈھانک رکھے تھے۔ پوچھا حق تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ کیا سلوک کیا؟ بولا کہ میں نے جو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی وہ عمل بائیسہ تھا۔ مدینہ منورہ میں مقبول ہوا اور اس کے طفیل میری مغفرت ہو گئی۔ طفیل نے پوچھا تم نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانک رکھے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا تھا کہ ہم تیری اس چیز کو ہرگز درست نہ کریں گے جو تو نے خود خراب کی۔ حضرت طفیل بن عمرو نے اپنا یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ یہ خواب سن کر آپ نے دعا کی الہی! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دے (مسلم)

یعنی جیسے نونے، اس کے سارے بدن پر کرم کیا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر بھی کرم فرما۔ اس حدیث سے ہجرت کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ نہ ہرے کہ اس شخص



نئے خود کشی کی نیت نہ کی ہوگی۔ عالم انظارِ رب میں یہ حرکت سر نہ ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ اس  
 ہی کی نیت ہو۔ لیکن ہجرت کی برکت اور پیشوا کے امداد اور اقتدارِ مہم کی دھماکے  
 اس کی منفیت ہو گئی۔

کوئی گناہ خود کشی کا مقابلہ نہیں کر سکتا

قتلِ نفس یعنی خود کشی کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ کفر اور شرک کے سوا کوئی دوسرا کبیرہ  
 گناہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ قتلِ نفس کی اصلی سزا قویہ بھی تھی کہ اگلا کی طرح وہ ہمیشہ ہمیشہ  
 جہنم میں رہے اور وہاں سے اس کو کبھی قلعی نہیں رہے کہ رویتِ نبویہ کے ظنِ ہری  
 الفاظ سے تشریح ہوتا ہے تاہم حدیث ہے کہ بعد از اس کا عقیدہ قویہ تک بائیکا اور  
 وہ اس کو دوزخ سے نجات دلاتے ہیں کہ میاب ہو جائیے۔

قتلِ نفس کا جہاز پڑھنے سے سرورِ عالم کا انکار و انتہا ہے

عند رب مسیح موعود ذاتِ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ خود کشی کبیرہ گناہ  
 ہے قتلِ نفس کی نہ جہازہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ سر دی ہے کہ ایک شخص نے جہازہ کچھ  
 دنوں کے بعد اس کی موت کی خبر مشہور ہوئی۔ اس کا ہمسایہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض  
 پیرزادہ یارِ رسول اللہ افعالِ شخص مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ مر گیا ہے  
 بولا میں خود اس کو دیکھ کر آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ نہیں مرے۔ ہمسایہ واپس چلا گیا۔ پھر  
 اس کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی۔ ہمسایہ کہ حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا یارِ رسول اللہ افعالِ شخص  
 گھر گیا ہے۔

آپ نے فرمایا وہ نہیں مرا ہے۔ ہمسایہ واپس گیا۔ تھوڑی دیر میں پھر اس کے مرنے  
 کی خبر مشہور ہوئی۔ مر نہیں کی بوی اپنے اسی ہمسایہ سے تو دفعہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس  
 کے مرنے کی اطلاع دے کر آیا تھا کہنے لگی خراجا کہ رسول خدا کو اس کی خبر کہ دو۔ اب ہمسایہ برائی  
 اعلیٰ دیکھنے کے لیے اس کے گھر پہنچا تو وہاں کیا دیکھتا ہے کہ اس نے تیر کی بیگانہ سے اپنا گلا  
 کاٹ لیا ہے۔ اب وہ پھر سرورِ عالم کے پاس آکر کہنے لگا یارِ رسول اللہ اب تو وہ واقعی مر  
 گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیونکر معلوم ہوا۔ بولا میں خود اس کو دیکھ کر آیا ہوں۔ اس نے تیرے

اپنا گناہ کاٹ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے خودکشی کی ہے تو میں اس پر نذر جہنم نہیں پڑھتا  
(ابوداؤد)

### خودکشی کے جو اثر پر استدلال

بہن لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ کماں توبہ خودکشی ہے جس پر نبو اسرائیل عمل پیرا ہوئے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ نبو اسرائیل خدا کی طرف سے اس پر مامور ہوئے تھے۔ جیسا کہ فرمایا **وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ** (تمہاری توبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، لیکن ہم اس اقدام سے منع کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے لیے یہ حکم ہے **وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ** (خودکشی نہ کرو)۔

## فصل ۳۸

## دوسرے جنم میں جزا و سزا ملنے کی نما خبیالی

جہاں عرب میں لائس لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ قیامت اور بشر و شر کے نہیں آدمیوں کو ان کے اعمال کی جزا سزا اسی دنیا میں برنگ تناسخ و آواگوں مل جاتی ہے۔ جس کی یہ صورت ہے کہ شیعوں کی رو میں جب بدن سے نکلتی ہیں تو مال دار اور مرفہ الخاں لوگوں کے بدن میں داخل ہو کر مال و دولت سے عیش کرتی ہیں اور بدکردوں کی رو میں جب بدن سے نکلتی ہیں۔ تو گھر سے اجسام میں داخل ہو کر مدت العمر سختیاں اور مشقتیں برداشت کرتی ہیں۔

## عقیدہ تناسخ کا افتراء

امام ابن جوزیؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں گھڑا گیا تھا۔ لیکن معلوم نہیں کہ بت پرست بھارت اور آتش پرست ایران میں یہ عقیدہ کب پہنچا اور ہندوؤں اور پارسیوں نے اس کو کس طرح اپنالیا۔ تمام دنیا کے مسلمان، عیسائی اور یہودی قیامت اور بعثت و نشور کو مانتے ہیں لیکن وہ نہا بہب جو خدا کے کسی برگزیدہ پیغمبر کی وساطت سے آسمانی تعینات کی روشنی سے مستنیر نہیں ہوتے، وہ تناسخ اور روح کے پھر میں پھنس کر قیامت کے منکر ہیں۔

## مسئلہ تناسخ کی وضاحت

امام ابن جوزیؒ نے اس تناسخ کے زعم باطل کی یہ تشریح کی ہے۔ جب روحیں دنیا چھوڑتی ہیں تو ان میں جو روح نیک اور پاک صاف ہوتی ہے وہ نورانیت سے محو ہوا ہو کر نکلتی ہے یہاں تک کہ وہ ایسی سبزی کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کو آدمی پکا کر سبزی بناتے ہیں پھر یہ سبزی انسان کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس طرح آدمی دوبارہ دنیا میں

ہوتا ہوتا ہے اور ہر موت کے وقت اس کو یہی حال ہوتا ہے اور جو لوگ بدکردار ہیں۔ مرنے کے بعد وہ ایسی گناہ بن جاتے ہیں جو ہر گناہ سے ہیں۔ اس کے بعد یہ گناہ کسی جانور کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اور جب یہ جانور مرتا ہے تو اس کی روح نکل کر کسی دوسری جانور کے قالب میں داخل ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ تنازع سے مسورتوں میں پھرتی رہتی ہے۔ آخر ہزار برس گزرنے پر انسانی صورت میں پھر جاتی ہے۔ اب اگر اس نے انسانی پیرہ میں نیک عمل کئے تو نیکیوں میں مل جاتی ہے۔

### خیال آفرینی کے جو لانگاہ میں تنگ و دو

اصل یہ ہے کہ ان شرک پختہ و تنی اپنی کے نور و ایت سے محروم تھے۔ ان کے قدامت و تدبیر الہی اور تنبیہ و تشویش کے سمجھنے اور قبول کرنے سے قاصر رہے اور جب ان سے سوال ہو کہ رنج و رازت، دولت و الماس، علم و جہل، قوت و ضعف، حسن و قبح وغیرہ حالات و مناسبات میں ان میں قدر متناوٹ کیوں ہیں تو انہیں خیال آفرینی کے جو لانگاہ میں تنگ و دو کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ملا۔ آیا آخر وہ توں کی خیال آفرینیوں کے بعد تنازع کا عقیدہ اختراع کیا اور کہنے لگے کہ چونکہ انسان اپنی نچوان اندر لگی، میں مختلف اعمال کرتے۔ اس لیے انہی جانوروں میں ان کی حالت بھی تباہت اعمال کے لحاظ سے مختلف ہونے لگی۔

### شک و شبہ کی بنیاد پر اعتقادی عمارت کی تعمیر

اور اگر قاضیین تنازع کے کیسہ دلائل کو دہشت تحقیق سے ٹوٹا جائے تو ان کا بلبرے بالکل خالی نکلے گا۔ ان کے پاس ایٹ و عوسے کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ بس وہ اپنے مذہبی معاصروں کے سامنے پیش کر سکیں گے۔ دے کے ایک شک و شبہ سرور موجود ہے۔ ان کے اوپر اٹھواں نے اذعان و اقیان کی بڑی بڑی کمزور عمارتیں کھڑی کر لی ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شبہ غور و چچک یا کسی اور شکایت میں مبتلا نظر آئے۔ یا بعض لوگ پیدائشی، اندر سے، گوشتے، بہر سے یا کہ پر المنظر و کھائی دیتے ہیں تو اس بات کا پیش نظر رکھتے ہوئے کہ خدائے اعلیٰ اپنی مخلوق میں بے وجہ ایسی تفریق روانہ رکھے گا ہم یہ نتیجہ نکالنے

پر مجبور ہوتے ہیں کہ یہ اختلاف لوگوں کے پیسے بھرن میں امداد پر مبنی ہے۔

اسی طرح سبب ہم بے گناہ ویسے زبان جانوروں پر ختم ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ وہ خود ذوالجان بنا سبب منطوقوں پر ختم گوارانہ کرے جو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان منطوق و مقننہ جانوروں کی روحوں نے حیات ناقص میں نہ رہ کر اپنے پاپ کئے ہوئے جن کی پاداش میں وہ اب مبتلائے آلام ہیں۔

### تنازع ماننے والوں کی مثال

غرض سبب اس شرک نے اسباب فقر کے سمجھنے پر کسی طرح قدرت نہ پائی تو بغیر کسی دلیل و برہان کے یہ بات اندر خود ذہن نشین کر لی کہ لوگوں کے سابقہ اعمال ہی اس اقدار کا باعث ہیں۔ چنانچہ منود سے سبب کبھی مسئلہ آواکوں کا ثبوت نہ لگایا تو اُن کا جویشہ ہی جواب رہا کہ اگر حالات و وجوہات کی بوجھ میں اختلاف اشیاء کی وجہ سے نہیں تو ہم یہی بتاؤ کہ مادر زاد اندہ کس جہنم کی نراہیں کو رہیسا کیا گیا؟ ان لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دہلی کے رینوے سٹیشن سے فوج کا ایک دستہ کلکتہ کی گاڑی پر سوار ہوتے دیکھے اور انہیں خود یہ نتیجہ نکالے کہ بڑت کے خلاف پاپان نے اسان جنگ کر دیا۔ اس لیے فوجیں کلکتہ جا رہی ہیں یا کوئی کوگاؤں کا دلدادہ کسی شمس و شہ و کوٹ میں شہر کی کسی تار یک لگی ہیں جاتے دیکھ کر خیال آفرینی کہ نئے لگے کہ یہ شمس ایسی اندھیری رات میں نہ رہے۔ پوری اور نقب زنی کے مفہم سے بے نیاز ہے۔

### مقررہ اور نافرمانوں سے مختلف مسئلوں

واہمہ مذکورہ کے متعلق ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے کاسنوک اپنے بندوں سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ اپنے مندرجوں اور محبت رکھنے والوں کو تو عموماً عسرت یکساں ہیں کہ جتنا کہ وہ مصائب کی کٹھالی سے کندن بن کر نکلیں اور دنیا کی فانی لذتیں ان کو شیعہ نہ بنا سکیں لیکن مشرکوں اور نافرمانوں کو اس وار ابتلا میں بسا اوقات آسودگی بخش کر منت دیتا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اپنے فرزند کو سارا دن مکتب کی قید اور استاد کی قیدی

تک رکعت ہے۔ اور شرع پر غلام زادہ کو انسانی دستے رکھنی ہے۔ اس کی آوارگی اور بدبختی  
 ت کوئی۔ وکار نہیں اگر بیٹا اس اتین زنی سلو اسکے یہ بیٹے لگے کہ باپ میرے ساتھ  
 عداوت رکھتے ہیں یا میرے قسوروں کی زیادتی ہے تو میرا اس کی غلطی فہمی ہوگی۔ اسی طرح  
 اگر فریمل پرست غلام زادہ اپنے ساتھ اتین زنی سلو اسکے رکھنے پر یہ نہیں کہ اسے کہ آقا محمد  
 پر بیٹے سے زیادہ محبت ہے تو میرا اس کی محبت ہوگی۔ حق سبب نہ کی یہی عداوت بڑی  
 ہے کہ وہ دنیا کے دنی کو اپنی دوستوں سے دریغ رکھتے ہیں اور بے فرائضوں اور  
 دشمنانِ ملت پر چھا کر رہتا ہے۔

ماپروریم دشمن و مامی کشیم دوست

کس ناتپر حنچون و پرادر قضاے ما

## مسائب کی علت

منوب کے مشنیت کو پیش کرتے اس محنت پر روشنی ڈالنے سے قبل اس اسلام کا فلفلہ نظر  
 پیش کرنا بھی ضروری ہے تاکہ قارئین اس مسئلہ سے ملامت علیہ کا تھوڑا سا ان کو بائے۔ اس معلوم  
 کو اللہ تعالیٰ کی یہ تعجیبیں اور ساختیں ہیں کہ شی آدم کو مسائب پڑتا ہے۔ تبیمہ و عورت اور  
 امتحانِ درایت کی درستی ہیں۔ یہ ضرور نہیں کہ وہ اعمال کی بڑا اور نہا ہوں۔ نہ لوگوں نے  
 فرمایا ہے اور اس بات میں ایک طرف سے یہی وارد ہوئی ہے کہ ہمیشہ اپنی بات ادا کرنے  
 محتاطی کی طرف دیکھ کر دیکھ کر خدا کی طرف بھی اوروں۔ اصل یہ ہے کہ وہ مسائب کے پیش اور ادائے  
 پر یہ بیٹے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ مسائب کو دیکھ کر اپنی حالت پر شکر بیان کرتے  
 اور یہ دیکھ کر کہ ایسے لوگ ہیں جو ہر روز جو اس سے بھی زیادہ در ماند ہیں اس پر اپنی عزتی  
 و نمرادی کی گارنٹی اس کو بائے کی۔ اور وہ مسائب کی تلقین کو انسانی سے برداشت کر رہے  
 کہتے ہیں کہ ایک مسائب سے ایک مسائب سے ایک مسائب سے ایک مسائب سے ایک مسائب سے ایک مسائب سے  
 بدینا کیا۔ واروں نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی کوئی عیب و عیب کیوں ہے؟ یہ مسائب  
 بچہ و العین کے کتابوں پر توں خود نہ تھا۔ فرمایا وہ مسائب کے کتابوں کی بدولت بنائی ہے۔  
 عوام نہ تھا کہ عوام کی وجہ سے مسائب کے کتابوں کی بدولت بنائی ہے۔ عوام

کوری کے بعد اس کے بیٹا ہونے میں یہ حکمت ہے کہ یہ بیٹائی اس کے رسول کی صداقت کا نشان ہے۔

### مصائب کا سُخن و برکت

مصائب و آلام انسان کے لیے نویدِ زمّت ہیں۔ ان سے انسان کی اخلاقی حالت درست ہوتی ہے۔ غرور ٹوٹتا ہے۔ تکبر و خود نمائی دور ہوتی ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بناتا ہے اور اپنے تمام قوائے جسمانی و دماغی کے ساتھ خدا کے واحد کے سامنے جھک جاتا ہے۔ بلاکش انسان کو بظاہر حرمانِ نصیب ہے لیکن فی الواقع خدا کے حکیم نے اس پر بڑا احسان کیا کہ تائبانہ توبہ سے اس کو خوابِ غفلت سے بچانے کا فیصلہ کیا۔ بصیرت و اگر وہی۔ عبرت کا سامان بنایا اور دنیا و کتاب فضائل کی راہیں کھول دیں۔ پس یہ اُس کریم کارِ سنان کی رحمت ہے نہ قہر۔ احسان ہے نہ عتاب بخشش و مطالب نہ ظلم و جور۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنی عُسرت کا شکوہ کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ شکر کرو کہ اس کی یاد میں ہو اور خوش ہو کہ اس نے تمہیں اُس نعمت سے نوازا جس سے وہ اپنے خاص بندوں کو ممتاز فرمایا کرتا ہے۔

اربابِ ترکِ تورنج و الم کو انسان کی گزشتہ سببہ کاریوں کا ڈپلومہ قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے عاشقانِ الہی مانوس اور لذت گیر ہوتے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطار نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سفرِ راجہ ابراہیم فرمائے لگیں کہ جو شخص دردِ زخم کو مشاہدہ محبوب میں مہل نہ بنائے وہ اپنے دعوے محبت میں صادق نہیں۔ یہ سن کر حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ جو شخص اپنے محبوب کے زخم سے لذت نہ پائے وہ اپنے دعوے عشق میں صادق نہیں۔

### جو گیوں کا ترک لذات

ہل تناخ و کھ و سکھ کو سابقہ بد اعمالی یا عیبِ کرداری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں کیا وہ اپنے ریاضت کش جو گیوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے خیال کے بموجب کسی روحانی مقصد کے حاصل کرنے میں کس قدر تکلیفیں جھیلتے ہیں۔ فاقہ کشی ان کا شیوہ ہے۔ نہ بستر ہے نہ



پار پائی۔ دل دنیوی تعلقات سے آزاد ہے، نہ بیوی سے وابستگی ہے نہ اولاد سے سروکار  
 نہ سنے کی خوشی نہ گئے کا رنج۔ لہذا وہ تنعمات دنیوی کو لات مار دی اور ساری عمر رنج و  
 فتنہ میں گزار دی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ساری تکلیفیں وہ اپنے ذنوب و معیہ کی سزا ہیں  
 جیسے ہیں۔ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سعادت کی ترہیں راست اور زحمت کے پیچھے  
 رمت خداوندی کے دریا میں موجزن پاتے ہیں۔ اس سے ہر شخص کو اہل بیت طبرہ اشرف  
 کرتے ہیں۔ کیا پٹت مناسبان کہہ سکتے ہیں کہ تارک الدنیا جو کیوں ہیں اس کے انقطاع  
 و تبتل کی تہ میں یہ ناپاک جذبہ پوشیدہ ہے کہ وہ کسی آئندہ جوان میں راجہ مہاراجہ بن سکیں  
 اگر ایسا ہے تو وہ مخلص نہیں رہا کار ہیں۔ خدا پرست نہیں جاہ و نہ پرست ہیں۔ طالبِ مہلی  
 نہیں نفس و ہوا کے غلام ہیں۔ ہمارے خیال میں وہ اس قوم کا کوئی نامبارک منصف اپنے سامنے  
 نہیں رکھنے کیونکہ دنیوی اہل دنیا سے تو وہ شروع سے متفرق ہیں۔ اگر وہ لہذا نہ فائزہ کو پسند کریں تو  
 ان کے لیے سب کچھ بے طلب ٹھہرا ہے

ثوابِ ثبات نفسانی سے بلند غصہ

پس ثبات ہوا کہ وہ ثروت و غنا اور جاہ و مال کے سبب جو کہ میں نے کسی آئندہ نہاد  
 جوان میں اس کے طلبگار ہیں۔ بلکہ ان کا مطلب فکر کوئی اور ہے غنی شے ہے۔ جو ان تمام خطوط  
 انسانیہ سے بند تر اور ورا اور است۔ اہل دنیا منج کے خیال کے موجب اگر باری تعالیٰ انہیں  
 اگلی جوان میں راجہ مہاراجہ یا کروڑ پتی بنا دے اور دنیوی زندگی کے تمام بخش و آرام دیتا  
 کر دے تو کیا ان کی روح اس سے محفوظ و محفوظ ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ دنیا کی زوال پذیر  
 نعمتوں کو تو وہ پسند ہی ٹھکرا چکے ہیں اگر انہیں ان کے اعمال سابقہ کے انعام ہیں دنیوی  
 نہ مال اور جاہ و ثروت ہی پیش کیا جائے۔ جس سے وہ نفور و ریدہ تھے تو انہیں ان کے  
 حسن خدمت اور اطاعت شعارتی کا کوئی ایسا صلہ نہ ملا جو ان کی بھی خوشی اور دلی راست  
 و سرما یہ بہم پہونچتا۔ پس یہ انعام نہ ہوا ظلم و قہر ہوا۔ اس لیے جو ان کے اخلاقیات و درجات کو  
 سابقہ اعمال کا نتیجہ قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ جو کیوں کے ترک لذت اور ریاضات  
 کے متعلق جو کہ کیا وہ ہندو عقیدہ کی بنا پر ہے وہ نہ ہمارے نزدیک کوئی شخص منکالت کی

تاریک وادیوں کو اسوقت تک قتل نہیں رہتا جب تک توحید و رسالت کی حق ہدایت کو اپنے لیے دلیل راہ نہ بنے۔

### یوسف صدیق علیہ السلام کی مثال

اگر بلیا نوازاں کو سابقہ بد اعمالیوں کا ثمرہ قرار دیا جائے تو انہیں نے مسموم و مردود و مستحق مفسدان بارگاہ ارحام ذالشا سب سے زیادہ گناہگار ٹھہرتے ہیں کیونکہ ان کی اپنی اپنی اور مشکلیں اقران و امثال سے ہمیشہ پہلے ہی رہیں۔ یوسف صدیق علیہ السلام صرف اس "جرم" میں "مذنب" رہا کہ اس تک قید کی صعوبتیں جیستے رہے کہ وہ مصری وزیر اعظم کی نرمی کی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ جب زندان میں رہا تو وہاں سے فرار و گناہ کے لیے کوشش نہ کی بلکہ اس کے سامنے نہ جھکا سکیں تو انہیں قید و سجن کی دھمکی دی۔ اس وقت آپ نے خدا سے لایزال کی درگاہ میں عرض کیا۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ اَحَبُّ اِلَيَّ  
مِمَّا يَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ

الہی جس فعل کی طرف مجھے پھرتے ہیں باقی ہیں اس پر تو ہیں  
قید و سلاسل کو ترجیح دیتا ہوں۔

کیا ایسی مقدس و پاکیزہ ہستیوں کی گناہ کی پاداش میں گرفتار ہوا ہو جسے یا خدا نے حکیم و نیک اپنے محبوبوں کی عفت و پاکیزگی اور ان کے صبر و تحمل کا ثبوت پیش کرنے کے لیے خود امتحان کی بیٹی میں ڈالتا تھا؟

اس پاک و امنی کا یہ اثر ہوا کہ وہی شخص جو جرم و عداوت کا مستحق و اگر کئی سالوں سے قید خانہ کی کڑیاں جھیں رہا تھا، پھر رہا کر دیا۔ یہی مندرجہ میں "سیرت" و "سید" کا مالک ہو گیا۔ دیکھو صدقات و پاکیزگی نے جو مصائب کی شکل میں گم کردگان راہ کی ہدایت کر رہی تھی۔ انہیں عروج و ترقی کی اس منزل پر چھوڑ دیا۔ یہ تعلق اپنا اندر ہیست کے سینکڑوں سبق رکھتے ہیں۔ کاش ان سارے فطرت کو نکروں کے ایوان و شاخ میں بھی بانیان کی عزت نصیب ہو۔

### راچندر جی کا بن باس ہونا

رام چندر جی بن باس ہوئے۔ انہوں نے ایوان شاہی پر فرش خاک کو ترجیح دی

باغ و پھن کو خدا تعالیٰ پریشان کر دینا۔ وحوش و طیور کی ہوساڑگی کے سوا اہم ہنسون کی صحبت  
 میسر نہ تھی۔ درخش کے پتے و جنگلوں کی مہر ہی گھاس فھوس تھی۔ اس عالم بے کسمی و  
 غریب الہی ہیں ان کا کوہ مسائب بادلوں سے بھی زیادہ بلند۔ مویا جہاں تک کہ پہاڑ و ندی  
 بہ قصب منظر کا شمار اور دیر دور کی راحت تھی اس کا بھی ساتھ چھوٹ گیا۔ کیا سمجھتے  
 ہو کہ راجندر جی کی یہ سمیٹیں ان کی پہلی سید کارلوں کا نتیجہ نہیں اور اس میں صداقت درودنیت  
 کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ اگر تمہارا جی خیال ہے اور واقعی ان کے ابتداء کا سر شہدہ ان کے گزشتہ  
 براہم و ذمام تھے تو پورا نہیں اپنا بزرگ و مخترم کیوں مانتے ہو اور ان کا نام عزت و احترام  
 سے کیوں جیتے ہو۔ اگر کوہ ان کی مسیبت شہادت اعمال ہی کے مسائب کی شکل و صورت  
 اختیار کر رہی تھی۔ لیکن ہم ان کی عزت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انھوں نے باریک کے  
 حکم سے انور دی اختیار کی تو کم از کم اس سے یہ ضرور لازم آئے گا کہ ہندو و کے  
 اکابر بھی بڑے پاپی اور نابکوار تھے۔ جن پر ان کے تانوں کی سزا میں غنہ بے نسا و نانی  
 کی پیمیاں گر گزرتی تھیں اور سب ایسا نہیں ہے تو ثابت ہے کہ دنیاوی رنج و رست کا مدار  
 انسانی اعمال و افعال پر نہیں بلکہ حکمت و مصلحت خداوندی پر ہے۔ نہ اسے حکیم و علیم ہی  
 یوسۃ الاعمال ہے اس بات کو خوب جاگرتا ہے کہ اس مصلحت کی غفلت کیا ہے۔

مصائب کا مختلف صور حسب رشتہ و تنبیہ ہے

نرس رنج و راحت ہمیشہ مختلف اسباب سے وابستہ ہوتی ہے۔ جس کا سبب  
 لینا بہ شخص کا کام نہیں۔ علماء و علماء کو توبہ و درجہ کی غرض سے بوقت مصائب میں  
 ڈلا جاتا ہے اور عوام الناس غموں اپنی غالیوں اور گناہوں کی پاداش میں مبتلائے آلام  
 ہوتے ہیں۔

وما ضایکم من مصیبت فیما اے گنہگار و جس قدر مسیبتیں تم پر نازل ہوتی ہیں وہ  
 نسبتاً ایک کم و بعض ہیں تمہارے ہی اعمال کا ثمرہ ہیں اور خدا کے غفور و رحیم  
 کی مشیور  
 بات میں خطا گاہ کو تو معاف بھی کر دیتا ہے۔

علاء و انہیں خدا کے حکیم و رحیم کے عوام و کسی درجہ کسی طبقہ اور کسی جہاں سے تعلق رکھتا

ہونہ زندگی میں کم از کم ایک بار ضرور ابتداء میں ڈالتا ہے۔ فرمایا ہے۔

وَلَسَلَوْكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ  
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ  
وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ  
الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ  
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا  
إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہم کسی قدر خوف، فاقہ، مال و مہمان اور پیداوار کمی سے  
تمہارا امتحان ضرور کریں گے اور آپ ایسے صابروں  
کو مغفرت کی بشارت سنائیے جو مصیبت کے وقت  
کہا کرتے ہیں کہ ہم اور ہمارے مال و اولاد حقیقتاً  
اللہ ہی کی ملک میں اور ہم سب دنیا سے اسی کی طرف  
کوچ کرنے والے ہیں۔

کوچ کرنے والے ہیں۔

مصائب کا سب سے بڑا فائدہ عبرت و تنبیہ اور اصلاحِ اعمال ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی تکلیف اور بخوری مبتلا کے لیے موجبِ عبرت و تنبیہ نہ ہو سکی تو کم از کم انسانیت کے دوسرے افراد کے لیے تو ضرور عبرت خیز اور سبق آموز رہے گی۔

مسئلہ آواگون کی مزید تشریح

بند و مقتداؤں نے مسئلہ تنبیغ کی یہ تشریح کی ہے۔

اس سنسار میں ہم دوسرے کار کے بنم سنتے ہیں۔ ایک آدمی کے جنم کا حاصل کرنا دوسرا نیچے کے درجے کے حیوان پر نہ کیڑے۔ درشت وغیرہ بننا۔ ان ہی دونوں طبقوں سے سب دنیا کی روحیں اپنے اپنے پایپ اور پن کے پھیل حاصل کر رہے ہیں۔ ایکسٹریورس باب ۱۲ منتہی ۲۴ کا ترجمہ مجبوراً

مطبوعہ اجمیر صفحہ ۱۲۶

جو شخص بذریعہ جسم کے چورنی۔ دوسرے کی عورت سے مباشرت  
نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ بد کام کرتا ہے اس کو جنم درخت وغیرہ غیرہ  
متحرک قالوں میں ہوتا ہے۔ زبان سے کٹے ہوئے پاپوں کے عوض پرناؤں  
مرگ (جنگی چوپایہ) وغیرہ کا قلب اور دال سے کٹے ہوئے پاپوں سے  
چنڈال وغیرہ کا جنم ملتا ہے (سنیپ پرکش صفحہ ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۸)  
جب پاپ بڑھ جاتا ہے اور بدن کم ہوتا ہے تو انسان کا جیو (روح)

حیوان وغیرہ نیچے درجے کا جسم پاتا ہے۔ اور جب دھرم زیادہ اور آدمی کم  
ہوتا ہے تو وہ یونانی ناموں کا جنم لیتا ہے۔ اور جب پن پاپ برابر ہوتا ہے تو  
انسانی ناموں کا جنم ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ پن پاپ کے اعلیٰ متوسط  
اور ادنیٰ جسم وغیرہ سامان سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور جب زیادہ پاپ  
کا نتیجہ حیوان وغیرہ کے جسم میں جگات لیتا ہے۔ تب پاپ پن کے برابر ہونے  
کی وجہ سے انسان کے جسم میں آتا ہے اور پن کا ثمرہ یا کرم سدا درجہ کے انسانی  
جسم میں آتا ہے۔ (ستیا رتھ پرکاش منہر ۳۳۳)

## وجوہ بطلان

بہت سے لوگ وجوہ کی بنا پر تپاس کے عقیدہ کو بطل ٹھہراتے ہیں۔  
(۱) جس صورت میں کہ کوئی بیکرا تپاسی، ثواب و عذاب کی غرض سے تپا ہے  
ایک نہایت مستحکم نتیجہ ہے۔ تب کہ نہ تو اسے، ثواب کو اس بات کا کوئی غم ہو کہ یہ کن اعمال کی  
جزا ہے اور نہ عذاب و مقہور کو اس بات کی کوئی اطلاع کہ وہ کن جرائم کی پاداش میں سزا کا  
اور چوہا بن گیا ہے۔ کم از کم مجرم کو نہ ادب سے پہلے اس کے جرم کی اطلاع دینا نہ لازم تھا۔ لیکن  
کوئی مجرم اس بات کو نہیں جانتا کہ وہ اس جرم میں معذرت دنا خود ہوا۔ پس ایسی نہ اچھے  
بھی نتیجہ خیز اور مندرجات بخش نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ مجرم کو اس کا الزام بتائے اور فرد  
قرار داد مجرم سنا کہ بغیر مندرجہ الفساد کا ثبوت کرنا ہے پس معلوم ہوا کہ ایسی مندرجات کی  
طرف سے نہیں ہو سکتی۔

## کرم جوئی اور جھوگ جوئی

(۲) آریاؤں کا عقیدہ ہے کہ انسانی قالب کرم جوئی ہے اور جوئی قالب جھوگ جوئی  
پنچ پرست ایکھرام پن رسالہ ثبوت تپاس کے صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں۔  
مستند آریاؤں کی رو سے دو قسم کے جرم ہوتے ہیں۔ ایک کرم  
جوئی (حیات اعمال، دوسرے جھوگ جوئی (حیات جہاں کرم جوئی یعنی اعمال  
کی زندگی میں کرم کے جاتے ہیں۔ جھوگ جوئی میں کرموں (اعمال) کی سزا

ہنگنی پڑتی ہے۔ جس جسم میں سمجھنے کی طاقت اور نیک و بد کرنے کی تمیزی گئی ہے وہ کرم جوئی ہے اور جس جسم میں نہیں دی گئی وہ بھوگ جوئی ہے اس لحاظ سے انسان کرم جوئی اور باقی بھوگ جوئی میں چونکہ حیوان بھوگ جوئی میں وہ نیک باید کام نہیں کر سکتے جس طرح جیلخانہ کے قیدی کو سزا کی میعاد گزارنے کے بعد حیل سے رہائی ہوتی ہے۔ نہ کسی اچھے کرم سے۔ اسی طرح سزا کی میعاد گزارنے کے بعد حیوانی قالب سے رہائی ہوئی چاہیئے اور پھر وہ جس درجہ جسمانی سے تنزل ہوا تھا اسے اسی درجہ میں انتقال کیا جاتا ہے۔

### اس دعوائے بے دلیل کا بطلان

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو انسانی قالب میں اس کے پہلے گناہوں کی سزا نہیں دی جاتی بلکہ اس غرض کے لیے وہ مرنے کے بعد کسی حیوانی قالب میں بھیجا جاتا ہے۔ لیکن جب ہم اسی دنیا کے اندر ہزاروں انسانوں کو مصائب و نوائب کے حصار میں گھرا دیکھتے ہیں تو اس قول کا بطلان خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اگر نفوذی دیر کے لیے مان لیا جائے کہ حیوانی قالب کی طرح انسانی جسم بھی بھوگ جوئی ہے اور انسان کو جس قدر تکلیفیں پیش آتی ہیں وہ محض سابقہ جرائم کی سزا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ چود و غیار کو حکومت وقت کی طرف سے ارتکاب جرم کے بعد ہی سزائے قید کیوں ملتی ہے۔ اسی طرح قاسق حرام کار کو زنا کے بعد آتشک، سوزاک وغیرہ امراض خبیثہ کا ملعون تمنہ فوراً ہی کیوں مچاتا ہے۔ اس اصول کے ماتحت تو پچاہیئے تھا کہ انہیں ان بد اعمالیوں کی سزا کہیں آئیہ زندگی میں ملتی موجودہ وقت میں وہ ہر گرفت و مواخذہ سے محفوظ رہتے۔ ظاہر ہے کہ چرنی بعد قید اور زنا کے بعد امراض خبیثہ کا فوری ظہور حیات ماضیہ کے گناہوں کا ثمرہ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ حکام نے اسے اسی جرم کی سزا دی ہے جس کا اس نے سزایاب ہوئیے چند روز قبل ارتکاب کیا۔ یہی حال امراض خبیثہ کے ظہور کا ہے۔

(۳) علاوہ انہیں اس اعتقاد کے بموجب دنیا کا لظہم و نسق محض بدکاری اور فسق و

فجور کی بدولت چل رہا ہے کیونکہ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ روحوں کی اصل جہن انسانی قالب ہے



اور گھوڑا، بیل، گدھا، کتا وغیرہ حیوانات کے قالب عارضی ہیں جو محض گناہوں کی سزا ہیں  
تھے ہیں۔ چنانچہ پنڈت یکدم کی تحریر سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی۔

**ہر ذی روح اپنے ہم جنسوں میں خوش ہے**

(۴) یہ دعویٰ بھی بالکل بے دلیل ہے کہ ہائم و لیوہ کی تخلیق انسانی گناہوں کی وجہ  
سے ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کے قریب معنی میں کہ انسان قوم ہیں اور منہ ہیں پس سرچرہ پر نہ وغیرہ  
حیوانات صفت رنج و غائب ہیں پڑے ہیں کہ ان کے قالب ہیں انسان گناہوں کی سزا دینی باقی  
ہے۔ مگر یہ خیال بھی حقیقت حال سے کوہوں قدر ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر ذی روح اپنے ہم جنسوں  
میں خوش و خرم ہے بلکہ سچ پوچھو تو اس دارمیں ہیں انسان سے بڑھ کر کوئی ذی روح رنج و غم کا شکار  
نہیں ہے۔ وہ انسان ہی ہیں جو شدت رنج و کرب کی تاب نہ لا کر خودکشی کا اقدام کیا کرتے ہیں۔ اس دین  
انتظار میں آپ ہیں کسی کو سب سے زیادہ بلند طالع، با فراغ اور کامگار سمجھ رہے ہیں اگر اس کے ولی مار  
معلوم کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کا دل سب سے بڑھ کر رنج و افسردگی کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ پس  
اس قیام کی صداقت میں کوئی کلام نہیں کہ انسان سے بڑھ کر کوئی دکھی نہیں۔ غالب نے خوب کہا تھا کہ

**قیمہ حیات و بند غم اسل میں دو لعل ایک ہیں**

**موت سے پیشہ دمی غم سے نجات پائے کیوں**

پس یہ قیاس غیر صحیح تھا کہ حیوان عذاب بخورے ہیں۔

**نیک روح اگلی جوان میں بھی نیکی کرے گی**

(۵) ہیم ایک فانی اور زوال پذیر ہے جو مدت۔ اصل چیز مدت ہے۔ پس جس روح  
سے ایک جوان میں اچھے عمل ظاہر کئے ظاہر ہے کہ دوسری جوان میں بھی وہ سیدہ انصاف  
روح نیک ہی عمل کرے گی۔ کیونکہ وہ نیکی سے مانوس ہو چکی ہے۔ غرض روح جن کاموں کی  
ایک جوان میں شوگر ہوئی دوسری جوان میں بھی حسب عادہ سنتانی اعمال کو ہی کرے گی۔ سنہان  
عمود غزنوی اور سلطان محمد درنگ زبیب۔ مانیہ بانہ می رحمت اللہ علیہ کی رو میں یونی چہرے  
بوجیب پیتے جنموں میں بت شکنی اور ہندو کشی کی شوگر جوان کی تب ہی تو انہوں نے وہ سب  
کچھ کیا جو لہذا ہم اکتفا نہ کام صداقت تھا اور اگر یہ خیال صحیح نہیں تو ہم ہی بتاؤ کہ انہوں نے



کون سے ایسے پاکیزہ عمل کیے تھے۔ جن کے انعام میں وہ اگلی جون میں ایسے جلیل القدر شہنشاہ بنائے گئے۔

اور اگر ایک معبد روح دوسری جون بدل کر شقی ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ بتاؤ۔  
ظاہر ہے کہ اچھے آدمیوں کا اچھا ثمرہ جس روح کے تجربہ میں آگیا وہ بھلا دوسرے جہنم میں کس طرح سواۓ السبیل سے بٹک سکتی ہے اور یہ بات کہاں تک قرین صواب ہے کہ بد روح نیکی سے مانوس ہو چکی وہ بدنی سے لذت گیر ہو سکے گی۔ ہم تو یہاں دنیا میں برابر مشہد کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی نیک سرشت آدمی کو برائی کی طرف مائل کرے تو وہ نفرت کے ساتھ اس سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ اس کی نیک روح کو برائی سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ بالکلہ اگر یہ صحیح ہے کہ روح کی فطرت بدل جاتی ہے تو اس کا ثبوت دو۔ اور اسکی کوئی ایسی معقول وجہ بتاؤ۔

### نیک روحیں مسلمان، نصاریٰ اور یہود کے قابلوں میں

(۶) بقول ہنود روح انسانی یا تو اعمال حسنہ کے انعام میں دوسرے انسان کے جہنم میں منتقل ہوتی ہے یا مختلف انسانی قابلوں میں گناہوں کی سزا جہنم کرانہ سر تو انسانی قالب میں داخل کی جاتی ہے۔ غرض روح کا پیکر انسانی میں داخل ہونا اعزاز و اکرام کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ سزا و عقوبت کے باعث۔ پس سوال یہ ہے کہ پھر انسانی روح میں اہل اسلام، یہود اور نصاریٰ کے قابلوں میں کیوں داخل کی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ اگر ان آدمیوں کی روحیں بھی اچھے عمل کریں گی تو اپنی نیک کرداری کی بدولت پھر انسانی قالب کی مستحق ہو جائیں گی ایسی حالت میں ہنود دھرم کے ماننے اور اس کی پیروی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی انسان جس مذہب کا بھی پیرو ہو نجات پاسکتا ہے۔

(۷) اور اگر یہ کہو کہ ہنود دھرم کے ماننے اور اس کی پیروی کرنے میں ہی نجات منہر ہے تو تناسخ کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں اس بات کا کبھی فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا کہ مذہب عالم میں سچا دین کون سا تھا۔ جب تک کہ تمام انسان رب الارباب کے حضور میں جمع نہ ہوں اور یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ حق پر کون تھا اور باطل پر کون ایسا ثابت ہوا کہ یا تو تناسخ باطل

بے پائند و دھرم کی پیروی ضروری نہیں۔  
**قائلین تنازع سے ایک سوال**

(۸) ہم تائیدین تنازع سے پوچھتے ہیں کہ کیا دھرمیہ لوگ اسی طرح خدا کی ہستی کا انکار کرتے رہیں گے۔ کیا انسان درگاہ خداوندی میں کبھی حاضر نہ ہو گا کہ خدا کے ماتے واسے لاف و بھب دھرمیوں کو کرا حقہ قائل و لاجواب کر سکیں۔ یونی پیٹرائنا تنازع کی صورت میں تو انسان دیدار الہی کی سعادت عظمیٰ سے کبھی بہرہ اندوز نہیں ہو سکتا۔

### دوسرا سوال

(۹) کیا وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے باشندے جو ویدک دھرم کو باطل قہیں کرتے ہیں دنیا میں سب سے زیادہ خوش حال اور مفلح پائے جاتے ہیں وہاں کے تاجر و کارکن سلطنت، کرڈٹ پیو اور تاجروں سے قطع نظر وہاں کے عام بھی ہندوستان کے مقول و محتز افراد سے کہیں زیادہ مرفہ الحال و خوش معاش ہیں۔ جب تمام انسان ویدک مت کے انکار سے پانی اور ناشک میں استیاء تھو پرکاش۔ صفحات ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، تو مرفہ الحال یورپی دامر کی پاپیوں کے اجسام میں کن لوگوں کی رو میں دانس کی جاتی ہیں؟  
**منکرین تنازع کی کثرت تعداد**

(۱۰) پیردان وید کے مقابلہ میں مکذبان وید اسلامان، یہود، نصاریٰ اور دیگر اقوام کی تعداد کئی حصے زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی تعداد ویدوں کا انکار کرنے کے باوجود ستر اسی صدہ تک ویدوں کے اہل بھی انسان کی جو طبعی عمر ہے کبھی کم نہیں ہوتی بنا۔ ہمیشہ ترقی پذیر ہے تو چر سوال یہ ہے کہ انسان کی اتنی ناچی رو میں کہاں سے آجاتی ہیں جو اس تعداد کو کبھی کم نہیں ہونے دیتیں۔ ظاہر ہے کہ خود سنو کی رو میں جو اس کل تعداد کے چوتھے پانچویں حصہ سے زیادہ نہیں۔ ان پاپیوں کی جگہ کسی طرح بھی پُر نہیں کر سکتیں۔

گرد کی ایلیم سے ناجائز حرکت کرنے والا

(۱۱) منو سمرتی کے ادھیائے ۱۲، شلوک ۶۲ میں ہے کہ گرد کی عورت سے زنا

کرنے والا شخص گھاس پات، گچھے دار درخت، پھولوں کی بیل، کچا گوشت کھانے والوں اور بڑے کرم کرنے والوں کی یونی میں سود فائدہ جاتا ہے۔ لیکن انہیں کھانے کی گرجی کی اعلیٰ قیمت سے منہ کالا کرنے والے بد بخت انسان تو کر دیں ہیں۔ ہمیشگی ایک ہی نیک عبادت اور شایہ ایک بھی نہ ہو۔ نباتات کی یہ حیرت انگیز کثرت کیونکر ہوئی۔ علاوہ انہیں اگر اس بیان کو صحیح مان جائے تو تسلیم کہ ناپڑے ہاکہ گھاس پات، درختوں، اناج اور پھلوں کی پیداوار جس زندگی پر موقوف ہے۔ اگر لوگ نہ تے باز رہیں تو اشجار و نباتات دنیا سے معدوم ہو جائیں۔ مثلاً ہر جے کہ ان کے معدوم ہونے پر تمام حیوانوں اور انسانوں کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ جن کی زندگی کھانا اناج، نباتات اور پھلوں پر ہے۔

### برہمن بتیا کرنے والے کی سزا

(۱۲) منو بھاراج ادھیائے ۱۲، اشلوک ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ برہمن بتیا برہمن کو قتل یا سوا ذلیل کرنے والا ہے۔ مؤرگہرے، ادھت، کائے، بھری، بھری، بھری وغیرہ حیوانوں کی یونی میں جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو کڑوڑوں، دیووں، جانوروں پائے جاتے ہیں ان میں انہی پاپوں کی اسوار کا فرما میں جنسوں سے برہمنوں کو قتل کیا یا ان کی توہین کی۔ پس معلوم ہوا کہ جتنی تعداد ان پاپوں کی ہے اسی قدر برہمن قتل یا ذلیل کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اتنے کثیر تعداد برہمنوں کا عام فائدہ میں وجود ہی نہیں پایا جاتا۔ چہ جائیکہ اس کثرت سے ان کی ہلاکت یا توہین وقوع میں آتی ہو۔ علاوہ انہیں جس صورت میں کہ گائے میں برہمنوں کے قاتلوں کی ناپاک روحیں قید کی گئی ہیں برہمن پر لازم ہے کہ وہ خوب گنہگار کے، مقدس برہمنوں کے دشمنوں سے ان کے ظلم و جور کا انتقام لیا کر بیان منو کی دعا مانگی اور حقیقت شناسی دیکھو کہ وہ اسے گنہگار کی حمایت میں مسلمانوں سے دست درمیان رہتے ہیں۔

### شرابی برہمن کیڑوں کے سبب میں

(۱۳) منو سمرتی ادھیائے ۱۲، اشلوک ۶۵ میں ہے کہ شراب پینے والا برہمن کیڑے کاوڑے، مٹا طعت، غلامانہ اور درندوں کی یونی میں جاتا ہے۔ پتات دیا مند سرتی

نے بھی ستیر تہ پر کچا شصتھ ۱۰۰ میں برہمنوں کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ کیڑوں مکوڑوں اور  
پتنگوں وغیرہ کے جسموں میں جا ملیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ گندمی نالیوں اور کیچڑ پر جو  
کوڑوڑوں اریوں کیڑے مکوڑے دکھائی دیتے ہیں یہ سب وہی برہمن ہیں جو کسی وقت  
مسلمانوں پر آواز سے کہتے تھے لیکن یہ معہ محل طلب ہے کہ ہندوستان بھر کے برہمن  
تو تعداد میں کروڑ سوا کروڑ سے زیادہ نہ ہوں گے لیکن ایک ایک گندمی نالی پر کوڑوڑوں  
کیڑے جو ریختے دکھائی دیتے ہیں ان کی یہ کثرت کہاں سے ظاہر ہوتی؟  
علامہ کے چور

(۱۴) منوشا منتر ادھیائے ۱۱ منتر ۱۱ میں ہے۔

نہ چرانے والا، جان کر پاپ نہ بنے والا، کپڑا چرانے والا، گھوڑا

چرانے والا۔ علی الترتیب عام روگ، گوند، کپڑا، گوند، سفید

لنگراپن کو جاتا ہے۔

لیکن دور نہ جاؤ صرف ہندوستان ہی میں دیکھو لو فہم کیڑا اور گھوڑے چرانے والوں  
کی کتنی بہتات ہے لیکن سفید کوڑوڑ کے مرتبہ اور لنگڑے بہت قلیل التعداد میں ہیں۔ معلوم  
ہو کہ تبدیل ارواح کا افسانہ محض من گھڑت ہے۔

سونہ چرانے والے برہمن کی منرا

(۱۵) سٹری، ساپ، گرگٹ، بس کے حیوین سے چنے والے حیوان چان مارنے کی

خصلت رکھنے والے حیوان ان کے قالب میں سونا چرانے والا برہمن جاتا ہے (منوشا منتر

ادھیائے ۱۲ منتر ۱۱) لیکن یہ امر کسی تشریح کا محتاج نہیں کہ شرات مذکورہ کی تعداد دین

میں اتنی بڑی ہے کہ ہندوستان بھر کے برہمن ان کا عشر عشر بھی نہیں ہیں۔ پھر برہمنوں

کی کل تعداد میں سونے کا سرقہ کرنے والے برہمنوں کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ وہ کسی عرج

ان جانوروں کی تعداد کو پورا نہیں کر سکتی۔

تذکرہ و تائید کے اختلاف کی علت

(۱۶) مذکورہ دھرم کے بموجب مذکورہ منتر کا اختلاف بھی تفریق اعمال پر مبنی ہے

پنڈت دیانند جی فرماتے ہیں :-

وہ (روح) ہوا، خوراک، پانی یا جسم کے سوراخ کے ذریعہ  
سے دوسرے کے جسم میں پرمیشور کی پریتا (حکم) سے داخل  
ہوتا ہے۔ جو آہستہ آہستہ ویرج میں جا کر حمل میں قائم ہو کر جسم  
قبول کر کے باہر آتا ہے۔ اگر عورت کے جسم میں دھارن کرنے  
کے لائق اعمال ہوں تو عورت اور اگر مرد کا جسم قبول کرنے  
کے لائق اعمال ہوں تو مرد کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔

اس صورت میں اگر اتفاق سے ساٹھ سو سال تک لوگوں کے ایسے ہی عمل ہوں تو  
مرد ہی کے پیدا ہونے کے لائق ہوں یا بالعکس تو نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو دنیا میں مرد ہی مرد رہے  
جائیں گے یا صرف عورتیں۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں عالم انسان ہی  
کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ویرک تعلیم میں کسی طرح یہ مساحت نہیں کٹا ہوگا  
اس پر عمل کر کے راہ ہدایت پائیں کیونکہ تعینات الہی کے لیے یہ حسرت لازمی ہے کہ  
ان سے نظام عالم میں کسی طرح کا فتور اور رخنہ انداز ہی راہ نہ پاسکے۔ آسمانی تعلیم میں  
یہ وصف لازمی طور پر پایا جانا چاہیے کہ لوگوں کے لیے اس کی بیرونی عسیر الحصول  
نہ ہو گو بعض افراد بوجہ غفلت شعاری یا کوتاہ اندیشی کے اس پر عمل نہ کرتے  
ہوں۔

### مال بیٹے کے باہمی ازدواج کا امر کان

(۱۷) یونی چکر کے رو سے بہت ممکن ہے کہ کسی بچے کی ماں مرنے کے بعد دوبارہ  
عورت ہی کے شریر میں جنم لے اور اپنے بیٹے ہی سے بیاہی جائے۔ یہیں جو عورت  
پہلے جنم میں مادر محترمہ تھی۔ دوسری جوان میں زود حودں آرام بن جاتی گی۔ اسی طرح وہ  
لڑکا مرنے کے بعد دوسرے جنم میں اپنی حقیقی مشیرت بھی شادی یا نیوک کر سکتا ہے۔  
غربت تناسخ کا عقیدہ ماننے کی صورت میں عمرات سے شادی یا نیوک کی تمام سہولتوں کو  
اصولاً صحیح اور جائز تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ کسی نہ کسی یونی میں عمرات سے شادی نیوک کا

منعقد ہونا ناگزیر ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں پندت یکھہ رام فرماتے ہیں کہ روح ہمارے ماں باپ کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوئی پس اس لحاظ سے کہ ان کی روحیں دوسرے جسموں میں منتقل ہو گئیں، ہمارے ماں باپ نہیں نہ ان کا جسم ہی ہمارا ماں باپ ہے۔ جب جسم ہل گیا یا خاک در خاک ہو گیا تو وہ سلسلہ ہی ٹوٹ گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان میں اصل چیز جو تمام جسم پر حاکم صاحب ادراک جسم کے اندر کار فرما ہے وہ روح ہے۔ روح سوار اور جسم اس کی سواری ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جسم جو فنا ہونے اور ٹھہرانے والی چیز ہے اسے کوئی اہمیت حاصل نہیں۔

ہذا سید انام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اُس وقت سے نبی آخر الزمان ہوں جب کہ اچھی آدم ابو البشر کا نمبر بھی تیار نہ ہو اقصا۔ ظاہر ہے کہ ”میں“ سے مراد اس حدیث میں مشہور سردر کائنات سید دو تہاں عبید السلوۃ والسلام کی روح مبارک ہے نہ عہد پاک۔

## دوبارہ جنم لینے کا دیانندی دعویٰ

اسی طرح آریوں کے سرگروہ سوامی دیانند کی سوانح عمری مسند پندت یکھہ رام کے صفحہ ۸۶۷ میں لکھا ہے۔

رشی ریند دیانند نے جو دو بارہ جاتے سے پہلے کہا تھا  
کہ شریہ کا اب کچھ بھروسہ نہیں۔ نہ جانیں کس وقت شریہ  
پھوٹ جائے۔ مگر میں اس کام کے لیے دوبارہ جنم لوں گا  
اگر یہ سماجوں کی ترقی سے بڑی مدد ملے گی۔ میں اُس وقت  
وید تقیہ بھاش کر دوں گا۔

اس بیان میں بھی ”میں“ سے مراد پندت دیانند کی روح ہے کیونکہ فنا پذیر جسم تو پندت ہی کو دوبارہ نہیں مل سکتا۔

## مصنفِ نرکت کت کا بار بار جنم لینے کا زعم

یاسک منی مصنفِ نرکت نے اپنے بار بار جنم لینے کے متعلق لکھا ہے :-

میں مر اہوں اور پھر پیدا ہوا ہوں اور پھر پیدا ہو کر کبھر مر اہوں

ہزاروں قسم کے جوان میں پڑ چکا ہوں۔ مختلف پستانوں

کا دودھ پیا۔ بہت سی مائیں دیکھیں اور بہت سے باب

اور دوستوں سے تعلق ہوا۔ اور نہ سے منہ بڑی تکلیفیں

میں کے اندر رہا۔ (ثبوتِ تناسخ مندرجہ کلیات آمد یہ

مسافر صفحہ ۹۲)

اس تحریر میں مصنفِ نرکت کا یہ کہن کہ بہت سی مائیں دیکھیں صراحتاً اس بات پر  
وراثت کرتا ہے کہ اس سے مراد مصنف کی روح ہے نہ کہ جسم کیونکہ جسم تو ہمیشہ بدلتے رہتا ہے  
اور روح وہی برقرار رہی۔ غرض ہمارا مدنا ثابت ہے کہ جس شخص نے بہت سی مائیں کا  
دودھ پیا کیا عجب ہے کہ اس نے کسی نہ کسی جوان میں کسی نہ کسی ماں سے شادی یا نیوگ  
بھی کیا ہو۔

## مومنوں کو ابدی راحت کی بشارت

(۱۸) دنیا میں کسی انسان کو خواہ وہ کسی ملک کا فرمانروا، راہب یا کھوپڑی نہ ہو  
سچی خوشی نصیب نہیں حالانکہ ہر شخص دائمی راحت اور ابدی نجات کا دل سے متمنی  
ہے۔ اگر تناسخ اور حارج کا عقیدہ درست ہے تو کیا انسان ہمیشہ یونی چکر ہی کی حوالات  
میں گرفتار رہے گا اور اس کی فطری خواہش اور دلی آرزو کبھی پوری نہ ہوگی۔ کیا رب  
العالین کی درگاہ والا سے انسان کو ابد الابد تک یہی جواب ملتا رہے گا کہ جاؤ میرے خزانے  
ابدی نجات اور سرمدی راحت سے خالی ہیں، مگر نہیں آؤ انگوٹیوں کا یہ خیال بھی مسر سر غلط  
ہے۔ مالک الملک کے خزانے ہر قسم کی نعمتوں سے معمور ہیں۔ خدائے وود اپنے  
حقانی فرمان برداروں یعنی مومنین قانتین کو ایسی راحت عطا فرمائے گا جس میں رنج و  
کلفت کا کوئی شائبہ نہ ہوگا۔ نجات ایسی ملے گی جو کسی انقطاع پذیر زمانہ کی شرمندہ احسان



نہ ہو گی۔

عقیدہ تنازع کی رو سے علم طلب بے کار ٹھہرتا ہے۔

(۱۹) عقیدہ آواگون کی رو سے علم طلب بے کار اور عین فصول ٹھہرتا ہے جب

یہ اعتقاد راسخ ہو گیا کہ تمام چیزیں جن میں انسان اور حیوان متماثل ہوتے ہیں یا عملیوں کی

سزا میں تو اکثر دس اور حبیبوں کا مدعا کرنا اور سزا پتوں اور وارثوں کا پیشہ مہینوں

کی تیار سازی کی نہ رحمت اٹھاتا سراسر بے سود ہے۔ جو لوگ اپنے کٹا ہواں کی پاداش میں

سبیل و رنجور ہیں۔ ان سے کسی قسم کی ہمدردی کرتا قانون فطرت کی مخالفت و رزی ہے۔ ایسے

کی کوئی دوسرے سمجھ میں نہیں آتی کہ آواگون کی فرقہ بندی سزا کے دہر کرنے کی کیوں نہ کام

کو شش کرتا ہے۔

## دواہم سوال

(۲۰) پنڈت دیانند سرتی نے ستیا رتھ پرکش (اردو ترجمہ ۲۵۷) میں لکھا کہ

اپشور نے چاروں میدانوں کے ابتداء میں صرف نئی چار ریشموں (گنی، دالو، آدھہ

انگڑا) پر اس لیے نازل فرمائے کہ چاروں سب چیزوں سے زیادہ پورا آفت سے اس لیے

پاک سم کا نزول ہی پر ہر غرض کر یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ مگر اس کے برخلاف

سائنس و مہر کے پروردگار ثابت کرتے ہیں کہ وہ ہر پانچوں پر نہیں بلکہ صرف برہمنی پر نازل

ہوئیں اور انھوں نے ہر ریشموں کو پڑھائے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر انسانی روح کسی دوسرے جسم میں داخل ہو کر گذشتہ مادی کی

سزا میں معذب ہوتی ہے تو شروع دنیا سے قبل انسان نے کون سے نیک عمل کئے تھے کہ

جن کی بدولت برہمنی اور چار ریشموں کو انسانی جسم سے مشرف کیا گیا۔ اور کہ جسے کہنے کو

کھنٹے ہیں جسے کس جوان میں کیا جرم کئے تھے کہ جن کی سزا میں انھیں ابتداء یہ جسم ملے؟

اگر کوئی آریہ مذہب سے ہے تو یہ جواب دے کہ ان زمین کے یہ اہم قدیم سے اسی

طریق سے آتے ہیں تو یہ بات کسی طرح قابل تسلیم نہ ہوگی کیونکہ گو بنود روح اور مادہ کو

قدیم ہوتے ہیں لیکن اس ترکیب کو جس سے مادہ کی مختلف شکلیں عالم نہ ہو جسے آکر انسان

وحیوان کہلائے اسے وہ بھی حادثہ و نوپید ہی ماننے پر مجبور ہیں۔ پینا نچہ اس پر کی عبارت ہے۔  
پنڈت دیانند نے دنیا کی ابتداء کا ذکر کیا ہے۔

### اضافہ آبادی سے تنازع کا بطلان

(۲۰) اگر یہ صحیح ہے کہ روحیں انسانی پیکر سے منتقل ہو کر اپنی سیہ کاریوں کی سزا بھگتنے کے لیے کسی حیوانی قالب میں جاتی ہیں تو چاہیے کہ انسانی مردم شمار ہی دن بدن رو بہدال اور حیوانات کی تعداد یوماً فیوماً ترقی پذیر ہو کیونکہ دنیا کی آبادی میں اپنے کرم کرنے والے تنازع پرستوں کی تعداد بہت قلیل ہے اور ”پلچھ“ لوگ یعنی یہود، انساہی اور مسلمان وغیرہ نسبتاً زیادہ ہیں۔ اور پھر آواگوئیوں میں بھی پاک و لپتر اور خالص شیک مانس آریہ تو دریا میں قطرہ کا حکم رکھتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ مؤخر الذکر افراد کو جھوڑ کر عالم انسان کی اکثریت اس قابل نہیں کہ مرنے کے بعد انسانی قالب میں نوٹ سکے جب تک کہ تمام پاپی اپنے جرائم کی سزا کسی حیوانی جسم میں کاٹ نہ لیں لیکن چونکہ ہمارا مشاہدہ اس کے خلاف ہے یعنی انسان کی تعداد ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہے اس معنوم ہوا کہ آریوں کا یوہ فی چکر محض اہل شرک کے گروہاب تحنیات کا نتیجہ ہے۔

### نباتات میں انسانی روح

(۲۱) ستیا رتھ پرکاش صفحات ۲۹۵، ۳۳۸، ۳۴۲، ۵۹۹، ۶۰۲ اور منہ سمرتی ۱/۱۲۰، ۱۲۱ سے ثابت ہے کہ نباتات میں بھی انسانی روحیں موجود ہیں۔ پینا نچہ کلکتہ کے نامی ڈاکٹر بوس نے کسی آلہ کے ذریعہ سے برائی، عین مشاہدہ کرا دیا تھا کہ تمام نباتات ذی روح ہیں پس اس کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی کہ ویدک دھرم کے غاشیہ برادر اپنے گوشت خورد ہم وطنوں سے الچھ کر خوردہ راضییت و دیگران را نصیحت کا مصداق کیوں بنتے ہیں۔ سہری خوروں کو نہ صرف سہری سے بلکہ گہوں، جھو، مکی، جہار، چاول، دال اور دوسری قسم کے غلوں سے بھی دست بردار ہو جانا چاہیے کیونکہ تمام نباتات ذی روح ہیں۔

### گوشت خوردوں کا احسان

(۲۲) جب حیوانی قالب گناہ گاروں اور مجرموں کے لیے قید خانہ کا حکم رکھتا ہے

تو سب دلوں کو اپنی گود میں خور بنائے وطن کا منت پذیر ہونا چاہیے جو بہت سے جانوروں کو ذبح کر کے کثیر التعداد آریوں کو حیوانی قالب کی قید سے نجات دلاتے ہیں لیکن ان کی اخلاقی حاکمیت دیکھو کہ شکر گزاری کی بجائے اسے ان فرموشی بلکہ غصہ کشی کے مرتکب بنا دیتے ہیں

## بلی کو ماں سمجھنے والا

تقسیم علی سے پہلے جب ہندوؤں کے روزانہ اخبار لاہور میں شائع ہوا کرتے تھے تو ان میں کبھی کبھی پچھلے جنم کے سخت مضحکہ خیز من گھڑت قصے بھی زیر قلم آس جودہا کرتے تھے۔ امام ابن جوزی نے بھی کتاب "تنبیہیں ابلیس" میں اسی قسم کا ایک دلچسپ قصہ زیب رقم فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

ابو الحسن علی بن لطیف المتکلم نے بیان کیا کہ بغداد میں ہمارے پاس ایک شخص جو ابو بشر بن غلاس کے نام سے مشہور تھا، آیا کرتا تھا کچھ مدت کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ نین سوخ کا قائل ہو گیا ہے۔ ایسا روز میں نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک سیاہ بلی بیٹھی ہے وہ اس کو پیار کرتا اور اس پر ہاتھ چیرتا اور اس کی آنکھیں اور سر کھجڑاتا اور بلی کی آنکھوں میں آنسو بھر رہا ہے جیسا کہ عام لوہے ایسی حاکمیت میں بلیوں کی عادت ہے اور وہ شخص زار و قطار رہ رہتا ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں اس نے کہا وہ ایک تم نہیں دیکھتے کہ بول بول میں اس پر ہاتھ چیرتا ہوں یہ روتی ہے۔ بلاشبہ یہ میری ماں ہے اور مجھے دیکھ کر سرت سے روتی ہے اور پھر وہ اس طرت ہی سے باتیں کرنے لگتا ہے کہ کوئی سہرا آدمی سے باتیں کرتا ہے وہ میری آہستہ آہستہ بول میں کرنا شروع کیا ہیں۔ میں نے پوچھا تم جو کچھ کہتے ہو سمجھتی ہے؟ ابو الہاں۔ میں نے پوچھا کہ جس طرح یہ تمہاری باتیں سمجھتی ہے؟ اس نے کہا اس کی بولی سمجھنے جو ابو الہاں میں ہے کہ ہر روز وہ حقیقت انسان سے جو تمہاری باتیں سمجھتی ہے اور تم ہی ہو تو اس کی بات نہیں سمجھتی۔

## فصل ۳۹

## رشوت کا لین دین

عرب ہیں رشوت کا بازار گرم تھا۔ خصوصاً علمائے یہود جو احکام تورات ہیں رد و بدل کرتے رہتے تھے اور عوام الناس سے رشوتیں لے کر ان کی مرضی کے مطابق فتوے لکھ دیتے تھے اس رکت میں بدنام تھے۔ رب عیسیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان انما ظلم میں ان کی بے راہ روی کا پردہ چاک کیا۔

(ترجمہ) جو لوگ ان احکام کو جو خدا نے اپنی کتاب (تورات) میں نازل کئے پھیلاتے ہیں اور عوام کے بدلے میں کھوٹا سا (یعنی دنیاوی) معاوضہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ بلاشبہ اپنے شکموں میں انگارے سے بھر رہے ہیں اور قیامت کے دن خدا نے ذوالجلال ان سے باران بھی تو نہیں کرے گا اور نہ ان کو گناہوں کی آلائش سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے (۱۴۲: ۲) شکموں میں آگ بھرنے اس بن پر فرمایا کہ علمائے یہود دنیا سے فانی کے مال و دولت کی طمع میں احکام الہی میں رد و بدل اور منشاۓ الہی میں تخریب شکم پرستی ہی کی خاطر کرتے تھے۔ اس بن پر آخرت میں ان کو یہی سزا ملے گی۔

## رشوت لینے اور دینے پر لعنت

پیشواۓ امت جس شخص کا یہ رسم ہے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت کی جائے۔ ابو ذرؓ و رضی اللہ عنہما، احمد، بیہقی، لیکن بیہقی نے شب الایمان میں اللہ رائے کا تذکرہ کیا ہے۔ یعنی آپ نے راشی اور مرتشی کی طرح رائے یعنی اس شخص پر بھی لعنت کی ہے جو رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان واسطہ اور ذریعہ ہے رشوت دینے والے پر لعنت ہے کہ وہ ان کتابِ حرم میں مددگار ہے اور حرم کی احکامات کی تعمیل میں مددگار ہے۔

یاد رہے کہ رشوت دینے والا اس وقت بدعت میں شامل ہے کہ ناجائز طریق پر چاہے  
مستندت کے لیے دے اور اگر دفعہ منہرت کے لیے کسی کو کچھ دے تو بدعت صرف رشوت  
نور پر وارد ہوگی۔ اسے آپ کو ظلم سے بچانے کے لیے بحالت مجبوری دینے میں انسان  
معدور ہے۔

### حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو رشوت دینے کی کوشش

فتح خیبر کے بعد یہود نے درخواست کی تھی کہ زمین ہمارے ہی قبضے میں رہے  
وہی بنائے۔ ہم پیداوار کا نصف بطور مالکانہ عیشتہ اور کارکن رہیں گے۔ رحمت عالم صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی۔ بڑائی کا وقت آتا تو آپ حضرت عبداللہ  
بن رواحہؓ کو یہ تاکید کر کے بھیجا کرتے کہ انھیں کہنا کہ وہ جا کر دیانت دار رہیں گے۔  
پیداوار کا کل حصے دو حصے کر دیتے اور کہہ دیتے تھے کہ ان میں سے جو چاہوں وہ اپنی مرتبہ  
ہو وہ کئے تو یہود نے نصف سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش میں ان کو رشوت دینی چاہی  
انہوں نے انکار کر کے فرمایا تم لوگوں نے جو یہ رشوت پیش کی ہے یہ قطعاً حرام ہے  
تم مسلمان رشوت نہیں کھاتے یہودیوں نے ان کی یہ تقریر سن کر کہہ دی وہ انصاف ہے  
میں سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ رسول اللہؐ مالک و تارخ ابج بریر طبری  
رشوت خور کا انجام

عبدا اللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشوت  
خور حاکم قیامت کے دن اس حال میں حاضر کیا جائے گا کہ فرشتہ اس کی گتھی پکڑے  
پھر فرشتہ اوپر کی طرف نظر اٹھائے گا۔ اس وقت حق تعالیٰ حکم دے  
گا کہ اس کو ڈال دے۔ تو فرشتہ اس کو پانچ سالہ گڑھے میں ڈال دے گا۔ (صحیح مسلم)  
بعد بیتی فی شعب الایمان، یعنی وہ پچالیس برس تک گرتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اس گڑھے  
کی گہرائی اس قدر عمیق ہوگی کہ پچالیس سال میں اس کی پہنچنے کا محال ہے اور یہ ہے  
کی طرف حرکت بہت سریع اور تیز ہوتی ہے۔ یہ رشوت خور حاکم با اہل کار کا  
انجام ہو گا۔

عُثْمَان کو میدے کی روٹی کھانے اور باریک کپڑے پہننے سے منع کرنا  
 مردی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ جب عہدہ داروں کو اپنے ملک  
 عہدہ میں شامل مقرر کر کے بھیجتے تو ان سے یہ وعدہ لے لیتے کہ ترکی کھوڑے پر سوار  
 نہیں ہوں گے۔ میدے کی باریک روٹی نہیں کھائیں گے۔ باریک کپڑا نہیں پہنیں گے  
 اور لوگوں کی عداوت کے وقت اپنے دروازے بند نہیں رکھیں گے۔ اور ان کو بتا دیتے  
 کہ اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کیا تو میری عقوبت تم پر نازل ہو جائے گی۔ اس قول نے  
 قرار کے بعد حضرت عمر فاروقؓ حضرت کے لیے ان کی مشالعت فرماتے رہے تھے  
 فی شعب انایمان، علماء نے لکھا ہے کہ امیر المومنین نے ان شرائط کی آڑ میں گویا اپنے  
 عمال کو اسراف اور رشوت ستانی اور ایندھے خلق سے روکا تھا۔ چنانچہ تمام عمال ان شرائط  
 دعوہ عید کے پوری طرح پابند تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عہدہ داروں میں رشوت ستانی نہ  
 کہیں نام و نشان نہ تھا۔

عُثْمَان کو رعایا سے ہدیہ اور تحفہ قبول کرنے کی ممانعت

رعایا کا کوئی آدمی جب بھی کسی سرکاری ملازم کو کچھ ہدیہ یا تحفہ دینا ہے کسی غرض  
 یا دہڑ سے دینا ہے اس لیے وہ رشوت ہے۔ جب عُثْمَان اپنے دورے سے واپس آتے  
 تھے تو سردار عالم سنی اللہ علیہ وسلم اس غرض سے ان کی تحفیں زکوٰۃ کا جائزہ لیا کرتے  
 تھے کہ کہیں ان سے کوئی بے ضابطگی تو سرزد نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک  
 شخص کو قبیلہ بنو سلیم کے صدقات تحفیں کرنے پر متعین فرمایا۔ جب وہ تحفیں زکوٰۃ کے  
 بعد واپس آیا تو آپ نے اس سے حساب لیا۔ وہ کہنے لگا یہ رسول اللہؐ یہ تو قہر مہم کا  
 حتیٰ ہے جو بیت المال میں جمع ہوتی اور یہ چیزیں مجھ کو ہدیہ ملی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر  
 تم کو عامل ہونے کی حیثیت سے یہ سب کچھ نہیں ملتا تو چر گھر بیٹے بھٹائے تمہیں یہ چیزیں کیوں  
 نہیں مل جایا کرتیں؟ یعنی دیکھتا ہے کہ اگر سرکاری ملازم نہ ہوتے تو مجھے لوگ یہ ہدیہ دیتے  
 یا نہیں۔ ورنہ طہر ہے کہ لوگوں نے یہ ہدیہ کسی دباؤ یا غرض سے دیا ہے اور ایسا جہل و شر

(اور حرام ہے)

اس کے بعد آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص کسی سے کوئی چیز نافع لیتا ہے تو میں اسے قیامت کے دن ایسی حالت میں دیکھ کر پہچان لوں گا کہ کسی کی گردن پر اونٹ لدا ہو گا جو بڑبڑاتا ہو گا گائے ہو گی تو وہ پھٹتی ہو گی۔ بکری ہو گی تو میس میس کر تی ہو گی چہرہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے کہ آپ کی لغتوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگی اور فرمایا اللہ! میں نے تیرا حکم پہنچا دیا ہے۔ (مسلم)

### اولاد کو مال حرام سے پکانے کی ضرورت

عملہ نے فرمایا ہے کہ جس چیز کا خود کھانا حرام ہے اولاد کو بھی اس سے بچانا لازم ہے اور وہ نہ صرف اولاد کو کھانا حرام ہے بلکہ جانور دل تک کو کھانا بھی حرام و ممنوع ہے۔ اگر کسی کو کبھی ایسا اتفاق ہو تو چاہیے کہ خود نہ کھلائے بلکہ کسی ایسی جگہ رکھ دے کہ وہ خود آکر کھا لیں۔ یاد رکھو کہ جو شخص اپنی اولاد کو رشوت وغیرہ کا حرام مال کھلاتا ہے وہ اولاد کے اندر شہرت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔



## فصل ۴۰

## رہزنی و تجارت گری

رہزنی اور تجارت گری اہل عرب کا عام ذریعہ معاش تھا اور وہ سال کا زیادہ حصہ اسی میں مصروف رہتے تھے۔ البتہ حج کے تین مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ ذوالحجہ تو خاص حج کا مہینہ تھا۔ ذی قعدہ میں اہل عرب حج کے لیے مکہ کا سفر کرتے تھے اور محرم میں حج سے فراغت پا کر اپنے گھروں کو واپس جاتے تھے لیکن چونکہ مسلسل تین مہینے تک اپنے ذریعہ معاش سے دست بردار رہنا مشکل تھا اس لیے وہ ایام مراجعت یعنی محرم میں رہزنی کو جائز کر لیتے تھے اور اس جواز کی یہ سوت نکال لی تھی کہ محرم کی بجائے صفر میں غارتگری سے باز رہتے تھے۔ اس تبدیلی کو انھوں نے نسئی (تانیخیر) سے موسوم کر رکھا تھا۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ العزیز ایک مستقل فصل میں آئے گی۔

غارت گری اور لوٹ مار کا یہ عالم تھا کہ عبدالقیس جو بحرین کا ایک طاقتور قبیلہ تھا۔ شہر تک مضر، غارت گروں کے خوف سے اشہر محرم کے سوا دوسرے مہینوں میں حجاز کا رخ نہیں کر سکتا تھا (بخاری) غارت گری میں قبیلہ طے کے ڈاکو عرب میں خاص طور پر مشہور تھے۔ حجاز اور عراق کے درمیان ان لوگوں کی بود و باش تھی اور ان کو معمول تھا کہ جو لوگ ان سے معاہدہ کئے بغیر ان کے راستے سے آمد و رفت کرتے تھے ان کو لوٹ لیتے تھے۔ اتنے بڑے ملک میں صرف حرم مکہ کی سر زمین ایسی تھی جہاں خلیق خدا کو امن میسر تھا خدا نے مہمن نے اپنے کلام پاک میں کفار مکہ کو یہی احسان بخشا کہ قبول حق کی دعوت دی۔

فَلْيَعِذُّوْا بِهٖ هٰذَا الْبَيْتِ ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے مالک کی عبادت

کریں جس نے ان کو محبوب میں کھانا دیا اور خوف

الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ  
مِنْ خَوْفٍ (ایلاف) أَوَلَمْ يَرَوْا  
أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مَّا أَمْنًا وَيُتَخَوَّ  
النَّاسُ مِنْ حَرِّهِمْ (عنکبوت) ایک ایسے ہوتے ہیں۔

غرض عرب کے طرف واکثاف میں لوٹ مار کی گرم بازاری تھی اور جس کو موقع ملتا تھا وہ وہاں  
کو لوٹتا تھا۔ البتہ اگر کوئی عہد محفوظ تھی تو وہ مکہ مکرمہ تھا جس کے قریش حرم  
کے احترام کی وجہ سے ہر قسم کی غارت گری سے محفوظ تھے۔

انہی ایام آشوب میں جبکہ سارا ملک ہند و غارت گری کا گہوارہ بن ہوا تھا اور مکہ  
مغلطہ میں اصحاب کرام قریش کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔ مخبر صادق صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے ندائے برتری قسم ہے کہ حق تعالیٰ دین اسلام کو البسا علیہ نصیب کرے گا  
کہ سوار صند سے حضور موت تک بے کھٹکا نہایت امن و سکون کے ساتھ سفر کریگا  
اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا (بخاری) چنانچہ فتح مکہ کے بعد ہر طرف اسلام  
کا یوں بالا ہوا اور امن کی یہ حالت ہو گئی کہ ایک بڑھیا بھی ہاتھ میں سونا اچھالتی ہوئی باقی  
نہی تو اسے اپنے خالق و رزاق کے سوا کسی کا خوف نہ ہوتا تھا۔

## فصل ۴۱

## سرداروں کو سجدہ کرنے کا رواج

عرب میں سرداران قوم کو سجدہ کرنے کا عام رواج تھا لیکن بادشاہی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرکانہ رسم کو بالکل برطرف کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن قیس انصاری شیرہ گئے۔ وہاں دیکھا کہ لوگ بیس شہر کے سامنے سر بسجود ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے مراجعت پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا اور عرض پیرا ہوئے "یا رسول اللہ! آپ اس بات کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔" آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میری قبر پر گزرو گے تو اس کو سجدہ کر دو گے یا اُغلوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو موجودہ حالت میں بھی سجدہ نہ کرو اور اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کئے تو جو جہ اس حق کے جو عورتوں پر مردوں کا ہے عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ رواہ ابو داؤد عن قیس بن سعد و آخر بہ احمد عن معاذ بن جبل۔

طیبی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ سجدہ کے لائق وہی ذات جی و قیوم ہے جو موت سے ناکشنا ہے اور اس کی حکمرانی کو کبھی زوال نہیں۔ موجود وقت میں تو تم میرے رعب کی وجہ سے اور میرے جلال و اکرام کے پیش نظر مجھے سجدہ کر دو گے۔ لیکن جس صورت میں کہ میرے وصال کے بعد تم مجھے سجدہ کرنے پر آمادہ نہیں تو اب بھی نہ کرو بلکہ اسی ذات برتر کے لیے سر بسجود ہو جاؤ جی لا موت ہے (مرقعات و لمعات)

اور مولانا اشرف علی تھانوی رقم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتبہ کو سجدہ کرنا زندہ سے زیادہ ننافع عقل ہے۔ وہ صحابی جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کی درخواست کرتے ہیں وہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی قبر کو سجدہ کرنا ننافع عقل اور بُرا سمجھتے ہیں۔

رہا کہ آپ کی موت عرض مسورنی ہے اور اپنی نہیں جیسی غیر انبیاء کی موت ہے۔

## سرور عالم کو اونٹ کا سجدہ کرنا

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں نہ انصرار کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اب اب اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا۔ آپ نے انہیں عرض کیا کہ میں نے یہ رسول اللہ! آپ کو پرپاسے اور درخت تک سجدہ کرتے ہیں۔ پس اُمّ اس امر کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی رب کی عبادت کرو یعنی اسی کے سامنے سر سجود بجا کرو اور اپنے جبرئی کار یعنی میرا اعزاز اکر کم کرو اور اگر میں اللہ کے عبادہ کسی دوسرے کو سجدہ کر بیٹھا تو میری کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرتا (مشکوٰۃ بہارہ منہ السنۃ ج ۱)

عائشہ قاری آگاہتے ہیں کہ آپؐ کی عبادت کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کی تخصیص کے ساتھ اپنے رب کی پرستش کرو کیونکہ سجدہ ہی عبودیت کی ثابت اور عبادت کی نمائندگی ہے۔ اور اونٹ کا سجدہ کرنا خرق عادت تھا جو امتیاز الہی و اس کے امر سے حقائق ہوا چنانچہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فعل شہداء میں کوئی دشمن نہ تھا۔ اور اونٹ معذور تھا کیونکہ وہ اس وقت محتاج اب اللہ اسی طرح فاعل تھا جس طرح اللہ کے تدبیر کے ساتھ کو سجدہ اکر کم دیا تھا اور انات

## دستبانی سردار کا حضرت عمرؓ کو بھی کرنا

عہد جاہلیت میں ایسے سرداروں کو سجدہ کرنے کا رواج تھا اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابوانہ سے مروی ہے کہ تم شام کے ہو دیں نہ رات۔ یہ دستبانی چودھری امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو دیکھتے ہی سر سجود ہو گیا۔ امیر المؤمنین نے دریافت فرمایا کہ یہ سجدہ کیسا ہے۔ اس نے کہا تم بادشاہوں کو اسی طرح سجدہ کرتے ہو۔ یہ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ صرف اس خدا کو سجدہ کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ چودھری نے کہا امیر المؤمنین تم نے کہیں کے یہ کھانا تیار کیا ہے۔ آپؓ میں رتنوں فرما لیجئے پوچھا کہ تمہارے سر میں غم کی تصویریں تو آدھیں ہیں نہیں؟ اس نے کہا کہ تصویریں تو آدھیں ہیں۔ فرمایا تو چہرہ

ہم تھوڑے گھر نہیں جاؤں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم جا کر تھوڑا سا کھانا بھیجو۔ اس نے بار  
 کھانا بھیجا۔ کھانا کھا۔ نے کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو بہ فراتے ہوئے سنا تھا کہ یشیم نہ پہنوں اور چاندی سوئے کے برتنوں میں کھاؤ یہ نہیں  
 یہ چیزیں دنیا ہیں غیرواں کے لیے اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں (مستدرک حاکم)  
 اس موضوع پر مزید بحث انشاء اللہ اعزیزہ "شرک باللہ سے تشغف" کی فصل میں  
 آئے گی۔

## فصل ۴۲

## سودی لین دین

جو افلاق ذمہ عرب کے رنگ دریشہ میں سرایت کر گئے تھے ان میں سود خوری بھی داخل تھی۔ سود خوری، طمع بخل اور ظلم تین برائیوں کا مجموعہ ہے۔ طمع اس وجہ سے کہ سود خور کی چکومتی ہے کہ ساری دولت سمٹ کر اس کے پاس جمع ہو جاتے۔ بخل یوں کہ سود خور اپنی ملکداری اور قسوت کے باعث اپنے کسی قریبدار سے خواہ وہ کیسا ہی در ماندہ اور خستہ حال کیوں نہ ہو سود کوئی رعایت روا نہیں رکھتا اور نہ کسی دینی کار خیر میں اس کا دست کر اپنے سرمایہ میں کمی گوارا کرتا ہے اور ظلم اس بنا پر کہ وہ اپنے مفروضہ دن کو سود و سود کے چکر سے باہر نکلنے نہیں دیتا اور سحت بے رحمی کے ساتھ ان کے غار سے پیسے کی کٹائی چھینتا رہتا ہے۔

عرب میں سب سے بڑے سود خور یہودی سرمایہ دار تھے۔ عرب، خوام اور کسان عموماً انہی سے سودی قرض لیتے تھے۔ قریش عام طور پر تجارت پیشہ تھے لیکن یہودی سود خوروں کی دیکھ دیکھی ان میں بھی سود خوری سرایت کر گئی تھی۔ سود کے حرام ہونے سے پہلے حضرت عباسؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ اور بعض دوسرے حضرات سودی کاروبار کرتے تھے لیکن یہودی اہل کتاب ہونے کے باوجود سود خوری میں سب پر سقت لے گئے تھے۔ یہودیوں کے اسباب زوال کے بیان میں رب العالمین اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے: ”یہودیوں کی ان شرارتوں کی وجہ سے ہم نے بہت سی پاک چیزیں تیرا ان کے بیٹے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں (تاکہ ان پر دائرہ رزق تنگ ہو) اور نیز اس وجہ سے کہ بولوں کو راجہ خدا سے بکشت روکتے تھے اور (نیز اس وجہ سے کہ) سودی کاروبار کی منفعت کے باوجود وہ سود خوری سے باز نہیں آتے تھے۔ اور نیز اس وجہ سے کہ لوگوں کے مال نامتی خود بڑو

کرتے تھے (ان پر ذلت مسلط کی گئی) (سورۃ انساہ آیات ۱۶۰، ۱۶۱)

### عرب میں سود کی تباہ کاریاں

عرب میں معمول تھا کہ سود کی کسی معین شرح پر قرض دیتے تھے اور اس المال ادا کرنے کی کوئی تاریخ معین ہو جاتی تھی۔ جب وہ تاریخ گزر جاتی تھی تو نقصان کیا جاتا۔ اگر اس المال نہ ملتا تو نہ صرف شرح سود میں اضافہ کر دیتے بلکہ اس المال کی رقم بھی بڑھا دی جاتی۔ پھر جب تک تمام قرض وصول نہ ہو جاتا۔ اصل سرمایہ کو ہر سال بڑھاتے جاتے۔ یہاں تک کہ یہ اضافہ اور سود مل کر اس المال دو گنی چو گنی مقدار تک پہنچ جاتا آخر کار قرض خواہ عہد یوں کی تمام جائداد پر قبضہ جما لیتا۔ حتیٰ تعالیٰ نے اس ظلم کی بیخ کنی کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ هُمْ يَأْخُذُونَ بِالْبُيُوتِ كَمَا هُمْ يَأْخُذُونَ بِالْأَمْوَالِ

مُضَعَّفَةً ۚ وَالَّذِينَ هُمْ يَأْخُذُونَ بِالْبُيُوتِ كَمَا هُمْ يَأْخُذُونَ بِالْأَمْوَالِ (۱۳:۳) سب سے ڈرو تاکہ ملاح پاؤ۔ (باب النقول)

اس آیت میں فرمایا کہ اصل سے دو گنا چو گنا سود نہ لو یہ تو محض اُس زمانہ کا دستور تھا۔ ورنہ سود کثیر و قلیل سب حرام ہے جیسا کہ دوسری آیتوں سے ثابت اور احادیث نبویہ میں مصرح ہے۔

### جہالت کے سودوں کا برطرف کیا جانا۔

عرب کے اندر غریب اور کم حیثیت لوگ اپنے قرض خواہوں کے غلام بنے ہوئے تھے اور سود کی تباہ کاریوں نے قرضداروں کا ریشہ ریشہ بکڑا ہوا تھا لیکن آج حجۃ الوداع میں اس جہال کا تار تار الگ ہوتا ہے۔ معلم حق و صدیق سیدنا احمد عقیلی صلی اللہ علیہ وسلم نے برطرفی سود کے لیے بھی اپنے خاندان ہی کو پیش کیا۔ اس وقت سینکڑوں قرضداروں کے ذمے حضرت عباسؓ علم رسول کی سودی رقمیں پڑھنی پڑھنی تھیں۔ عامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ جا کر حجۃ الوداع میں جن احکام کا اعلان فرمایا ان میں سود کی بندش و حرمت بھی داخل تھی۔ آپ نے اس اعلان میں فرمایا کہ آج کے دن جاہلیت کا سود برطرف کیا جاتا ہے اور سب سے پہلا سود جسے میں برطرف کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے (اپنے چچا



عباسؓ کے سارے سود کو بلائی قرار دیتا ہوں (مسم) یعنی حضرت عباسؓ اپنے قرض  
داروں سے اپنی اصل رقمیں وصول کرتے ہیں۔ سود پچھ نہ لے گا۔

### بنو مغیرہ سے سود کا مطالبہ

زمانہ جو بیت میں بنو عقیل اور بنو مغیرہ کا آپس میں سودی میں تھا۔ حجۃ الوداع  
کے موقع پر مدینہ منورہ میں اٹھ علیہ وسلم نے عیب بصرک سودی معاملات کو عدم قرار  
دیا تھا لیکن باوجود اس کے جب آپ مدینہ منورہ کو مراجعت فرما ہوئے تو بنو عقیل نے  
بنو مغیرہ سے سود کی وصولی کا اٹھ ضابطہ راج کر دیا۔ وہ کہتے تھے کہ آیت سے یہ تو کوئی  
نقصان تک نہیں پہنچتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں کہ تم صرف راسات پہلے  
کے جو سود مفروضوں کے ذمے تھے وہ سب ہیں وہ بھی برطرف ہو جائیں۔ بنو مغیرہ  
نے کہا کہ حضرت مناسب ہیں آپ کو ہم سے فرما دیں کہ کیا آپ عیب بصرک کی بات نہ کہ ہم  
ہیں نہ سود سے سبکہ دہش ہو جائیں اور ہم سب تک میں ہمارے رقتا رہیں۔ حضرت  
عقاب نے تمہارے رائے میں اٹھ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کو بھیجا۔ اس وقت یہ آپس  
نازل ہوئیں (الباب الثقل)

اگر تمہارا سود اترم ایسا نہ رکھتے ہا تو اٹھ کے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمے  
ہوئی ہے اس کو بڑھ دو اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو ان اور اس کے رسول سے لڑنے  
کے لیے نہ ہو درمقرر کرتے ہو تو تم اس اصل رقم کے حق وار ہو۔ تم کسی ہفتہ سان  
کردہ نہ کوئی تمہارا سود سے بڑھو (آیات ۱۰۱-۱۰۲)

### سود کے متعلق چیز و عیب ہیں

یہاں سودی چیز و عیب ہیں ورج کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوگا  
اسلام نے سود کو کتنا برا قرار دیا ہے۔

مخبر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ سود یکساں دم بھی دانستہ نہ کرے گا۔ میں  
نہایت میں نہ نافرمان سے بہت زیادہ ہے (امرو وار ولسنی) اس حدیث کو جعفری نے بھی شعب  
الایمان میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اس پر یہ مستند کیا ہے کہ جس کے جسم کا

گوشت مال حرام سے پیدا ہوا ہو۔ آتش جہنم اس کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ فرما کہ اس وقت میرا گند ایسے لوگوں پر بھی تھا جن کے شکم اتنے بڑے تھے کہ جتنا کوئی مکان ہو ان شکموں میں سانپ بھرے ہوئے تھے۔ یہ سانپ شکموں کے باہر بھی دھکا فی دھکا تھے۔ پیرائے تہرا م سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ سود خوار ہیں (امام حسینؑ)۔  
**سود خوار پر لعنت**

حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بیاج لینے والا لعنتی ہے۔ چونکہ گناہ کے شریک وہ لوگ بھی ہیں جو ان کتاب تہم ہیں مددگار ہوں۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے کی طرح سود دینے والے پر اور لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر بھی لعنت کی اور فرمایا کہ گناہ میں وہ سب برابر ہیں (مسلم) اور حضرت علی مرتضیٰؑ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سود خوار اور سود دینے والے پر اور سود کے لکھنے والے پر اذیہ پہنچانے کو کہا کرتے ہوئے سنا۔ (نسائی)

## قرض خواہ کو مقرض کا بدیہ قبول کرنے کی ممانعت

چونکہ اس امر کا بہت قوی احتمال ہے کہ قرض دار مقرض کے دباؤ کی وجہ سے قرض خواہ کو راضی رکھنا چاہے گا اور اس جذبہ کے تحت جو کچھ شکل بدیہ بھگت گا وہ ایک قسم کا ربا ہوگا۔ اس لیے حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہ کو اپنے مقرض کا بدیہ قبول کرنے کی ممانعت فرمائی۔ بشرطیکہ وائیں و مدلیں میں پہلے سے ہر ایک پہنچا اور قبول کرنے کے ردوابط نہ ہوں۔

اس سلسلہ میں آپؐ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی کو قرض دے۔ اس کے بعد قرضدار قرض خواہ کو کوئی تحفہ بھیجے یا اپنے جانور سوارہی کے لیے بھیجے تو قرض خواہ نہ لو اس پر سوار ہو اور نہ بدیہ قبول کرے بجز اس صورت کے کہ دونوں میں پہلے سے اس قسم کے مراسم ہوں (ابن ماجہ و بیہقی فی الشعب) اور فرمایا کہ جب کوئی کسی کو قرض دے تو پھر اس سے بدیہ نہ لے۔ (بخاری فی تاریخہ) حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے ابو بردہؓ سے فرمایا کہ تم ایسی زمین میں بود و باش رکھتے ہو جہاں سود کا بہت رواج ہے۔ پس جس وقت کسی کے ذمہ تمھارا قرض



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے چاندی کو چاندی کے بدلے گیسوں کو گیسوں کے عوض میں، جو کو جو کے عوض میں، کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے اس طرح فروخت کر دو کہ مقدار میں برابر ہوں اور دست بہت لین دیں جو اور جب یہ جنسیں مختلف ہوں تو ان کو جس طرح چاہو بیچ سکتے ہو۔ بشرطیکہ دست بہ دست سودا ہو (مسلم) مسلم کی دوسری روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ جس کے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا اس نے بیاج کا معاملہ کیا۔ لینے والا اور دینے والا دونوں اس میں برابر ہیں۔

فقہی تفصیل

کتاب فقہ میں اس سودی خرید و فروخت کی تفصیل یہ لکھی ہے :-  
 رہائش چیزوں میں پایا جاتا ہے۔ جن میں دونوں چیزوں کی مقدار اور جنس ایک ہے۔  
 مقدار کے ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دونوں چیزیں ناپ سے ناپی یا وزن سے وزن سے جتنی ہوں اور جنس کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قسم کے مال مثل لیزر جن چیزوں کی مقدار اور جنس ایک ہوں ان میں کمی بیشی اور ادھار دونوں حرام ہیں۔ جیسے گیسوں کے عوض گیسوں بیچنے میں ادھار یا کمی زیادتی ہوگی تو یہ مبادا ناجائز ہوگا۔  
 اسی طرح اگر جو کو جو کے عوض میں اور روپیہ کو روپیہ کے عوض میں اور شرفی کو شرفی کے بدلے جیسا کہ سبائین کی چیزیں مقدار اور جنس کی راہ سے ایک ہیں تو اگر ان کی خرید و فروخت میں وزن کی کمی بیشی ہوگی یا ادھار بیچی جائیں گی تو یہ بالاحرام اور بیع حرام ہوگی اور اگر دونوں چیزیں ایسی ہوں کہ مقدار میں تو مقدار ہوں لیکن جنس میں مختلف یا جنس میں مختلف اور مقدار میں مختلف ہوں تو ان میں کمی بیشی جائز اور ادھار حرام ہے۔  
 مثلاً گیسوں کو جو کے عوض میں فروخت کیا جائے تو بائع اور مشتری کو چاہیے کہ سودا دست بہ دست کریں۔ ادھار حرام ہوگا لیکن اگر ان میں کمی بیشی ہو مثلاً گیسوں سیر کھجور اور کھجور سیر کھجور ہے اتحاد جنس کی مثال جنس کو مل کے عوض میں بیچنا ہے۔ اس میں بھی ادھار حرام اور کمی بیشی جائز ہے۔

اور جو چیزیں نہ منظر میں مقصد ہوں اور نہ جنس میں تو ان میں زیادتی بھی محال ہے اور  
ادھار بھی جائز ہے۔ مثلاً کپڑا روپیے کے بدست یا غلہ روپیے کے بدست تو کمی بیشی بھی درست  
ہے اور ان کا دست بدست ہونا بھی ضروری نہیں۔

جو چیزیں ثابہ یا تعملی جاتی ہیں۔ مثلاً گیہوں اور تیل، نمک، خضرا، چاندی سونا۔ ان چیزیں  
کو انہی کی جنس سے برابر فروخت کرنا درست ہے۔ کمی بیشی کے ساتھ درست ہیں اور ان  
میں بکرا بکھوٹا ایک حکم رکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ کھری پیر کم لی جائے اور گھٹیا اس کے عوض میں  
زیادہ دی جائے۔ ان مسائل کی مزید تفصیل کتب فقہ میں ملنا حنفیہ ہو یہ

## فصل ۳۳

## شراب نوشی

اُمّ الخبائث شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ مے خوری کی دست و داری گیری کا اندازہ حسب بیان بعض علماء اس سے ہو سکتا ہے کہ عربی زبان میں شراب کے قریباً ۱۵۰۰ سے زائد نام ہیں اور علامہ ابو حالدین فیروز آبادی نے ان ناموں پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ تمام عربی لکھنوں میں مے خوری کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں اور تمام بڑے بڑے شرفاء، علما، پیر شراب نوشی کرتے تھے۔ کثرت استعمال کا یہ عالم تھا کہ ہر عمر کے مرد و عورت بنا ہوا تھا۔

شراب نوشی نہ صرف ایک بڑا گنہگار بلکہ ہر گنہگار بھی ہے۔ یہ انسان کی طبیعت کو جرائم کے لیے بے باک بنا دیتی ہے۔ دنیا میں کوئی جرم ایسا نہ ہوگا کہ شراب خوردگی جس کی پرورش نہ کرتی ہو۔ عرب مے خور ہر جگہ متوالے ہو کر آپس میں دست و داری کرتے تھے۔ کبھی ترنگ میں آتے تو جو اونٹ ملتا اس کو بچھاڑ ڈالتے اور اس کے گوشت سے رنقاہ کے کام و دھن کی تواضع کرتے تھے۔

## حرمتِ خمر کی تندہی رفتار

جہاں عرب بادہ خوری اور مے کشی کے اس قدر دلدادہ تھے کہ ایک ساعت بھی مؤخرتِ روز کے بغیر چلنے نہ تھا۔ اس لیے اُمّ الخبائث و فحشہ حرام نہ کی گئی بلکہ جوں جوں مسلمان اسلام میں پختہ اور راسخ ہوتے گئے ان سے بتدریج یہ عادت چھوڑائی گئی جتنا بچہ انھیں پہلی مرتبہ اوقات نماز میں شربِ خمر کی ممانعت کی گئی۔ دوسرے اوقات میں اہل ایمان اس سے متسلط نہ ہوتے رہے۔ پھر کچھ مدت کے بعد یہ فرما کر کہ **وَإِشْرَابُ الْكَبْرِ** میں **لَفْعٌ مِمَّا** (شراب اور چھوٹے کے فاعلوں سے ان کا گناہ اور نقصان بڑھ کر ہے ۲۱۹:۲)

اس سے نفرت دلائی گئی۔ اس کے بعد جن جن لوگوں نے شیطان (یا ایک شہابی کام) کے ارشاد  
 سے پیشہ کے بیٹے کو دیکھا، وہ فرار دی گئی۔

مسیحیوں میں سے جب شریعت نے، علم کو منع کیا تو مسیحیوں نے کراہی سے اس سے جھکاؤ  
 نہیں کیا۔ اس دن رینہ نور کی یہ حالت تھی کہ گلیوں میں سرکات لٹا کر، ہر گھر پر  
 شراب لٹائی یا نہ تھی، اور یہ اب حرام مدینہ منورہ کی گلیوں میں پائی ہوئی تھی۔

بداد

### مسیحیوں کی شراب کا گرا یا بانا

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک یتیم کی شراب بھی  
 تھی۔ جب سحر کا زمانہ کی یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے اسے مومنوں اور انبیاء کے شراب  
 سے جوڑا۔ ہمارے معبودوں کے نشان (یعنی بت) اور قرعہ کے تیز سبب ناپاک اور  
 شیطانوں میں سے ان سے بچنا کہ غلامانہ اور غلامانہ نہیں تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے یتیم کی بنیاد کی شراب کے متعلق دریافت کیا اور گزارش کی یا رسول اللہ! اس  
 شراب کا مالک کس یتیم کو ہے؟ (ترجمہ) اسی طرح ابو طلحہ انصاریؓ  
 عرض کیا کہ میں نے یہاں یتیم میری پرورش میں ہیں۔ میں نے اس کی نفع رسائی  
 کے لئے شراب نہیں تھی اب اسے کیا کروں؟ فرمایا شراب کو چٹک دے اور اس کے  
 برتن کو زبردستی دوسری روایت میں جو کچھ حضرت خیر الانام میں نے مدینہ منورہ  
 سے تمہوں کے متعلق دریافت کیا جو شراب کے ورثہ ہوئے تھے۔ فرمایا شراب  
 بھینک دو۔ انہوں نے کہا کیا شراب کا سوا بنا یا جائے؟ فرمایا نہیں لازماً دو۔

### شراب نوشی پر وعیدیں

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب نوشی کی عداوت کرنے والوں کو  
 کئے بغیر مرنے کا تو وہ اثر ہے شراب (الہوس) سے محرم رہے گا۔ (مسلم) شراب  
 منہ پر اندر سے نہ کھائے کہ ایک شخص یمن سے آکر پینے کی شراب کے متعلق دریافت  
 کرنے لگا تو یمن میں بی باقی ہے اور وہاں اس کو مرنے کہتے ہیں۔ آپ نے پوچھا تو وہ



نشہ لاتی ہے ؟ فرمایا ہاں نشہ آور ہے۔ آپ نے فرمایا نشہ کرنے والی سہ چیز حرام ہے اور اس شخص کے لیے جو کوئی نشہ آور چیز پیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ اس کو دوزخ میں جنت النجاں پلائیگا۔ عرض کیا کیا یا رسول اللہ ! ٹیٹہ النجاں کیا چیز ہے ؟ فرمایا کہ وہ دوزخیوں کا پسینہ ہے۔ یا (فرمایا کہ) جو پیپ اور مہو ہے جو دوزخیوں کے زخموں سے ہوتا ہے (مسلم)

اور فرمایا کہ خدا نے برتر سے تین شخصوں پر جنت حرام کر رکھی ہے۔ شراب کا عادی اور والدین کا عاق اور دیوث جو اپنے اہل و عیال میں ثبت کو بہ قرار رکھے۔ (احمد و نسائی) دیوث وہ ہے غیرت مرد ہے جو اپنے گھر والوں میں فحش معاملہ کرتے اور پھر اس کے ازہ کی کوشش نہ کرتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین اشخاص جنت میں داخل نہ ہوں گے شراب نوشی کرنے کا عادی اور غریب و افقر سے قطع تعلق کرنے والا اور سحر کی تصدیق کرنے والا (احمد)

یعنی وہ شخص جو جو کوئی منکر بالذات ممانعت کرے اور نہ مبادی کے متعلق یہ یقین رکھتا کہ اللہ کے اذن سے واقع ہوتا ہے صحیح ہے اور کلام اللہ اور ارشادات نبویہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیثوں میں ہے کہ ایک مرتبہ ابیہ بن اعصم یودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا۔ یہ واقعہ صحیحین درسنن میں مذکور ہے۔

اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے لیے رحمت اور ولین کے لیے جنتی کا سبب بنا کر بھیجا اور میرے پروردگار عزوجل نے مجھے قسم دیا کہ باجواں اور منکر اور بدیہوں اور سنیوں اور امرباہیت کو مٹا دوں اور میرے رب عزوجل نے اپنی عزت و اقبال کی قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو کوئی شراب کا ایک گھونٹ پئے گا میں اس کو اسی قدر دوزخیوں کی پیپ پلاؤں گا اور جو کوئی میرے خوف سے اس سے دست بردار رہے گا میں اس کو بہشت کے حوضوں سے شراب طہور پلاؤں گا (احمد)

علامہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے خوف کے سوا کہ شادی میں اس کے بچنے کی دوزخ حدیثوں سے اجازت نکلتی ہے۔ ہر قسم کے منکر اور باجواں کی حرمت ثابت ہوتی اور منکر میر

سے مراد طبلہ سارنگی، ہارمونیم، شہنائی، بانسری وغیرہ آلات ہوں ہیں اور صلیب سے نصاریٰ کی صلیب مراد ہے۔ جس کی وہ پرستش کرتے ہیں۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خمر کی مداومت کرنے والا مرجائے تو وہ بحیثیت ایک بت پرست کے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریگا (راحمہ) حالانکہ بت پرستی کفر اور شرک ہے اور شرک کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ لیکن شراب غوری اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی مداومت کرنے والا مشرک کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعرنیؓ فرماتے تھے کہ میں اس بات کی پروا نہیں کہ میں نے خمر پی کر دل یا اللہ کی بجائے اس ستون کو پوجوں (نسائی)، یعنی دونوں گناہ مساوی ہیں۔ بعض علمائے حق نے فرمایا ہے کہ شراب غوری سے دست بردار نہ ہونے والا صبر و قوت سے خاتمہ کے خوف و خطر میں مبتلا ہے۔ اس کا خاتمہ عموماً کفر و شرک پر ہوتا ہے۔ اناذنا اللہ تعالیٰ منہا۔

### حصول قوت کے لیے شراب نوشی

ذیلیم حمیریؒ کا بیان ہے کہ میں نے رسول النقیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں اتناں کی یار رسول اللہ اہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور صحت کام کرتے ہیں جو بد دن قوت کے نہیں ہو سکتا۔ اس غرض سے ہم لوگ گیہوں کی شراب بناتے ہیں تاکہ ہمارے جسموں میں اس صحت مشقت اور ملک کی سردی برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ وہ گیہوں کی شراب نشہ آور ہوتی ہے، میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو اس سے اجتناب کرو۔ اس عرض پر اہل رسول اللہ لوگ اسکے پینے سے باز نہیں آئیں گے۔ ارشاد ہوا کہ اگر نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو اور دواؤں و دواؤں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں ہے۔

بعض لوگ شراب کا استعمال دوا میں جائز سمجھتے ہیں۔ اسی خیال سے طارقی بن سکندریؒ نے اپنے شیخ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب نوشی کی اجازت مانگی۔ آپ نے

انکار کیا۔ اعتدال سے کہا کہ میں تو محض دوا کے لیے استعمال کر رہا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ دوا نہیں بلکہ داء (یعنی بیماری) ہے (مسم)

شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ اکثر علماء نے صرف خمر پر ہی تاکید فرمائی ہے۔ اور بعض کہیں کہ اگر اطباء نے شہوق کے حکم سے شراب کے ساتھ علاج متین ہو جائے تو مباح ہے۔ (اشعۃ اللمعات) لیکن حدیث مذکور میں اس بات کی تصریح ہے کہ شراب دوا نہیں بلکہ بذات خود ایک بیماری ہے۔ پس اس کے ساتھ دوا ہی جی نہ مریگی۔

### خمر کی تعریف

اب سوال یہ ہے کہ شرعی نقطہ سے شراب تو حرمت اس کی کیا تعریف ہے؟ اس کی حرمت کیا ہے؟ سو معلوم ہوا کہ خمریٹھ کی ہر اُس چیز کا نام ہے جو نشہ لائے جس کی زیادہ مقدار نشہ آدر ہو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الخمر خمر العقل شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانک لے یعنی اُس میں توڑنے سے ہر رواد البخاری اور فرمایا کل شراب انکر فہو حرام اپنے کی ہر نشہ آور چیز حرام ہے بخاری و مسلم ہکا انکر کثیرہ تنبیہ دادم وہیں کا کثیر حملہ نشہ لائے اس کا قلیل بھی حرام ہے ترمذی، ابو داؤد ابن ماجہ، جو چیز بقدر فرق (قریباً آٹھ سیس) نشہ لائے اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے (احمد، ترمذی، ابو داؤد) غنّ کل مُسبکٍ و مُفْتٍ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ کرنے والی دوا کو سُست کرنے والی کی ممانعت فرمائی۔ ابو داؤد

واضح ہو کہ اگر شراب میں اتنا پانی ملا دے کہ شراب کا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اس کا پینا بھی حرام ہے اگرچہ ایک قطرہ بھی پیا جائے۔

### شراب نوشی کی حد

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی کوئی حد (یعنی شرعی نذر) مقرر نہیں فرمائی تھی۔ جب کوئی مے خوار آپ کے سامنے آیا جاتا تو آپ حاضرین کو حکم دیتے کہ اس کو پیو۔ کوئی جوتے مارنے لگتا۔ کوئی ہاتھ کی چھڑی سے پیٹتا۔ کوئی دھیرے دھیرے رسید کرنا۔ کوئی پاؤں کی ٹھوکریں مارتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شراب کی

صدر میں جو تلوں اور کھجوروں کی برکت انہی سے ہوئی ہے۔ یہی تھے۔ خلافت مسیحی اور صدر خلافت فاروقی میں اسباب شرار کو پناہ دینے والے تھے۔

لیکن جب خلافت فاروقی میں بدوہ نوشی کی واردات ہوئی تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اس بارہ میں حکم جاری کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ بدوہ وہ ہیں جو قرآن میں وارد ہیں۔ یہ سب سے ملکی خراج تھے جسے آپ بھی ہی صدر مقرر فرماتے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے بھی اسی کا تاہید کیا اور فرمایا کہ شرابی مالکیت میں بکت اور دکان پر دکان باندھ لیتا ہے اور جسے بڑے ہتھکان کی مدد سے کوڑے مقرر فرمائی۔ یہ سب سے آپ ہی اسٹی کوڑے متعین فرمادیتے۔

چنانچہ اس انتشار کے بعد شراب کی حد میں اسٹی کاڑے مقرر ہوئے۔ اس وقت سے اسٹی کوڑوں پر مجبورائے کا اتفاق چلا آتا ہے۔ گولڈنس اب بھی چالیس ہی کے قائل ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ رحمہ اللہ وجہ فرماتے تھے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو چالیس کوڑے پھوٹے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے اسٹی کوڑوں کا حکم دے کر اس حد کو کامل کر دیا اور سنت دونوں طرح پر سے

شیخ عبدالحقؒ کہتے ہیں کہ امام ربیعہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ صلاح وقت کے بموجب عقوبت میں اور اضافہ کر دے۔

**حدود اللہ کا بابرکت پہلو**

اگر قومیں چوری، حرام کاری اور شراب خوری کی وہ عبرت ناک سزائیں جو شریعت اسلام نے متعین فرمائی ہیں اپنے ممالک محروسہ میں نافذ کریں تو پھر دیکھو کہ برصغیر اور فسطی و فجور کا ملکوں سے کس طرح ہنازہ نکلتا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں انگریز حکام سیاسی مزمعوں کو سزائیں دیتے وقت تو ”پوری فیاضی اور کامل دیادلی“ سے کام لیتے تھے لیکن اخلاقی قیدیوں کو سزائیں دیتے وقت فاضل ججوں اور مجسٹریٹوں کے دل خندہ برحمہ و کرم سے لہریز ہوجاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کتاب جرائم اور بدچلنی میں کوئی نروال درانخواستہ نہ آئے پاتا تھا۔

بلکہ راقم السطور (بوالفاسم دلاوری) سسٹن کے ایام آشوب میں ہندوستان پنجاب

کے اندر مارشل لاء کی بے آئینی جاری کی گئی تھی۔ گوتراؤں اور لائبرٹ کے قید خانوں میں بیستہ سے ایسے قیدیوں کو دیکھا کرتا تھا۔ سچا بار ایک ہی جرم میں قید ہو رہے تھے اور انھوں نے قید خانہ کو اپنا مستقل مسکن و مامن بلکہ وطن مانوٹ بنا رکھا تھا۔ لیکن اسلام و نبات جرم اور بد چلنی کو مٹانا چاہتا ہے۔ اس لیے اس نے سزائیں ایسی عبرت ناک مقرر فرمائی ہیں جو حوصلہ افزائی کی جگہ جرائم کا قلع قمع کرتی ہیں۔ اگر حکومتیں ایک دفعہ معدودہ چند افراد پر شرعی حدیں جاری کر دیں۔ مثلاً زانی کو سنگ سار کریں۔ بادہ کش کی موتی اسی کوڑے کی ضرب سے دور کریں۔ چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے جرم کی عملی تشہیر کریں۔ تو کیا کوئی انسان پسند کہہ سکتا ہے کہ ان جرائم و ذمائم کا وجود دنیا میں کہیں رہ جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

**شرعی حد پھل روزہ باران سے زیادہ بابرکت ہے**

اسی مصلحت کی بنیاد پر بدعت کائنات و خلافت موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک حد شرعی سزا کا انفاذ اہل زمین کے لیے پھل روزہ بارش سے زیادہ بابرکت ہے۔ (نسائی و ابن ماجہ) کیونکہ حد جاری ہوگی تو ملک میں امن قائم ہوگا۔ بد معاش اور مفسد لوگ مرتد ہوں گے۔ انھیں جرائم پر حسرت و مبادرت نہ ہوگی غیۃ اللہ امن کی زندگی بسر کرے گی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصی رزق کی کمی اور خفایا اعداء کا سبب ہیں جبکہ کتاب و سنت اس پر درست کرتی ہے اور جب حدیں جاری کی جائیں تو طاعت الہی رد نہا ہوتی ہے اور معصیت کو زوال آتا ہے جس کا نتیجہ فراخی رزق اور نصرت الہی کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔ پس یہ جواز نہیں کہ زانی، سارق، شارب، نمر یا قسراق اور اس قسم کے دوسرے فاسقوں سے کچھ رقم وصول کر کے حد وراثت کو معطل کیا جائے۔ ان لوگوں سے نہ نصرت الہی کے لیے کوئی رقم روا ہے اور نہ کسی دوسرے اسلاف کی نصرت کے لیے۔ یہ مال جو حد وراثت کی برطرفی کے لیے وصول کیا جائے قطعاً حرام ہے اور اگر کوئی حاکم اس فعل کا مرتکب ہوگا تو وہ دو بہت بڑی خرابیوں کو جمع کرے گا۔ اولاً حکم الحاکمین کی مقرر کی ہوئی حد کی تعمیل و برطرفی۔ دوم حرام خوری۔ امر اول ترک واجب ہے اور دوم حرام محرم۔

## فصل ۲۲

## شُرک باللہ سے شغف

## توحید پرستی میں اسلام کی شانِ یکتائی

اسلام اپنی توحید پرستی پر بتنا بھی نازاں بردہم ہے۔ اُسے اس عقیدہ کی بدولت مل عام پر جو تفریق و امتیاز حاصل ہے۔ اُس سے دنیا کا کوئی منصف مزاج انسان انکار نہیں کر سکتا۔ گوانبیائے سلف اور ان کے سچے پیرو بھی توحید کی دعوت و تبلیغ میں سلام کے ہم عنان تھے لیکن توحید کا ڈنکا بجانے اور شرک باللہ کی ظلمت مٹانے میں ہو کارنا خیرانامہ سے انجام دیا۔ پہلی امتوں سے اس کا دسواں حصہ بھی نہ بن پڑا۔

اس میں شبہ نہیں کہ تمام انبیاء و رسل توحید ہی کے علم بردار تھے لیکن یہ کہ وہ عام صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگوں کی ہمیشہ یہ حالت رہی کہ اپنے بنی کی رحلت کے تصور ہی نہ مانے بعد اگر علانیہ کفر و شرک اختیار نہیں کر لیتے تھے تو کم از کم حضرت احدیت کی ذات صفات کے متعلق ایسے عقیدے ضرور وضع کر لیت تھے جن میں کفر و شرک کا عنصر غالب ہوتا تھا۔ مرکز توحید مکہ معظمہ کے باشندے قریش اور دوسرے معاندین رسالت مدوں سے موافق حضرت اسمعیل علیہ السلام کے دین پر چبے آتے تھے لیکن بعثت نبوی سے کچھ مدت پہلے انھوں نے بھی بُت پرستی اختیار کر لی تھی۔ اور انھیں شرک باللہ سے وہی شغف ہو گیا تھا۔ جو اہل ایمان کو توحید سے ہے۔

## مذہبی دنیا کی عام حالت قبل از ظہور اسلام

ظہور اسلام سے پیشتر عام طور پر مذہبی دنیا کی یہ حالت تھی کہ بُت پرستی مذہب کا عمل اکبر سمجھی جاتی تھی۔ لوگ اصنام پرستی میں اس قدر مگن تھے کہ انھیں خالق کون و مکان کی ہستی کا کبھی جھل کر بھی خیال نہ آتا تھا۔ یہ لوگ دنیا کی ہر طاقت کو کسی

نہ کسی بُت کا مندر اور نہ ہر ایک غناوت معصوم و ناتم کو کسی بے کاز دیوتا کا تسمیہ کیا کرتے  
تھے اور جب کبھی انھیں کوئی حاجت پیش آتی تو درگاہِ فاضی الحاجات پر باتھیلے  
کی بجائے خود تراشیدہ بتوں کے سامنے سر بسجود ہوتے تھے۔ کفرِ شرک کا یہ ایک  
دوسرے دور تھا کہ کرم کھڑے ہو اپنی عظمتِ شان کے لحاظ سے خدا کے واسطے طرفہ منسوب  
کر کے بیٹا اللہ۔ جانا بت۔ وہ بھی کفرِ شرک کا نتیجہ بنا ہوا تھا۔ طاقتور رستوں نے  
وہاں تین سو ساٹھ بت جمع کر رکھے تھے۔

حشرات بھی تیار بنائے گئے تھے۔

صور ج۔ چاند۔ ستارے۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ درخت۔ پہاڑ۔ دریا۔ اندیڑات  
عرض۔ بادیا۔ عام کی ہر چیز کی بڑی حیرت انگیز بن رہی تھی اور شرفِ انسانی  
قرند لہجہ و لہجہ میں اس قدر تیز ہوا تھا کہ لوگ چھپکلی، سانپ، بچھو، کتے، بلی، بیلے  
اور ناپید ہونے والے جانور کے ہر سامنے سر پڑ جھٹکنا لگتے تھے۔ بہت سی دوسری  
فیات محکم، لکھن و خالق کی کو تو تھیں لیکن اس کے پہاڑ تھے اور شہر تھے۔ ان کے پاس دھوکا  
کھایا۔ اہل مغرب سے مشرقی کو تھا۔ کھانا۔ بعض کفار عویہ نے جو مذہب و رج اور مذہب  
کو خالق رزاق جاننا۔ جعفر قہرمان سے خود کی زرداں مہنتی کا بھی قرینہ ہیں۔ بہت سے  
جھوٹے پھوٹے بائبل معبودوں کو بھی تہذیب فی زمانہ میں اس کا اثر پڑا۔ حیاں کیا۔  
یہود و نصاریٰ نے نہ سب کے سب بڑے بڑے معبودوں کو دور تھے لیکن مسندِ توحید  
میں وہ بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ انھوں نے ذاتِ خداوندی کو تو تسلیم کیا لیکن اپنے  
بیوں کو بھی اس بگڑا ہستی کا شریک و شریک بنایا کیا۔

قالت یہود و نصاریٰ ہن اللہ۔ اور کہتے تھے کہ عیسیٰ بن اللہ ہے۔ اور انصاری  
تالت انصاری مبعوث اللہ۔ نے برحقیتِ تراش لی کہ مبعوثِ خداوندی  
خدا سے سب سے بڑا کہ عیسیٰ و ذیٰ تیمستہ کی گمان کرنا  
ایک شرابی بہت ہی کہ یہود و نصاریٰ اور انبیاء نے سلف کے دوسرے مبعوث  
نے ذاتِ واجب الوجود کے عقیدہ کو تو ایمان کا جوہر والا شفق فرمایا۔ عیسیٰ کو خداوندی



سے خدا نے بچوں و بے جگہوں کو نہ صرف ایک مرنی و زخمی جسم مبتلی خیال کیا بلکہ اسے  
 عام انسانی صفات سے متصف سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے ہم یلد و لم یولد کا بیٹا  
 بنی اور اس قسم کے دوسرے مشرکانہ خیال بھی ان کے عقاید میں سرایت کر گئے  
 دَنَالِ اتَّخَذُ الرَّحْمَنُ وَلَدًا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِهِمْ إِنَّ عِندَ رَبِّهِمْ كِتَابٌ سَمِيعٌ  
 جِسْمِ شَيْئًا اِذَا تَكَلَّمَ تَسْمَعُ لَٰكِنْ لَا تَنظُرُ لَٰكِنْ سَمِعْتَهُمْ يَخْدَعُونَ اَنْفُسَهُمْ وَهُمْ لَا يُفْقَهُوْنَ  
 وَتَنْفَسُ اِلَٰلَٰهٌ مِنْ دَحْطِ الْحِجَابِ پھٹ پڑے زمین شق ہو جائے اور پہاڑ بیزہ  
 هَذَا اِنْ دَعَا لَكُمْ خَمْسًا وَاَوْفَوْا لَهُمْ نِصْفًا مِنْهُ خَلَقْتُمْ اَنْفُسَكُمْ فَخِذْ مِنْهَا نِصْفًا لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ اِلَّا اَلْاُخْرَىٰ اَلَا اِنَّ اَكْبَرًا لَّعَبْدًا  
 كُلُّ مَوْلَا سَمِعْتَهُمْ اِلَّا اِلَٰهًا اِلَٰهًا اَحَدًا اَلَا اِنَّ اَكْبَرًا لَّعَبْدًا اَلَا اِنَّ اَكْبَرًا لَّعَبْدًا  
 عِبْدًا  
 چیز خدا کی مخلوق اور عبدیت سے موصوف ہے

تو تہید سے متعارف کرانے کا اسلامی مقصد

انجام کار اسلام اس پچھے دعویٰ کے ساتھ صنفہ منشی بر نمودار ہوا کہ وہ دنیا میں  
 محض لوگوں کو تہید سے متعارف کرانے، انسان کو شرک و وثنیت سے نجات  
 دلانے اور صرف ایک خدا سے رشتہ عبدیت استوار کرانے کے لیے آیا ہے چنانچہ  
 وہ بات بلکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ دنیا میں یہ معبود ذی الجلال کے نام پایا  
 ہوا ہوا ہوا۔ خالق سے مخلوق کا رشتہ عبدیت استوار ہو۔ چمن ناز ہماں کے درخان نور  
 توحید کی نعم سرائی میں محو و منت ہوئے۔ اذان کی صدا میں مشائی درخیز کے در  
 دیوار سے ٹکرائیں اور دنیا بھر کے جہل و دشمن لا الہ الا اللہ کی غلغلہ انداز صداں سے  
 گونج گئے۔

خیر البشر کو تہید کی تعلیم سے غیر معمولی شغف

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر لوگوں کو شرک اور بت پرستی  
 سے منع کیا اور توحید کی تعلیم دی۔ آپ کو تہید کی تعلیم سے یہ قدر شغف تھا کہ آپ  
 ان کے نام نہ لے کر ان کو تہید پر بلاتے تھے ایک شخص نے آپ کو یہ خبر

ہیں نہ صرف اسی قدر کہا تھا کہ ماشاء اللہ و ماشاءت یعنی بعد کچھ اللہ اور آپ پیارے گے وہی ہو۔ یہ سن کر آپ ناخوش ہوئے اور فرمایا اتعنتی لایدرناہل ماشاء اللہ و ماشاءت ربکم  
 نیچے بتی تھا کہ شریک ٹھہراتے ہو یوں نہیں بلکہ اس طرح کہ چاہئے کہ جو کچھ خدا نے دیا  
 چاہے گا وہی ہوگی اسی طرح ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے اسے ابن مریم  
 علیہ السلام کی تعریف میں اس قدر مبالغہ کیا کہ انہیں ابن اللہ کہتے تھے لیکن خبردار میری تعظیم  
 میں افراط نہ کرنا۔ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

### موسم شرک امور کا امتناع

آپ نے ان تمام باتوں کی ممانعت فرمادی جو ذرا بھی موسم شرک ہو سکتی تھیں۔ اور  
 جس میں خدا کی ذات و صفات میں شرکت و ہمسرگی کا اور سبب شائبہ پائی جاسکتا تھا۔ چنانچہ  
 آپ نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا۔ خواجہ دوسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔  
 من کان حالفاً فلیحلف باللہ و لا یصلح جو کوئی حلف اٹھاتا ہے وہ صرف اللہ کے نام  
 کوئی من حلف بغير اللہ فقد پر حلف اٹھا کر نہ کرنا۔ سبب و سبب  
 اشراک نہ پایا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔

شکر شرک سے محض نظر رکھنے کے لیے یہاں تک استنباط کی گئی کہ رب و تعالیٰ کے  
 کے لیے جمع تعظیم کا صحیح تہنیت استعمال کرنا، مگر سبب نہ خیال کیا گیا بلکہ اس خدا شکر  
 کو باہر مہر شان و جلال نو کے بیٹھو۔ نہ صرف من لہ کیا جاتا ہے۔

### موسم تعظیم سجدہ، تصویر کشی اور بت تراشی کی ممانعت

یہی اصول ہیں بادشاہ، سردار قوم اور مائتھی پشیو نے یہ تعظیم سجدہ بت تراشی اور بت تراشی  
 خبر بہت کو ایمان و اسلام کی آخری سرس اور تعظیم و توحید کے دھڑکال پر پہنچا ہوا مقصد  
 تھا اس سجدہ کی بھی ممانعت کر دی گئی اور کوئی دھڑکال تعظیم ایسا نہ چھوڑا جو خدا اور اس  
 کی تعظیم میں مشترک ہو۔ دنیا کے مسلمان عظیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر غیر اللہ  
 کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں میری کو حکم کرتا کہ بت تراشی کو سجدہ ایسا کہ ہے۔  
 آپ نے لوگوں کو حلول و اتحاد کے عقیدہ سے بچانے اور بت تراشی کا قلع

قبح کرنے کے لیے تصویر کشی، مسورت نگہ رہی اور بت تراشی کی بھی ممانعت کر دی۔ کیونکہ یہ سب باتیں بت پرستی کا پیش خیمہ ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے جاندار کی تصویر بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور یہ کہ فرشتے قیامت کو مسوروں اور بت تراشوں کو نہایت سختی سے اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ ان تصویروں اور بتوں میں جان ڈالیں۔ انھیں وہ اپنے پاغلوں سے تیار کرتے ہیں۔ لیکن وہ ایسا کرنے کی قدرت نہ رکھیں گے۔

### حرمت تصویر کی علت

اس فعل کی حرمت کی سب سے بڑی علت یہ ہے کہ صنم پرست، آتش پرست، اور آفتاب پرست قومیں بتوں اور تصویروں کو خدا کا مظہر جانتی ہیں اور ان کی تعظیم و عبادت کو؛ لہذا اللہ مالک الملک عزاسمہ کی تعظیم و عبادت سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قومیں اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے بتوں کے آگے بیہ سائی کرتی اور گڑگڑاتی ہیں مگر ظاہر ہے کہ خالق و مخلوق کی عبادت و کبریائی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

### کتاب اللہ میں توحید الہی کے دلائل

کتاب اللہ ایسی آیتوں سے بھری پڑی ہے جو توحید الہی کے دلائل پیش کرتی ہیں جن میں سے بہترین دلیل وہ ہے جو اس آیت سے مستفاد ہے۔

أَوَكَلَّاتِ يَهْمَا الْهَاتَا  
اللَّهُ لَقَدْ دَنَا  
نظام عالم بگڑھاتا۔

دو خدا ہونے کی صورت میں اختلاف و انشقاق کا پیدا ہونا بہت ممکن تھا۔ ایسی حالت یہ کیا عجب ہے کہ دنیا کے علم و وجود میں نہ آتی اور اگر دونوں اس تجویز پر متفق الٹے ہو جاتے تو پھر ایک خدا کا ارادہ کسی نہ اس انداز تخلیق پر ہونا ممکن تھا اور دوسرے کا الگ نفع پر۔ اسی طرح تقسیم مقادیر کے وقت بھی ہر فرد میں کامل اتفاق رائے کا پایا جانا کسی طرح قریب نہیں نہ تھا۔ اور اگر بفرس محال دونوں اتفاق ہی کرتے تو بھی یہ اتفاق عارضی و وقتی ہوتا۔ کیونکہ اس بڑے نظام کائنات کے اندر ہر امر میں ہمیشہ دونوں کا اتحاد کلی باکلی ناممکن ہے۔ پس جس طرح دو قابضوں میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے اسی طرح کائنات عالم کی باگ ایک سے زیادہ قابضوں





شُرک فی القدرت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کسی دوسرے کو بھی انسان کے نفع نقصان موت و حیات یا کسی اور امر کی قدرت حاصل ہے جو خاصہ باری تعالیٰ ہو۔ شرک فی السمع یہ گمان کرنا ہے کہ جس طرح ندائے یمن دور و نزدیک کی ہر بات سنتا ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے میں بھی یہ قدرت موجود ہے۔ شرک فی البصر یہ سمجھتا ہے کہ جس طرح خدائے بصیر ظاہر باطن، قریب، بعید کی ہر چیز کو ہر وقت دیکھتا ہے اسی طرح ان کی مخلوق میں بھی کوئی ہستی ہر چیز کا ہر آن مشاہدہ کرتی ہے۔

غیر اللہ کو پکارنا ہر لحاظ سے ممنوع ہے

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ جو لوگ عمر رسالت میں اور اس سے قبل اللہ العالمین کے ساتھ دوسرے معبودوں مثلاً سورج، چاند، ستارے، لالت، منات، غزنی، یغوث، یعوق، نسر یا مسیح صلیبہ السلام اور ملائکہ کو پکارتے تھے ان کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ ان کے معبود خدائی اختیارات کے متصف ہیں۔ مخلوق کو پیدا کرتے مارتے اولاد دیتے یا رزق پہنچاتے ہیں بلکہ وہ انبیاء، ملائکہ، اصنام یا قبروں کی پرستش محض اس لیے کیا کرتے تھے کہ ان کے زعم باطل میں ان کے معبود اقرب الی اللہ کا ذریعہ تھے چنانچہ ان کا مقولہ یہ تھا۔

ما نعبدہم الا لیقریونا ہم تو ان کی پرستش محض اس لیے کرتے ہیں کہ ہمیں خدا کا رانی اللہ زلفی یقولون مقرب بنادیں۔ اور شرکیہ کہتے ہیں کہ یہ معبود ہمارے لیے ہولاشفعائنا عند اللہ خدا کے حضور میں شفاعت کریں گے۔

اس پر حق تعالیٰ نے انبیاء و اہل کرام کو مبعوث فرمایا کہ لوگوں کو تنبیہ کریں کہ کوئی شخص ندائے قدیر کے سوا کسی کو نہ پکارے۔ نہ بطور عبادت اور نہ بطریق فریاد و استغاثہ چنانچہ ارشاد ہے۔

تِلْ اِذْ عَرَّا الدِّیْنَ اے رسول ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ خدا کے ماسواجن معبودوں کو رَحْمَتُہُمْ مِّنْ دُوْنِہِ وَلَا تم شریک خدائی بناتے ہو نہ تو وہ تمہاری تکلیف دہ کر سکتے ہیں یَمِیْکُوْنَ کَسَفَ النَّصْرِ اور نہ اس میں کوئی تغیر پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں یہ معبود



مَنْتُمْ - رَقِيقًا اَدْرَاكِ زَبَرَ جَمْعِيْنَ شَسْهَ كَيْفَن اِنَّا سَابِتٌ رَوَّاسٍ وَكِرْجَكَ رَتَقْتُمْ مِيْن - اِنْ مِيْن مَع  
بَيْنُ نَرَبٍ يَتَذَفَّرُوْنَ اِلَى دِسْلَهْمُ مُقَرَّبٌ تَرْيَن مَعْبُودٌ مِيْن اِنِّسَ رَبُّكَ كَامَزِيْدٌ تَقْرِبُ رَأْسَلُ كَسْفَ كَع  
رَجَبٌ رِيَاه قُرْبٌ وِيْرَجُونَ رَحْمَةً ذَارِعٌ تَكَاثُرُ كَسْفَ مِيْن - خُدَا كِي رَحْمَتِكَ اُمِيْدَةٌ دَارِ مِيْن اَوْ رَأْسُ  
وَيَخْفَضُونَ عَذَابَهُ اِنْ هَذَا اَبِى كَع فَخَالِفْ مِيْن اِقْنَى اَبِى كَع رَبُّكَ كَامَزِيْدٌ تَقْرِبُ رَأْسَلُ كَسْفَ كَع  
رَبِّكَ كَانْ حَذْوَرَا چيز بے جس سے خدا کرنا لازم ہے۔

ملانکہ کا مسجد کا آدم

۱۔ مکہ کو اپنے علمی کمالات پر بڑا فخر تھا لیکن خدا نے حکیم و قدیر نے اُن سے بھی ایک  
 ۲۔ یادہ عالم متبحر یعنی آدم علیہ السلام کو مفسر و تفسیر میں لاکر ایسا ہے اُن کی علمی کوتاہی کا اعتراف  
 ۳۔ کر دیا۔ فرشتوں نے درگاہ رب العزت میں سرنگوں ہو کر کمال و اعجاز سے عرض کیا۔  
 ۴۔ سبحانہ۔ اعلم بہ الاما خدا یا آپ کی ذات بے عیب ہے۔ ہم تو اسی قدر جانتے ہیں  
 ۵۔ ذات انت لہذا الخ حکیم جس کی آپ نے جس تعظیم دی۔ آپ ہی غالب اور صاحب  
 ۶۔ حکومت ہیں۔ جس کو جتنا ہمارا سکاویں۔

آدم علیہ السلام نے جب تقاضا شیاء کے متعلق اپنے معلومات و رشتوں کے ساتھ  
 پر نہیں کرتا تو وہ اس بات کے مستحق سمجھے گئے کہ مائیکہ آپ کی تعظیم بجا لائیں۔ عہدہ کے لغوی  
 معنی تعظیم و اطاعت ہیں۔

و اذ انقلبنا الى ارضنا  
انكسر والادام نسجدوا  
انكسر والادام نسجدوا  
انكسر والادام نسجدوا

تقریباً یہ ہے۔ سنجیدہ اس کے کثرت (مفرداتی) اگیت میں جو غوی معنی کے اعتبار سے تفہیم و  
استرام کی سجدہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

لفظ سجده بمعنی اطاعت والقیاد

اس بات کے ثبوت میں کہ قرآن مجید کا لفظ الماحت و انتہیہ کے معنی



میں بھی مستحق ہے ہم ایک اندر آیت سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔

وَلَا يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ خِلاَءَ اللَّهِ وَنَحْنُ نَسْجُدُ لَكَ يَا رَبَّنَا  
فی السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَنْ اس کی مطیع و متقاد اور اس کے جہاں و عظمت کی وظیفہ خواہ  
غرض ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا وہ سجدہ عبادت نہ تھا بلکہ محض تقیہ و احترام تھا  
چنانچہ تفسیر مدارک ہے۔

اسْجُدْ وَارْكَعْ لِرَبِّكَ  
حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر یعنی شہود و فروتنی  
اَضَعُ كَعْبَدُكَ لَكَ رَأْسًا وَابَا تَقْضِي رُكُوعًا اظہار اور ان کی فقیہیت کا اقرار کرو۔

اسلام نے عبادتِ غیرِ اللہ پر جس شد و مد سے سرزنش فرمائی اس کا اندازہ آپ اس حقیقت  
سے لگا سکتے ہیں کہ قرآن کریم کا مشکل کوئی نسخہ ابھارنا نہ تھے کہ جس میں شرک پر نہ جو توجہ نہ فرمائی  
گئی ہو۔ اسلام کی طرقتِ انبیاء و سلف کی امتوں میں بھی غیر اللہ کے سب سجدہ عبادت بنا کر نہ  
فقد کیونکہ اس کا مستحق مجبور حقیقی کے سوا کوئی نہیں۔ پہلی امتوں میں لوگوں کو سجدہ و تہنیتی  
نے منع نہیں کیا تھا۔ لیکن چونکہ شریعت محمدی و ایمان و تہ کی ناخشیت خیر الامم کو  
اس سے بھی روک دیا گیا کیونکہ اسلام ایسی باتوں کو بھی شرک قرار دیتا ہے جن میں شرک  
کا کوئی ادنیٰ شائبہ اور اس کا خفیف سے خفیف احتمال بھی پایا جاتا ہو۔

مخالفات کا سرورِ عالم کے سامنے سرسجود ہونا

امام فخر بن رافعی لکھتے ہیں کہ جب حضرت معاذ بن جبل وائی بن یمن سے  
واپس آئے تو اپنے آقائے نامدار سیدنا محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کو تعظیمی سجدہ کیا۔ وہ در عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ جہت دیکھ کر فرمایا: مالک یا معاذ! اسے معاذ تمہیں کیا  
ہو گیا! وہ عرض پینہ ہے یہ رسول اللہ ہیں نہ یمن اور شام کے مالک ہیں۔ لوگوں کو دیکھا  
کہ اپنے علماء و زہاد کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس سے میں نے جہاں کہ حضور کی بھی وہی تعظیم  
بجائے آپ نے مذہبیت تاکید کے ساتھ اس کی مخالفت کی اور فرمایا کہ اسلام نے کسی قسم کا  
سجدہ یا رُکُوع نہیں رکھا۔ اگر ماسوی اللہ کے لیے سجدہ کی اجازت باقی تو میں عورت کو علم دینا کہ اپنے  
شوہر کو سجدہ کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام نے غیر اللہ کے لیے کسی قسم کا



زیادہ تر نعمتیں نہ دیتا تھا۔ نہ وہ یہ تو سب کچھ نہ دیتا کہ میں آدم سے قاتل و برتر ہوں۔ قیامت  
 شیطانی کے جواب کا منشاء یہ تھا کہ چونکہ میں آدم سے افضل ہوں اس لیے مناسب ہے کہ وہ  
 مجھے سجدہ کریں نہ یہ کہ اللہ افضل مفضل کا صاحب ہے۔

## الحکم فوق الأدب

اور اصل یہ ہے کہ ایسی توجہیں جس میں خدا سے دھمکا عدو ان حکم کے خلاف ہے اس  
 شرک پر نہ اس بار قربان کر دینی چاہیے جو خود کی حکم کردہ کی مرضی اور حکم سے خود ان حکم فوق  
 الادب۔ اگر شیطان کا یہ عقیدہ تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا انہیں نہ اچھا شرک تھا  
 ہے تو بھی اس پر امتثال امر واجب تھا کیونکہ شرک تو انہی واسطے نہ مقرر ہے کہ وہ اس کی  
 کی نافرمانی ہو۔ ہی کا موجب ہے لیکن اگر لہجہ نہ درست چلیں کہ کسی کو اس قدر نافرمانی سے اذیت  
 کو اس سے شرک کا وہم ہو تو ایسے شرک کا ہر شخص کو مرتکب ہونا چاہیے

## تکبر و انانیت کی دوسری وجہ

امام بغوی نے ناری ہونے کے علاوہ شیطان کے تکبر و انانیت کی ایک اور وجہ  
 بھی لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب جنات کے فساد و طغیان کے بعد زمین پر ملائکہ آباد ہوئے  
 تو ابلیس کو زمین اور آسمان دونوں کی ممانعت اور عزت کی طرف غلط فہمی آگئی۔ کبھی تو وہ  
 زمین پر بند کی بجاتا اور کبھی آسمان پر مصروف غبار میں رہتا اس مانتی تھا کہ اس کے  
 ملائکہ ہیں کبر و نخوت کے کیڑے پیدا کر دیے تو حق تعالیٰ نے علی رغم اذیت ابلیس کو آدم علیہ السلام  
 کو پیدا کر کے انھیں ابلیس اور ملائکہ کا مسجود بنانا چاہا۔

## فصل ۴۵

## شعر و شاعری سے شغف

بہائی سرب میں شوگو گوتی ڈو ڈو کمال پہنچی ہوئی تھی لیکن چونکہ اس سربانی دن نہ اندر  
تھے وہ اپنے کام کو مدد ان نہ کر سکے۔ ان کا کام صرف چند شپتوں تک بہت لمبی نہ رہا  
تھا۔ پھر امتداد زمانہ کے ساتھ نسبتاً فرج ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تک چودہ اشعار  
عرب کا عشر شیر بھی نہیں دیکھا۔ باقی سب تکت ہو گیا۔ ہم تک سرب باہلیت کا کام صرف فرج ہو  
سہ برس کا چنچا ہے۔ اس کا ذخیرہ مانتا کہ کس قدر بڑا ہے۔ اتنا کسی ترقی یافتہ قوم نے  
صدیوں میں بھی جمع نہیں کیا۔

## بہائی شاعری کی نوعیت

بہائی شاعری میں شجاعت و بہادری سے کہیں زیادہ مفاخرت و منافقت کا مادہ  
پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ ہر وہ میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے اور شوگو گوتی کی  
رقابت تو کمال پہنچی ہوئی تھی۔ اردو کی بزم شاعری میں سودا و میر کی ہاتھ پائی۔ انشا  
معنی کی گائی گموتی آتش و آس کی لوک نہونگے۔ اور وق و غائب کی باہمی چٹنگ سے کون  
واقف نہیں۔ مگر عرب کے شعرا بہت اس بات میں بھی اردو کے شعرا سے کھٹے بہت  
کے کئے تھے۔ انسانی نہایت فصیح و فہم شاعر تھا۔ اکثر لوگ مشہور ہونے سے  
بے اس سے اپنی شان میں اشعار کہہ جاتے تھے۔ نابغہ ذیابی۔ ربیع بن ریدہ منقول حبیہ  
وغیرہ چند شعرا کے باہلیت اسے تھے جنہوں نے لوگوں کی سچی، خوبصورت تعریف کر کے  
خود را اندوزی کی تھی۔ نابغہ مدح سرائی کی بدولت اس قدر وہ تمہید ہو گیا تھا کہ سودا  
پانامی کے برتنوں میں گھانا کھاتا تھا۔

بہائی عرب میں شعرا کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ جس قبیلہ میں کوئی شاعر ہوتا تھا اس

عظمت ثریا سے ہمدوش ہو جاتی تھی۔ شاعر جس گمنام منتہی کو چاہتا تھا کوسے گناہی سے نکال کر آسمانِ شہرت پر پہنچا دیتا تھا اور جس کو چاہتا تھا اپنے زورِ کلام سے قعرِ مذلت میں گرا دیتا تھا۔ اس کی پچھڑی لیس ملاحظہ ہوں۔

### مسکین لڑکیاں امرا کی حرم سرائے میں

محقق ایک گمنام غریب شخص تھا۔ اس کی تین بیٹیاں تھیں جن کو شوہر نہیں ملے تھے۔ اتفاق سے اعشی کہیں اس طرف آنکلا۔ محقق کی بیوی شوہر سے کہنے لگی کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کی مدح کر دیتا ہے وہ تمام ملک میں مشہور ہو جاتا ہے۔ محقق نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر فوراً اس کی دعوت کر دی۔ خوب کھایا اور شراب پلائی۔ اعشی نے محقق سے اس کی اولاد کا حال دریافت کیا۔ محقق نے کہا کہ تین لڑکیاں جوان ہو گئی ہیں۔ مگر بے نصیب نہیں ہوتا۔ اعشی نے کہا اچھا ہم اس کی کچھ فکر کریں گے۔ تم اطمینان رکھو۔ جب شوقِ شوکار کا وقت آیا تو اعشی نے مجمعِ عام میں ایک قصیدہ محقق کی مدح میں پڑھا جس کا مطلع یہ تھا۔

ارقت و عابد السداد الموقد و عابدی من ستم و عابدی معشوق

قصیدہ ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ لوگ محقق کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ شرفائے عرب نے آکر لڑکیوں سے شادی کے پیغام دیے اور وہ جلد مغزے گھڑانوں میں بیاہی گئیں۔

### نمیر کی عالمگیر سوائی

نمیر ایک نہایت معزز قبیلہ تھا اور اہل قبیلہ کو اپنے حسبِ نسب پر بڑا ناز و غرور تھا۔ اتفاق سے کہیں جریرہ شاعر کو اس قبیلہ کے کسی آدمی سے رنج پہنچا تو گھڑا کر نمیر کی مذمت میں شعر کہنے بیٹھ گیا۔ جب یہ شعر زبان سے نکلا

فعض الطرف انک من نمیر فلا کعبا بلفت ولا کلاما

تو وہ بہت خوش ہوا اور بولنا خدا کی قسم میں نے اس کو ابہ تک کے لیے رسوا کر دیا۔ یہ شعر تمام عرب میں مشہور ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی کہ اس قبیلہ کے کسی آدمی سے لوگ قبیلہ کا

نام دریافت کرتے تو وہ میر کا نام چھوڑ کر اوپر کی نشیوں کا نام بتاتا تھا

## فتواؤں کی رشورت

ایشی رور کو زبان سنی تھا میر کا نام تھا، ہالیوں میں مودود تھا۔ اس نے آپ کی نشان دہی ایک قندیلہ لکھ کر پڑھائی میں حاضر ہوئے کا قصہ کیا ابو نعیم کو جو ہنوز مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے بلکہ اعلیٰ فرقہ کے غنہ تھے۔ اس کی خبر ملی تو طاہر قریش کو جمع کر کے کہنے لگے کہ یاد رکھو اگر اعتشائی غیر انبیاء المسلوۃ والاسلام کے پاس پہنچ گیا۔ اور اسلام لے آیا تو آپ کے شعروں کے ذریعہ سے دہش میں آگے نہ گزریں گے۔ اس پر مدب نے خوف زدہ ہو کر ۱۰ اونٹ جمع کر دیے ان کو ابو نعیم ان کے اعتشائی کے پاس بھیجا دیا۔ اس طرح وہ اپنے ارادہ سے باز رکھا گیا۔

## جہا لیت کے مشہور شعراء

۱۔ عرب فطرتاً شاعریتے وہ ان کی زبان بھی شاعری کے لیے بہت موزوں تھی ان میں سے دو مناسب شعراء پیدا ہوئے جنہیں ان کی جمع تعداد بتانا بہت مشکل ہے کیونکہ بے شمار شاعروں کا نام مدون مذہب کی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ اور یہی ان کے نام کا معنی ہے۔ تاہم ہم تک بن کا کام پہنچا ہے ان کو غمناک بھی شاعروں پر ہے ان میں ابو نعیم امراء القیس، ہبیر، ناعج، اعتشائی، البید، عمرو، لہو ہیں۔ ان کو ذراستان مشاعر عرب مؤلف پرہ میر کا ہے۔

## حضرت حسان بن ثابتؓ

میرہ نورہ کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ تھے جو نبی رضی اللہ عنہ کے ایک دو برس کی عمر میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا زمانہ جہا لیت میں اور ساتھ سال اسلام میں گذرے۔ ان کا سن یہ ہے کہ وہ مکہ میں تھے تاہم ذہبی، اعتشائی وغیرہ شعراء سے چشمک رہا کرتی تھی۔ مولف نے ان کے مغلیر سے میرہ نورہ میں ان کے لڑے ہوئے حسان بن ثابتؓ کا نام ہے۔ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کی جو کوئی کے جواب دیا کرتے تھے ان کے موالد عرب ہیں جن کے شعراء گذرے ہیں وہ کاام پاک کی ان آیات







ہے کہتے چلے آئے ہیں " میں نے کہا اگر تم اپنے والد کی شان میں بے ادبی کے کلمات  
 نذالم میں کہو تو ان کو برا سمجھو گے یا نہیں ؟ بوالہبے شک برا سمجھیں گے۔ میں نے کہا خدا  
 کر دگار اور انبیائے کرام علیہم السلام کا حق بلا شبہ والدین سے کہیں زیادہ ہے اور ان  
 کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا ماں باپ کے ادب و احترام سے زیادہ ضروری ہے  
 پھر حبيب شعریں باپ کی بے ادبی جائز نہ ہوئی تو خدا کے قدموں اور انبیاء علیہم السلام  
 کی بے ادبی کہاں جائز ہوگی ؟

## فصل ۲۶

## شہر سے نکل کر اناج خریدنے کا رواج

عرب یہاں یہ بنی رواج تھا کہ بعض ترلےس بیوپاری جب سے کہ وہ شہر سے باہر تھے  
 بغرض فروخت شہر آکر باہر تو بیابانہ نفع حاصل کرنے کی کوشش میں شہر سے نکل کر  
 کوہ دو کوہ میں بنی شہر پر چلے جاتے اور وہیں راستے میں تمام اناج خرید لیتے۔  
 اس سوہ سے ہیں دو کوہ اتنا ہی تھا۔ ایک نو اس میں باہر سے مال لانے والوں کا  
 مناسبت تھا کہ وہ اناج بازار میں لے جاتے۔ نہیں زیادہ قیمت وصول کرنے کی امید  
 تھی۔ وہ نہایت اس میں تمام شہر کی ترقی تھی کیونکہ اگر وہ اناج شہر میں آکر بیکار ہو جاتا  
 وہاں ارزان مولاں سے ملنے۔ اس سے قیمت ماب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے نہایت غلیظ اناج کی قیمت فرمادی اور نہ ہم یہ کہ آگے بڑھ کر اناج کی قیمت  
 نہ خرید کر۔ جس سے یہاں کی کھیتی بہت آسان ہو کر خریدنے والے اس کو اتنی رشتہ بازار میں  
 کرنے سے وہ بہتر رہے یہ فیہ کی صورت میں  
 اور یہ کہ اناج خرید کر اس بیٹے کے لئے قافلے کے شہر میں آئے پختہ  
 آگے بڑھ کر اناج نہ خرید (ابو داؤد)

## فصل ۴۷

## صدقہ و خیرات میں خوشروان قارب کو نظر انداز کرنا

## اپنوں پر اغیار و اجانب کو ترجیح

دنیا کی جہنما و عام طور پر اس میں غریبوں میں بیکار و بیکار ہوتے ہیں۔ خوشروان قارب سے محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے کی بجائے ان سے دور رکھتے ہیں۔ اور غریب کو ہر طرح سے اُن پر ترجیح دیتے ہیں۔ قرابت دار و اقارب کی نسبت دور پریشان حال ہو جس کی خبر گیری سے بہتر ہی نہ تھے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی حالت بھی اُن کو نہیں سمجھتا کہ اس میں نہ تھا کہ اس میں جس سلوک کے مستحق ہیں۔ غریب و اُن کو اُن کی حالت سے کہتے تھے لیکن پھر کو نظر انداز کرتے تھے۔

دنیا کے عیسائی عظیم نے اپنی قومیت سے عورتوں کی اس کو کامیاب و بدستور دیکھی تھی، قریب سے حسن سلوک کسی تا یہ ہیں کہ چاہے اُن کو کتنی ہی عیب ہو، مگر اُن کے رشتہ میں وسعت ہے اس کی عمر میں تشریف لے جاتے ہیں، اس کی بدستور میں ہر قسم کے صلہ رحمی کرتے (بخاری و مسلم) اور فرمایا کہ سب رشتہ داروں کی پیدائش سے قبل وہ ہوا تو زچہ رشتہ دار ہی تعالیٰ کی درگاہ میں عرض پیرا ہو، اللہ تعالیٰ یہ تمام باتیں رسول کو ٹی تیری ذات مبارک کے ساتھ قطعیت سے بنا مانگے۔ تو تعالیٰ نے نعم سے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی اور مطمئن نہیں ہے کہ میں اس کو ملاؤں جو تجھے مانگے اور اس سے قطع کر دوں جو تجھے قطع کرے۔ رشتے سے عرض کی الٹی ہیں ایسا ہی چاہتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا (بخاری و مسلم)

علامہ نے فرمایا ہے کہ صلہ رحمی اور برادر پروری فرض ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر رشتہ دار نادار و محتاج ہیں تو ان کے کھانے اور دوسری



ثواب ہے۔ والدین سے نیکی کرنے کا یہی درجہ ہے۔ ہارث بن نعمان اپنی ماں سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنہ)

### اقربا کو صدقہ دینے کا دو چاند ثواب

سلیمان بن عامر انصاری کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے اور قرابتی کو صدقہ دینے میں دو چاند ثواب ہے۔ ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا (احمد ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اس معنوم واکہ صدقہ عزیزوں قریبوں کو دینا بہ نسبت غیروں کے زیادہ افضل ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ بعض مالدار غیروں کو خیرات دیتے ہیں اور اپنے اقرباء کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ افضل صدقہ وہ ہے جو اقارب کو دیا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسکین کو صدقہ دینا محض ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینے میں دو چاند ثواب ہے۔ ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا۔ بعض امراء کی یہ حالت ہے کہ وہ اقارب کو صدقہ دینے کی فضیلت سے ہاتھ پر میں مکران میں باہم بخشش و عداوت کرتے ہیں اس لیے اقربا کی ناداری و احتیاج کا علم رکھنے کے باوجود ان کی سرگیری سے باز رہتے ہیں حالانکہ اگر ان کی اعانت کرتے تو تین ثواب جاپاتے۔ ایک صدقہ کا۔ دوسرا صلہ رحمی کا۔ تیسرا خواہش نفسانی کے مارنے کا۔ ابوالعباس انصاری سے مروی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ وہ ہے جو کہینہ رکھنے والے کو دیا جائے۔ یہ صدقہ اس لیے افضل ہے کہ اس میں ہوائے نفسانی کی مخالفت ہے کیونکہ جو شخص اپنے رشتہ دار کو محبت کی درجہ سے صدقہ دے گا وہ اپنی خواہش پر خیرات کرے گا۔ (تبلیس ابلیس)

### حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کی صلہ رحمی

عبد جابیت میں عام خیال یہ تھا کہ صدقہ و خیرات صرف فقراء و مساکین کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے وہ صدقہ دینے وقت اقارب کو نظر انداز کر جاتے تھے جب سے پہلے مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دقیق عقدہ کی گرہ کشائی کی کہ اپنے اعزہ و

اتقارب کی اعانت کرنا سب سے بڑا صدقہ ہے۔ صحابہ کرام آپ کی تعلیم کے بموجب اپنے اعزہ و اقارب کی دل کھول کر امداد کیا کرتے تھے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اپنے اقرباء کے ساتھ جو فی سبیل کیوں اس کی وجہ ان کی غیر معمولی سادگی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ اعدائے دین نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت عثمان بن عفان بیت المال سے اپنے اعزہ کو بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عثمان بن عفان بڑے عود بڑے مالدار تھے۔ وہ اپنے مال سے اقرباء کی امداد کرتے تھے لیکن ان سب کی امت افتخارِ اہل بیت کی بات کی تشریح کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے قرابت داروں کی امداد کیا کرتے تھے ایک مرتبہ غیر نسبی اللہ عبیدہ بن جراح نے حضرت فاروق اعظمؓ کو ایک ریشمی بوڑھ عطا فرمایا تو انھوں نے اس کو اپنے ایک مشرک رشتہ دار کے پاس جو مکہ معظمہ میں اقامت گزیر تھا۔ بھیج دیا۔ (بخاری و ابوداؤد)

### حضرت میمونہ کا لونڈی آزاد کرنا

اُمّ المومنین حضرت میمونہ بنت حارثہ سے مروی ہے کہ میں نے عہدِ نبوی میں فی سبیل اللہ ایک لونڈی آزاد کی اور پھر حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فکر کیا کہ میں نے لونڈی آزاد کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آزاد کرنے کی بجائے اپنے ماموں کو دے دیتی تو بہت زیادہ ثواب پاتیں بخاری و مسلم اس سے معلوم ہوا کہ برادرِ پرور ہی کا ثواب لونڈی غلام آزاد کرنے سے بھی زیادہ ہے۔

### شومبر کو صدقہ دینے کا ثواب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی محترمہ زینبؓ ایک مالدار خاتون تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا اے گروہِ خواتین! صدقہ دو اگر چہ اپنے زلیخوں سے ہو۔ اس کے بعد میں آنحضرت کی مجلس سے واپس گھر آئی تو اپنے شوہر عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ تم ایک مفلس اور تنہا دست آدمی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے تم گستاخانہ



نبوت میں حاضر ہو کر دریافت کرو کہ اگر بھیدی اپنے ناشائستہ بھروسے کی اولاد پر تصرف کر سکتا  
کیا اس کے لیے یہ صدقہ کفایت کرے گا۔ اور اگر اکتانہ کرے تو میں تمہارے سے سو اکسی  
درہم نقد پر مال خرچ کروں۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ میں تم خود ہی جا کر دریافت کر دو  
میں کئی تو حسن اتفاق سے آستان مبارک پر ان غرض کے لیے ایک انصاری عورت  
بھی موجود تھیں۔

حضرت زینب زکاء بینہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت بڑی  
پر محبت تھی۔ اس لیے حاضر ہو کر پچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اتنے میں بلاشبہ تہ مبارک  
سے نکلے۔ ہم نے ان سے کہا کہ تہ حضور انور سے کہو کہ دروازے پر وہ عورتیں یہ دریا  
کرنے کے لیے کھڑی ہیں کیا اپنے شوہروں کو اور مستحبوں کو جو ان کی پرورش میں ہیں صدقہ  
دینا کافی ہے؟ لیکن حضور کو یہ نہ بتاؤ کہ ہم کون ہیں۔ بلاشبہ اصرار کیا اور حضور سے اس  
نفاذ کر کیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ عورتیں کون ہیں؟ ہمارے سے کہا یا ابوبکر عبداللہ  
بن مسعود یہ کی بھیدی زینب ہیں اور دوسری ایک انصاری خاتون ہیں۔ آپ نے  
فرمایا جا کر ان سے کہہ دو کہ شوہروں کو صدقہ دینے میں تم کو دو ہزار سو گنا ایک ترازو ملی

کا اور دوسرا صدقہ دینے کا (بخاری و مسلم)  
ابو طلحہ کا اپنا بار غم افار رب پر تقسیم کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان ہے کہ باغات خرمائی ملکیت کے اعتبار سے ابو طلحہ انصار  
میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کا سب سے محبوب مال میرا تھا جو مسجد نبویؐ کے  
سامنے تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حُبَبْتُمْ (تم غیر  
کامل کو ہرگز حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی محبوب چیزیں راہِ خدا میں خرچ نہ کرو گے) تو  
ابو طلحہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! حق تعالیٰ نے آیت  
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا فرمائی ہے۔ میرا عزیز ترین مال میرا ہے۔ وہ راہِ خدا میں  
تصدقہ کرتا ہوں۔ آپ جہاں مناسب خیال فرمائیں اس کو خرچ کریں۔ آپ نے ان کی  
تعمین کی اور فرمایا شاباش شاباش۔ یہ تمہارا بہت نفع بخش مال اور میرے نزدیک منانہ

ہے کہ اس کو ایٹم قرار دینے میں تقسیم کر دو۔ ابو جعفر نے اس بارے میں کلمات فرمائیے ہیں اور  
اپنے چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ جبری و مسلم

اہم آدمی نے اس حدیث کی تائید میں کہا کہ یہ فقہ حنفیوں کی نسبت مزیدوں  
اور قرابت داروں کو دینا افضل ہے۔ جب خویش و اقارب محتاج ہوں اور جب قرابت  
فریب کے لوگ نہ ہوں تو بعید کے رشتہ داروں کو دینا جائز ہے کیونکہ ابو طلحہ نے وہ بارے  
آئی ہوں کہ جب یہ اور رحمت اس میں تائید کو تقسیم کیا مالا مال وہ دونوں ان کو ساتویں دوا  
میں جا کر ملے تھے۔

### امامت المؤمنین کی خویش پروری

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش بڑی دیارمی ست اپنے خویش و اقارب  
کی مدد کیا کرتی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ان کی نسبت فرمایا کہ میں نے  
نبی سے سنا کہ وہ دینار دینا دے پھر پھر کار نہ باندھتا۔ راست گو اور نہ پادہ حملہ نہ ہی کر سکتا  
اور کئی خاتون نہیں دیکھی۔ مسلم کتاب الفضائل باب مرثیہ امیر المؤمنین حضرت  
عمر فاروقؓ نے ان کو ان کا سالانہ لینے کی مقدار بتا دی۔ پھر انہیں چھانوہنوں سے پکائی  
رہم اپنے مزینوں کو تقسیم کر دی۔

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ سے اپنا گھر اپنے چچا زید بن خطابؓ کی بیٹی کو عہد کر کے  
دیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کے اپنے ایک بھائی بشتہ دار کے لیے ایک  
جہاد کی وصیت کی تھی اور اس کا بیٹا بشتہ دار کا بیٹا تھا۔

### حضرت اسماء رضی کی قبیلہ پروری

حضرت اسماء ذات الانعامین بنت امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہا  
اپنے اقرباء کی اساد پرورش میں خاص امتیاز رکھتی تھیں۔ انہیں امیر مدینہ کی طرف سے  
ایک لاکھ کی رقم بھیجی گئی تو انہوں نے یہ ساری رقم اپنے بھتیجے قاسم بن محمد اور ابن ابی  
عقیق پر یہ کر دی۔ ان کی چھوٹی بہن ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ان سے پہلے مدینہ  
عالمہ ہوا تھا اور انہیں اور حضرت اسماءؓ نے ان سے ایک جہاد وراثت پائی تھی انھوں

نے یہ جائیداد بھی ان دونوں کو دیدی (بخاری کتاب الہبہ) ان کی فیاضی صرف مسلمانان اقرباء کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ کافراقارب کے ساتھ بھی یہی مراعات تھیں۔ حضرت صدیق کبیرؓ نے محترمہ اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ کو اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔ ایک مرتبہ ان کی والدہ مدینہ منورہ گئیں اور ان سے مالی امداد کی طلب گاری ہوئی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہاں پر حاضر ہو کر عرض پیر ہوئیں یا رسول اللہ! میری ماں مکہ سے آئی ہے وہ اسلام سے بیزار ہے۔ ایسی حالت میں میں اُس کی کچھ امداد کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی ماں کی مالی امداد کی (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

## فصل ۲۸

## عالم مسلمانوں کی حالت

ہم ان کی ترقی کا اور بلقن اصول اور انہماک کو مقتضایہ ہے کہ تمام انسانوں کے حقوق مساوی ہوں۔ لیکن اسلام سے قبل تک، یہ دنیا کسی ملک اور کسی قوم میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ تعزیرات کے متعلق دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ مذہب قوموں کا طرز عمل یہ تھا کہ مجرموں کے مرتبہ اور درجہ کے لحاظ سے سزائیں دی جاتی تھیں۔ مثلاً ان میں سے ایک ہی جرم کی سزائیں مختلف ہوتی تھیں یعنی جبرانی جنیت اور درجہ کے لحاظ سے سزا جاتی تھی۔ مثلاً موت کی نیا دیوڑھی بعض قوموں میں قریباً ایک صدی پہلے سے پڑتی ہے۔ بلقن اسلام میں چودہ سو سال پہلے ہی یہ اصول قائم ہو چکا تھا چنانچہ رب العزت عزائم نے اپنے کلام میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا خَلَقْتُم بَنِينَ  
ذَكَرُوا نَسَبَهُمْ وَجَعَلْتُمْ شُعُوبًا  
وَقَبَائِلَ لِّتَعَارَفُوا إِنَّ الْأَكْرَمَ  
بِشَرِّ اللَّهِ أَكْرَمُ

نوگذاہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اس غرض سے تعاست کہنے اور نسبے ٹھہرائے کہ ایک دوسرے سے پہچانے میں لیکن خدا کے نزدیک سزا و کرم وہ ہے جو حق ہو۔

شعار ہو

یہ صرف الشاطنہ تھے بلکہ اسلام کا نظام اسی اصول پر قائم ہوا اور دین حنیف نے اصول مساوات کی بنا پر تمام فرقے مٹا دیے۔ کفار قریش جن کے غور کا یہ عالم تھا کہ خود ہمد میں انھوں نے انصار کے مقابلہ سے محبت اس بنا پر انکار کر دیا تھا کہ انصار رشتہ پیشہ لوگ ہیں اس لیے انصار پر ہاتھ اٹھانا بھی ان کو عار ہے۔ وہ قبول اسلام کے بعد حبش اور ایران کے زبرد غلاموں کو اپنا بھائی سمجھنے لگے۔

ہو گیا اور یہ سب بے تمام قریش کے سردار پہنچ گئے۔ ورجن کو خود ہوائ  
مسلم لڑے حبیبہ و سلم کے سر پر۔ کتابیں جو تے کاہ جونی تے مشرف ہا تمام ہونے کے  
بعد انھیں بالائے ارض تھیں گے کا جو مرتبہ ذکر بہا بیٹا، حالانکہ یہ دونوں نہ تھے یہ بھی تمام تھے  
اور ساری تھیں سے اول الذکر تو سیاہ تمام جھنکی تھے۔

جبکہ بنی اہم عرب کا مشہور فرمانروا تھا۔ اس نے قبول اسلام کے بعد پاکہ ایک  
عامی مسلمان کے مقابلہ میں اس کی عزت و اہمیت میں تباہی کی۔ تے ہیں نہ صرف تے  
اعظم رضی اللہ عنہ نے جو اسلامی تعلیمات کی اصحاب اور سچی تسمیر تھے اس کو کوارانہ فرمایا  
اور وہ اسی ضد پر مرتد ہو کر روم کو بھاگ گیا اور بیسیانیوں میں بھاگا۔

خود امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب تمام ہ سفر کیا اور بیت  
المقدس میں داخل ہوئے تو ان کا عدم اور نہ یہ سوار تھا اور خود نمایندہ راشد کہہ تے ہیں  
اور نہ کی مہارتھی۔ تا لاکہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام لوگ نمایندہ اسلام کی شوکت و مجاہد کینے کے  
لیے گھروں سے نکل آئے تھے۔



نہ نافرمانی پر غصہ آئے گا اور وہ اس کا انتقام لے گا۔ بلکہ اس کی مثال یہ ہے کہ ہمہ شخص  
 چوٹی سے اخلاط نہ کرے گا اس کے اولاد نہ ہوگی۔ اسی طرح اطاعت و معصیت  
 کی وجہ سے قیامت میں ہر ثواب و عذاب ہوگا۔ اس کی بعینہ یہی مثال بت۔ پس یہ  
 سوال کرنا کہ گناہ سے عذاب کیوں ہوگا تو باریہ سوال کرنا ہے کہ زہر کھانے سے جان ار  
 کیوں مر جاتا ہے ؟



## فصل ۵۰

## عصبیت اور حمیت چاہا بہت

دنیا میں اپنی قوم اور برادری بہ شخص کو عزیز ہوتی ہے۔ حتیٰ پر بود یا ناپنی لوگ اپنی ہی قوم اور برادری کا ساتھ دیتے ہیں۔ لیکن اسلام نے اس عصبیت کو اسی تک بانہ رکھا ہے کہ ہماری ایک اپنی قوم کا نام دے مقلدی نہ ہو اور جب قوم شیوہ جو رجفا اختیار کرے اور بندہ ان نسا پر نقد ہی دراز کرنے لگے تو قوم اور برادری کا ساتھ دینا حرام اور معصیت ہے۔

ایک صحابی نے حضور سید العبادات صلی اللہ علیہ وسلم سے اندرش کی یا رسول اللہ! اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی عصبیت میں داخل ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ عصبیت یہ ہے کہ انسان ظلم و سب سے دیکھ کر اپنی قوم کا مددگار نہ رہے۔ ابو داؤد و ابن ماجہ اس طرح کا معمول تھا کہ ایک قبیلہ دوسرے سے قبیلہ کا ہم قسم ہوتا اور حق و ناحق میں ایک دوسرے کا مددگار رہتا۔ حضور خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نکتے میں فرمایا کہ یہ عصبیت کی قسم کو پورا کر و لا سلام اس قسم میں انصاف ہی کا باعث ہے اور اسلام میں صفت کو پیدا نہ کرو اور نہ ہی یہی دینی اسلام میں کفر کے صفت اور عہد و بیعت کا لائق اعتبار نہیں رہا البتہ مظلوم کی امداد اور حق کی تائید کرنے میں اسلام سب سے پیش پیش ہے۔

اور فرمایا تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنی قوم سے ظلم کو دفع کرے جب تک کہ اسے با طرف داری کر کے گنہگار نہ ہو (ابو داؤد) اور فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت کی طرف بلائے کہ باطل پر اس کی حمایت کریں اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنا پر رزم خواہ ہو اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے (ابو داؤد)

## فصل ۱۵

## غزوہ و غزوات

## کبر و غرور کا مندرجہ اولیٰ

انسان کے دل میں بہت سی وصفیات ہوتی ہیں جن میں سے کبر و غرور ایک ایسی ہی وصفیات میں سے ہے۔ کبر و غرور انسان کو دنیاوی کاموں میں بہت سی کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ لیکن یہ بھی انسان کو دنیاوی کاموں میں بہت سی ناکامیوں سے بھی نوازتا ہے۔ کبر و غرور انسان کو دنیاوی کاموں میں بہت سی کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ لیکن یہ بھی انسان کو دنیاوی کاموں میں بہت سی ناکامیوں سے بھی نوازتا ہے۔ کبر و غرور انسان کو دنیاوی کاموں میں بہت سی کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ لیکن یہ بھی انسان کو دنیاوی کاموں میں بہت سی ناکامیوں سے بھی نوازتا ہے۔

## جہلی عرب کا کبر و غرور

جہلی عرب کا کبر و غرور اس وقت تک تھا جب تک کہ ان کے فخر و غرور کی نظیر نہ ملے۔ دنیا کی کسی قوم میں نہ ملے گا۔ عرب کے لغوی معنی فصیح اللسان اور زبان آور کے ہیں۔ چونکہ اہل عرب اپنی فصاحت اور زبان آوری کے سامنے دنیا بھر کو ہیج سچھتے تھے اس لیے انہوں نے اپنا نام تو عرب یعنی فصیح اللسان رکھا اور دوسری قوموں کو عجمی کہہ دیا۔ ان کے نام سے موسوم کیا۔ اس سے معلوم ہوگا کہ کبر و غرور جہلی عربوں کی بہت سی باتوں میں داخل تھا اور ان کی قوم کی فخر و غرور ہی کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھی۔

آنحضرت کا تفریق مٹانا اور اخوت و مساوات قائم کرنا۔

شیخی اور برتری کا ایک شعبہ امتیاز مراتب کا سنی ہے۔ پائندہ ہونا بھی ہے۔ دینی مقام

قوموں و تمام مذاہب و مذہبوں کے لئے۔ دنیا کو مختلف و متنوع میں منقسم کر دینا۔  
 انسان کے ساتھ کسی کو پس و پیش و پامال کی باتیں نہیں ہوتی تھیں۔ صرف اور صرف ان میں اختیار کی دیوار  
 نہ تھی۔ نہ مذہب و تقویٰ کی جڑیں کا خیال نہ ان میں نہیں تھا۔ نہ کتا تھا۔ یہاں جب وہ یہ کہ مومن و غیر  
 مومن کے ساتھ یہ وہ تمام نعمت و کرم و شرف و کرامت کے لئے قدم و ہاتھ دے دیتے تو ان کی  
 نے اس تمام انفرادی و عوامی باتوں کا تذکرہ کے دیکھ کر و نہ اور کچھ مومن و غیر مومن و  
 مساوات کو بغیر ہم دے کر زخمی دیوں کو لے لیں۔ چنانچہ ان کا رد و انکار ہوا۔

### آقاییپہل اور شام سوار

ایک دفعہ سوار محمد علی شاہ۔ جو مسلم چارٹر کے درم میں اونٹ سوار باغ تھے۔  
 عقبہ بن عامر صحابی بھی رہا تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا آقا اب میری بجائے تم سوار ہو  
 لو۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں اس سو ادب و اس طرح میں تکب ہو سکتا ہوں کہ نصیب  
 پیادہ اور میں نہ ہوں۔ آپ نے وہ بارہ کہا۔ اب تو یہ راغشاش امر کے خلاف تھا۔ آپ نے  
 اپنے سے اعلیٰ حضرت عقبہ سوار ہو لیے۔ (نسائی)

### مزدور کی طرح مشقت برداشت کرنا

صحابہ کرام و پیغمبر کی کوئی قوم اس تمام امر پر اجماع و ہمت تو پیشوا تھے امت مسلمہ علیہ السلام  
 بھی ایک عام انسان کی حیثیت سے اس میں شریک ہوتے۔ جب سیر و سفر میں مسافر بن جاتے  
 تو تھک و تھوڑے ہوتے تو اس میں آپ بھی دوسرے فدایان ملت کی طرح ہر غصہ و غریب نہایت  
 آپ ہی۔ اس کی طرح پیچھے اٹھا کر لے جاتے تھے۔ صحابہ و ان کے تھے یا رسول اللہ  
 ہماری رہنمائی و رہنمائی۔ آپ کیوں نہ سمجھتا۔ فرما دیتے ہیں کہ میں اپنے کام سے دست بردار  
 نہیں ہوں۔ تھے انکار نہ ہو۔ خود آپ میں بھی جب تمام جوان ہمارے شہر کے رہنے والے  
 غریب و کمزور تھے۔ آپ بھی ان کی مزدور کی طرح تھے۔ وہاں کار و کھار تھے۔ یہاں  
 نہ تھک و تھوڑے نہ تھے۔ یہاں کی تھک و تھوڑے تھے۔ یہاں کی تھک و تھوڑے تھے۔

### قیام انظیمی کی ناپسندیدگی

حضرت ان کے بیان میں ہے کہ اس زمانہ میں جو اس وقت کے اسلامی دنیا میں یہ وہم کی حالت

گزشتہ سہ زیادہ دین میں کرنی محبوب نہ تھا یہ سب اس کے وہاں آپ کو دیکھ کر کہتے  
نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کو رہنے نہیں فرماتے (ترمذی)

عشاء کے فرمایا جسے کہ آنے والے کے لیے کھڑا ہونا ممنوع نہیں۔ البتہ قیام  
کے بعد بیت کی طرح کھڑے رہنا پسند۔ یہ ہے۔ ایسے میں دستور تھا کہ جب حاکم وقت  
کا دربار لگتا تو ماتحت عملہ سینوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا رہتا۔ لیکن آپ کو ایسا کرنا ناگوار تھا  
چنانچہ فرمایا کہ جو کوئی اس بات کا متمنی ہے کہ لوگ اس کے سامنے تعظیم سے کھڑے  
رہیں۔ اس کو اپنی جگہ جہنم میں تلاش کرنی چاہیے۔ (ابوداؤد و کتاب الادب)

مسلم فرمانروائی کے لیے نفسی

خلافت راشدہ کے بعد ممالک اسلام کے سب سے پہلے ملین العنان فرمانروا  
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ صحابی ہونے کے علاوہ اہم المومنین اور امت حبیبہ کے حقیقی  
بھائی تھے۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان  
ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ کہنے لگے دونوں بیٹھ جاؤ لیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جو کوئی اس بات کا متمنی ہو کہ لوگ اس کے لیے قیام  
کریں اور بیت کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کرے (ترمذی) اصحاب  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی زینب رضی اللہ عنہا اور بے نفسی تھی کہ جلیل القدر بادشاہ ہونیکے باوجود  
منشائے شریعت کے خلاف ممدائی سی بھی تعظیم پسند نہ کی۔

فقراے صحابہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عذرخواہی

حضرت خیر الامام صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں امیر و غریب، سفیر و کبیر آقا و غلام  
سب برابر تھے اسلام نے سب کو ایک درجہ بخشا ہے۔ کوئی شخص ذات اور نسب  
کی وجہ سے دوسرے سے بڑا نہیں۔ البتہ تقویٰ اور پرہیزگاری ایک ایسا وصف ہے جس  
کی بدولت انسان غیر تقیوں سے افضل ہو جاتا ہے گو تقویٰ کے بھی مدارج ہیں۔  
حضرت سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم اوائل میں غلام رہ چکے تھے لیکن اسلام نے ان  
کو قریش کا ہم پايہ بنا دیا تھا۔

ابو سفیان (معاذہ اللہ) کے بعد قبولِ اسلام سے پہلے، مدینہ منورہ میں حضرت سلمان  
 مسیبؓ، بلالؓ اور چند دوسرے صحابہؓ کے پاس آئے۔ یہ حضرات ابو سفیان کی موجودگی میں  
 آپؐ میں کھنے کے جیتے تھے، کہ خدا نے برتر کی کسی تیار نہ کیا تھا اس دشمن خدا کی اردن  
 نہیں اڑائی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ یہ ابو سفیان کی استنالتِ خاطر کے خیال سے افراتے  
 تھے کہ یہ تم قریش کے اس سردار کی نسبت کہہ رہے ہو، اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ بارگاہ  
 نبویؐ میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس پر شدید تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: اس ابو بکرؓ کا  
 آپؐ نے اس قول سے ان حضراتِ سماں وغیرہ کو شتم آلود کر دیا ہوگا۔ اور ایک روایت  
 میں ہے کہ اگر آپؐ نے ان کو تانوش کیا تو یقیناً حق تعالیٰ ان کو شکست دے گا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ ان حضرات سے اس (عذرِ شہابی) نہ بیت (تذلیل) لائے  
 اور فرمایا: بھائیو! میں دینتوں کہ میں نے یہ سراسر کونا خوش اور نہ ہر دہا ہے۔ افضل  
 سے کہا بھائی! خدا نے تعالیٰ آپؐ کو بیش از حد عطا کیا ہے۔ (مسلم)

امیر المومنین عمرؓ کا قتلِ اسی کے صحابہ کو صحتِ دین، قریش سے پہلے باریا سب کرنا  
 اسلام نے نکلادے اور دوسرے ان کے صحابہ کی مملکت کو تیرہ بند کر دیا۔ اس  
 کو ان واقعہ پر قیاس کر لیا یا سچ لکھا یا کہ مرتبہ ابو سفیان، عاصہ بن ہشام اور قریش کے  
 چند دوسرے سردار امیر المومنینؓ کے قتل کی وجہ اختلاف میں تھے اور ان کے قتل  
 کی اعانت یہی۔ بعض مبریٰ صحابیوں نے بھی اعانتِ امیر المومنینؓ سے پہلے ہی کو  
 ان میں حضرت مسیبؓ، بلالؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ کی توجہ سے پہلے  
 شرفِ باریابی بخشا۔ ابو سفیانؓ پر بھی کلمہ سے پہلے ان کا قتل قریش کے سب سے بڑے سردار  
 تھے اور ان کے طرف سے سب سے بڑی عزت تھی۔ عید و منہر کے خلاف، ان کے قتل سے  
 تھے ان کے خلاف ہیں اب تک۔ عید و منہر کے خلاف، ان کے قتل سے پہلے ان کے  
 ساتھ یہ کہنا شروع کیا گیا تھا کہ یہ سب سے بڑے دشمن تھے، ان کے قتل سے پہلے ان کے  
 باہر بیٹھے انگریزیاں لیتے ہیں۔

حضرت سفیانؓ کو بھی جو زیادہ ان قریش میں سے تھے ان میں موجود تھے وہ تھے

گے تمہارے چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں ہیں۔ لیکن تم لوگوں کو خود اپنے تئیں ملامت  
 کرنی چاہیئے۔ اسلام نے سب کے ساتھ تم لوگوں کو بھی فیول حق کی دعوت دی تھی۔  
 لیکن یہ غریب و مسکین، اس کے بڑھ گئے اور تم پیچھے رہ گئے (اسہ الغابہ تذکرہ ۲۰۲) میں ہیں

(عمر درضا)

کبر و غرور کی برائی و مذمت

فخر و غرور کی برائی میں بہت سی حدیثیں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔ آپ نے فرمایا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کبریا کی میری پادشہ اور عظمت میری ازار ہے۔ پس جو کوئی مجھ سے کسی ایک کچھ سے زیادہ کوشش کرے گا (یعنی کبریا کی عظمت کا مدعی ہوگا) میں کو ہتھم و سلا کر کے جہنم میں لے گا۔ (مسلم) اور فرمایا تاکڑ کرنے والوں کا خستہ رتچہ نسیوں کی مانند ہوگا۔ ان چونتیوں کی تنکھیں مردوں کی مٹی ہوں گی۔ ان کو ہر ہفتہ میں ذات و رسوائی ڈھانکا جائے گی۔ وہ دوسرا رخ ایک ایک دیہ خانے کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔ جس کا نام کوشش ہے۔ ان کو سب سے بڑی آگ لکیر لے گی اور اہل کبر کو دوزخیوں کے نشاں کی سیسپ پلاں تباہی کی۔ جن کا نام طینۃ الخبال ہے (ترجمہ)

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا لوگو! فرشتے امتیاز کر دیں  
نئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے کے لئے۔ خدا نے جس کسی نے اللہ کے لئے  
قوانع و خاکساری اختیار کی۔ اللہ اس کا مرتبہ بڑھاتا ہے۔ ایسا شخص کو اپنی نظر میں مقید کر  
لیکن لوگوں کی نظر میں عظمت ہے اور جو کوئی کبر کرے اللہ اسے عزیز اس کو پسند کرتا  
ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں حقیر اور اپنے زعم میں بڑا ہے یہاں تک لوگ اسے  
کتے یا خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں۔ ویسی فی فی شعب الثایمان

اور فرمایا تین چیزیں عذاب سے نجات دلائے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ نجات دلائے والی چیزیں یہ ہیں۔ ۱۔ سنا بیہ اور دیر دہ خدا سے ڈرنے رہنا (۲) سچی بات کہنا لوگ خوش ہوں یا ناخوش (۳) فراخ دستی اور نہ داری دواؤں حالتوں میں

میانہ روی اختیار کرنا۔ اور بین ہلاکت آفرین امور یہ ہیں (۱) انسانی غائبشات کی پیروی کرنا۔ (۲) حرص کی فرمانبرداری کرنا اور (۳) خود پسندی اور گھنڈہ لوگوں کے تمام خصلتوں سے بدترین خصلت ہے۔ (بیعتی فی الشعب)

سعدی شیرازی کا بیان  
شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں۔

مرا پیر دانا تے روشن شہاب دو اندوز فرمودہ بروئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود میں مباش دوم آنکہ بر غیر بد میں مباش

مجھے پیر روشن ضمیر شیخ شہاب الدین شہروردی نے کشتی میں بیٹھے بہتے دریا میں کہیں ایک یہ کہ اپنا اور پر غور نہ ہوتا۔ دوسرے غیروں کو بڑا نہ سمجھنا  
تحقیق مسلم

اور فرمایا حق تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ تواضع و فروتنی (یعنی عاجزی) اختیار کر۔ یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے (مسلم) اور فرمایا کہ وہ شخص بہشت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں رائی بھر جی کہہ وغیرہ ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی پوشش اچھی ہے اور پالوش اچھی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جیل ہے۔ حسن و جمال کو پسند کرتا ہے۔ کبریہ نہیں بلکہ کبر حق کو باطل کرے اور لوگوں کو حقیر بنائے گا نام ہے (مسلم)

مولانا اشرف علی تھانوی رقم فرماتے ہیں کہ کسی فریدی یا دینی کمال میں اپنے کو با اختیار خود دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھیں تو یہ حرام و معصیت ہے اور اگر بلا اختیار اپنے کسی کمال کا خیال آگیا تو معصیت نہیں۔ لیکن اگر اس کے بعد اس خیال کو با اختیار خود اچھا سمجھنا چھانہ سمجھنے کے باوجود با اختیار خود اس کو باقی رکھا تو یہ حقیقت کبر کی ہو جائے گی اور اگر خود کو کسی شخص واقعی بڑی چھوٹی کا اس طرح معتقد ہو کہ دوسرے کو ذلیل نہ سمجھے تو نہ کبر نہیں جیسے ہیں برس کی عمر والا دواہن کے بچے کو سمجھ کر یہ عمر میں مجھ سے چھوٹا ہے یا صلیہ پڑھنے



والا نچوڑھنے والے طالبِ علم کو سمجھے کہ یہ پڑھائی میں مجھ سے کم ہے یا ایک عالمِ ارادہ کی مسکین کو سمجھے کہ مجھ سے مال میں کم ہے مگر اس کو تنبیہ نہیں سمجھتا تو یہ کبر نہیں۔

البتہ اگر یہ تفاوت واقع کے خلاف ہو تو البسا اعتقادِ کذب ہو گا مگر کبر و کذب متضاد ہیں۔ حقیقت کبر کا علاج یہ سمجھنا ہے کہ (۱) گو میرے اندر یہ کمال ہے مگر یہ عطیہ خداوندی ہے (۲) یہ عطا کسی استحقاق سے نہیں، مگر بہت احمدرحمہت ہے (۳) اس کی بقا میرے اختیار میں نہیں۔ خدا سببِ پیا ہے سببِ کر ہے وہم، گودہ سرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں مگر فی المال ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اُس کو یہ کمال اس درجہ حاصل ہو جائے کہ میں اس کمال میں اس کا محتاج ہو جاؤں۔

## فصل ۵۲

## غزوہ نسب

## عہد کفر کی چار یادگاریں

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار شمشیں عہد کفر کی یادگار ہیں۔ ذات پارت پر غزوہ۔ دوسروں کی ذات اور نسب میں طعن۔ نزولِ جہان کو ستاروں کی تاثیر قرار دینا۔ اور شیون و نوحر گری (مسلم)

جس طرح ہندوؤں میں بڑی اور چھوٹی ذاتیں ہیں۔ برہمن اپن تیس تمام غیر برہمن ہندو سے قافلوں پر تراتے ہیں۔ کٹری شوروں کو سخت ردیل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح عرب کے ایامِ جاہلیت میں بھی اعلیٰ و ادنیٰ قوموں کا امتیاز تھا۔ اہل نسب کے قبیلے دوسروں کو سخت ذلیل خیال کرتے تھے۔

## مصر میں ذات پارت کی کوئی قیہ نہیں

مصر۔ ن دستن میں ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی نسب اور پیشہ کے لحاظ سے ذاتیں بنالیں اور عام طور پر شادی بیاہ میں ذات پارت کا لحاظ رکھا جانے لگا۔ لیکن اسلام نے ہر مسلمان سے ازدواجی تعلق جائز رکھا ہے۔ دین حنیف نے توفیق الی کے بغیر آل رسولؐ کو بھی کچھ قابلِ فخر و امتیاز تسلیم نہیں کیا۔ بنو فاطمہ نے پاکستان اور ہندوستان میں سید کا لقب اختیار کر رکھا ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خنیں رخ کے متعلق سید شباب اہل الجنۃ و حسن و حسینؑ جہانِ بہشت کے سردار ہیں فرمایا تھا۔ ورنہ حدیث فقہ یا تاریخ سے لفظ سید کا کوئی اور ماخذ ثابت نہیں ہوتا اور یوں تو عرب میں تعیناً سب کو سید اور سیدی کہہ دیتے ہیں۔

حسب بیان پروفیسر صائم مصر میں ذات پارت کوئی چیز نہیں۔ لڑکی کا آرام دیکھتے

میں اور شادی کر دیتے ہیں۔ یہ چیز ہم میں ہندوؤں سے آئی ہے اور اسلام میں بدول  
کافائے ہی نہیں ہے۔ چونکہ وہاں ذات پات کے جکڑے نہیں ہیں اس لیے کوئی شخص سید  
بنتا ہے نہ شیخ۔ (سفرنامہ صادم صفحہ ۸۷)

### اسلام کی مساوات پسندی

فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے قومی و طہارت کو انسان کا اصلی شرف قرار دیا  
ہے۔ رب العالمین نے بھی آپ کے بیان کی تائید میں فرمایا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ  
(تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) اگرچہ خلافت و حکومت  
نے خلفائے راشدین کو اس شرف سے بھی ممتاز کیا تھا جو اعلیٰ خاندانوں کا ذریعہ کبر و غور تھا  
تاہم اسلام نے دینداری اور عبادت اخلاق ہی کو انسان کا اصلی بوجہ اور شرف قرار دیا ہے۔  
امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کا حقیقی ماتہ شرف اس کی پرہیزگاری اس  
کا دین۔ اُس کی مروت اور اس کا خلق ہے۔ اسی بنا پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچ جانشین  
اپنے آپ کو ترم سلطانوں کے برابر سمجھتے تھے اور ان سے براہ و مساویانہ سلوک کرتے  
تھے۔

خود ذاتِ بابرکات سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات اور پشت کے تمام  
اقتیاز اٹھا دیے اور شرف انسانی اور شرافت قومی کا مدار دین اور عمل صالح پر رکھا۔ چنانچہ  
اسی اصول کے ماتحت آپ نے حضرت زینبؓ بنت جحش کو جو آپ کی بہو بھی زاد بہن تھیں اپنے  
خزینت یافتہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہ دیا تھا

### امیر المومنین کا رتبہ عام سپاہیوں کے برابر

اسلام نے اہم وقت، امیر المومنین یا سپہ سالار کو عام سپاہیوں کے برابر قرار دیا ہے  
امام کا حصہ اونے سپاہی سے زیادہ نہیں ہے۔ مسجد میں سلطان اور ادنیٰ غریب نمازی میں کوئی  
امتیاز نہیں۔ اگر غریب و مسکین ٹاٹ کے بورے پر نماز پڑھے گا تو سلطان بھرور کو بھی اسی  
کے ساتھ اسی بورے پر پڑھنی ہوگی۔ اسلام نے اپنے قائد اعظم کو اتنا امتیاز ضرر نہ بخشا ہے کہ  
مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے کوئی چیز بجا سے پسند آئے مثلاً غلام یا گھوڑا یا ہتھیار اپنے لیے

علیحدہ کر لے۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں صفی کہتے ہیں۔ اس کے ماسوا امام کو کوئی تیار  
و برتری حاصل نہیں۔

دنیا کے محسن ائمہ بنی اللہ علیہ وسلم نے صفی سے بھی کبھی شاف و نادری فائدہ  
اٹھایا۔ اور صفی تو بڑی بات ہے۔ آپ نے غزوہ ہند میں کب ہما خیمت میں سے  
ایک جبرہ اور کوئی ادھنہ بھی نہ دی۔ حالانکہ آپ کے تمام رفقاء یہاں سے خوب مالامال  
ہو کر لوٹے تھے۔ خصوصاً ان مسلمانوں اور مؤلفہ القلوب و گول کو تو آپ نے خوب  
بھال کیا تھا۔

### معزز اور کم حیثیت سے یکساں سلوک

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے چھوٹے کو ایک نظر سے دیکھتے تھے اور سب سے  
یکساں و مساوی سلوک فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دو شخص مجلسِ مبارک میں  
حاضر ہوئے۔ ان میں ایک معزز اور دوسرا کم حیثیت مازاجات تھا۔ معزز صاحبِ پھینک  
آئی تو انہوں نے حکم شریعت کے بموجب الحی اللہ نہ کہا۔ اتفاق سے دوسرے صاحب  
کوڑھی چھینک۔ آئی تو انہوں نے الحمد للہ کہا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے  
جھامس میں نہ ٹکایا۔ اللہ رب العزت سے سب سے اس اختیار کا شکریہ ادا کرنے پر آمادہ اس  
نے خدا کو یاد کیا۔ جس سے بھی کہا اور خدا نے قدوس کو بھلا دیا تو میں نے بھی تمہیں بھلا دیا۔  
راوی المخر و امام بخاری

آپ قہماس بن آقا اور غلام میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ آپ نے  
فرمایا کہ جو کوئی اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم میں اس کو قتل کریں گے اور جو اپنا  
غلام کی ناک کاٹ یاہی اور عنق کاٹے گا ہم میں اس کا وہی عضو کاٹیں گے (ابو داؤد)  
غریبوں کا حسب و نسب پر غور

غریبوں کے غرور کا حسب سے بڑا ذریعہ حسب و نسب کی برتری کا زعم تھا۔  
اگرچہ حج ایک خالص دینی تقریب ہے۔ تاہم اہل سرب اس موقع پر بھی فخر و غرور کے  
انگھار سے باز نہیں آتے تھے۔ بلکہ مذا سبک حج سے فراغت پانے کے بعد جمرہ کے

قریب مجتمع ہوتے اور اپنے آباؤ اجداد کی بٹانی بیان کرتے اور دوسرے قبائل پر اپنی برتری جتلاتے تھے۔ کلام پاک کی اس آیت میں ان کے اسی فحشانہ طریقہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَإِذْ أَذَقْتُمُ الْمُنَافِقِينَ ذُوقُوا  
اللَّهُ كَيْدَهُمْ إِنَّهُمْ مُدْمِقُونَ  
ذِكْرًا لِّقَوْمٍ أُولِي بَالٍ

پھر جب تم اپنے اعمال جچ پورست کر چکے تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ یہ یاد اس سے بھی بڑھ کر ہو۔

نسب پر مغرور ہونا نادانی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرب کی ذاتوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی اُس وقت بہتر ہیں۔ جب تفتہ یعنی دین میں سمجھ پیدا کر لیں۔ (بخاری و مسلم) یعنی بڑائی یہی ہے کہ انسان تقویٰ پر سیر گزار ہو۔ عادات و اطوار میں نیک ہو۔ عالم دین اور فقیہ ہو۔ الغرض آدمی میں بڑائی علم اور تقویٰ و طہارت کی ہے اور خاندان کی بڑائی پر فخر کرنا اور مغرور ہونا سراسر کم عقل ہونے کی نشانی ہے۔ البواب کو اس کی عظمت نسب نے کچھ نفع نہ دیا اور حضرت بلالؓ کو ان کی غلامی اور حبشیت سے کچھ نقصان نہ پہنچا۔

خداست پات پر فخر کرنے والوں کو انتباہ نبوی

اور فرمایا کہ اپنے باپ داداں پر جو درخشاں کائنات بن چکے فخر کرنے والے اس بڑائی سے باز رہیں ورنہ وہ اللہ عز و جل کے نزدیک اُس کو بریلے و کرم بنجاست) سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے نجاست کی گولیاں بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آباؤ اجداد کا فخر و در کر دیا ہے۔ اب یا تو کوئی مومن متقی ہے یا قاتل بدکار۔ تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے (ترمذی و ابو داؤد) اس حدیث سے فخر نہ کیا جائے کی حرمت اور تفاخر ذات کی برائی ثابت ہوئی اور ظاہر ہے کہ جب تمام انسان ایک ہی باپ آدم علیہ السلام کی نسل ہیں تو پھر ایک کے شریف اور دوسرے کے ذلیل ہونے کے کوئی معنی نہیں۔

## کوئی ذات محفل طعن نہیں

اور فرمایا کہ تمہارے سے ان نسب میں سے کسی پر طعن نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے ایک اور  
دوسرے سے اسی طرح مساوی حیثیت رکھتا ہے جس طرح ایک کھجور کا پتہ دوسرے سے  
ہوتے مسدع کے برابر ہوتا ہے۔ دین اور تقویٰ کی فضیلت کے واسطے کوئی دوسرا  
دوسری حاس نہیں۔ آدمی کو یہی بڑی لغایت کرتی ہے کہ زبان و لہجہ اور رنگ و روپ  
احمد والبیہقی فی الشاہد

یعنی کسی کو نسب پر نہیں درونی ذات پر تیسب دار نہیں اسی طرح کسی کی دینی  
نہیں کہ کوئی اپنے آپ کو دوسرے سے افضل گمان کرے۔ تمام انسان ہوتے ہیں  
بیز۔ اگر ایک ہیں کچھ نقصان بت تو دوسرے سے ہیں بھی وہ نقصان صوبہ دے۔ ہمارے  
اور تقویٰ تعارف نوگ رہے ہوں۔ سے افضل ہیں۔ البتہ زبان و لہجہ اور رنگ و روپ  
میں ہوں۔

## قبیلہ اسلام پر اقرع کا طعن

اسلم، غفار، خزیمہ اور بنو تمیم، بنو تميم اور مدینہ الحبہ کے راستے پر واقع  
تھے۔ اسلام سے پہلے یہ قبیلہ رذیل اور کینے سمجھے جاتے تھے۔ حاجیوں کو لوٹنا ان کا شعار  
تھا۔ ان کے مقابلہ میں بنو تمیم، بنو عامر، اسد اور غطفان محیب و شریف خیال کے جاتے تھے  
جب اسلام ظاہر ہوا تو اسلام غفار، خزیمہ اور بنو تميم، بنو عامر میں داخل ہو گئے۔ کچھ دنوں  
کے بعد قبیلہ بنو تمیم کے سردار اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے۔ لیکن قبیلہ بنو عامر کے  
ساتھ ہی اخل نے اپنے مسلمان ہونے کا احسان بخلایا اور قوم اسلام کی خدمت میں  
کردی۔

آپ نے اقرع سے دریافت فرمایا کہ اگر اسلام غفار، خزیمہ اور بنو تميم، بنو عامر  
اور غطفان سے (عند اللہ) اچھے ہوں تو پھر تو انہیں کوئی خسارہ نہیں؟ اقرع نے کہا نہیں  
آپ نے فرمایا کہ مجھے اسی ذات پر تر کی قسم کہ تمہیں کے قبضہ قدرت میں میری ماوراء ہے اسم

غفار، مزینہ، اور بھنیہ بنو قحیم وغیرہ سے افضل ہیں۔ (بخاری و مسلم)

مفسر کے ارشاد کا یہ مطلب تھا کہ خدا کے نزدیک اعلیٰ و اشرف وہی ہے جو دین اور تقویٰ کی راہ پر چلے اور شہادت و پاکیزگی سے آراستہ ہو۔ گو نسباً دوسروں سے کمتر ہی سمجھا جاتا ہو اور یہ کہ دینداری کے بغیر نسب ہی شرافت بالکل بے حقیقت ہے۔

## دوسرے کے نسب میں داخل ہونے کی حرمت

بعض لوگ بڑا بننے کے لیے دوسروں کے نسب میں داخل ہونے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی شرعاً حرام ہے۔ عہد جاہلیت میں حضرت عباس بن عبدالمطلب، اہم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ربیعہ بن حریث کی یہ عادت تھی کہ جب دوران سفر دور دراز ملکوں میں جاتے اور وہاں کے لوگ پوچھتے کہ تم کون ہو تو یہ فخر اور بڑائی ظاہر کرنے کے لیے کہتے کہ ہم آکل المرار کی اولاد ہیں۔ آکل المرار بنو کنندہ کے بادشاہ کا نام

تھا۔

کنندہ حضرموت (مین) کے اضلاع میں سے ایک شہر تھا۔ یہاں کنندی خاندان کی سلطنت تھی۔ عہد رسالت میں اس خاندان کے فرمانروا اشعث بن قیس تھے۔ تب بنو کنندہ کا وفد اشعث بن قیس کی قیادت میں مدینہ منورہ آکر بارگاہ نبوی میں بارگاہ رسالت پر اشعث رضو کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم بھی آکل المرار کی اولاد ہیں اور حضور بھی اسی خاندان سے ہیں۔ یہ سن کر آپ متحیر ہوئے اور فرمایا تم یہ نسب میرے چچا عباس بن عبدالمطلب اور ربیعہ بن حریث سے بیان کرو۔ اور فرمایا کہ ہم نصر بن نذہ کی اولاد ہیں۔ تم کو اپنے آباء کا نسب بیان کرنا چاہیے اور تم کو اپنے باپ دادا کا (میراثہ) بنیں۔

ظاہر ہے کہ اگر یہ درخواست آپ کی جگہ کوئی غار ساز نہی ہوتا تو دیندہ کے سردار سے بہت بڑھ کر خود بخود ہی کہنا کہ اس نے اس کا نسب بھی یاد کیا ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ہم اس نسب کو بڑھاپہ سے کہتے ہیں۔ جب یہ آپ نے اشعث بن قیس کو سمجھا کہ وہ اس کے نسب کا بیان کرے اور اسے حرام ہے تو اشعث نے اپنی قوم کے آدمیوں سے کہا کہ تم نے اس کا نسب کی نسبت سے اس کو اپنے قبیلہ و ذریعہ کے نسب میں داخل کرنا ہے۔ اس کو بھی کہیں کہ وہ اس کے نسب سے بڑھ کر



## فصل ۵۳

## غیر اللہ سے استمداد اور طلب حاجات

## غیر اللہ سے استمداد کا معمول

قریش اور اکثر عرب مشرکات الہامیہ اور حضرت امیل علیہما السلام کے دین کے متبع تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کوئی دو صدیاں پہلے انہوں نے ہنس پرستی بھی اختیار کر لی تھی۔ اب وہ ایک وقت اسلام لائے گئے بھی پیر و تھے اور بت پرستی کے بعد بھی سوگرا سوس نکو پیدا۔ منہرج مسلک کی ترویج میں خدا کے بڑے فریبدار۔

۲ رَنْ الْبَدَنِ مَسْوَاسٌ  
اِنَّكُمْ بِظُلُمٍ اُولٰٓئِكَ  
الْاٰمَنُ وَهُمْ مُسْتَدْرٰٓؤُنْ

وہ دُک جو ایمان لائے اور ایمان لائے کے  
ایں انہوں سے اپنا ایمان کو ترک نہ کرو  
نہ کیا وہ امن میں رہیں گے اور وہی ہدایت

یافتہ میں۔

(۸۲:۶)

ان کے جدید باطنی طور پر یقینوں میں سے ایک یہ تھا کہ وہ خدا سے استمداد کو چھوڑ کر بتوں اور خیالی دیوتاؤں اور کائناتوں سے استمداد اور طلب حاجات کیا کرتے تھے۔

## شاہ ولی اللہ کا بیان

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھتے ہیں۔

بسم کا نوا ایسے مسنون بخیر کفار کا معمول تھا کہ اللہ کی بجائے دوسروں سے  
اللہ فی شہادۃ من شہادۃ لہ  
وَعَنَّا اَللّٰہُ وَنَسْتَدْرُوْنَ لَہِمْ  
یتوقمون انجلا مفاہدہم  
بسمک اللہ درویشوں اسلام

اپنی مانتوں میں مدد مانگتے تھے ہمارے دل کی تندرستی  
اور منتجوں کی توفیق دے دے اور ان کی تندرستی  
مانتے درامید رکھتے کہ ان مندروں سے ہمارے  
تمام مقاصد اور حاجتیں برآئیں گی اور ان مانتوں

رحبہ و برکتہا فادعہم ادلہ بایہم  
ان یقولوا فی صلواتہم ایاک  
نعبد و ایاک نستعین فقال اللہ  
تعالی و لا تدعوا مع اللہ احدا  
ولیس المراد من الدعاء العبادۃ  
کما قال بعض المفسرین بل هو  
الاستعانة لقوله تعالی بل ایاک  
تدعون فیکشف ما تدعون  
الیہ انتہی خلاصۃ ما فی حجة  
اللہ البانیۃ

کی برکت کی امید پر ان کے نام پڑھتے اس لیے  
اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ بات واجب کی کہ اپنی  
ماندوں میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا کریں  
یعنی اسے اللہ ہم پر ہی عبادت کرتے ہیں اور  
کریں گے۔ اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہیں  
گے۔ امید نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تدعوا مع  
اللہ احدا اللہ کے ساتھ کسی کو۔۔۔ بلکہ اس  
آیت میں دعا سے عبادت مراد نہیں جیسا بعض  
مفسرین نے بیان کیا ہے بلکہ دعا سے مدد چاہنا  
مراد ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں  
میں فرمایا ہے۔ بل ایاہ تدعون فیکشف  
ما تدعون الیہ (بلکہ اس سے مدد مانگتے ہو  
تو اس مشکل کو دور کر دیتا ہے۔ جس پر اس سے  
مدد چاہتے ہو۔

مجتہد البانہ کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد مولانا قطب الدین دہلوی شرح حصین  
حصین میں لکھتے ہیں کہ آیات ایاک نعبد و ایاک نستعین اور ادعوا ربکم تضرعاً و  
خفیۃ اور لا تدعوا مع اللہ احداً وغیرہ اللہ سے ایسی باتوں میں مدد چاہنے کا عدم جواز  
ثابت کرتی ہیں جن میں شرک کا وہم و گمان ہو۔ اور یہ حدیث بھی اذا استغنت فاستغن  
باللہ (جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو نہ کسی دوسرے سے) استمداد غیر اللہ کو  
رکھتی ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ دعا کی حقیقت بھی اپنے رب العزت سے مانگنا اور مدد  
چاہنا اور بندے کا اس کو پکارنا ہے۔ چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے حقیقۃ الدعاء استمداد  
العبد بہ بل جلالہ والا استمداد و المعونۃ۔ پس جب خدائے برتر حکم فرما چکا ہے کہ تجھی سے مانگو اور

مردہ پڑا اور عاجز مری اور نو مسلم کے سوانح کو پڑھنا شراب ہے۔ یہاں جوہر اور جوہر کشور کے وہاں سے  
 تہہ بڑی اور سب ایمان کے ساتھ نماز کی اور دولت کا مقابلہ ہے تو اس کے لئے کہ وہ  
 ہند کو رہا کرے اور اس سے مدد چاہے تاہم شراب کا کتاب وہ۔

### اللہ تعالیٰ سے مانگئے کافروں نبوی

مات ورتاب۔ بات کوئی مشعل کشاک کے ساتھ خود سر سے کی نسبت ارمان

نبوی ملاحظہ ہو۔

مردہ کو غیر اصلی لکھ دیا کہ تم زاد بانی جناب نور اللہ بن عباس سے کہ وہاں کے وصال  
 سے پہلے خود سال سے پہلے جو بات ضرور سے ملنے تھے خوب یاد رکھئے۔ ان کا یہاں  
 کہ اباب مرثیہ میں آپ کے پیچھے سوار تھے آپ سے فرماتے تھے کہ اباب مرثیہ میں  
 باتیں تمام ہوں کہ یہ دور صودہ نہیں اپنی بدیہی رہے کہ اگر ان کی یاد میں رہے تو اس کو  
 اپنے آپ کے اور سب کو پہچاننا ہوتا ہے۔ اور وہ وہی تو اسی سے پتا چلا اور یاد رکھو  
 کہ اگر ساری مخلوق جمع ہو جائے کہ ان کی کوشش کر کے انہیں کچھ نفع پہنچا دیں تو اسی قدر نفع  
 پہنچا دیں کہ میں قدر انہیں ملے گا۔ یہ تمہارے پیشہ قدر رکھی ہے اور تمام لوگ تمہیں  
 نقصان پہنچا دیں۔ یہ متصور و متفکر ہو جائیں تو اس سے زیادہ کہ یہ نقصان پہنچا دیں گے جتنا کہ  
 خدا کے عزیز و بزرگ کے دست قدرت نے لکھ رکھا ہے۔ (قضاء قدرت و اس کا مٹا ہے  
 گئے اور کتابت تقدیر کے ساتھ مشک ہو چکے۔) (ترجمہ)

## فصل ۵۴

## فحش گوئی

فحش گوئی عربوں کے عام معمولات میں داخل تھی۔ اس کی مختلف قسمیں ہیں ایک قسم قوت شواینہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی امور فحش کو مستریج شرمناک الفاظ میں بیان کرنا جس طرح بازاری لوگ شب و روز بکا کرتے ہیں اور نیک کردار اور شرمناک لوگ ایسی چیزوں کا اشارہ دیکھتے ذکر کرتے ہیں۔ فحش کے مرتکب زیادہ تر اوباش اور رندہ خوجہ ان اے۔ بے تکلف دوست ہوتے ہیں۔ مرنی زبان میں اس قسم کی شرمناک فحش کوئی عفت کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کی ممانعت فرمائی گئی۔ مثلاً فرمایا۔

فَلَا رَفْثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ  
فَلَا لُجْجَ  
جج کے پیام ہیں۔ شہوت کی کوئی بات کہی  
جہائے، نہ نہائی، نہ لڑائی کی۔

اس آیت میں جج کی تخصیص فحش میں ہے کہ فریبندہ جج میں مردوں اور عورتوں کا عام اجتماع ہوتا ہے اور سفر حج میں پردے کی پوری پابندی بھی مشعل ہے۔ اس لیے لوگوں کو ایسی گفتگو کے مواقع زیادہ حاصل ہوتے ہیں حالانکہ یہ ایام ذکر الہی کیلئے مخصوص ہیں۔ ورنہ جج کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ملت عینی میں دوسرے مواقع ہیں بھی فحش گوئی ممنوع ہے۔ حسب روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وسلم نے فرمایا کہ مومن طعن کرنے والا اور عذت کرنے والا اور فحش کہنے والا اور زبان دراز کرنے والا نہیں ہوتا (ترمذی و بیہقی)

اور فرمایا کہ گالی بکنے والے اور بے سیائی کی بات کرنے والے کے پاس اسلام میں سے کچھ بھی نہیں رہا اور فرمایا خدا سے بڑا فحش بکنے والے اور بے حیائی کی بات کہنے والے کو پسند نہیں کرتا (طبرانی بسند جید) اور فرمایا کہ عیاداری اور لحاظ کر کے بات کہنا

ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ اور فحش اور بربانی اور بے وعروک بات کہنا افاق کی دو شاخیں ہیں۔

عرب میں یہ بے حیائی عام تھی کہ آپس میں مل کر بیٹھ کر اپنی بیویوں سے مباشرت کرنے کی ماحم کیفیت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے (ابوداؤد) لیکن بزرگ عالم نسبیؒ نے اس فحش بیانی کی مذمت فرمائی کہ اس میں بھی اور ہی ضرب، سندان فرمادہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کے اندر نماز میں بیٹھا تھا۔ اتنے بغیر خدا علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور مائتہ سے پوچھا کہ وہاں کے نوجوانان راہِ ہرہہ کو کسی نے دیکھا ہے یا ایک صاحب کہنے لگے: ہاں اللہ وہ یہاں چمکتے کوئے ہیں تو ہے ہیں۔ بخار پڑھ رہے ہیں۔ آپ میرے پاس تشریف لے آئے اور انہماک سے سنتے رہے۔ اس پر مجھ پر غماہ فرمایا۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار پڑھنے کے لئے اپنی جائے نماز پر بیٹھا تھا کہ اس وقت نمازیوں کی دو صفیں تھیں۔ ایک مردوں کی دوسری عورتوں کی۔ آپ نے فرمایا: اگر میں نماز میں بیٹھوں تو وہ بیان نہ کریں اور عورتیں پادھ پر ہاتھ نہ لاریں۔ اس کے بعد آپ نے مردوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے اگر کوئی ایسا ہے جو اپنی بیوی سے دس مار کر دینہ نہ دیتا ہے اور پردہ نہ دیتا ہے اور اللہ کے پردے میں چھپتا ہے۔ مردوں نے کہا: ہاں آپ نے فرمایا۔ اس کے بعد عورتوں سے کہنے لگے: بیٹھتا ہے۔ میں نے ایسا کیا اور ایک دس مار کر دینہ نہ دیتا ہے اور اللہ کے پردے میں چھپتا ہے۔

نور دہلی

اس کے بعد آپ نے فراموشی سے خطاب کر کے فرمایا: تم میں سے اگر کوئی ایسا ہے جو اپنی بیوی سے دس مار کر دینہ نہ دیتا ہے اور پردہ نہ دیتا ہے اور اللہ کے پردے میں چھپتا ہے۔ مردوں نے کہا: ہاں آپ نے فرمایا۔ اس کے بعد عورتوں سے کہنے لگے: بیٹھتا ہے۔ میں نے ایسا کیا اور ایک دس مار کر دینہ نہ دیتا ہے اور اللہ کے پردے میں چھپتا ہے۔

لوگوں کے سامنے باجم اختلاف کریں (البدایہ)

کلام پاک سننے اس سلسلہ میں بڑی احتیاط رقی سے یہاں تک کہ ناگزیر مواقع پر بھی ایسی باتوں کو صراحت کے ساتھ نہیں بلکہ مجاز و استعارہ کے رنگ میں ادا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میاں بڑی کے ہم صحبت ہونے کو ایک دوسرے تک نامہ ایس (نچوٹے) سے تعبیر کیا ہے۔ احمد بیٹ نبویہ میں پانچ خانہ اور پینچا ب کے لیے "قندائے حاجت" کا لفظ استعمال کیا ہے جو ایک کنارے سے اور کلام پاک میں اس کے بل کے لفظ "ابا" کی بات ہے۔ لغت عرب میں تشبیب زمین کو کہتے ہیں۔

امام محمد غزالی کہتے ہیں کہ فحش بازار میں کچھ الفاظ پر موقوف نہیں بلکہ ہر ایک ناپسندیدہ بات فحش میں داخل ہے۔ مثلاً قندائے حاجت کے یہ اگر نہایت پیشاب ہیں تو چھٹے امور سے جیسے الفاظ سے بہتر ہے۔ فحش بڑا الفاظ کر وہ ہیں۔ ان کا ذکر صرف غصوں میں نہ چاہیئے ورنہ فحش میں داخل ہو گا۔ اسی طرح پوری کا ذکر بھی مناسب ہے۔ مثلاً یوں نہ کہا چاہیئے کہ تمھاری جورو نے یوں کہا بلکہ اس طرح بولنا چاہیئے کہ آپ کے گھر میں سیر کیا یا بیگے کی مار مارنے کے۔ علی بن ابی القیاس لسی کو کوئی عروہ بیمار ہی مثلاً برص، جذام، انتان، ابراہیم سوزاک ہو تو ان کا ذکر نہ کرنا بھی اچھا نہیں بلکہ ایسی طرح ذکر کریں کہ وہ جو سخت بیماری ہے یا کوئی اور خال استعمال کریں۔ الغرض تسریح یعنی صاف کہنا فحش میں داخل ہو گا۔

امام غزالیؒ مذاہب ہارون سے نقل ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ کی بغل بس پھوٹا تھا اور ان کی عادت تھی کہ زبان کی بڑی حفاظت فرماتے تھے اور ممکن نہیں تھا کہ ان کی زبان سے کوئی بے جا لفظ نکلے۔ ہم ان کی عیادت کو گئے اور سوچ رہے تھے کہ وہ بھی کب آپ اس تہذیب کو کون لفظ سے بیان کریں گے۔ ہم نے پوچھا کہ کیاں نکلا ہے۔ انہوں نے بغل کا نام نہ لیا بلکہ فرمایا کہ ہاتھ کے اندر کی طرف +

## فصل ۵۵

## قاتل کو مقتول کا ترکہ لائے کارواج

عرب کے عہد جاہلیت میں ایسا برائی پر رائج تھی کہ قاتل بھی مقتول کا وارث قرار دیا جاتا تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو مقتول کی میراث سے محروم کر دیا اور نہ صرف ترکہ سے بلکہ ویت (خونبہا) کا بھی اسے وارث نہ قرار دیا۔

معلوم اسلام سے پہلے مدینہ منورہ میں اسیمہ بن جراح نامی ایک شخص رستا تھا۔ اس کی ایک چھانوہ تھی اس سے بہت چھوٹا تھا اپنی شمال میں پرورشس پارہا تھا۔ اسیمہ نے اس سفیرالسن چچا کی بہتاد پر قبضہ کرنے کے لیے اس کو شمال سے لے کر قتل کر ڈالا۔ چونکہ مقتول کا وارث قاتل کے سوا کوئی نہ تھا اس لیے باہمی رستم کے مطابق نہ تو اس مظلوم کے خون کا کوئی وعویدار ہوا اور نہ مال کو ویت کا حق ملا۔ فرض اس جرم نا آشنا کا خون رائٹاں لیا اور سیاہ دل جتیمیا بے غل و غش اس کی جائداد پر قابض ہو گیا۔

لیکن اسلام نے اگر اس خرابی کا قدر واقعی تارک کیا۔ عہد رسالت میں تو اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آیا البتہ عہد فاروقی میں ایسا ہی ایک حادثہ رونما ہوا جس میں حضرت فاروق اعظم نے قاتل کو حق وراثت سے محروم کر دیا۔ چنانچہ فتوہ نامی ایک شخص نے جو قبیلہ بنو مدریج میں سے تھا اپنی بیٹے کے تلوار مار دی۔ وہ اس کی پٹھلی میں لگی۔ خون کسی طرح بند نہ ہوا اور وہ مر گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے قاتل کو حکم دیا کہ قہر کے مقدم پر ایک سو بیس اونٹ تیار رکھے۔ میں فلان وفل اور فلاں وقت ویاں پہنچاں گا۔ امیر المؤمنین نے یہ خونبہا مقتول کے جتیم کو دیا اور فرمایا کہ قاتل کو خون بہا میں سے کچھ نہ ملے گا۔



## فصل ۵۶

## قتل و جانستانی کی گرم بازاری

چونکہ عرب میں مورانہ اور بازار پر س کرنے والی نوئی حکومت نہ تھی۔ جو شخص چاہتا کسی کو قتل کر دیتا اور جس کا چاہتا مال چھین لیتا۔ لیکن سیدہ موعودات صلی اللہ علیہ وسلم نے زمام اختیار ہاتھ میں لینے کے ساتھ ہی یہ برائی دور کی۔ مگر علمہ میں جتہ الحشرات کے موقع پر امن و سلامتی کے تاجدار نے تمام ملک کر یہ کہہ کر امن و سلامتی کا بیجا اٹھایا۔

ان دوائکم و امواتکم عنکم  
حرام کرمہ یزکم هذا فی  
شہرکم هذا فی بلدکم هذا  
الی یوم تلقدن ربکم بخاری (مسلم)

تمہارے خون اور تمہارے اموال کا قیامت  
اسی طرح ایک دوسرے پر زام ہیں جس طرح  
یہ دن اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر  
میں زام ہے۔

## قتل مومن کی شناعیت

یوں تو کسی بے گناہ کی جان لینا خواہ کسی مذہب و ملت کا پیرو ہو بڑا گناہ ہے۔ لیکن مومن کا قتل تو اتنا بڑا جرم ہے کہ کفر اور شرک کے سوا کوئی گناہ اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ رب العالمین اپنے کلام معجز نظام میں فرماتا ہے:-

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ۖ اَوْ جَوِشْنَحْشَسَ كَسِيًّا مُّسْلِمًا ۖ كَوْفَسًا قَتْلًا كَرُّدًا ۖ اَوْ  
فَجَّرَ اَعْمًا جَهَنَّمَ مُخِلِدًا ۖ اِفِيْهَا رَغِيْبٌ اَسْ كِي سَرَادُوْرَجْ بے کہ اس میں ہمیشہ رہے اور  
اللّٰهُ عَلِيْهِ وَلَعْنَةُ ۖ اَعْدَاۤءُ اَسْ پَرَاللّٰهُ تَعَالٰی غَضَبُ نَاک ہو گا اور اس کو  
اِیْمًا (۹۳:۲۲) اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اس نے

اسی کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ گو مسلمان کے قاتل کی اصلی سزا ابدی جہنم ہے لیکن خدا سے رحیم و رؤوف

کی عنایت بند کر یہ اسلیٰ نہ ہوگی بلکہ ایمان کی برکت سے انجام کار بھی نہ ہوگی۔  
کی نجات دہانے کی۔ تمام عمارتوں میں رکن اور شریک کے سوالوں کی ہم اور کوئی  
نہیں دے گا۔ فی الواقع یہ سب نہیں ہے۔

ابو ذر غفاریؓ سے کہہ کر سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے  
سیدے کہ شخص جو یہ کہے کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ ہے۔ اس کے لئے ایک تو کفار اس شخص پر جو  
شرک اور کفر سے ہے یا اس شخص کا کفر ہو کسی مسلمان کو بیان ہو چھ کر قتل کر دے۔  
و ابوداؤد اور ابویہ کہ اللہ کے لئے کے نزدیک ساری دنیا کا تباہ و برباد ہو جائے کسی مسلمان کے  
قسم رہے۔ زیادہ سے بہتر ترند (انسانی) اور فرمایا کہ اگر آسمان کی ساری مخلوق اور تمام  
اہل زمین کسی موسم کی نوبت میں شریک ہوں تو خدا نے تمہارا سب کو اللہ کے جہنم  
و اسل کر دے گا (ترندی) اور فرمایا ہو شخص لا الہ الا اللہ اور محمد رسول پر ایمان رکھتا  
ہو اس کا خون ہرگز حلال نہیں بخیران تین سو رتوں کے (ایا تو کسی کی جان لینے پر قصاص  
پر قتل کیا جائے یا شادی شدہ زانی سنسنا کیا جائے یا کوئی مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ  
کر مرتد ہو جائے (جاری و مسلم)

اور متذاد بن اسود رضی اللہ عنہ صحابی نے انھیں کی بار رسول اللہ اگر قتال میں کسی  
کافر سے میری مدد بھیڑ ہو جائے اور وہ تلوار مار کر میرا ایک ہاتھ قطع کر دے اور پھر کسی  
دشمن کی پناہ دے کر کہنے لگے کہ میں اللہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں اور دوسری ہدایت  
میں ہے کہ سبب میں اس کے قتل کرنے کا قصد کروں تو وہ لا الہ الا اللہ کہہ دے تو کیا اس  
کے بعد میں اس کو قتل کر سکتا ہوں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اس کو  
بہرگز قتل نہ کرنا۔ مقداد عرض پیرا ہوں بار رسول اللہ! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے۔ آپ  
نے فرمایا اس کو بہرگز قتل نہ کرنا۔ اور اگر ایسی حالت میں اس کی جان لوگ تو وہ مختار ہے  
مرتب میں ہو جائیگا قبل اس کے تم اس کو قتل کرو اور تم اس مرتبے پر ہو جاؤ گے جس پر وہ  
کھڑے پڑھنے سے پہلے تھا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی اگر تم اس کو حالت کفر میں مار ڈالتے تو درست تھا۔ اب جب کہ اس نے

کھمچہ پھیر لیا اس کی جان ستانی جائز نہ رہی اور اگر تم اب اس کو قتل کرو گے تو اس کے بارے میں مارے جاؤ گے۔

اور فرمایا جب دو مسلمان تلواریں سونت کر لڑیں اور ان میں سے ایک مارا جائے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ عرض کیا ہوتا ہے یا رسول اللہ! قاتل اور مقتول اس واسطے جہنمی ہوا کہ اس نے ایک مومن کو قتل کیا۔ مقتول اس واسطے جہنم میں ہوا کہ فرمایا اس لیے کہ وہ بھی اپنے حریف کی جان ستانی میں کوتاہی نہ کیا اور مسلمان مقتول نے قابو نہیں پایا ورنہ وہ بھی اپنے قاتل کی جان لینے میں کوتاہی نہ کرتا۔

یاد رہے کہ قاتل اور مقتول دونوں کے جہنمی ہونے کی وجہ اس قتال کے بارے میں ہے جو دنیاوی اغراض، تمییز، جہالت اور قبائلی تعصب کی بنیاد پر ہو اگر کوئی حق کی حمایت میں قتال کرے تو مصیب ہونے کی صورت میں اس کے لیے وہ اجر ہے اور نہ ظلمی ہو بخلائے اجتہادی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ چونکہ معاہدہ سنیوں میں امیر اور نائب حضرت علی کریم اللہ وجہہ حق پر تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر اس بیت سفرت علیؑ کو دو چہرہ اور امیر معاویہؓ کو ایک اجر ملے گا کیونکہ دونوں مجتہد تھے اور کوئی بیت انہیں سے ظلم و فساد کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

بائبل نے قابیل سے فرمایا تھا کہ اگر تو سے بہتر جو انسان نہ ہو تو اسے قتل کر دے۔ یہ رکھے تو میں نے بھی عزم کر لیا ہے کہ اپنی طرف سے کوئی مدافعت نہ کروں گا کیونکہ میری طرف سے یہی ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ میں اس پر ہاتھ نہ اٹھانے اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر ناحق قاتلانہ کام کرے تو بڑا گناہ ہے۔ دوسرا مسلمان ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے۔

امت محمدیہ میں جس نے سب سے پہلے بائبل کی سنت پر عمل کیا وہ حضرت عثمان غنیؓ تھے۔ انھوں نے ابراہیمؑ کو قتل کیا لیکن کسی مسلمان کی انگلی تک اس کاٹ نہ فرمادیا۔

غیر مسلم کا قتل

جس طرح مسلمان کی جان ستانی جرم اکبر ہے اسی طرح غیر مسلم کا ناحق قتل بھی جرم

بڑا گناہ ہے۔ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے کسی ایسے غیر مسلم کو جو دارالاسلام میں مسلمانوں کی رعیت ہو قتل کیا حق تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام کر دی (ابوداؤد) اور فرمایا جو مسلمان کسی (غیر مسلم) سے ہار کر مار ڈالے وہ بہشت کی خوشبو بھی نہیں سونگے مگر حدائق بہشت کی خوشبو پارس کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے، (بخاری) معاہدہ وہ ہے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو۔

سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قبیلہ بنو سہم کے دو غیر مسلم ہو گئے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے خون بہانے کے برابر ان کی دیت دیوائی۔ وہ دونوں نے اپنی حشورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مسلم رہنمائی پر غرضی مسلمان کا عثمان بن ہاشم عماد کے نزدیک دس ہزار درہم، تحفوں کے نزدیک بارہ ہزار درہم اور لافس کے نزدیک سوا سو ہزار درہم ساڑھے تین ماٹھ جاندی کا ایک سترہ سونا تھا۔

## فصل ۵۷

## قحط میں اناج کی ذخیرہ اندوزی

مجاہلی عرب میں غلہ کے سوداؤروں کی عادت تھی کہ قحط کے دنوں میں سب کے غلہ بانیوں کو پیاب ہونا ضروری گرانہ کی امید پر غلے کو روک رکھتے تھے اور انھیں صفتِ خدا کی پریشانی اور فائدہ کشی کا قطعاً احساس نہ ہوتا تھا۔ لیکن شہس عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے اس کی ممانعت کی اور اس سلسلہ امتناع میں فرمایا کہ جو کوئی استکار کرے (یعنی غلے کو روکے) وہ ملعون ہے۔ مسلم اور فرمایا کہ سوداؤر کا رشتہ دنیا گیا ہے اور احتکار کرنے والا ملعون ہے (ابن ماجہ و دارمی) اور فرمایا کہ غلے کو روک کر وہی شخص زیادہ گرانہ کا انتظار کرتا ہے جو گناہ گار ہے (ترمذی) اور فرمایا کہ جو کوئی چالیس دن غلہ بند رکھے۔ اس کے بعد اس اناج کو سیرتِ نبوی کریم سے تو یہ حد قحط اس کے گناہ کا کفارہ نہ ہو سکے گا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابن ماجہ) اور فرمایا کہ استکار کرنے والا برابندہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ زرخیز کرنا چاہے تو غنیمت ہو اور اگر مہلک کرے تو خوش ہو۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابن ماجہ و البیہقی فی الشعب)

قحط میں اناج کا بند رکھنا اور زیادہ گرانہ کا انتظار کرنا مذاہب اربعہ میں حرام ہے کیونکہ اس میں صفتِ خدا کی بدخواہی اور غرور و مسکین پر ظلم ہے۔ اناج کی تجارت ناجائز نہیں بلکہ ایام قحط میں غریب گرانہ کے انتظار میں اس کا روک رکھنا ممنوع ہے۔ امام نووی رحمہ فرماتے ہیں کہ اگر اناج کی حالت میں خرابی سے یا دوسرے ملک سے لاکر گرانہ کے وقت پہنچنے کو رکھ چھوڑے تو یہ حرام و ممنوع نہیں۔ الغرض گرانہ اور قحط رونما ہونے کے بعد اناج کا روکنا حرام ہے۔ یاد رہے کہ اناج کے سوا دوسری چیزوں کا استکار یعنی روک رکھنا جائز ہے۔

بعض لوگ گائے بھینس وغیرہ کے بیچنے کا قصد کرتے تو ایک آدھ دن اس غرض

ہے اس کا دودھ دینا بنا کر دیتے کہ خریدار دودھ کی کثرت کا یقین کر کے دھوکا کھائے  
لیکن پادری انام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کی اور فرمایا کہ دودھ دلاؤ  
یا نور کا دودھ روک کر خریدار کو دھوکا نہ دو اور جعلی و زنا لشی خریدار بن کر کسی چیز کو زیادہ  
داموں پر نہ بکواؤ (ترمذی)

### شہر سے نکل کر اناج خریدنے کا رواج

عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ تریس بیوپاری جب سفتے کہ اناج باہر سے بخر من  
فروخت آ رہے تو زیادہ فایده حاصل کرنے کے لیے شہر سے نکل کر کوس دودھوں کے  
فصلہ پر پہنچ جاتے اور وہیں راستہ میں تمام اناج خرید لیتے۔ اس خرید و فروخت میں  
دو گونہ خرابی تھی۔ ایک تو باہر سے مال لانے والوں کا نقصان تھا کیونکہ اگر وہ اناج بازار  
میں آتا تو لانے والوں کو زیادہ قیمت ملنے کی امید تھی۔

دوسرے تمام شہر کی ترقی تلمنی تھی۔ کیونکہ اگر وہ اناج شہر میں کرکٹ تو سب  
لوگ انہاں داموں پر مول لے سکتے۔ اس لیے شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقہ  
علی الخلق پر رواج توڑ دینا چاہا اور اس کی ممانعت میں فرمایا کہ گگ بڑھ کر اناج کی کھوپ  
نہ خریدیا کرو۔ جس پر پادری کی کھوپ آگے بڑھ کر خریدنی جائے اسے غیب رہے کہ بازار میں  
آ کر اس سودے کو برقرار رکھے یا فسخ کر دے (مسلم) اور فرمایا کہ انہاں خرید کر گراں بیچنے کے  
بے قاعدہ کے شہر میں آنے سے پہلے آگے بڑھ کر اس سے نہ ملو۔ جس سے آگے جا کر انہاں  
نرخ پر غلہ خرید لیا تو اسے کے مالک کو منڈنی میں آنے کے بعد اختیار ہے کہ اس سودے  
کو فسخ کر دے۔ (ابوداؤد)

### غلے کا نرخ مقرر کرنا

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمہ ناز ص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان  
ہے کہ عہد نبوی میں ایک مرتبہ غلہ منگوا ہوا تو اصحاب کرام علیہم السلام ان عرض پیر ہوئے  
یا رسول اللہ! اناج کے نرخ مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ نرخ مقرر کرنے والا اللہ  
تعالیٰ ہے (یعنی اس کی مشیت سے نرخوں میں کمی بیشی ہوتی ہے) وہی غلے پر ترنگی

کرنے والا اور سعادت بخشنے والا اور رزاق ہے اور میں ایسی حالت میں اپنے پیہر و ردہ کو رستہ ناتی  
ہونے کا امیدوار ہوں کہ کوئی شخص مجھ سے کسی بانی یا مالی حق کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔

(ترغیب، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی)

لیکن علماء سے فرمایا ہے کہ اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ ان حج کے پاریوں  
نے ایک ایک حج کے نرخ بڑھوا رکھے ہیں تو یہ کام کے لیے نرخ مقرر کر دینا اور کنٹرول  
کرنے پر آمادہ ہے۔



## فصل ۵۸

## قمار بازی

جزیرہ عرب میں قمار بازی کا بھی عام رواج تھا۔ بلوں کا بڑا سرمایہ اونٹ تھے۔ اس لیے بڑا معمول انہی کے ذریعہ سے کمپلا جاتا تھا۔ اونٹ کو ذبح کر کے دس حصے کر دیتے تھے پھر ان حصوں میں بانٹے دیتے تھے۔ دس تیرے کر سات تیروں کے مختلف حصے مقرر کرتے تھے اور تین تیر خالی رکھے جاتے تھے جن کا کوئی حصہ مقرر نہ کیا جاتا۔ اب ان تمام تیروں کو ایک تھیلے میں ڈال کر سب کو مل جل کر مادیتے تھے۔ پھر کسی شخص سے کہا جاتا کہ تھیلے میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک شخص سے نام پتیر نکالتا جائے۔ جن لوگوں کے ناموں پر وہ تیر جن کے حصے مقرر تھے انکے رہی کامیاب ہوتے تھے اور جن تین تیروں کا کوئی حصہ نہ ہوتا تھا وہ جن لوگوں کے نام پر نہ تھے وہ ناکام رہتے تھے۔

بعض دوسری چیزوں پر بھی بازی لگائی جاتی تھی اور اگر شرط نہ پوری ہوتی تو اس چیز کو جس پر بازی لگائی جاتی تھی قبضہ میں کر لیتے تھے اور انتہا یہ ہے کہ قمار بازی میں سب مال و دولت کھو چکے کے بعد اہل و عیال پر بازی لگادیتے تھے۔ (تفسیر کبیر) بعض اوقات قمار بازی کا نتیجہ جنگ و پیکار کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا تھا۔ پنانچہ عیس و ذبیان کی لڑائیاں ٹھوڑے دور ہی کی قمار بازی کا نتیجہ تھیں۔

معلوم ہوا کہ عبرت نوری سے پہلے جوئے کی حرمت کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ انصاریؓ بنی اور چند دوسرے صحابہ نے بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر انھاس کی یا رسول اللہ! بادہ نوشی سے تو عقل میں فتنہ ہے ہے اور قمار بازی میں مال برباد ہوتا ہے۔ ان کے بارہ ہیں کوئی حکم دیجئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ  
قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْ فَعَلَ  
بِهِنَّ مَعَ إِثْمِهِمَا أَكْبَرُ مِنْ  
نَفْعِهِمَا

۲۱۹ ر

اٹم کبیر سے ترکات لایعنی، نقش گوئی اور سبب و شتم مراد ہیں جو مستند موصیت ہیں اس آیت کی تنزیل پر بھی بڑا کام رہا ہے محسوس کیا کہ گو بدی، نظریں، زحم، صریح نہیں مگر آیت سے متشرع ہوئے کہ یہ دونوں کام مریضیت انہی کے نفع ضروری ہیں اور فوائد ان سے فرح اور لذت و سرور اور بحالت کا مال حاصل مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ ان منافع کا مزاج تن پروری اور عشرت پرستی ہے جس کو من و عشرت سے کوئی تعلق نہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر وہ نسخہ نہ ضرور طبیہ کے نوعی ہے۔ آیت کے نازل ہونے ہی ان سے دست بردار ہوئے۔

یہ جوئے اور شراب کے منتفق پیدا حکم تھا جس پر محسوس نظامہ نفرت کر دیا گیا تھا تاکہ لوگوں کے  
ذہن ان کی حرمت قبول کرنے کے لیے مستعد رہیں۔ بعد میں حالت نماز میں شراب نوشی کی ممانعت  
ہوئی۔ پھر شراب و بازی اور اس نوعیت کی تمام چیزوں کو قلعی حرام کر دیا گیا۔

## فصل ۵۹

## کسانوں اور دستکاروں کی تحفہ

انہاری مجاہدین کے برسرِ مقابلہ ہونے کی ناگواری

قریش مد ایک تحرت پیشہ قوم تھی۔ وہ تاجروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن نہ اعلیٰ پیشہ دونوں اور دستکاروں کو تحفہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ برب غزوہ بدر کے آغاز میں شکر اسلام کی طرف سے تین الفساری نو جوان معاف، مملوگ اور عوفت اپرمان مارت میدان میں اٹھ کر کفار پر کارائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھارے۔ مقابلے پر کسانوں کو کیوں بھیج دیا۔ ہم سے بڑا شک آئے ہونے کے پیشہ ہمارے ہی براوری اور کفار کے آدمی آئے چاہیں۔ پناچ آج سے الفساری نو جوانوں کو واپس بلالیا اور ان کی جگہ حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ اور حضرت سیدہ بن مارت رسی اللہ عنہم کو بھیج دیا۔

## کسب حلال کا موجب

حسب روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر فریضہ کے بعد کسب حلال کی طلب بھی فرض ہے اور بیعتی فی الشعب فریضہ سے یہ روایت ہے کہ فریضہ ۱۰ روزہ وغیرہ یا ایام کے بعد حلال کہ فی بھی اس شہر میں فرض ہے تو خود اس کا حاجت مند ہو یا ان لوگوں کے پیشہ کہ تاجرن کا لفظ اس پر فرض ہے۔ اور ہم اللہ میں خدمت کا شہرہ بجز است مروتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چیزوں میں جو تم طراتے ہو سب سے بہتر و طیب روزنی وہ ہے جو تمہیں کسب سے حاصل ہوا ترندی۔ فی ایام عید اللہ اور وود اور روزنی سے یوں روایت کیا ہے کہ سب سے طیب چیز جو آدمی نے کھا فی وہ ہے جو اس کے کسب سے حاصل ہوتی ہے۔

## بہترین کسب

اب سوال یہ ہے کہ مثال کسبوں میں سے بہترین روزی کون سی ہے؟ اس سے  
میں مقدم بن کر بتا رہا ہوں کہ ضرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
کسی شخص نے کوئی ایسی نذر اکبھی نہیں کھائی جو اپنے ہاتھ کے کسب سے پیدا کی ہوئی نذر  
ست بہتر ہو اور بنی اللہ و اللہ علیہ اسلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے پیدا کر کے ہی کھاتے تھے  
و بخاری، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دستکاری اور صنعت و حرفت سے ہاتھ کر اور کوئی  
پاک و طیب روزی نہیں۔

منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اذائل میں بحیثیت فرمانروائے وقت رہے مگر اس  
میں سے کچھ رقم لے کر اپنی ضروریات زندگی پوری کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ رات کو نشت  
کے اس غرض سے لوگوں کو بوجھا کرتے تھے کہ اگر اپنی طرز عمل میں کسی قسم کی نشان دہی  
ہو تو اس کی اصلاح کریں۔ ایک رات ایک بڑھیا سے دریافت فرمایا وہ وہاں کب سے  
مکمل رہے؟ اس نے کہا آدمی تو اچھا ہے لیکن محاصل ملکی سے اپنی ضروریات پوری کرتا ہے  
برس کر آپ نے اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی حاصل کرنے کا قصد فرمایا۔ خدا سے تفسیر نے  
ان کے واسطے لوہا موم کی طرح نرم کر دیا آپ اپنے ہاتھ سے نرم کر رہے اور ان کو بچھڑھا  
پیدا کرتے۔

اسی طرح رافع بن خدیج رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے  
دریافت کیا گیا کہ دنیا کسب سے طیب اور پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آدمی کو اپنے  
ہاتھ سے کام کرنا اور مربع مبدور رواہ احمد یعنی دستکاری اور حرفہ سب سے افضل روزگار  
ہے اور اگر ہاتھ سے کسب نہ ہو سکے تو پھر کسی تجارت جس میں دیانت و امانت کا التزام ہو وہ بھی  
کسب طیب ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ بہترین کسب اور افضل ترین ذریعہ معاش کیا ہے؟  
زیادہ متداول ذرائع معاش چار ہیں (۱) نوکری (۲) تجارت (۳) کھیتی باڑی (۴) صنعت اور  
دست کاری گو یہ سارے کسب پاکیزہ اور طیب ہیں لیکن اکثر محدثوں سے یہی مترشح ہوتا

ہے کہ پانچ سو کسب کرنا سب سے افضل ذریعہ معاش ہے۔

### مزارع کی مقصوریت

اور یہ لکھا گیا ہے کہ اگر تشریش زرعت ہمیشہ لوگوں کو تیسیر سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ مزارعین سے لڑکر وہ بہت منکوم و مشہور طبقہ کوئی نہیں۔ اس خیال کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ سفیرت برامہ ہائی تہذیبی رسم محل اور کھیتی کا دوسرا سامان دیکھ کر کہتے ہیں کہ بنی سنی اللہ عابد و ستم کو یہ فرماتے ہوئے سناتے۔

لَا يَذُخُلُ هَذَا بَيْتَ نَوْمٍ      یہ خبر محمد بن قاسم نے لکھی ہے اللہ تعالیٰ اس عمر بن ذلت  
رَأَى دُمُومًا سَدًّا      رواہ البخاری      درموی کو لادائیس رہا ہے۔

عمر بن ذلت نے اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ ذلت زمین کے ان صوفیوں کی بن پر لازم آتی ہے جن کا نظام کی طرف سے مزارع ہیں پرہیزگار۔ وہاں ہیں حبیب اراضی پرہیزگار، سامان قبضہ اور محل داخل ہو تو اس کی کھیتی باڑی زمینوں ہی سے سپرد کی جاتی تھی اور حوزہ زراعت خود چھٹی کر کے گونا گونا پسند فرماتے تھے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ بھی اسی غیبی فیصلہ میں سے ہے کہ اس کے حق کی غیبت صوفی سنی ممد و ستم کے الطباع و طبیعت اور اب بھی یہ حالت مشہور ہے کہ جتنا ظلم کرے مزارعین پر موات ہے۔ ان کسی اور طبقہ پر نہ ہوتا ہوگا۔

اس کے بعد علامہ غفرلہ لکھتے ہیں کہ ابو امامہ صحابی نے مزارعین کی ذلت کا ذکر کیا یہ اس وقت کی بات ہے جب مالک اراضی خود کا شتہ کار رہی کرے۔ کہاں رز زمیندار کے نیچے کام کرنے والے مزارع موجود ہوں اور اس کے ساتھ ان میں ہل وغیرہ شہادت و شہادت کے لیے رکھیں تو زمیندار ذلت مذکور کا مسدوق نہیں ہوگا اور اس ذلت سے عموم بھی مزارع سے سکتے ہیں کیونکہ ذلت ہر اس شخص سے مل جائے جو زمین سے جو زمین کے ساتھ رت کے نیچے وہ بہ خصوص اس صورت میں جبکہ محاسبات حکومت کی طرف سے ہوں۔ فتح ابوری محمد

اکرم اور البرامہ علیہما السلام کا ذریعہ معاش

واضح ہو کہ اس حدیث میں سید کون و مہمان علیہ السلام نے تشریش کی طرف زراعت

پیشہ لوگوں کی تحقیر نہیں کی بلکہ محض اظہارِ واقعہ فرمایا بنگہ بخاری کی اگلی حدیث میں آپ نے مزار عین کے فیض عام کا تذکرہ فرما کر حقیر سمجھنے والوں کے خیال عام کی تردید اور اصلاح فرمادی۔ راقم الحروف کے نزدیک زراعت ایک اعلیٰ درجہ کا حلال ذریعہ معاش ہے۔ اس کے اعلیٰ و برتر ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ ابوالہشہ حضرت آدمؑ اور ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ و عیسیٰؑ علیہ السلام کا ذریعہ معاش زراعت ہی تھا۔

### مزار عین کا فیض عام

جہاں بے چارہ مزارع ذلت سے ہمکنار اور محکومی کے بوجھ میں دبا رہتا ہے وہاں اس کے لیے بہت بڑی بشارت بھی ہے۔ چنانچہ خیر صدق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان درخت اور باغ لگانے یا کھیتی باڑی کرے اور اس کی پیداوار سے پرندے چمک جائیں یا انسان اور چارے کھ جائیں تو یہ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔ رواہ ابنِ بخاری۔ مزید براں ہم دیہات اور قصبوں کے باہر دیکھتے ہیں کہ جو عمارتی کنواں آبادی کے قریب ہوتا ہے۔ وہاں لوگ دن بھر پانی بھرتے، نہاتے، کپڑے دھوتے اور مویشیوں کو نہاتے اور پانی پلاتے رہتے ہیں اور زراعت پیشہ لوگوں کی طرف سے یہ ایسا فیض عام ہے جس میں کوئی دوسری جماعت خواہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہو ان کی برابر می نہیں کر سکتی۔ اور لطف یہ کہ مزارع کی ساری عمر میں ہر روز اور ہر وقت اس فیضِ رسانی اور صدقہ جاریہ کا سلسلہ قائم رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض عمارت زراعت کے افضل الکاسب ہونے کے قائل ہیں۔

### حلال کمائی کی ترغیب

اکل حلال کے بغیر تقویٰ و طہارت اور تعلق باللہ کی سرفرازی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور نزدِ عالمِ موقفِ اہل بیت پر پہنچتی ہے اس لیے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو ہمیشہ اکل حلال کی ترغیب دیتے رہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے گا جس میں آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ مال وجہ حلال سے حاصل کیا گیا ہے یا حرام ذریعہ سے (بخاری) اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاک طیب ہے اس لیے پاک سا ہی چیز کو قبول کرتا ہے۔ اور

خدا نے برترنے مومنوں کو بھی غنی کاموں کا حکم دیا ہے جن سے ان کے دواں مامور تھے۔  
چنانچہ اپنے کلام میں فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلٌّ مِنَ طَيْبِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۚ ۱۔ رسولو! اچھاں رزق کھاؤ اور اچھے عمل کرو  
اسی طرح مومنوں کو حکم دیا۔

لَا يَرْفَعُ الْإِسْلَامُ كُنُوزًا مِنْكَ ۚ اے مومنو! طلال طیب رزق کھاؤ تو میں نے  
الطیبات ما رزقکم۔ تم کو دیا ہے۔

یہ فرما کر عامل نبوت سی اللہ عبید و سلم نے ایک شخص کا حال بیان کیا جو طویل سفر اختیار کرتا  
ہے۔ ثوبہؓ اور غبار آلود ہے۔ اپنے درلوں یا تھکا سمان کی طرف اٹھا کر یاربت  
یاربت کہتا ہے۔ حالانکہ اس کا کھانا اور پینا اور پاشا وجہ حرام سے ہے اور اس نے  
حرام ہی سے پردہ پوش پائی ہے۔ ایت شخص کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے؟ رواہ مسلم  
انبیاء اور اکابر امت کے پیشے

ذیل میں بعض انباء علیہم السلام اور بعض صحابہ اور صلوات امت کے پیشے کھے  
جاتے ہیں جن سے ان لوگوں کے زعم باطل کی تردید ہوگی جو کسانوں اور دست کاروں کو تیر  
سمجھتے ہیں۔

امام ابن جوزیؒ رقم فرماتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا شہادت کا رہتے۔ حضرت  
نوح اور حضرت زکریا علیہما السلام نجار یعنی بڑھئی تھے۔ اور یس علیہ السلام خیالہ اور زنی  
تھے۔ حضرت ابراہیم اور یونس علیہما السلام کھیت بوئے تھے۔ صالح علیہ السلام تاجر تھے۔  
داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے زرہیں بناتے اور ان کی قیمت سے ہزار وقت کرتے تھے۔  
حضرت شعیب، حضرت موسیٰ اور ہمارے نبی عیسیٰ الصلوٰۃ والسلام بھیڑ بکریاں چراتے  
تھے۔ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فریاد کیا کہ میں مکہ والوں کی  
بکریاں چند قیران پر پلایا کرتا تھا۔ پھر جب حق تعالیٰ نے آپؐ کو مال فتنے سے غنی کر دیا تو آپ  
کو کسب کی احتیاج نہ رہی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت طلحہؓ



رضی اللہ عنہم بنارتھے۔ محمد بن سید بن تاجی احمد میمون بن مہمان جی پارت پے فروش تھے۔ حضرت  
زبیر بن عوام، عمرو بن عاص، عمار بن ابی ذر وغیرہ حضرت سعد بن ابی وقاص تیرگر  
اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما دہڑی تھے۔ ابراہیم بن ابی اسحق کشتی دان کرتے تھے۔ سلیمان  
بن خواص خوشہ چین تھے۔ ہند بنہ مرغشی بیٹیں بناتے تھے۔ (تلبیس ابلیس)

### نالپندیدہ پیشے

بعض پیشے شرعاً و اخلاقاً نفی نالپندیدہ اور قابل نفرت ہیں۔ مثلاً کانہ پیمانہ سود خوری  
شراب فروش، تصویر کشی اور بنارس عورت کی کافی وغیرہ۔ یہ ذرائع معاش نفی و نفیست  
ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے دامن کشاں ہونا چاہیے۔ یہ تمام پیشے سب میں عام طور پر رائج تھے۔  
اور مؤثر انداز کے سوا کسی پیشے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن مسیح عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ممانعت فرما کر اصلاح فرمادی۔ اب ارشاد است باریہ کی روشنی میں ہم پیشے کا نمائش  
مختصر اظہار کیا جاتا ہے۔

### گائے بچانے کا پیشہ

عرب میں رواج تھا کہ بعض لوگ اپنی بوندیوں کو گائے بچانے لگتے تھے اور پھر  
ان کی کافی کھاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی  
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کفار پہنچ کر اس کی قیمت وصول کرنے اور گائے والیوں کی کافی کھانے  
سے منع فرمایا (مشکوٰۃ بحوالہ شریعہ السنہ) اور فرمایا کہ بوندیوں کو گائے بچانے سے منع کیا جائے۔  
یعنی گائے بچانے کا پیشہ حرام ہے۔

سورۃ لقمان کی چھٹی آیت میں خدا نے فرمایا فمن الناس من يشتري  
لنفسه الحريۃ یضل عن سبیل اللہ بغير علم (اور لوگوں میں بعض ایسا شخص بھی ہے جو  
اللہ سے غافل کرنے والی چیزوں کا خریدار بنتا ہے تاکہ (لوگوں کو) سنا کر بے سمجھے بوجھے راہ خدا  
سے بھٹکائے) حضرات عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت  
میں کہوا للحدیث سے راگ مراد ہے۔ فقہاء و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ لبتہ ساری ستار  
اور باجوں وغیرہ کا سننا حرام ہے۔ طبل غازی اور عیدین اور شادیوں میں دف بجان مستثنیٰ ہے

شہوت انگیز اور مخرب، مطلقاً اشعار کا گناہ یا سنا بھی حرام و ممنوع ہے اگرچہ بات کے بغیر گائے یا ستے جائیں۔

سود و فوری

حضرت جابر النخعی سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اس پر اور بیاج نہایت راست پر اور سود ہی حرام ہے لکھنے والے پر اور سودی کو اجول پر لعنت کی اور فرمایا کہ نہ یہ سب مساوی ہیں (مسلم)

اگر قرض شہادہ متحرک من سے کوئی بدیر لے لودہ بھی حرام سے اور سود میں داخل ہے۔ چنانچہ ابو بکر بن ابی موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ منورہ آکر حضرت عبداللہ بن مسعود سے حدیث کی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی نہ زمین میں بوجہ و باش رہتے ہو جس میں سودی لین دین کا بڑا رواج ہے۔ ایک بار میں یاد رکھو کہ اگر کسی پر تمہارا حق (قرض) ہو گیا ہو اور وہ تم سے پاس جس یا جو کا ایک بوجہ یا کنس کا ایک ٹکڑا بھی بیٹے نور یا کوئٹہ پر سود کا حکم رکھتا ہے (بخاری)

لیکن اگر قرض سے پہلے آپس میں دوستی ہو اور تحائف کی رعایت کی راہ و رسم باہم چلی آتی ہو تو اس کے قبول کرنے میں مضائقہ نہیں اور اگر قرض سے پہلے اس قسم کا لین دین نہ تھا تو اس بدیر کا سبب یقیناً قرض ہی ہے۔ نہ یہ بیت نہ لین قرض دے کر قرضدار سے کوئی نفع اٹھاتا کہم رہا میں داخل ہے۔

شراب فروشی

شراب فروشی کی آمدنی بھی قطعاً حرام اور ٹاپال نامائی ہے۔ حضرت جابر النخعی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال مکہ معظمہ میں فرمایا کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے شراب کا اور مردار کا اور سود کا اور قبول کا قیضہ حرام کیا۔ (بخاری) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلہ میں وہی اثبات پر لعنت کی۔ شراب کشید کرنے والے پر اور کھانے والے پر اور پینے والے پر اور اٹھا کر تھامنے والے پر اور اس پر جس کی طرف اشارہ کیا

لے جائی گئی ہو اور پلانے والے اور بیچنے والے پر اور فروخت کر کے اس کی قیمت وصول کرنے والے پر اور اس کے خریدار پر اور اس پر جس کے لیے خریدا می گئی ہو (ترمذی وابن ماجہ)

**تصویر کشی**

تصویر کشی اور ڈوگرانی کی نہ صرف آمدنی حرام ہے بلکہ جاندار کی تصویر کھینچنے والے اور کھجوانے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ لعنت رحمتِ الہی سے دور جانے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حضور خیر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کا مول (یعنی پھینے لگانے کی اجرت وصول کرنے کی) اور کتے کی قیمت لینے کی اور زانیہ عورت کی خرچی کی عمانعت فرمائی اور خود پر اور سوندینے والے پر اور گودنے والی اور لگدوانے والی عورت پر اور مصور پر لعنت کی۔

اور فرمایا کہ اللہ کے نزدیک مذاب میں اشد الفاس مصور ہیں (بخاری و مسلم اور فرمایا کہ جو کوئی کسی جاندار کی صورت بنائے وہ قیامت کے دن معذب ہوگا اور اس کو اس امر کی تکلیف دی جائے گی کہ اس میں روح بھونکے مگر نہ پھونک سکے (بخاری)

**بدکاری کی خرچی**

بدچلن عورتیں بدکاری پر جو رقم وصول کرتی ہیں وہ تمام کمائیوں میں سب سے خبیث کمائی ہے پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتے کی قیمت خبیث ہے اور ناکار عورت کی خرچی خبیث ہے (مسلم) آپ نے کتے کے مول سے اور زانیہ عورت کی خرچی سے اور کابن کی اتہات سے منع فرمایا (بخاری و مسلم)

جوتشی، رمال، جفار، پٹات وغیرہ جادوگوں کو غیب کی خبریں سناتے ہیں وہ بھی کابن کے حکم میں داخل ہیں۔ کابن عرب میں وہ مدعیانِ غیب دانی تھے جو جنات اور صہوت پریت سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔ وہ ان کو جھوٹی بھی خبریں آسناتے تھے۔

## فصل ۴۰

## کم تولنے کا رواج اور دوسری تجارتی

جاہلی عرب میں (۱) سودا کم تولنے کا عام معمول تھا (۲) دکاندار مال بیچنے میں ضرور غ کوئی سے کام لیتے اور جھوٹی قسمیں لگا کر خریدار کو پھانستے تھے (۳) عیب دار مال بیچتے وقت خریدار پر اس کا عیب ظاہر نہیں کرتے تھے (۴) نادان گاہک کو دھوکا دے کر خراب چیز اس کے حوالے کرتے اور ناپسند ہونے پر واپس نہیں لیتے تھے (۵) اُدھار کی رقم وصول کرنے کے لیے بڑی سختی سے کام لیتے۔ لیکن مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات حقہ کے اثر سے ان تمام خرابیوں اور بدعنوانیوں کی اصلاح فرمادی۔

## ناپ تول میں کمی بیشی

ناپ تول میں کمی کرنا دوسرے کا حق غصب کرنا اور یہ مروجہ دینا ہی ہے جو کوئی دیتے وقت ناپ تول کو گھٹاتا اور لینے میں بڑھاتا ہے وہ دوسرے کی چیز پر نا صبا نہ تصرف کرتا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضرت سیدہ موتجرات صلی اللہ علیہ وسلم قدوم فرمائے مدینہ ہوئے تو اس وقت یہاں عام رواج تھا کہ دوکاندار کم تولتے اور کم ناپتے تھے۔ حتیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ تہفیف کی پہلی چھ آیتیں نازل کیں جن میں فرمایا: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی سزا ہے کہ جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیں تو لو پھالیں اور جب ناپ تول کر دوسروں کو دیں تو کم دیں۔ کیا ان لوگوں کو اس امر کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے عظیم دان میں رقیب (کو) زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ جس دن ہر انسان رب العالمین کے سامنے (اپنے عملوں کا حساب دینے کے لیے) اکھڑا ہوگا۔ ان آیتوں کے نزول کے بعد لوگ پورا تول

تو لے لے لے (ابن ماجہ)

”سنو سنو تنہم عالم و عالمیاں لمیہ السنوۃ و السلام نے تابرہ ل کر یہ حدایت فرمائی کہ ہمیشہ جھکتا تول نو لا کریں۔ چنانچہ سید بن فیس عبدی اور سید عبدی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم دونوں شہر تبرت کپڑا بیچنے کے لیے مکہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ایک پاجامہ ہم سے خریدا اس وقت ہماری اس ایک تولے والا اہرت پر کپڑا تول رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: اسے تولے کے ہمیشہ جھکتا تول تو لو۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

### بیج و تیرا میں جھوٹ بولنا اور قسمیں کھانا

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تیرا بیج و تیرا بیج قسم کھا کر اپنے دل فروخت کرنا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کی طرف نظر رمت سے نہ دیکھے گا اور نہ اس کے گنہگاروں سے درگزر فرمائے گا اور اس کے بیٹے دردناک عذاب میں رہیں گے اور فرمایا کہ تین اشخاص ہیں جن سے خدا نے برتر نیامرت کے دل (کرم و شفقت سے) کلام نہیں کرنے گا اور نہ ان کی طرف نظر رمت سے دیکھے گا اور نہ ان کو رکنوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ پانچ چیزیں ہیں جو ان کو رکنوں سے نیچے لٹکا دیتی ہیں اور ان کو حسان کر کے جہنم لے دیتی ہیں اور اپنے مال کو جھوٹی قسم سے رواج دینے والا (مسلم) اور فرمایا بیچنے میں قسمیں کھانے سے بچو۔ جو قسم کھانے میں مال بکاتا ہے لیکن اس بیت میں برکت نہیں رہتی (مسلم) اور دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ قسم مال و اسباب کی نکاحی کا ذریعہ ہے لیکن ساتھ ہی برکت کے مٹنے کا بھی سبب ہے (بخاری و مسلم)

اور فرمایا کہ بڑے بچے اور بڑے امانت دار تابرہ کو (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقین اور شہیدوں کی رفاقت نصیب ہوگی (ترمذی، دارمی، حاکم، ابی داؤد، ابن ماجہ) اور فرمایا کہ قیامت کے دن تابرہوں کا حشر قاجروں کے زمرہ میں ہوگا۔ بھڑان تابرہوں کے جناحوں نے پر پر گاری کی (خیانت اللہ فریب سے باز رہے) اور نیکی کی دگاہوں سے سلوک ساتھ پیش آئے، اور راست گوئی کو اپنا شعار بنایا (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، فی الشعب) اور فرمایا

اسے گروہ بخیر و برائی (شرید و فروخت) میں فروخت میں بھی شامل ہو  
جاتی ہے۔ اس سے اس کے صدقہ سے متروان و شمعون کرد و ابو داؤد، رندی، نسائی، ابن  
ماجرہ، یعنی کچھ شیعہ بھی کر دیا کرتا کہ وہ غلبیوں کا گروہ ہو جائے۔  
عجیب ظاہر نہ کرنا

اللہ تعالیٰ کے فطری قوانین میں سے ایک اہم قانون خرید و فروخت میں بدل و  
دیانت کو ملحوظ رکھتا ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک کے ساتھ انصاف و عدالت  
کا وہی رٹاؤ رہا جائے جس کا انسان اپنے ایک خوش مندرجہ ہے۔ چونکہ وہ کاغذ اپنی  
پین کے حسن و قبح اور اس کے پائدار اور ناپائدار ہونے کا علم رکھتا ہے۔ اس پر لازم  
ہے کہ ازراہ دیانت خرید و بیع اپنی چیز کا عیب ظاہر کر دیا کرے۔ حضور سرور کوہین  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے ہاتھ  
اُس وقت تک کوئی عیب دار چیز بیچے جب تک اس کا عیب ظاہر نہ ہو۔ اور جو  
کوئی عیب دار چیز فروخت کرے اور اُس کا عیب نہ بیان کرے تو اس پر ہمیشہ اللہ  
تعالیٰ کا غضب رہے۔ افسوس فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے (ابن ماجہ)  
اور فرمایا کہ اگر بائع اور مشتری سچ کہیں اور (مبیع اور اس کی قیمت کے متعلق)  
اصل حقیقت ظاہر کر دیں تو ان کی بیع و شرا میں برکت دی جاتی ہے اور اگر انھوں  
نے عیب کو چھپایا اور نہ عرض کوئی سے کام لیا تو برکت محو ہو جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)  
معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کی برکت سچ بولنے اور اپنی چیز کے معائب ظاہر کر  
دینے پر موقوف ہے۔ چونکہ ہم ظاہر پر عیب ظاہر کرنے سے احتیاز کیا جاتا ہے۔ اکثر  
بیوپاریوں کے مال میں برکت نہیں رہتی۔ کیونکہ برکت کو محسوس اور غائبانہی سے  
چمٹے۔

عجیب دار چیز کا واپس نہ لینا

اگر مبیع یعنی فروخت شدہ مال عجیب دار نکلتا تو مشتری کو اس کے واپس  
کرنے کا پورا اختیار ہے۔ اہل ہابلیت فروخت شدہ مال کو کسی حالت میں واپس نہیں

یتھے۔ لیکن نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برائی کو دور کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو بائع مسلمان مشتری کا سودا واپس لے لے۔ خدائے آفرین کا قیامت کے دن اس کے کناہ نش دے گا۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

عیب دار نکلنے کی صورت میں نو مشتری ہر طرح سے مصلح کی دلیلی کا مجاز ہے لیکن اگر وہ چیز عیب دار نہ ہو اور نہ بیدار اس کو کسی وجہ سے واپس کرنا چاہے تو بھی مسلمان بائع کا اخلاقی فرض ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا سودا واپس لے کر قیمت واپس کر دے۔

### امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بے نفسی

یہاں موقع کی رعایت سے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فراموشی اور بے نفسی کا ایک واقعہ بیان جاتا ہے۔ حضرت خلافت کا بزم پاتھ میں دڑا۔ یہے ہوئے بازاروں میں جایا کرتے تھے۔ (استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ) ایک مرتبہ امیر المؤمنین نے دیکھا کہ بازار میں ایک نوٹری ایک کھجور بیچنے والے کی دکان پر رو رہی ہے۔ اس سے پوچھا کیوں رو رہی ہو۔ کہنے لگی میں نے ایک درم کی کھجوریں خریدی ہیں لیکن میرے ہاتھ کھجوریں ناپسند کی ہیں۔ اب یہ واپس نہیں لیت۔ امیر المؤمنین نے سفارش کی کہ کھجوریں بے قیمت واپس کر دے۔ دکان دار سخت اصرار آدمی تھا۔ اس نے زور سے امیر المؤمنین کو دھکا دیا کہ تم دخل دینے والے کون؟ لوگ جمع ہو گئے اور جو لوگ امیر المؤمنین کو پہچانتے تھے۔ وہ دکاندار سے کہنے لگے اسے بد نصیب مانتے نہیں یہ کون ہیں؟ یہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

دکاندار چونکہ ہوا آدمی بکنت تمام طائب عفو ہوا۔ نوٹری سے کھجوریں واپس لے کر دام دیدیے اور حضرت خلافت کا بزم سے کہنے لگا میرا قصود معاف فرمادیجئے اور راضی ہو جایئے۔ فرمایا اگر لوگوں کا حق پورا ہوا تو مجھ سے زیادہ تم سے کوئی نور سند نہ ہوگا۔

(الریاض النضرہ)

### تفاسس میں سختی کرنا

جامعی عرب ادھار وصول کرنے میں غیر معمولی سختی سے کام لیتے تھے اور معاشدہ پر



انہوں نے تھے۔ رحمتِ عالم علیٰ ملکہِ سنیہ نے لوگوں کی اس عادت کو روکا اور انہوں نے  
 کے مسئلے میں فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو پیچھے درخیز نہ ہو اور تقاضا کرتے وقت  
 نہ کہی کہ تہا بہ بخاری۔ اور فرمایا کہ اُمم سابقہ میں ایک شخص کے پاس ملک الموت اس کی  
 روح قبض کرنے آیا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے کبھی کوئی نیک عمل بھی کیا ہے؟ پھر کہا  
 گیا کہ یاد کرتا ہوں کوئی نیک عمل نہ تھا۔ اُس سے صاف ہو گیا۔ بعد ازاں اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ میں دنیا  
 میں لوگوں کے ساتھ لین دین کرتا تھا اور میری عادت تھی کہ تقاضے میں ہر ایک سے رقم  
 اور احسان کا سلوک کرتا تھا۔ میں اُسودہ عالی کی مہذبت میں تھا اور نفسِ درنگ و رست کو  
 معاف کر دیتا تھا۔ تو تعالٰی نے اسے اس نیکی پر اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (بخاری و مسلم)  
 اور مسلم کی ایک روایت میں ہے رب العزت نے فرمایا۔ میں اس شخص سے زیادہ مغفور  
 بخشش کے لائق ہوں۔ میرے بندے سے درگزر کرو۔

## فصل اب

## کمزوروں سے ظالمانہ برتاؤ

عرب بائیت میں عرب کے اندر بالعموم اور حرم مکہ میں بالخصوص دن کی روشنی میں برتاؤ ایسے حرکات شنیعہ کا ارتکاب ہوتا تھا کہ ہر وہ انسان جس کے دل میں انسانی شرف و جبر کا کچھ تصور اسامی احساس ہوئے ان کو سن کر کانپ اٹھے گا۔ خصوصاً بچے کس اور کمزور تو ہر جگہ جوہر و ظلم کا آگاہ ہونے ہوئے تھے۔ طاقتور کمزوروں کو کھائے جاتے تھے۔ اور مقدمہ الکر کے مقابلہ میں مؤخر الذکر سے ہر مساقیانہ سی سنگین رفتار کیا جاتا تھا۔ دنیا میں کمزوروں کا کوئی فریاد نہ سنا نہ تھا۔

آخر مکہ معظمہ میں ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس میں تمام قبیلوں کی طرف سے کمزوروں اور مشفقوں کی حفاظت و حیانت کا قتل و قرار تھا۔ اس معاہدہ کی تحریک و تکمیل صالح رحمہ اللہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی مجملہ کی رہین منت تھی۔ (الواحد، یہ نزول وحی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ہجرت کے بعد سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالہجرت میں بھی عصبیت اور بے انصافی کی زد دیکھی اور آپ نے محسوس کیا کہ کمزور زندگی کے ہر شعبے میں ظلم و بے ادبی کی چکی میں پس رہ رہے ہیں۔

مدینہ منورہ کے منافقات میں بنو نضیر اور بنو ثریظہ دو یہودی قبیلے آباد تھے۔ ان دونوں میں بنو نضیر زیادہ بااثر اور معزز زمانے جاتے تھے۔ اس لیے اگر کوئی قریشی کسی نصیری کو ہلاک کر دیتا تو نصیری اس کو قصاص میں آغ کر دیتے تھے اور اگر کوئی قریشی کسی نصیری کے ہاتھ سے مارا جاتا تو بنو نضیر سو دوستی کعبہ رطلور خون بہا دیتے تھے۔

لیکن جب ہجرت کے بعد وحی اسام صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ماکانہ قنارہ حاصل ہوا اور شہر اور منافقات کے متناسمین و دربار بنوی کی طرف رجوع کرنے لگے تو اسی قسم کا ایک

واقعہ نہیں آنے پر جو قرینہ نے بارگاہ نبوت میں اس کا مراجعہ کیا۔ اس پر عذر نہ ملنے کی چند آئینیں  
نازراں ہو جس میں سے ایک کا ترجمہ یہ ہے ہم نے یہود کو کہہ دیا کہ رات میں حکم دیا تھا کہ جان  
کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے عوض ناک، کان کے عوض کان، یہاں  
دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے دیتے ہیں زخم معادہ نہ ہیں۔

اس حکم کے بعد جب سب سب نے قرآن مجید اور تفسیر لہجوں کو ایک درجے میں رکھا اور  
عدل و انصاف کے پلے کو یکساں کر دیا (۱۰۰)

ظلم و ستم سے باز رہنا، کے تاکیدی احکام

حقوق العباد کے گناہ تمام دوسرے معاصی پر فوقیت رکھتے ہیں کیونکہ دوسرے گناہ  
جن میں صرف غلطی اور زبردستی کی نافرمانی کی گئی ہو تو بہ تصحیح سے وہ عفو و عتاب میں نہیں  
تقی العیب کا گناہ تو بہ واستغفار کے باعث و اس وقت تک عفو نہیں ہو سکتا۔ جب تک مظلوم  
کی حق سہی نہ کی جائے یا اس سے معاف نہ کر لیا جائے۔ اس سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
لوگوں کو ظلم و تعدی سے باز رہنے کی بہت شد و مد سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ  
انتہاء میں آپ کے چار ارشادات کرامی ملاحظہ ہوں۔

فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن ظلمتوں کا باعث ہوگا (بخاری و مسلم) یعنی ظالم آگے پیچھے اور  
دائیں بائیں طرف سے اندھیرے میں گھرا رہے گا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم اور مظلوم کے درمیان  
بے لیکن سب پکڑتا ہے تو بڑی طرح پکڑتا ہے (بخاری و مسلم) اور فرمایا کہ قیامت کے دن  
اہل حق کہ ان کے حق دلائے جائیں گے یہاں تک کہ اگر کسی سینگ والی بکری نے  
بے سینگ کی بکری کو مارا ہوگا تو اس کا بھی بدلہ دلا یا جائے گا (مسلم) اور فرمایا کہ نامہ ہائے اعمال  
تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ نامہ اعمال ہے جو شرک پر مشتمل ہے۔ نمائے شیوہ شرک کرنا ہے  
کو ہرگز نہ بخشے گا۔ دوسرا نامہ اعمال وہ ہے جس میں ایک دوسرے پر بندوں کے ظلم مندرج  
ہیں۔ نمائے عزیزان میں باہم فیصلہ کرے گا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے ان کے  
ظلم کا بدلہ لیں۔ (یعنی فی شعب الایمان)

اللہ فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ تو خدا کے عادل سے صرف اپنا حق مانگتا ہے

اور خدا نے ہر کسی کو اپنا حق طلب کرنے سے نہیں روکتا۔ اربعی فی شعب المیمان  
 اور فرمایا کیا جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم پیرا ہوئے یا رسول اللہ! مفلس وہ ہے  
 جس کے پاس درہم (دو دینار) اور دیناری مال و اسباب نہ ہو۔ فرمایا صحیح معنی میں میری بات  
 میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن ہر قسم کے اعمال کو غنا، روزہ، زکوٰۃ و غیرہ کے ساتھ  
 حاضر ہوگا لیکن ساتھ ہی اس نے کسی کو گائی دی جو کسی پر تمام غنائی ہوگی۔ کسی کا مال کم ہوگا  
 کسی کی خوشنودی کی ہوگی اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پس نظام کی تبدیلی مشہور ہوگی میں تقسیم کی  
 بجائیں گی اگر مظلوموں کی حق رسی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو پھر مظلوموں کے گناہ  
 اُس پر لا دیے جائیں گے اور اسی طرح وہ جہنم واصل ہو جائیگا (مسلم)

اور فرمایا جس کے ذمے اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو مثلاً اگر ورہیہ کی وجہ  
 کوئی اور نہ یاد آتی کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ آج کے دن اُس سے اُس کا حق معاوضہ کرے  
 اس دن سے پہلے جب کہ (ادائے حقوق کے لیے) کوئی درجہ و درجہ نہ ہوگا۔ البتہ اگر اس  
 کے نامہ اعمال میں کوئی نیک عمل ہوگا تو ظلم کے انداز پر اس سے لے کر تندر کے حوالے  
 کر دیا جائے گا اور اگر اس کا نامہ اعمال نیکیوں سے خالی ہو تو حق دار کے گناہ اُس پر اور  
 دینے جائیں گے (بخاری)

## فصل ۴۲

## کواکب پرستی

عند تباہیت میں غریب کے اندر کواکب کی بھی پرستی ہوتی تھی۔ وہ لوگ اس  
واجہ کے شرکاء بننے کے ستارے اور کواکبوں کو کواکب نام کی نسبت شائق سے نہ یاد  
نہ دیکھ میں اس لئے وہ اس شائق میں نہ ان کی پوجہ کی جائے۔ اس خیال پر وہ ستاروں  
کی پرستش کرتے اور ان کے نام کے بت بنا کر ان پر پوجہ و ست پڑھاتے تھے۔

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ستاروں کے نام پر جو بت بنائے گئے ان میں اباس  
مشاورہ بخت نہ زمین کے دارالسلطنت نہ ہوں۔ جس کتاب کو مخالف سے زہرہ ستارہ کے  
نام پر بنایا تھا۔ یہ بت نہ حضرت عثمان غنیؓ کو اور نہ بنی امیہ کے حکم سے پیدا کر دیا گیا  
ستاروں کے نام پر جو بت بنائے گئے اس میں ایک اسمان کے قریب پڑا کی  
چوٹی پر تھا۔ پھر سب گشتہ پید ہوئی۔ اس نے اس کو آتش خانہ میں تبدیل  
کر دیا۔

ستاروں کے نام پر جو بت بنائے گئے ان میں ایک بت بھی تھا۔  
جس کو بنو شہ نے تعمیر کرایا تھا۔ پھر سب اسماء کا تعبیر ہوا تو بنو شہ نے اس کو نام  
کر دیا۔ ایک بت شہ شہ شہ شہ نے اس کا نام پڑھا تو بنو شہ نے اس کو تعبیر  
منقسم بالشد غباری کے حکم سے برباد کر دیا۔

عرب ہیں جن ستاروں کی پرستش ہوتی رہی ان میں شہری قوم میں تیار نہ ہوئے  
امام ابن حجر نے رقم فرمایا ہے کہ بنو شہ نے اس کو تعبیر کر کے یہ وہاں مشرکین کے لئے  
موجود نہ تھا بلکہ وہ اسماء کو ابن ابی کبشہ کے لئے تھے وہ بعد قحط میں نے قحط  
کو پوجا اور کہا کہ یہ ستارہ اسمان کو چڑھان میں قطع کرتا ہے۔ اس کے بعد کوئی ستارہ اس

کو عرض میں طے نہیں کرتا اس خیال پر اس کو پوجنا شروع کر دیا اور کاذب قریش کو طعن کرنے لگا کہ یہ لوگ بتھر کے ایسے بے حس و حرکت تہوں کو پوجا کرتے ہیں جن کو یہ اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں اور جن کو اپنی ہستی تک کا علم نہیں۔ ان کو چاہیے کہ شعرئی کو پوجیں جس میں اتنی قوت ہے کہ آسمان کو عرض میں طے کرتا ہے۔

چونکہ ابوبکشمہ قریش کے خیالات کی تردید کرتا تھا۔ اس بنا پر جب سید عالم و عالیال صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف بنایا اور فرمایا کہ تمہارا کی عبادت پھوڑ دو تو قریش نے آنحضرت کی شان میں کھنا شروع کیا کہ یہ ابوبکشمہ کا بیٹا ہے یعنی جیسے ابوبکشمہ نے ہم سے مخالفت کی تھی اسی طرح یہ شخص بھی ہماری مخالفت کرنے لگا ہے۔

شعری سخت گریہ میں طلوع کرتا ہے۔ قبیہ نزارہ کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ رب العالمین نے اپنے کلام پاک (۵۲: ۲۶) میں فرمایا۔ **وَأَنذَرْتُ الشَّعْرِيَّ** (وہی شعری کا مالک ہے) اس آیت میں خاص طور پر شعری کے مالک ہونے کا اظہار اس اقتبہ کے لیے کیا کہ جس ستارے کو وہ لوگ اپنا معبود سمجھتے ہیں۔ اس کا پروردگار بھی رب العالمین ہی ہے اور شعری کی یہ حالت ہے کہ ادنیٰ مزدور کی طرح ہر وقت اس کے مالکین کے فرمان کی بجا آوسی میں مصروف ہے۔ اس میں مستقل تاثیر کچھ بھی نہیں ہے۔

## فصل ۴۳

## لوٹڈ می غلاموں سے بدسلوکی

## غلامی کا رواج

غلامی کا رواج شروع سے چلا آتا ہے۔ فتنہ قزوین مفسو میں کہ ہمیشہ غلامی کی زنجیروں میں بکڑتی اور ان سے سخت محنت و مشقت کے کام لیتی رہتیں۔ عرب میں لوٹڈ می غلام قرشی سدا کوں کے جوہر و ستم کا بڑی طرح تہذیب مشفق سے ہوئے تھے۔ چنانچہ مکہ معظمہ کے اندر آخر بعثت میں جن لوگوں پر سب سے زیادہ ظلم ڈھائے گئے وہ غلام ہی تھے۔

نبوت سے پہلے پیغمبرِ شامی علیہ السلام نے جس معاہدہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کی غرض غلاموں اور دوسرے زیر دستوں کی حمایت و صیانت تھی اور شاید اسی احسان کا اثر تھا کہ اسلام کی آمد پر غلاموں اور کنیزوں نے سب سے پہلے ایک کہا۔ چنانچہ حضراتِ بلا، ثناب بن ارت، عمار بن یاسر، شہید غلاموں میں اور انہیں زنجیر، زنجیر و غیرہ لوٹڈیوں میں سب سے پہلے مشرف ہوا اسلام ہوئے اور سب نے اسلام کی خاطر سخت سے سخت مصائب برداشت کئے اور بعض نے اسلام کی محبت میں اپنی عزیز جانیں بھی فدا کیں۔

## متحدہ ہند میں غلامی

خود متحدہ ہندوستان میں بھی احکامِ قرآنی اور مسائلِ فقہیہ کی بدولت مسلمانانِ ہند میں غلاموں اور تنخواہ دار ملازمین میں صرف نام کا فرق رہ گیا تھا۔ یہ کیفیت اُس زمانہ کی ہے جب ہندوستان میں انگریزی حکومت کی طرف سے رسمِ غلامی اور غلاموں کی حالت میں منور کوئی درست انداز ہی نہیں ہوئی تھی۔ جب ہندوستان میں بندیکینڈ کے جج اور مجسٹریٹ مسٹر بریڈسن نے رسمِ غلامی کے انسداد میں ایک مسودہ قانون مرتب کیا



تو اس میں اٹھوں نے پرانے دی تھی کہ اگر بند و ستانی سے رسم شامی کو قطعاً موقوف کر دینا مناسب نہ ہو تو بند و دن کے شاستر کے احکام ترک نہ کر کے ان کی جگہ ہر ایک بات میں شریعت اسلامی کے احکام کو رواج دینا جائے کیونکہ وہ غلاموں کے حق میں نہایت نرم ہے۔

### غلام کو اولاد اور بھائیوں کی طرح عزیز رکھنے کا فرمان نبوی

بہابی عربوں اور دنیا کی دوسری قوموں میں سلوک و رفتار کے لحاظ سے غلاموں اور چارپایوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات حقہ نے غلاموں کو آقاؤں کا ہمسر بن دیا ایام نبوت میں عرب کے اندر کوئی قید خانے نہ تھے اور اس لیے ان بندگان کے گزارے کی اس سے بہتر صورت کوئی نہ تھی کہ کسی قیدی کو مسلمان اپنے ایک رکن خاندان کی حیثیت سے اپنے گھر میں رکھے۔ باغلاظ دیگر اسلام میں کسی اور رکن کو اپنی زندگی میں لینے کا نام غلامی تھا۔ کیونکہ اسلام نے غلاموں سے اپنے بھائیوں اور بھائیوں کی طرح محبت کرنے کی تعلیم دی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام سے بد سلوکی کرنے والی جنت میں داخل نہ ہوگی۔ حاضرین غرض ہیرا ہوئے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آپ کی امت غلاموں اور یتیموں کے لحاظ سے اکثر الاثم ہے۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ سب لوگ ان کے ساتھ احسان اور نوازش کا برتاؤ کریں گے؟

آپ نے فرمایا ہاں! ان کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھو اور وہی ان کو بھی کھانا و خوراک کھاتے ہو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! دنیا کی کوئی سی چیز ہمارے لیے منفعت بخش ہے؟ فرمایا کھانا جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے باندھ رکھو اور ایک مملوک جو ضروریات زندگی میں تم کو کفایت کرے اور اگر وہ مملوک غناز بھی پڑھتا ہو تو پھر تو وہ تمہارا بھائی ہے (ابن عمر)۔  
کھانے پینے میں آقا اور غلام ایک سطح پر

نجیل عرب غلاموں کے لیے ادنیٰ کھانا بنیاد کرتے اور خود اچھی خداتہ دل کرتے

تھے۔ اسی طرح ان کو بیٹے پھٹا پرانے پٹریٹ پہنتے کودیتے اور ناشترہ لباس خود زیب تن کرتے تھے۔ لیکن شہنشاہ ان ہم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اقبانہ اپنے نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پردے تمہارے بدن کی ہیں۔ تمہارے حکیم و برتر نے ان کو تمہارا اثر بردست کر دیا ہے۔ پس جس کسی کو نہ دانتے اور کسی کا زبردست بنادے اسے پائیے کہ جو خود دانتے وہی اس کو کھاتے اور جو خود پہنتا ہے وہی اس کو پہناتے اور اس کو کسی ایک کام کی تعجب نہ دے اس سے نہ کہہ سکتے اور کوئی کام اس کی لطافت سے بہرہ خود نہ دے گا۔  
**ہو کر اس کی یاد کرتے (بخاری و مسلم)**

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا آپ صیب سے پہنتے دانتے و سنانے سے کہتے تھے۔ اس کا موجب یہ نہیں تو افسوس ہے کہ یہ بڑی بیاہن۔ مردانے اہل بیت کہ اور بڑی زیور کو و متور کے مانتے دین واجب سے اور اپنے برابر کھانا کپڑا دینا مستحب اور باعث ثواب ہے۔

اور زبیر اللہ جب تمہارا خادم رہی ہوا ہے تمہارے بیٹے کھانا پینا کہ تمہارے پاس اسے کھانے پینے کی گنجشہ اور اسواں برداشت کیا ہو تو پینے کے اور پٹے نہ کہہ کر کھانا اور اگر کھانا قصور اور کھانے دانت زبردست ہوتا ہے تو جی کہہ سکتے ہو۔  
**ایک دفعے اس کو دے دینے چاہیں (مسلم)**

اس حدیث سے مندرجہ ہے کہ باورچی کو کچھ نہ کچھ دینا ضروری ہے۔ اگرچہ اس کا کھانا مقرر ہو۔ مگر مردانے سے بھیہ ہے کہ جو شخص محتاج ہے وہ کھانے کی گنجشہ دانت کہ وہ اس سے کچھ نہ کہے۔ علم دینے فرمایا ہے کہ ساقی کہنا واجب نہیں ہوا کہ اپنی خدمت و سز و فوٹے کے بل اس کو سناخند بٹھائیں تو نہایت مستحقین ہے۔

**غلاموں سے عسین سداک کی تاکید**

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بردوں سے مختلفا نہ سداک کہنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کا ادواغ کہتے دانت بھی آپ سے ارشاد فرمایا کہ غلام کو لازم

پکڑو اور ان لوگوں کے حق ادا کرو جن کے تم مالک ہوئے ہو۔ اتنی ہی فی الشہد احمد  
 آپ نے فرمایا کہ وہ شخص داخل جنت نہیں ہوگا۔ جو اپنے مملوک سے برائی کرتا ہے۔  
 (ترمذی دین دھر) وہ فرمایا کہ مملوکوں سے خوش خلقی کرنا باعث برکت ہے۔ ان سے  
 بدخلقی کے ساتھ پیش آنا سب برائی کا باعث ہے۔ (ابوداؤد)  
 غلام کو زبرد کو سب کر۔ سے مالک فخرہ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنت رکھیں کہ وہ اقامت کو کر رہے ہیں  
 نظام پر بات تو آٹھ گھنٹے آپ نے ہر ماہ فرمادینا تھا کہ جو شخص اپنی مملوک کو بلا وجہ سے یا  
 طعنہ مارے تو اس پر ایک بار سب سے کہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم) اور حضرت ابو موسیٰ  
 انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک دفعہ میں اپنی مملوک کو مارا کہ وہ گھبراہٹ میں آواز اٹھا تو  
 تم کو جس قدر اس مملوک پر ضرورت تھی اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے۔ میں نے  
 جو مکرر دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اس کو بوجہ اللہ  
 آزاد کیا۔ فرمایا اگر تم ایسا نہ کرے تو آتش و دوزخ تم کو چھو لیتی (مسلم) مدینہ منورہ میں ایک گھرانے  
 میں سات افراد تھے ان کے بچے ہیں ایک ہی لونڈی تھی۔ ایک دفعہ ان میں سے ایک شخص  
 نے اس لونڈی کو قہر مارا۔ سرور عالم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو  
 آزاد کر دو۔ انھوں نے انھیں اس کی یا رسول اللہ! ہم سات افراد کے بچے ہیں یہی خدا ہے  
 آپ نے فرمایا اچھا اب اس وقت تک تمہاری خدمت گزاری کرے جب تک تم اس  
 سے مستغنی نہ ہو۔ سب کوئی اور نظام ہو سکے تو وہ آزاد ہے (ابوداؤد)

غلاموں کے قصور سے درگزر کرنا

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بڑی عزیز خواہش تھی کہ لوگ اپنے بزرگوں  
 پر کسی حال میں ہاتھ نہ اٹھائیں اور اگر وہ قصور کریں تو ان سے درگزر کیا جائے۔ ایک مرتبہ ایک  
 شخص نے آستان ثور میں باغیچہ کی یا رسول اللہ! میں کتنی دفعہ غلام کا قصور معاف  
 کر دیا آپ کو خوش رہا۔ یہ سب بڑا ہی بڑا ہے۔ اس نے دوبارہ عرض کی۔ آپ نے پھر  
 خاموشی اختیار کی۔ اس نے تیسرے بار عرض کی تو فرمایا ہر روز ستر مرتبہ معاف کیا کرو (ابوداؤد)

وترندی (ستر بار سے تحدید وارد نہیں بلکہ مبالغہ ہے اور غرض یہ ہے کہ ان کو ہمیشہ معاف کرتے رہو۔

### سرکش غلام پر ہاتھ اٹھانا

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی غلام اتنا درجہ کا سرکش اور شریر ہو تو اس پر بھی ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مسند امام احمد کی حدیث سے ملتا ہے۔ ایک صاحب کے دوست سرکش غلام تھے جن کے وہ بہت شاکی تھے۔ وہ ان کو طعن تشنیع کرتے اور مارتے پیٹتے تھے لیکن وہ باز نہ آتے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ ہار گاہ نبوی میں حاضر ہو کر اس کی تسکینت کی اور اس کا علاج پوچھا۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری نرا ان کے قصور کے برابر ہوگی تو حیر ورنہ نرا کی ہو مقدار ان کے قصور سے زائد ہوگی خدا نے عزیز اس انداز پر تمہیں بھی نرا دے گا۔ یہ سن کر وہ سخت بے چین ہوئے اور گریہ زاری شروع کی۔ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن میں یہ نہیں پڑھتے۔

وَنَذِمُ الْمَوَازِينَ الْفُسْدَاءِ اِيْرُ  
اِيْقِيَامَةِ فَلَا اَلْهَلْمُ نَفْسُ سَيَا  
اور قیامت کے روز ہم مینراں عدل قائم کریں گے  
سوا اس کا کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (۱۷۷:۲۱)

یہ سن کر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بشریہ ہے کہ میں ان کو اپنے سے بڑا کر دوں۔ آپ گواہ رہیں کہ اب وہ آزاد ہیں۔

### غلاموں کی آزادی سے شغف

حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ملوکوں کی آزادی سے بڑا شغف تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیدیوں کو چھوڑنا بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیماروں کی عیادت کرو۔ (بخاری) اور آپ کی عادت تھی کہ ہر سال جب ماہ ربیع الاول تمام قیدیوں کو رہا کر دیتے (ابن سعد) آپ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں سے جس قدر خوش ہوتے تھے اندر ان کی آزادی پر آپ کو جو مسرت ہوتی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ اپنے دونوں رفیقوں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

کے ہمراہ ابو ہشیمؓ مالک بن تیہان انصاریؓ بوسی رنہ کے پاس تشریف لے گئے ان کے پاس کھجور کے باغ اور بکریوں کے ریوڑ تھے لیکن کوئی خادم نہ تھا۔ اس لیے تمام کام خود انجام دیتے تھے۔ جس وقت تینوں حضرات وہاں تشریف لے گئے اس وقت ابو ہشیمؓ گھر میں موجود نہیں تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پانی لانے کئے ہیں اتنے میں نظر پڑی۔ تو مشک اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ جب قریب آئے اور حضورؐ کو دیکھا تو مشک رکھ کر اپٹ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے تم رنجہ فرما کر بڑی نوازش کی۔

اس کے بعد ابو ہشیمؓ تینوں حضرات کو اپنے باغ میں لے گئے۔ نہایت عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا۔ پھر کھجوروں کی ایک شاخ کاٹ کر لائے اور عرض کی حضور! جو مرغوب خاطر ہو اُسے نوازش فرمائیے۔ اس کے بعد صاف اور شیریں پانی پلایا آپ نے فرمایا دیکھو کتنی نعمتیں ہیں۔ سایہ عمدہ قسم کی کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔ بلاشبہ قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا اب ابو ہشیمؓ نے اپنے محترم مہمانوں کو باغ میں تشریف رکھنے کی استدعا کر کے مکان پر آئے۔ بڑی عجلت میں کھانا تیار کرایا اور لے کر باغ میں آئے۔ جب سب حضرات کھانا کھانے چکے تو آپ نے ابو ہشیمؓ سے پوچھا۔ ”تمہارے پاس کوئی نوکر نہیں گزارش کی کوئی نہیں۔ فرمایا کہیں سے قیدی آنے کی خبر سنو۔ تو میرے پاس آنا۔“

عمر رسالت میں اور شاید خلافت راشدہ کے زمین سعادت میں بھی قیدی نہ لے لیے نہیں ہوئے تھے کیونکہ اخلاقی مجرموں کو نو فی الفور شرعی سزائیں دے دی جاتیں تھیں۔ اور اسیران جنگ اس خیال سے اسلامی گھراؤں میں رکھے جاتے تھے کہ انہیں اسلام کی خوبیاں معلوم ہوں اور اسلامی تہذیب اور طور طریقہ دیکھ کر ملت منیفی کی طرف رغبت ہو۔ چند روز کے بعد حضرت ابو ہشیمؓ کو قیدیوں کی آمد کا پتہ چلا تو آستانِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں ایک قیدی عطا فرمایا لیکن ساتھ ہی تاکید فرمادی کہ اس کی اچھی لمرت غن و پرداخت کرنا ابو ہشیمؓ قیدی سے کہہ کر اور ہوی سے ذکر کیا کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ حسن سلوک ملحوظ رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

یہودی نہایت عقل مند تھیں۔ کہنے لگیں اگر ارشاد نبویؐ کی تعبیر اور آنجناب کی خوشنودی منظور ہے۔ تو اسے آزاد کر دو۔۔۔ افسوس نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ کو اس کی خبر ملی تو نہایت خوش ہوئے اور میاں بیوی کی فرزانی کی تعریف فرمائی درمندی،

### غلام کو آزاد کرنے کا ثواب

لوٹڈنی غلاموں کا آزاد کرنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔ اس کے ثبوت میں چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان بردے کو آزاد کرے خدا اسے ریم و دود لوٹڈنی غلام کے ہر عضو کے ہرے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو بخش جہنم سے آزاد کرے گارِ بخاری و مسلم (حضرت ابو ذر غفاریؓ نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! افضل ترین عمل کون سا ہے؟ فرمایا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ پوچھا کون سا بڑا؟ آزاد کرنا، افضل ہے؟ فرمایا وہ حوزہ بادۂ حشیش قیمت اور مالک کو زیادہ پیارا ہے دریافت کیا اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو پھر حصولِ ثواب کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کسی کام کرنے والے کی مدد کر۔ یا کر دیا جو شخص کام نہ بنائے ہاں، اس کا کام بنا دیا کر دو۔ افسوس نے کہا اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ فرما تو لوگوں سے برائی کرنا پیوڑ دو کیونکہ یہ بھی ایک اچھی شہادت ہے کہ جہنم کے ساتھ اپنے آپ پر ہمدرد کرتے ہو بخاری و مسلم

یعنی جس طرح صدقہ دینے سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح برائی نہ کرنے سے اپنی فساد کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں آرام ملتا ہے۔ اور آخرت میں ثواب ملے گا۔

اور فرمایا کہ جو کوئی غلامس دل سے بد میں غرضِ جہد نہوائے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے تو اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کیا جاتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان بزنس کو آزاد کرے تو وہ اس کے لیے آتشِ جہنم سے آزادی کا سبب بن جائے گا اور جو کوئی اللہ کی راہ میں بوڑھا ہو جائے تو یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو جائیگا مشورۃ

بحوالہ شرح السنہ

غریب بن دینمی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حضرت عثمان بن عفانؓ صحابیِ رمہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے بسیر خود حضرت سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے کہا ہم ایک مرتبہ اپنے ایک ایسے رفیق کے مقدمہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے جس کے لیے خود کشی کرنے کے باعث دوزخ واجب ہو گئی تھی اور عرض پیر ہوئے یا رسول اللہ کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ وہ جہنم سے بچ جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کی طرف سے غلام آزاد کرو دے۔ آزاد گار غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد کر دیگا (ابوداؤد و نسائی)

### آنحضرت کا اپنے غلاموں سے برتاؤ

حضرت خیر الوری صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں جو جو غلام آتے رہے آپ ان کو ہمیشہ نعمت آزادی سے سرفراز فرماتے رہے لیکن ظاہری آزادی حاصل کرنے کے باوجود وہ آپ کے لطف و کرم اور نوازشوں کی قید سے آزاد نہیں ہو سکتے تھے اس لیے قبیلہ، وطن، والدین اور نخلش و اقارب سب کو چھوڑ کر آپ کے سایہ عاطفت میں رہنے کو ہفت اقلیم کی بادشاہت یقین کرتے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ آپ کے غلام تھے اسباب نے ان کو نعمت آزادی سے سرفراز فرمایا تھا۔ جب ان کے باپ، چچا اور بھائی ان کو لینے آئے تو وہ آستانہ رحمت پر والدین کے ظل عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے۔ اس لیے بھانے سے قطعاً انکار کر دیا۔ ان کے والد حارثہ نے کہا زید افسوس تم آزادی، باپ، چچا، بھائی، خاندان اور وطن پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو۔ زید بڑے واقعی میں اس آستانہ رحمت کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ باپ نے اس کی وجہ دریافت کی تو بولے وجہ یہ ہے کہ کوئی والد اپنی اولاد کے حق میں اتنے رحیم و شفیق نہیں ہوتے جس قدر رسول خدا مجھ پر مہربان ہیں اس واقعہ کی تفصیل راقم السطور کی کتاب "سیرت گہری" (صفحات ۲۵۷-۲۶۰) میں ملاحظہ ہو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں اگر زید بن حارثہ نہ وصال بخرمی کے وقت قید حیات میں ہوتے تو آپ انہی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرما جاتے (ابن سعد) اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایک غلام کو کس درجہ سرفرازی بخش کر اسماء



غفلت پر پہنچایا تھا۔

### صحابہ کرامؓ کا برد سے آزاد کرنا

غلاموں کی آزادی اور ان کے ساتھ حسن سلوک حضرت شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اناہمی جزو تھا۔ اس کی تفصیل آپ کو انشاء اللہ العزیز راقم کاشم کی کتاب ”شمائل کبریٰ“ میں ملے گی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، ام المومنینؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے اہل ثروت صحابہ نے ہمت سے لوٹائی غلاموں کو خیر مسلمانوں سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ ہجرت کے بعد مدینۃ الرسول میں غلاموں کی تحریک آزادی نے اور فروغ پایا یہ تحریر رقبہ یعنی غلاموں کو آزاد کرنا بہت سی دینی فوائد اشتوں کا کفارہ قرار پایا اور اس زیر دست طبقہ کو مخلصی بخشنے کے لیے ہمت سی ترغیبات کے اعلان ہوتے رہے۔

صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ نے اس آواز کو لبیک کہا اور چند ہی روز میں سیکڑوں غلام نعمت آزادی سے سرفراز ہو گئے۔ ام المومنینؓ حضرت خدیجہؓ کے بڑے زادہ حکیم بن زیدؓ نے مشرف بہ سلام ہوئے کے بعد سو نام آزاد کئے۔ ام المومنینؓ حضرت عائشہؓ صدیقہؓ نے ایک قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہزاروں غلاموں کو شرف حریت بخشا۔ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے عمؓ حضرت جناب عباسؓ بن عبدالمطلبؓ نے جن لوگوں کو شاہد آزادی سے ہم کنار کیا ان کی تعداد بھی کثیر تھی۔

### موالی کی رفعت شان

موالی اس غلام کہ جتنے ہیں جو آزادی حاصل کر چکا ہو۔ موالی موالی کی جمع ہے۔ اسلام نے موالی کا پایہ عظمت کتنا بلند کر دیا تھا اس کو اس واقعہ پر قباس کر لینا چاہیے۔ (ایام عباسیت میں حضرت خبیب بن ارتش اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما رہ چکے تھے۔ جب مشرف بہ بیان ہوئے تو ان کو قبول اسلام کی پاداش میں بڑی بڑی زہرہ لدا زکلیفیں دی گئیں۔ اس اجمال کی تفصیل آپ کو راقم الحروف کی کتاب ”سیرت کبریٰ“ (صفحات ۳۶۵ - ۳۶۹) میں ملے گی۔

ایک مرتبہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ ایک شخص کے سوا ان سے زیادہ اس جگہ کا کوئی مستحق نہیں۔ حاضرین نے پوچھا وہ کون؟ فرمایا بلال (طبقات ابن سعد)

ایک دفعہ ابوسفیان، حارث بن ہشام اور قریش کے چند دوسرے سردار امیر المومنین عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور اندرائے کی اجازت چاہی۔ اسی کے ساتھ حضرت بلال، حضرت ضعیب اور حضرت عمارؓ نے بھی حاضری کی اجازت طلب کی۔ یہ تینوں غلام رہ چکے تھے۔ حضرت خلافت کا رتبہ ان تینوں کو سب سے پہلے شرف باریابی بخشا۔

ابوسفیانؓ جو فتح مکہ سے پہلے تک کفار قریش کے سب سے بڑے سرگروہ تھے اور مکہ کی طرف سے سب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف رزم خواہ رہا کرتے تھے۔ اُنکے دماغ میں اب تک زمانہ جاہلیت کا غرور باقی تھا۔ انہوں نے سخت ناگواری کے ساتھ یہ کہنا شروع کیا کہ کیا قیامت ہے کہ ان غلاموں کو تو اندر جانے کا اذن ملتا ہے لیکن ہم لوگ بیٹھے انگڑائیاں لے رہے ہیں۔

مکہ کے ایک رئیس حضرت سہیل بن عمروؓ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ کہنے لگے کہ تمہارے پہروں پر غصہ کے آثار نمایاں ہیں۔ لیکن تم لوگوں کو خود اپنے تئیں مامت کرنی چاہیے اسلام نے سب کے ساتھ لوگوں کو جو قبول حق کی دعوت دی لیکن یہ لوگ سبقت لے گئے اور تم پیچھے رہ گئے! اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ

### موالی بحیثیت ائمہ دین

ہندو میں شودر وغیرہ اذنیہ کوئی شخص نہ تو مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا مجاز ہے اور نہ کبھی مذہبی پیشوا بن سکتا ہے۔ لیکن اسلام نے یہ تفریق رونا نہیں رکھی۔ اس کی بارگاہ عالی میں ہر اس کلمہ گو کو مذہبی قیادت کی کرسی پیش کی جاتی ہے جو علم و ہنر کے جوہر سے آراستہ ہو اور اس میں امتیازی حیثیت رکھتا ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے بعد امت مرحومہ میں تابعین کے جو ائمہ اہل علم گزرے ہیں وہ قریباً سب کے سب موالی تھے۔

عدۃ۔ یہ روایت فصل ۵۰ میں بھی سپرد قسط اس کی گئی تھی۔ موقع کی رعایت سے مکرر اندراج پذیر نہ بنی۔ ۱۲

مولانا ظفر احمد عثمانی رقم طراز ہیں کہ صحابہ کے بعد بلاد اسلام میں حدیث و فقہ کے عالم زیادہ تر موالی ہی تھے۔ امام حسن بصری، محمد بن سیرین، عطاء، مکحول، اوزاعی، یزید بن ابی حبیب، لیث بن سعد، طاؤس وغیرہ بے شمار علمائے محدثین و فقہاء موالی تھے۔ حتیٰ کہ نہ ہڑای کے نزدیک امام مالکؒ بھی موالی ہیں۔ تھے کیونکہ بخاری کی کتاب الصوم کے فروع میں ایک سند کے اندر نہ ہری کا یہ قول موجود ہے حدیثی ابن ابی انس و ابی تیمین امجد سے ابن ابی انس نے حدیث بیان کی جو قبیلہ بنو تمیم کے موالی تھے، اور یہ ابن ابی انس امام مالکؒ کے چچا ہیں۔ اور بعض علماء کے نزدیک امام شافعی بھی موالی ہیں۔ تھے ہی تھے۔

جہ بانی نے کہا ہے کہ امام مالکؒ کے اعتقاد کو امام شافعیؒ کا قریشی ہونا معلوم نہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ شافعہ جو امام شافعیؒ کے جد اعلیٰ ہیں، البتہ لب کے غلام تھے۔ افضول نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی تھی کہ اسے موالی قریش میں شمار کر دیا جائے۔ احنوف نے انکار کر دیا تو حضرت عثمانؓ نے اسے یہی درخواست کی۔ احنوف نے منظر طور کر لیا۔ اسی لیے بعض علماء نے شافعہؒ کو حضرت عثمانؓ کے موالی میں شمار کیا ہے۔

حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں اپنی سند کے ساتھ نہ ہری کا قول نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا۔ پوچھ کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا مکہ سے۔ کہا وہاں مکہ والوں کا امام کس کو پایا؟ میں نے کہا۔ طاؤس بن ابی رباح کو۔ کہا وہ عربی ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے کہا موالی ہیں۔ کہا وہ ان کے امام کیسے بن گئے؟ میں نے کہا دیانت اور روایت کی وجہ سے۔ عبدالملک نے کہا بے شک اہل دیانت و روایت اس لائق ہیں کہ لوگوں کے امام بن جائیں۔ کہا اہل یمن کا امام کون ہے؟ میں نے کہا طاؤس بن کیان۔ پوچھا وہ عربی ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے کہا موالی ہیں۔ کہا وہ کیسے امام بن گئے؟ میں نے کہا جس طرح عطاءؒ امام بن گئے۔

اس کے بعد پوچھا اہل مصر کا امام کون ہے؟ میں نے کہا یزید بن حبیب۔ کہا وہ  
 عربی ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے کہا موالی ہیں۔ کہا اہل یمن کا امام کون ہے؟  
 میں نے کہا مکحول۔ کہا وہ عربی ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے کہا موالی ہیں۔ کہا  
 سندھی ہیں اس لیے بعض نے ان کو ہندی بھی کہہ دیا ہے، پوچھا اہل جزیرہ کا امام  
 کون ہے؟ میں نے کہا سیمون بن مهران۔ کہا وہ عربی ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے  
 کہا موالی ہیں۔ دریافت کیا کہ اہل خراسان کا امام کون ہے؟ میں نے کہا  
 ضحاک بن مزائم۔ کہنے لگا وہ عربی ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ موالی  
 ہیں۔ اس کے بعد پوچھا اہل بصرہ کا امام کون ہے؟ میں نے کہا حسن بصری  
 بولادہ عربی ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے جواب دیا موالی ہیں۔ یہ سن کر کہنے لگا تیرا نام ہو۔  
 اس کے بعد خلیفہ عبدالمکک نے استفسار کیا کہ کوفہ والوں کا امام کون ہے؟ میں  
 نے کہا ابراہیم نخعی۔ دریافت کیا کہ وہ عرب ہیں یا موالی ہیں؟ میں نے کہا وہ عرب  
 ہیں۔ یہ سن کر عبدالمکک بولا اسے زہری! اب تم نے میری پریشانی کو کچھ کم کیا۔ واللہ!  
 یہ موالی اہل عرب کے سردار بن جائیں گے۔ منبروں پر ان کا خطبہ پڑھا جائے گا۔  
 میں نے کہا امیر المومنین! یہ تو اللہ تعالیٰ کا قانون اور اس کا دین ہے تو  
 اس کو محفوظ رکھے گا سردار بن جائے گا اور جو کوئی اس کے دین اور قانون کو ضائع  
 کرے گا پست ہو جائے گا۔

اس کے بعد مولانا ظفر احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بھانجے  
 ہیں یہ واقعہ قلمبند کیا ہے۔ ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں لکھا ہے کہ امیر حبشی بن موسیٰ عباسی  
 نے قاضی محمد بن ابی یسائی سے پوچھا کہ بصرہ کا فقیہ کون ہے؟ انھوں نے کہا حسن بصری۔ کہا ان  
 کے بعد کون ہے؟ کہا محمد بن سیرین۔ پوچھا یہ دونوں کون ہیں؟ انھوں نے کہا غلام زادے  
 ہیں۔ پوچھا فقیہ کون ہے؟ کہا عطاء بن ابی رباح، مجاہد، سعید بن جبیر، سلیمان بن بسیار  
 پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ بھی غلام زادے ہیں۔ دریافت کیا کہ مدینہ کے فقہاء  
 کون ہیں؟ کہا زید بن اسلم، محمد بن منکدر، تافع اور ابن ابی نجیح۔ کہنے لگا یہ کون ہیں؟

جواب دیکھو کہ یہ بھی موالی میں یعنی غلام زاد ہے۔ اس پر جیسے ہیں مورتے کا رنگ فقیر ہو گیا۔

اس کے بعد عیسیٰ نے پوچھا اہل قبا کا بڑا فقیہ کون ہے؟ کہا: بیعتہ الر فی اندراہن ابی الزناد۔ پوچھا یہ کن لوگوں میں سے ہیں؟ کہا یہ بھی موالی ہیں۔ یہ سن کر پھر سیاہ چڑ گیا۔ پھر بولا: ایچ یہ بتاؤ کہ اہل بکن کا فقیہ کون ہے؟ جواب دیا: لٹاؤس اندراہن کے ایک فرزند اندراہن منبہ۔ دریاخت کیا یہ کون میں؟ بولا: یہ بھی موالی ہیں۔ یہ سن کر اس کا چہرہ پہلے سے زیادہ سیاہ ہو گیا۔

کہا کہ انچاریہ بتاؤ کہ اہل شام کا فقیہ کون ہے؟ قاضی محمد بن ابی لیڈا نے کہا: مکول ہیں۔ پوچھا: مکول کون ہے؟ کہا یہ بھی غلام ہیں۔ بولا: ایسا بتاؤ کوفہ کا فقیہ کون ہے؟ ابن ابی لیڈا کہتے ہیں: میرے جی میں آیا کہ کوفہ کے فقیہ سکم بن عقیبہ اور حماد بن ابی سمیان کے نام لے کر بتاؤں کہ وہ بھی موالی ہیں۔ میں مگر یہ سوچ کر کہ یہ بیان امیر عیسیٰ پر سخت شقاق ہوگا میں نے کہا کوفہ کے فقیہ: اسمع نخی اور شعی ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا: یہ دونوں عربی النسل ہیں۔ تو امیر عیسیٰ نے الحمد للہ کہا: اس کا غنہ ٹھنڈا ہو گیا۔ (ان خود)

رہم غلامی کو کیوں نہ مٹایا؟

انہی میں اس شبہ کا حل بھی ضروری ہے کہ یہ مدت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رسم شامی کو بالکل برطرف کیوں نہ کر دیا اور اپنے پیروؤں کو قطعی ممانعت کیوں نہ فرمادی؟ اس سے متعلق گزارش ہے کہ اگر دنیا کے تمام ممالک، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ نگیں ہوتے اور اتمام عالم پر آپ کو پورا اختیار ہوتا تو غلاموں کی آزادی سے آپ کو جو شغف تھا اس کے لحاظ سے یقین ہے کہ آپ اس کے متعلق احکام صادر فرمادیتے لیکن جس صورت میں کہ مذکورہ عالم میں اسیران جنگ کو غلام بنانے کا رواج شروع سے چلا آتا تھا اور بالخصوص قریشی اصحاب و دین مسلمانوں کے قتل و غارت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے آپ دشمنان دین کی امیری سے کسی طرح درست بردار نہیں ہو سکتے تھے۔ ہاں سلطنتیں اس پر رونا مندا ہوتیں۔ جیسا کہ انیسویں صدی عیسوی میں یکے بعد دیگرے اس پر ہاٹل ہوئیں اور

اقوام و ملل عالم میں اس کا معنی یہ ہو جاتا تو آپ پوری گرم جوتی کے ساتھ سب سے پہلے  
اس تجویز پر لبیک کہتے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ تنہا کوئی ایک طرفہ کارروائی نہیں کر سکتے تھے جب  
تک تمام ممالک اس پر رضا مند نہ ہوتے۔

اور یہ جو انیسویں صدی عیسوی میں مسیحی حکومتوں نے یکے بعد دیگرے رسم غلامی کے انشا  
کا بیڑا اٹھایا تو یہ بھی دراصل دنیا کے اسی محمد اعظم علی اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی بنیاد تھی۔  
جس پر مروجہ زمانہ کے یہاں قصور سڑیت تعمیر ہوا۔ کیونکہ آپ کی تعلیمات سے پہلے دین کو اس قدر  
ضبطہ کی حریت و آزادی کا کبھی احساس نہ ہوا تھا۔

### یورپ نے قیدیوں سے حسن سلوک کا سابق مسلمانوں سے کیا

قرن وسطی تک یورپ کی مسیحی سلطنتیں بھی اپنے قیدیوں سے نہایت ظالمانہ سلوک  
رہا رکھتی تھیں اور باوجودیکہ اسنامی تہذیب کی روشنی اطراف و اکناف عالم میں منبہ ہوتی  
کر کے ملکوں و قوموں کی راہ نمائی کر رہی تھی تاہم اہل مغرب صلیبی جنگوں سے پہلے اس  
حقیقت سے بالکل خالی اندہ بن گئے کہ قیدی اور غلام بھی کسی حسن سلوک کے مستحق ہیں۔  
حروب صلیبیہ میں مسلمان برابر اپنے عیسائی قیدیوں سے نہایت کریمانہ برتاؤ کرتے رہے لیکن  
جو مسلمان نصرانی حکومتوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوئے ان سے سخت بھیانک سلوک کیا  
جاتا تھا۔

علامہ ابن جبیر اندلسی جب صلیبی جنگوں کے ایام میں جزیرہ سبسیلی میں سے گزرے  
رہے تھے تو وہ مسلمان قیدیوں کی مظاہرہ کو دیکھ کر تڑپ گئے۔ وہ لکھتے ہیں: ”مجملہ ان درو  
انگیز حالات کے جہان شہروں میں نظر آتے ہیں مسلمان اسیران جنگ ہیں جو بیڑیاں پہنے دکھائی  
دیتے ہیں اور جن سے انتہا درجہ کی سخت مشقت لی جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمان قیدی عورتیں  
پنڈلیوں میں لوہے کے وزنی کڑے پہنے سخت محنت شاقہ سے کام کرتی دکھائی دیتی  
ہیں۔ اس دردناک منظر کو دیکھ کر دل پھٹا جاتا ہے (رحلہ ابن جبیر مطبوعہ لیڈن)

آخر جب صلیبی معرکوں کے وہ مسیحی اسیر جو مسلمانوں کے ہاتھ میں قید تھے رہا ہو کر اپنے  
ملکوں میں واپس گئے اور انھوں نے جا کر بتایا کہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ کیسا مہربانہ برتاؤ

برساتو اس وقت اہل یورپ کی کانسیں کھیں اور انھیں اس سے بد کہ قیدیوں اور غلاموں کو آرام سے رکھنا بھی تہذیب و شائستگی کا ایک ضروری جز ہے۔ اس وقت سے وہ بھی قیدیوں کو زندانی کی بجائے ان کو راست و سادہ پنچپنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

## سلطان صلاح الدین اور شاہ انگلستان کے اخلاق کا نمونہ

شہور اسلام سے پہلے اہل عرب قیدیوں سے نہایت درندہ سلوک کرتے تھے، انھیں اسی شہت اور جبرانی کا مستحق نہیں سمجھتا تھا اور ان کے بارہ میں قطعی فیصلہ تھا کہ نہ تیر کر نہ بے جاٹیں۔ مسیحیوں نے اپنے ہادی برحق کی تعلیمات کے بموجب ان سے کبھی بد سلوک کی نہ کی چہ جائیکہ انھیں غم جو تو خدا کے حوالے کیا جائے۔ صلیبی جنگوں میں اہل یورپ کو مسلمانوں سے جو نیکروں قسم کے سبق حاصل ہوئے۔ ان میں ایک یہ تھا کہ قیدی کو زندانی نہیں بلکہ رحم و شفقت کے مستحق ہیں۔

مشرق کے کراٹ پر سپہ سالار کالج کیمبرج نے اپنے شاہ رچرڈ شیردل رات انگلستان کے متعلق میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے اخلاق کی بڑی تعریف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دشمن کے حق میں شاد چہڑے اس معیار اخلاق سے بہت پست رہا تو اس کے تعریف میں ان صلاح الدین نے پیش کیا۔ رچرڈ نے حکمہ و واقعہ صلیب پر قابض و تصرف جسٹ کے بعد تمام مسلمان قیدیوں کی نرو نہیں نہ دی لیکن اس کے مقابلہ میں جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا تو ان تمام عیسائیوں کو (بالفہم) رہا کر دیا جو لشکر اسلام کے ہاتھ میں قید تھے (اسے مسٹری آؤف یورپ مؤلفہ اسے جے گرانٹ صفحہ اول طبوعہ بی کلبس انگلستان) طبع ۱۹۲۸ء صفحہ ۳۵۴

اسی طرح مشرخیان دیوان پورٹ لکھتے ہیں کہ عیسائیوں نے پہلی صلیبی جنگ میں گوڈ فری ڈی بولین کے زیر قیادت شہر دہلی بیت المقدس فتح کیا اور وہاں کے تمام مسلمانوں اور یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس وقت بیت المقدس کے قلعوں میں ہوائیں ہزار مسلمان بے گزین تھے۔ عیسائیوں نے ان سب کو مع زندان و زہر قتل کر ڈالا۔ ان کے ہاتھ سے نہ کوئی ضعیف العمر بچا۔ نہ بچہ چاہنے والا۔ نہ کوئی عورت نہ بچہ۔ جن تلوہ و مل نے ماؤں کو



قتل کیا تھا انہی نے ان کے فرزندوں کو لقمہ بنایا۔ بیت المقدس کے پانا اور مکی مہجے مقبول  
سے بھر گئے۔ ہر طرف سے خروجوں کی آہ و زاری کی دردناک آوازیں آ رہی تھیں۔

لیکن جب سلطان صلاح الدین ایوبی وائی مصر و شام نے اس واقعہ کے فوجی سربراہ  
یعنی مسند پر دوسری سیلابی جنگ میں بیت المقدس پر دوبارہ اسلامی پیچھے لایا اور اس واقعہ نے  
اپنے تین سلطان کے سپرد کیا تو سلطان نے عیسائی قیدیوں سے نہایت نرم و کریم سترہ ہفت سو  
کیا۔ قیدیوں میں سے جو لوگ اپنی رہائی کی قیمت (زرقہ دیر) ان نہ کر سکتے تھے انہیں مفت آزاد کر دیا  
سلطان صلاح الدین کی ہندیب اخلاق کے سامنے فیہ شاہ فرانس اور پرتگیزیہ شاہ  
انگلستان کی کچھ بھی حقیقت نہ رہی۔ (محمد اینڈ وی قرآن مطبوعہ لندن صفحہ ۹۸) \*

## فصل ۶۴

## مالک الملک کے اسماء مبارکہ میں الحاد کرنا

اہل شرک خدا کے تہ و سوا سوا کو ایسے ناموں سے پکارتے تھے جس کا خدا کی کسی آسمانی شریعت سے اذن نہیں دیا تھا۔ مثلاً کفار عرب حق تعالیٰ کو یا ابا المکارم (اے نواز شہنشاہ اور بزرگیوں والے) یا ابیض الوجہ (اے سفید چہرے والے) کہہ کر پکارتے تھے اور نصاریٰ یا ابا المیسر (اے مسیح کے باپ) یا یا ابا الملک (اے فرشتوں کے باپ) کہتے تھے اور مکملات فلما سفہ خاتون کون در مکان کو عنایت اولیٰ سے موسوم کرتے تھے۔ رب حکیم و خبیر نے اس کی ممانعت میں فرمایا:-

دَلِيلُ الْأَسْمَاءِ نَحْسَنِي ذَاذُمُودُ  
بِهَا وَذُرُّ الذِّبْنِ بِتَحْدُونِ فِي  
أَسْمَائِهِمْ نَبَجَزُونَ مَا خَلَوْا  
يَعْمَلُونَ (۱۸۳)

اور اللہ کے بھی نام اچھے ہیں سوا ان ناموں سے  
اللہ کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے نعتیں  
نہ رکھو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں۔ ان  
لوگوں کو ان کے کئے کی سزا سنائی گئی۔

غرض شارع علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جو وصف منتول نہیں اس کو ان کے ساتھ موسوم کرنے سے بچنا چاہیئے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ رب العزت نے اپنے آپ کو بڑا اور قدیم فرمایا ہے۔ لہذا اور پرانا نہیں کہا۔

یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اسمائے باری تعالیٰ کو سحر و غیرہ قسم کے سفلی عملیات میں استعمال کرنے سے باز رہو۔ جو ایسا کرے گا اُس کو برایا بھلا مطلب تو ملے گا لیکن قرب الہی نصیب نہ ہوگا۔

یہی تنبیہ طنت حنیفی میں شروع سے چلا آتا تھا۔ لیکن مشرکین قریش نے اسکو تبدیل کر کے یوں بنالیا تھا:-



وہ مشرک ہے گوہ اپنے من و حق بہ معبود کو فدا ہے کرتا ہے۔ ہمارے نہ جانتا ہو۔ کیونکہ ہر دور  
 کائنات میں اللہ ہیہ بسنم اپنی شہ کو کہ نہ شریک لکے سے آئے پڑھنے کی ممانعت فرمایا  
 کرتے تھے۔

## فصل ۴۵

## ماہِ سفر کو منحوس سمجھنا

مجمعی سال کا دوسرا مہینہ صفر ہے۔ جاہلی عرب میں مشہور تھا کہ یہ مہینہ سنت منحوس ہے۔ لیکن مصلح عالم سلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلانہ توہم کی تردید میں فرمایا:-  
لَا عَدُوَّيْ وَلَا هَامَّةٌ مَرَضٌ لَّكَ جَانِيٌ وَأَنْتَ نَحْوُ سِتٍّ أَوْ ثَلَاثَةٍ مِّنْهُ مَسِيَّتٌ وَلَا صَفَرٌ۔  
اور نحو ست کا مہینہ گمان کرنا بے اصل ہے۔

لیکن اسلامی تعلیمات سے بے خبر ہونے کے باعث پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں میں جہاں اور خاتم خیامیاں اور واجہہ پرستیاں رائج ہیں وہاں یہ بھی تصور ہے کہ صفر کا مہینہ منحوس اور نزولِ بلیات کا مہینہ ہے۔ مسائل نماز میں اردو ایک کتاب ”رکن دین“ مشہور ہے۔ جسے مولوی کن الدین الوری نے تصدیق کیا تھا۔ اس میں نہ صرف ماہِ صفر کو منحوس اور نزولِ بلاء کا مہینہ بتایا ہے بلکہ اپنے زعمِ ناقص کی تائید میں ایک موضوع روایت سے بھی استدلال کیا اور لکھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی ماہِ صفر کے گزرنے کی خوشخبری سنا دے میں اس کو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دیتا ہوں۔

مگر یہ روایت قطعاً موضوع اور من گھڑت ہے۔ علامہ علی قاری رح نے اپنی کتاب موضوعات کی تصحیح میں یہ حدیث من بشر فی بخروج صفر بشرتہ بالجنتہ لا اصل نہ (یعنی اس حدیث کی کوئی اصل و حقیقت نہیں کہ جو کوئی مجھے ماہِ صفر کے گزرنے کی بشارت دے اس کو میں جنت کا مشرکہ سناتا ہوں)۔

عام طور پر پاکستان اور ہندوستان کی عورتیں ماہِ صفر کو تیسرے تیزی کے نام سے موسوم کرتی ہیں۔ یہ نام اسی عقیدہ نحو ست کی بنا پر جو یزید کیا گیا ہے۔ اس مہینہ کی تیسری

تاریخ کو بعض خاندانوں میں آٹھ سو کے ہیں۔ جو کہ خیال سے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ  
سب غیر اسلامی ترافات و رسم و رپا تو بہات میں ہے۔

## فصل ۴۴

## متبنی کو صلیبی بیٹے کی حیثیت بخشنا

مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم اصلاح متبنی کی مصلحت کو عدت کے بعد شرف زوجیت بخشنا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ چھ برس تک تھے کہ کسی غلام نے ان کو یزید کہہ کر نام بتا دیا۔ پھر غریب فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے ان کو بکنے دیا تو اپنی بیوی بھی ان کو مومنین حضرت خدیجہ کے بیٹے خرید لیا۔ جب بڑے ہوئے تو اہم المومنین نے ان کو حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے توالے کر دیا۔ آپ نے ان کو زید کہہ کر ان کو متبنی بنایا۔

اسلام سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ متبنی اور متبنی فرزند میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے۔ جب کوئی مصلح کسی غریبی کی اصلاح کرنا چاہتا تو اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ خود اس پر عمل کر کے دوسروں کے لیے نمونہ بنے۔ چنانچہ نہائے حکیم و دانائے اس رسم قبیح کی اصلاح کا موقع خود آپ کے خاتمہ قدس میں پیدا کر دیا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ نے ہجرت کے بعد حضرت زید بن حارثہ کو اپنے خاندان قریش کا ہمسرہ بنانے کے لیے زید بن حارثہ سے جواب کی پھر بھی ائمہ ہدایت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں ان کے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت زید نے اور ان کے بھائیوں نے پہلے تو اس خیال سے پیغام کو منظور کر لیا کہ آپ ہدایت خود عقد فرمائیں گے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ زید بن حارثہ سے نکاح ہو گا تو انہوں نے رواج زمانہ کے مطابق ایسے شخص سے نکاح کرنے کو ہنک عزت سمجھ کر انکار کر دیا۔ جو پہلے غلام رہ چکا تھا۔

لیکن جب رب العالمین عزاسمہ کی بارگاہ عالی سے حکم پہنچا کہ کسی مومن یا مومنہ کو شاہین نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو پھر انہیں کوئی عذر و اختیار نہ بانی رہا۔



ہائے ۳۳ : ۳۰ ہو تو نکاح پر راضی ہو گئے اور سببہ و زینبہ و حضرت زبیرہ کے  
مذہب و حیثیت میں فساد ہو گئیں۔ لیکن باجمہ مزاجوں میں توافق نہ ہوا اس لیے حضرت زبیرہ  
نے طلاق دیتے نہ تھے اور آپ سے اس بارہ میں مشورہ کیا اور آپ نے طلاق دینے کی  
ممانعت فرمائی۔

لیکن مہاجرین میں کسی طرح ممانعت نہ ہو سکی کیونکہ زبیرہ حضرت زینب کی نسل  
میں تھے۔ جب کبھی باجمہ نزاع ہوتی تو زبیرہ ضرور عالم کے پاس رتھوت کرتے  
اور کہتے تھے کہ میں زینب کا چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ اس سے منع کرتے اور فرمادیا کرتے  
کہ زینب نے تم کو میری خاطر سے قبول کیا تھا اس لیے تمہیں بھی مناسب ہے کہ میری  
خاطر سے ان کو اپنی زوجیت میں رہنے دو۔ آخر میں جب بارہا یہی قصہ ہوا اور صلح نہ ہوئی  
کی کوئی سعادت نہ ہوئی تو آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر زبیرہ مجبور ہو  
ہو کر طلاق سے دیں تو پھر زینب کی دلجوئی اس کے بغیر ہوگی کہ میں خود ان کو اپنے  
نکاح میں لے آؤں۔

مسند قتادہ میں آیت ہے کہ آپ کو وحی سے معلوم ہوا کہ زبیرہ ضرور صدق ہو گئے۔  
اور زینب یہ نکاح سے نکاح ہو گا اور اس وقت مقتضات مصلحت بھی ہیں۔ خدا کہہ رہا  
ہے کہ زبیرہ کے نہ ہونے کے باعث رنج طبعی کا موجب ہوا تھا۔ پھر اس پر طلاق  
دینا ضرورہ موجب کافرتی و دل شکنی تھا۔ اس دل شکنی کا تدارک جس سے حضرت زینب  
کی اشک توئی ہو سکتی اس سے بہتر اور کوئی نہ تھا کہ حضور ان سے نکاح کر کے ان کی دلجوئی بعد  
تلافی فرمائیں۔

لیکن ساتھ ہی آپ کو منافقوں کے طعن اور بدگوئی کا بھی خیال تھا کہ وہ چرچا کر رہے  
ہے کہ اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کر لیا حالانکہ آپ پاک کا حکم بیٹے کا نہیں ہے۔ غرض  
زبیرہ نے مجبورہ کر طلاق دے دی اور عدت گزارنے کے بعد حکم الہی سے آپ سے سنت  
زینب کو اپنی زوجیت میں لے جس میں خدا وہ مصلحت مذکورہ کے یہ شرعی مصلحت بھی تھی کہ زینب  
کی مطلقہ سے نکاح کی حلت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہو اور لوگ

سے پاک کو صلیبی بیٹوں کی طرح نہ سمجھیں اور نہ ان کے متناقض صلیبی بیٹوں کے سے تسلیم کئے جائیں۔

الغرض آپ نے حضرت زینبؓ کو اپنے حوالہ ازدواج میں لے کر ایک نیک مثل قائم کر دی۔ منافقوں نے بہتیرا شور مچایا اور مطعون کرتے رہے کہ بیٹے کی جود سے نکاح کر لیا لیکن آپ نے کچھ انتہات نہ فرمایا اور عرب سے یہ رسم ہمیشہ کے لیے صرف نیک کی طرح مٹ گئی کہ متبانی کی مطلقہ سے نکاح کرنا اباً حرام سمجھتے تھے۔

## فصل ۴۷

## متمم اول اور ذی اثر اور لوں کا غنائم چھ قسم کے کیا معمول

۱۔ جہالت کی ایک مذموم رسم یہ تھی کہ تمام غنائم اور جنگی لوازم دشمن سے وصول کر کے متمم اول اور ذی اثر اور لوں کو سنبھال کر جاتے تھے اور فقر اور مساکین اور دوسرے اہل شوق بالکل محروم رکھے جاتے تھے۔ اسلام نے اس خرابی کو دور کر کے مستحقین کی حق رسی کو رب العزت نے بال غنیمت اور ان کے کوبراہ راست اپنا رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی رست غانی پر موقوف فرمایا اور ان کے منہ رست بھی بتا دیے کہ آپ نامک ہونے کے باوجود اہل حاجات پر اور معصیات عامہ پر صرف فرمائیں۔ اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلْيَنْزِلْ فِي قَرْيَةٍ وَلَا يَمْلِكْ لِلْيَكُوفِيِّينَ أَنْ يَبْلُغَ الْفَزَا فِ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا هُمْ يَنْصُرُونَ  
 مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ  
 کافروں سے دلوادے (جیسے بنو نضیر کا مال،  
 فہک اور غنیمہ کا ایک حصہ) وہ بھی اللہ کا  
 اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا  
 لایکون دولتیں راخبر اور غنیمتوں کا اور محنت جوں کا اور بے توشہ ہمسافروں  
 مِنْكُمْ رَحْمَةً  
 کا حق ہے تاکہ وہ ان کے اور غنیمت تمہارے  
 تو لوگوں کے قبضہ میں نہ آجائے (جیسا اہل بیت  
 دستور تھا)

یاد رہے کہ اعمامے محاربین سے مجاہدین اسلام کو جو مال ملے اس کی دو قسمیں ہیں  
 اول وہ جو لڑائی میں حاصل ہو۔ دوم وہ جو بنا حرب و ضرب میسر ہو۔ جیسے بنو نضیر کا مال  
 لشکر اسلام کے ہاتھ لگا تھا۔ قسم اول کو غنیمت اور دوسری کو فہک کہتے ہیں مال غنیمت

کے پانچ حصے کئے جائیں۔ چار تو (بے تحاشہ) لشکر میں تقسیم ہوں اور پانچویں حصہ  
قیموں، مسکینوں اور حاجت مندوں کو دیا جائے۔ بیان ہے کہ میں لشکر کا حق نہیں۔ اس کو تین  
حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ ایک حصہ بیتا کے دیں۔ دوسرا غریب و مساکین کو اور تیسرا  
غیر متعلق مسافر و مل کو۔ اگر ساری رقم ایک ہی صفت میں خرچ کر دینی جائے تو بھی جائز  
ہے۔

سورۃ انفال آیت ۱۴ اور سورۃ شراکیت ۶ میں ان تین مصارف کے بارے  
دو حصے (ان اللہ ورسول کا اور ۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں،  
بھی مذکور ہے۔ اللہ ورسول کے حصے سے یہ مراد ہے کہ جیسا کہ امت صلی اللہ علیہ  
وسلم کو ملے اور قرابت داروں سے جو ہاشم اور بنو شیبہ مراد ہے۔

مطلب ہاشم کے چھوٹے بھائی تھے۔ ہاشم کی رحلت کے وقت ان کی بیوی  
سلمیٰ شرب میں تھیں۔ کچھ دنوں کے بعد ایک فرزند متولد ہوا جس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ شیبہ  
ساتھ سال کی عمر تک شرب ہی میں رہا۔ اس کے بعد مطلب شرب (مدینہ منورہ)  
گئے اور اپنے بزرگ زاد کو مکہ معظمہ لے آئے۔ جب یہ شرب میں داخل ہوئے اور لوگوں نے  
شیبہ کو ان کے پس پشت سوار دیکھا تو شیبہ کے پشت کچھ پیڑ سے دیکھا کہ گھن کی ایک لمبائی  
کوئی نظام خرید کر لائے ہیں۔ چنانچہ شیبہ عبد المطلب، مطلب کے غلام، کے نام سے  
مشہور ہو گئے۔ یہی شیبہ سرور عالم و عالمی ان سنی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجد تھے۔ مطلب کی  
زونا و بھی ہاشم کی اولاد کی طرح آغازِ نذرت سے لے کر آخر تک دامن نبوت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی طرح سے معاون و مددگار رہی اور انھوں نے بھی اعدائے سے جو درپے  
ہوں ستانی تھے ہر طرح سے آپ کی حفاظت کی۔

جب آپ ۱۰ یا ۱۱ سال کے ہوئے کہ علم برزخ میں تشریف لے گئے تو آپ کا حصہ ساقط  
ہو گیا۔ اسی طرح آپ کے قرابت داروں کا حصہ بھی جو بوجہ نصرتِ قدیمہ منجی نبی اللہ

نفس یہ نفسیہ اس لیے ضروری خیال کی گئی کہ بعض لوگ مطلب اور عبد المطلب میں کوئی امتیاز نہیں  
کرتے۔ ۱۲۔

مذہبہ جوائید اور وصال نبوی کے بعد و اس وقت باقی نہیں رہی تھی ختم ہو گیا۔ اس شخص کو  
پانچواں حصہ پانچ کی بجائے تین ملحق ہوا۔ تقسیم شدہ وراثت ملی و ان کے باوجود مساکین و مسکینہ اس میں  
ایک کچھ جو بدبخت ہیں یہ تمام مستحق ہیں؛ مثلاً خود ہر کسے جو تھے تھے۔ سارا مال و منال ان کی قیادت  
و مال کے شکم ہر مس و کمزور بندہ مسکین بن جاتا تھا۔

## فصل ۶۸

## محرمات کو گھر میں ڈال لینے کا رواج

سرزمین کے عرب، کے اندر تمام بے حیائیوں میں بڑھی ہوئی۔ بے حیائی یہ تھی کہ اپنی سوتیلی ماؤں پر وراثت قبضہ کر کے انھیں اپنی بومی بنالیتے تھے اس کے علاوہ ان محرمات سے بھی شادی کر لیتے تھے جن سے اہل کثاح نہیں ہو سکتا اور اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا ہجرت کے بعد مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی اور اس کے متعلق تاکید احکام جاری فرمائے۔ گو آپ کے فرامین نے صورت حال کی بہت کچھ اصلاح فرمادی لیکن اس برائی کا کئی استیصال نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر آپ کو سخت گہری اور تشویش تھی کام لینا پڑا۔ یہاں تک کہ یہ رسم بد جزیرہ عرب سے بالکل منقود ہو گئی۔

## ارشادات نبویہ

اس سلسلہ میں آپ نے حکم دیا تھا کہ جو شخص اپنے ناتنے والی محرم عورت سے ہنسی اختلاط کرے اس کو موت کے گھاٹ اتار دو (ترمذی) اور فرمایا جو کوئی محرم عورت کو زہر بنائے اس کو ہلاک کر دو (ابن ماجہ) بنو امیہ عازب صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان کہ میں اپنے چچا ابو بردہ بن بخیرہ رضی اللہ عنہ سے ملا۔ ان کے ہاتھ میں ایک بھالاق تھا۔ میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کہنے لگے ایک آدمی نے اپنے باپ کی منکوحہ کو گھر میں ڈال لیا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ جا کر اس کا سرے آؤں (ترمذی، ابوداؤد)

لیکن نسائی، ابن ماجہ اور دارمی کی روایتوں میں سرے آنے کی بجائے گردن مارنے اور ڈال لوٹ لانے کا ذکر ہے۔ اکثر علماء نے فرمایا ہے کہ یہ شخص جاہلیت کے اعتقاد کے بموجب اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا حلال سمجھتا ہوگا۔ پس وہ مرتد تھا جو اللہ اور رسول سے رندم خواہ ہوا۔ اسی بنا پر آپ نے اس کے قتل و غارت کا حکم دیا۔





یعنی یہ معاشرت اخلاقی اور تمدنی کے وہ قیادین ہیں جن پر انہماک تدریج سے ہر دور کے انبیاء اور ان کے صالح پیرو عمل کرتے آئے ہیں اور خود اسے خود المہن کی توجہ اور کرم فرمائی ہے کہ وہ بائیت کی استقبیوں سے نکال کر انبیاء و صلحاء کے طریق ہدایت کی طرف توجہ کی رہنمائی کر رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ اسلام اپنے حلقہ اقتدار میں مجوسی جیسے حیاتی کر قیام کو اور اس کی حرکت قدر یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے اپنے مائل بعہ کے نام حکم نامہ بھیجا کہ مجوس کے ہر ذمی محرم کے درمیان تفریق کر دیجائے اور مجوس اور ہنود کی افراط و تفریط

ہنود میں دُور کی رشتہ داروں سے بھی ازدواجی تعلقات قائم نہیں کئے جاتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنی رشتہ دار عورتوں کی طرف میلان طبع نہیں ہوتا۔ آپ نے راقم المسطور کی کتاب مدائیر تلخیص میں پڑھا ہوگا کہ جلال الدین اکبر بادشاہ کے شہزادوں نے ہنود کی پیروی میں پھوپھی، ماموں اور خالہ کی بیٹیوں سے شادی کرنا ممنوع قرار دیا تھا۔ اور مجوس کے کل یا بعض فرقوں میں ماں، خالہ، بہن، بیٹی جیسی محرمات سے بھی شادی جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ مجوس اور ہنود افراط و تفریط سے بہت دور ہیں۔ صحیح اور معتدل طریقہ وہی ہے جس کی طرف اسلام نے رہنمائی فرمائی ہے۔ چچا، پھوپھی وغیرہ کی بیٹیوں کی طرف یقیناً میلان ہوتا ہے اور جن عورتوں کی طرف میلان نہیں ہوتا ان سے شادی کرنے کی خود شریعت حمت نے ممانعت فرمادی ہے۔

## فصل ۶۹

## مردار اور حشرات الارض کھانے کا معمول

ہیں طہری نظامی لطافت حبیبانی طہارت اور پاکیزہ لباس سے خاص ہوتی ہے۔  
 اسی طرح بالائی پاکیزگی ذکر الہی اور اکل مکمل کی بدولت پیسہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروں کو اکل مکمل کی بدولت پاکیزہ فرمایا کرتے تھے۔ مشہور ہے  
 ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! تم تعالےٰ پاکیزہ رہو۔ پاکیزہ کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کرو۔  
 بیت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کو جن امور کا پابند بنایا۔ سامعہ مومنین بھی انہی امور  
 پر عمل فرماتے ہیں۔ حدیث ہے کہ اپنے کام پاکیزہ رہنا ہے۔ یا اَشْبَابُ! اسْمُکُمْ کُلُّوْا  
 مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَارْغُلُوْا سَاوِلِحَاءُ رَا۔ (باب ۱۰۱) تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اندر  
 عمل کرو (ترجمہ)

حضرت سید محمد پروانہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ چھٹے دن عرب کو کھانے  
 پینے میں کسی چیز کا بھروسہ نہ کرنا تھا اور نہ کوئی چیز حلال یا حرام سمجھتی تھی لوگ مردار اور خون  
 اور حشرات الارض کھاتے تھے۔ البتہ جن جانوروں کو قبول کے رسم پھیل چکا تھا  
 اس کا ذبح کرنا سمجھتے تھے۔ بعض جانوروں میں بندگان تھے۔ ان چار چیزوں کے  
 ذبح میں سے جو ذبح کچھ نہیں وہ ہمارے مردوں کے کھانے کے لیے ہیں۔ ائمہ  
 عورتوں پر اس کا کھانا حرام ہے اور گھر پر ہوا پینا ہر مرد عورت سب کھا سکتے ہیں۔  
 ائمہ انعام کی ۱۰۰ باتیں ہیں اس کا ذکر وہ خود ہے۔

اہل کفر کا ایک دستور یہ تھا کہ جب کبھی بازن میں سے نیاز پڑھاتے تو خط کعبہ  
 اس کے درجے کر دیتے تھے۔ ایک مسجد اللہ کا وہ دوسرا بتوں کا۔ اسی طرح جانوروں  
 میں بھی کچھ مسجد اللہ تعالیٰ کا کہتے اور باقی بتوں کا۔ پھر اگر اللہ کا جانور مومنانہ اور

کھیت، شاداب اور روئیدہ پانی بقی تو اس کو بدل کر توبوں کے نام کر دیتے۔ لیکن توبوں کی طرف کی اچھی نیا نہ کہ خدا نے برتر کی طرف نہ بدلتے تھے کیونکہ ان کو توبوں سے زیادہ محبت اور کریمہ کی تھی اور انھیں انہی کی خوشنودی کا زیادہ خیال رہتا تھا۔ اگر کبھی کوئی شخص ان سے اس تہجد کی وجہ دریافت کرتا تو یہ کہتے تھے کہ اللہ رحمت مند اور کسی کا ممتان نہیں ہے اور ہمارے یہ معبود و رب (ہمارے محتاج ہیں۔) (سورۃ النعام میں اس کی تفصیل موجود ہے)

نکریہ ان کی حماقت تھی۔ خدائی کردگار کی پیما کی ہوئی چیز کا تو وہی سب سے زیادہ مستحق ہے نہ کہ پتھر کی گھڑی ہوئی مورتیں جن کے محتاج اندر رہے ہوں تو انھیں خود اعتراف تھا۔

### حلال و حرام جانور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جن حلال اور پاکیزہ جانوروں کے کھانے کی اجازت دی اور جن جانوروں کے کھانے کی ممانعت فرمائی، اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ جس جانور کے دانت نوکدار ہوں اور وہ دوسرے جانوروں کو تیر پھاڑ کے کھاتا ہو جیسے شیر، پتیا، بھیریا، کتا، بلی وغیرہ حرام ہیں اور جس جانور کے دانت نوکدار نہ ہوں لیکن درندہ نہ ہو وہ حلال ہے۔ جو جانور پنچے سے شکار کرتا ہو جیسے بانہ، بھری، بکرہ، عقاب، چینی، گدھ وغیرہ حرام ہے۔ جو کوئی کھیتی کھاتا ہو اور نجاست خورد نہ ہو وہ حلال ہے مگر مردار، خور اہلق کو حرام ہے۔ اہلق سے دیسی کو مراد ہے جس کی گردن کا رنگ پیروں کی نسبت سفید ہوتا ہے۔

نچر اور بستی کا گدھا حرام ہے البتہ جنگل کا گدھا گورنر سے کہتے ہیں حلال ہے۔ امام شافعی؟ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک گھوڑا حلال اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرام ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی وفات سے پیشتر گھوڑے کی حرمت کے قائل نہ ہو کر لیا تھا۔ خرگوش حلال ہے۔ بندر، کتار، بھڑکچھو اور زمین میں رہنے والے جانور جیسے چوہا، چھپکلی، گرگ، سانپ، بچھو حرام ہیں۔ پانی کے جانوروں میں مچھلی کے سوا اور کوئی

عداں نہیں۔ لیکن ٹھیک کے عداں ہونے کی بھی شرط ہے کہ خود مرگ یا فی ہنہ تیرائی ہو۔ جس سے وہان ذبح کے حلال ہے۔

یہ چیزیں قطعاً حرام ہیں۔ بات سمجھاؤں۔ وہ جانور جو غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا ہو۔ سورہ مردار۔ اہل جاہلیت مردار ہی چیز کو سمجھتے تھے جو بیمار ہو کر اپنی موت سے مر جائے اس سے ایسے اگر جانور کسی اور سبب سے مر جائے تو اس کو حرام نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن پاک سورہ مائدہ میں بتایا گیا کہ وہ جانور جسے مردار سے جوڑ دیا گئے سے یا گردن لٹٹے سے یا اور سے ذبح کر لیا ہو یا کسی جانور کو میٹھا لگنے سے ہلکا ہو یا کسی دھن سے لٹے اس کو پھانسا ہو۔

یاد رہے کہ عداں جانور کے عداں ہونے کی لازمی شرط یہ ہے کہ وہ ذبح کیا گیا ہو ورنہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ پس مردار حرام ہے کیونکہ نہ وہ ذبح کیا گیا ہے اور نہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کو یہ شبہ ڈالنا چاہا تھا کہ تم لوگ اللہ کے نام سے ہوئے جانور کو تو کھاتے نہیں اور اپنی مار سے ہوئے یعنی ذبیحہ کو کھاتے ہو۔ بعض صحابہ نے پیشوا سے امت میں اللہ عید و سلم کے منور میں کفار کو یہ مقولہ بیان کیا تو اس پر سورہ انفاحہ کی چھ آیتیں (۱۶۱ تا ۱۶۶) نازل ہوئیں جن میں تنبیہ کی گئی کہ تم کھم کے پتھر پتھر۔ ان کے کہنے پر نہ جھاؤ (باب) کیونکہ مارا ہوا تو سب اللہ کا ہے لیکن اس کے نام میں برکت ہے۔ تو اس کے نام پر ذبح ہوا وہ حلال ہے اور جو خود بخود مر گیا وہ حرام ہے (موضح)

### حالت اضطرار کی رخصت

سورہ انفاحہ کی ۱۷ ویں آیت میں اس کی بھی اجازت دینی گئی کہ اگر مردار میں حالت اضطرار ہو یعنی فاقہ کشی میں مرنے کا خطرہ لاحق ہو اور یہ یقین ہو جائے کہ اس کے کھاتے بغیر جان بچا ہو سکو گے تو قدرتِ مہربان اس میں سے کھا لو اور یہ مردار پر موقوف نہیں بلکہ حالت اضطرار میں خود ان لحم تنہ پرانہ۔ غیر اللہ کے نام کی چیز جس کا میں لائی جا سکتی ہے چنانچہ سورہ البقرہ کی ۱۷۳ ویں آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت (اور نہ بڑے دھرم سے اجزا) اور ایسے جانور جو غیر اللہ کے

نامزد کر دیا گیا ہو حرام کیا۔ پھر بھی جو کوئی (بھوک کے واسطے) اضطراری حالت میں چنچلت  
بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ (قدر و حاجت سے) تجاوز کر لے والا ہو تو اس پر کچھ  
گناہ نہیں۔

## نجاست خور جانور کی حلت و حرمت

عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جناہ یعنی نجاست خور جانور کے کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا (ترمذی)  
آپ نے نجاست خور جانور پر سوار ہی کرنے کی (حی) ممانعت فرمائی (ابوداؤد) ابن مالک کا  
قول ہے کہ جب ایسے جانور کے گوشت میں نجاست کی بظاہر وقتہ اس کا کھانا ممنوع  
ہے ورنہ کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو کچھ روز تک بند رکھیں تاکہ اس کا  
گوشت اثر نجاست سے پاک ہو جائے۔ پھر ذبح کر لیں۔ اور فستاد سے کبرے  
میں ہے کہ جب تک نجاست خور مرغی کو تین دن اور دوسرے جانوروں کو دس دن تک  
بند نہ رکھا جائے ان کا کھانا حلال نہیں۔

اور کتاب شریع السنہ میں ہے کہ نجاست خور جانور کو دیکھا جائے کہ اگر کبھی کبھی نجاست  
کھاتا ہے تو اس کا کھانا حرام نہیں اور اگر اس کی غالب خوراک نجاست میں ہاں تک کہ نجاست  
کا اثر گوشت اور دودھ میں ظاہر نہ ہو تو اس میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ امام  
شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جانور کو چند روز تک بند کر کے صرف عید پر  
رکھیں۔ جب اس کا گوشت نجاست کے اثر سے کچھ پاک ہو جائے تو اس وقت اس کا کھانا  
جائز ہے ورنہ نہیں۔ لیکن امام حسن بصری کے نزدیک کسی حالت میں نجاست خور جانور کا  
گوشت کھانا جائز نہیں۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مسلک ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۸۱) (نہجۃ)

## ایک شبہ کا حل

ایک سوال یہ ہے کہ بعض جانور ایسے ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست  
خود کوئی حلت یا حرمت بیان نہیں فرمائی۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے حلال یا حرام ہونے  
کا علم کیونکر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر جو لکھا گیا کہ جانور کھانے پینے میں کسی چیز کا

پر پیر نہ تھا تو اس عہد سے وہ پیر بن مستثنیٰ میں جو قریش کے عہدِ اعلیٰ حضرت اسمعیل غنیہ سلم کے زمانے سے مٹاں یا حرام کی حیثیت سے ان کی معذراں بہا چلی آتی تھیں۔ کیونکہ حسب بیان شہادہ علی اللہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی صرف ان خرابیوں کی اصلاح فرمادی تھی جو مردہ زمانہ سے ملتی اسمعیلی میں پیدا ہو گئی تھیں لیکن جن اسمعیلی احکام و ضوابط کے ان عرب پابند پہلے آئے تھے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنی بہا برقرار رکھا تھا۔ پس حضرت خاتم النبیا سے جن بہا نور ان کی ملتی یا حرمت مروی نہیں ان میں قریش کے تعالٰیٰ کو ملحوظ رکھا کہ خاتم النبیا والہ السلام۔

## فصل ۷۰

## معبود برحق کا جسمانی تمثیل

مقاید میں اس انسان رب العالمین کی ہستی اور اس کی ذات و صفات کا مسئلہ ہے  
ظہور اس امر سے پہلے اتنے اہم مسئلہ کے متعلق تمام دنیا بیب و غریب فلسفیوں میں  
مبتلا تھی۔ یہود و گو ایک خدا کے قائل تھے لیکن انہوں نے اس ذات پر ترکہ ایسے اس ذات  
سے متصف کر رکھا تھا کہ وہ نمایاں نہ رہ گیا تھا۔ عیسائیوں نے تو بتایا تجویز کر رکھی تھی اور  
تین کو ایک اور ایک کو تین کہتے تھے مگر لطف یہ ہے کہ یہ اجتماع نقیضین خود کی نفس و فہم  
سے بھی ماہر تھا۔

مجوس یعنی ایرانیوں کے آتش پرست پارسیوں نے نیکی اور بدی کے دو الگ الگ  
خدا تجویز کر رکھے تھے انسان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ نیکی اور بدی دونوں کا ایک خدا کیونکر ہو سکتا  
ہے۔ ہندوؤں کے ہاں کم از کم تین خدا تھے۔ برہما۔ ایشن۔ ویش۔ اور ستاروں کی تعداد تو شیروں  
بلکہ ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کسی نہ کسی صورت میں مانتے تھے۔ لیکن دنیا میں یہ لوگ  
مذہبستوں اور اہل زندقہ کی بھی کمی نہ تھی۔ یہ لوگ سرے سے خدا کے جی و قیوم کی ہستی ہی کو  
تسلیم نہیں کرتے تھے۔

دنیا اسی عالمگیر تاریکی میں بھٹک رہی تھی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث  
ہو کر انسان غلط خیالات اور معتقدات کا پر وہ چاک کر دیا۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ اس کے  
دل میں جو خیال آتا ہے وہ انہی واقعات، روایات اور خیالات سے آتا ہے جو اس کے  
گرد و پیش میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ اگر اس فطرت کے رو سے پیغمبر ہاشمی  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خدا کا خیال آتا تو وہ اسی قسم کا خدا ہوتا جو اس زمانہ کے لوگوں



کا مقام۔

لیکن آپ نے وحی الہی کی تعلیم کے بموجب لوگوں کو بتایا کہ خداوند تمام و احد مطلق  
ہے۔ وہ نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں نہ اتر پر نہ بیچہ۔ نہ دریاں نہ تہیں۔ نہ غار میں نہ مکان میں  
بائنی تعالیٰ جہت و اشارہ نہ موت و فوق ہر قسم کے قید و خصوصیات سے ہی مبرا ہے۔ یہ وہ تقدیر  
و تشریح تھی جس پر دنیا بیان نہ ملک جہت نہ درہ میں۔ ایک مغربی مقرر نے لکھا ہے کہ جب زبان و لسان  
جہت و اشارہ تمام خصوصیتوں کو الگ کر بیاد است تو خیال کے ساتھ کیا باقی رہ جاتا ہے۔ خداوند  
اسلام کو اپنی اتنی تقدیر و تشریح پر ناز ہے۔

اسی تقدیر کی بنا پر اسلام نے ہر قسم کی بت پرستی کو افسردہ کر کے قرعہ دیے کیونکہ داعی اسلام  
صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کی اسبت جس پاک اور منہ دنیا کی تعلیم دی تھی وہ اسے  
تھا کہ خدا کے تصور بسمانی بلکہ امور صورت کے بغیر نہ آئے۔ مندرجہ ہیں اور بسمانی و غیر بسمانی  
خدا کے تصور کے بسمانی شکل کے محتاج تھے اور اسی واسطے بت پرستی پر سختی ہے بت پرستوں  
لیکن باوجودیکہ اسلام میں پیسیدوں کے یہ ٹکڑے و لٹریٹے پہنچ گئے لیکن ان میں اس قدر فرقہ  
کو کبھی بت پرستی کا خیال تک نہیں آیا۔

## فصل ۱۷

## مسکروں میں رعایا کو ایذا دینا

رعایا کے مال و جان کی حفاظت حکام اور فوجی سپہ سالاروں کا اولین فرض ہے۔ لیکن عرب میں معمول تھا کہ جب کسی مقام پر حملہ کرنا ہوتا تو فوج پیادوں طرف دوڑ دوڑ پھیل جاتی تھی جس سے راستے بہرہ ہو جاتے اور کاروبار مسدود ہو جاتے اور گھروں میں آنا جان دشوار ہو جاتا۔ اہل کیروں کا مال و اسباب مٹ جاتا۔ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے حکم دیا کہ رعایا کی تکلیف اور ایذا رسانی سے بچیں اور کسی کو تنگ نہ کریں جب آپ نے حکم دیا کہ فوج اور ہمدرد پھیل نہ دیا کرے تو لشکر سنا م اس طرح سمٹ کر پڑوئے گئے کہ اگر بالفرض ایک چادر تان دی جاتی تو سب اس کے نیچے آ جاتے (البوداؤد)

اسی طرح ہر جگہ مشاہدہ ہیں کہ حملہ آور سپاہ میدان جنگ کے گرد و نواح میں بڑی بڑی سفایوں کی مرکب ہوتی ہے۔ دیہات کے غریب و مشوک اٹھال پاشندوں کو لوٹ لینا تو محض معمولی بات ہے۔ عرب میں بھی یہی عادت تھی خصوصاً جب رسد کم ہو جاتی تھی اور لشکر کے کھانے پینے کے انتظام سے نہیں ہو سکتا تھا تو لوٹ مار بالکل جائز فعل یقین کیا جاتا تھا۔ رحمت عام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی بڑی سختی سے ممانعت فرمائی۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے کسی جگہ ایک مہم بھیجی گئی۔ اس سفر میں لشکر کو سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ اتفاق سے بکریوں کا ریوڑ نظر آیا۔ بہت سے لشکر میں رسم قیام کے بموجب اس پر ٹوٹ پڑے اور بکریاں لوٹ لیں۔ مصبح عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقع کی خبر ہوئی تو آپ موقع پر تشریف لائے۔ گوشت پک رہا

توں ورنڈیاں پوشش کنا رہی تھیں۔ اس وقت آپ سک دست مبارک میں ایک  
 کمان تھی۔ آپ نے کمان سے تمام بانڈیاں لٹا دیں۔ سنا گونڈت مٹی میں مل  
 گیا۔ اب آپ نے فرمایا کہ نور کا نال سردار سے بڑا ہے۔ اس اقدام سے شکر کو پوری طرح

انتباد ہوا (البعثاؤد) \*

## فصل ۷۲

## مقتول کے ورثاء کی بے بسی

جہاں حرم اور ائمہ سابقہ میں قاتل قصاص میں لائے گئے ہیں کیا جاتا ہے اور مقتول کے ورثاء بالکل بے بس ہوتے تھے۔ یہیں، امام میں بڑی سہولت ہو گئی اگر مقتول کے ورثاء قصاص سے دست بردار ہو کر خون بہا پر راضی ہو جائیں یا باطل معاف کر دیں تو وہ اس کے مجاز ہیں۔ لیکن خون بہا کی صورت میں قاتل کو اس میں منہ بڑ کر یہ خون بہا حقے لاسکون بعد واکر ویشا پے بیٹے اور مقتول کے ورثاء بھی صلح کئے چھپ قاتل کے ورثاء قتل نہ ہوں۔

اسلامی قانون میں ورثاء مقتول کے خاندان میں اور دل ہوئی محمود رکھی گئی ہے۔ اور انھیں آتش سے بچانے کی ہر قسم کی کوشش کرنی چاہیے کہ آتش نہ لگے اور یہ دیت ہے کہ قصود میں یا بالکل ہی معاف کر دیں۔ نہ بت یا خون۔ سو ادرنٹ یہ ہزار ہا بار یہ اس ہزار درجہ میں نمٹے۔ یہیم وودود نے اپنے کلام بدینہ آیت ۱۷۸ میں فرمایا کہ جس قاتل کو اس کے جانی اطالہ قصاص سے قصاص کا کوئی جزو معاف کر دیا جائے تو یہ نہایت پسندیدہ ہے۔ اس سیاق میں آیت بھائی "کر باغت و معنویت قابل التلافیت ہے۔

اس سے متبر شمع ہوتا ہے کہ اقوام قتل کے بعد بھی قاتل ورثاء مقتول کا دشمن بھائی ہے حق تعالیٰ نے جانی کا لفظ فرمایا کہ نہایت لیلیف پیرایہ میں قاتل سے نرمی برتنے کی سفارش کر دی کہ اگر اپنے ایک خطا کار بھائی کے مقابلہ میں انتقام کا غم نہ پی جائے تو یہ تمہاری افوت اسلامی کے زیادہ شایان شان ہے۔

متحدہ ہندوستان میں قاتل عذر کے متعلق تعزیرات ہند کے یہ مندرجہ تھے۔ تو کوئی شخص قاتل عذر کا مرتکب ہو اس کو عذر کے تحت یا جس دوام جبر وریائے شور کی نگرانی ہائی

مردہ مردانے کا بھی مستند وجہ یہ ہے کہ وہ نفس اور نفسِ ناطق کی بابت برعکس تھا۔ خود کی شمس ایسے  
 نفسِ انسانیت کا مرکب ہو جو نفسِ تمدن کی مدد کو نہ پہنچتا ہو تو اس شخص کو جس کو جس زوال و انحسار  
 و ریاضت شوریٰ و نردوزی جاتے کی یاد و نواں قسموں میں سے کسی قسم کی تہذیب کی یادیں بنائے گی۔  
 ان کی مینعاد دس برس تک ہو سکتی ہے اور وہ مردانے کا بھی مستند وجہ ہو گا اور فقہ ۴۳  
 اس قانون کا ایک تہذیب کا دور ہو گا نہ انسان اور بے رحمانہ مادہ کی تہذیب ان دونوں دونوں  
 میں متفصل کے پس ماندوں کی مرضی اور خواہش کا کوئی اثر نہ نہیں رکھتا گیا۔ اب فرس لیجئے کہ ایک  
 ضعیف العمر بزرگ کے دو بھائی تھے۔ بدقسمتی سے ان میں تضاد ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ شکر  
 کہ ہاک کر دیا۔ اب حکومت فائن کوئی کر تھوڑا سا پر پر مادے کی اور اس بڑھیک کی جیج و پکار  
 پر مشاقق انتظامات رکھتے گی۔ حالانکہ اگر اس کا مدار بڑھیا کی مرضی پر ہوتا تو وہ اپنی زندگی کے  
 آخری سمارے سے ہرگز خورم نہ کر دی جاتی۔

## فصل ۳۷

## ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا

اہل شرک کا ایک احمقانہ تصور یہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ ۴۔ نرت نیراہنصر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زعم فاسد کو ہمیشہ بدلائل مسترد فرمایا۔ خدا نے ہرگز اس خیال کی تردید نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ خدا کے لیے بیٹیاں اور ان کے سینہ میں مانے پیٹے، اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی اطلاع نہ بھیجے تو رنج کے ساتھ اس کا منہ کالا پڑ جائے اور زہر کے گھونٹ پی کر رہ جائے۔ لوگوں نے بیٹی کی حر کے واسطے اس کی پیدائش کی اس کو اطلاع دی گئی چھپا چھپا بھرے اور دل میں منصوبہ بے صواب کیا کہ کیا اس ذات میں بیٹی کو لیے نہ رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔ دیکھو تو خدا نے خدا دوس کے بارے میں ان لوگوں کی کیا بری رائے ہے (۵۹:۱۶)۔

مشرکین عرب ملائکہ کو بنات اللہ ہونے کی وجہ سے مستحق معبودیت قرار دیتے تھے اور ان کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ حالانکہ فرشتے بلا اذن کسی کی شفاعت کی جرات ہی نہیں کر سکتے۔ ان کا تو جہاں الہی کے منصب سے یہ حال ہے کہ سبب ان کو خدا سے تدبیر کی طرف سے کوئی حکم پہنچتا ہے تو خوف کے مارے تھرا اٹھتے ہیں اور شدت سمیت سے ان کی آنہ خود نہ ملے گی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کو اس وقت اپنے سمجھنے و زیادہ کہنے پر بھی پھٹا بھڑسا نہیں ہوتا اس لیے ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب خدا نے ذی الجلال کے مسمولی خطاب کے وقت ان کی یہ حالت ہے تو کسی نئی بات کے متعلق خود ان کا ابتدا کرنا بہت قوی الجلال کو خطاب کرنا کہاں تک قرین قیاس ہے؟

اس سلسلہ میں خدا نے برتر نے ملائکہ کی بے بسی اور شفاعت کے لیے ان کے ذرا ہونے کی نسبت ارشاد فرمایا۔ (تحریر) اور خدا کے سامنے کسی کے لیے کسی کی گزارش





## فصل ۷۷

## ہمیت پر لوطہ اور بین

ایامِ بزمِ یس در ستور تھا کہ کوئی مہ جاتا تو عبور تیں پہا چھا کرہ و تیں در جھاتی بختیں اور  
 غمِ دست کے اوصاف بیان کرتی تھیں۔ لیکن فخر الاولین و آخرین۔ سیدنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے سختی سے اس کی ممانعت فرمائی کیونکہ بے صبری بے حوصلگی اور دونوں بختی ہونے کے راوہ  
 ہر اپٹ آپ کو نالوم اور ناکت اسکا مراد کو معاذ اللہ نہ ثابت کرنے کی عملی کوششیں نہ  
 اور اس میں نیرنگ و نہ تیرت کی نشان دہی و تقدیر پر سختی اعتراض و احتجاج ہے۔

نارہ خیالوں کے سلسلہ امتناع میں شارح صلیہ السلام نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے (یعنی  
 ہمارے طریقے پر) ہیں جو رخسار سے پیشیا کر بیان پاڑے یا جاہلیت کے سے ہوں۔ باز یہ  
 لائے، یعنی واویلا و مصیبت کہہ کر شور مچائے اور کہہ کر بٹے ہم پر یہ کیا ظلم و ستم کیا مارنے  
 دھاکے کی بڑائی کا انداز کر کے چٹنے چلائے۔ اور فرمایا میں اس شخص سے بے زار ہوں جو کسی کے  
 مرنے پر (سہود کی طرح) ہاں منہ دے اور چٹا کر دے اور اپنے کپڑے بھڑے (بخاری و مسلم  
 اور فرمایا کہ میری امت میں بھارا اور جاہلیت کے کام میں۔ جن کو اکثر افعام) نہیں پھینکیں گے  
 اپنے حسب و نسب پر فخر کرنا دوسروں کے نسب میں طعن کرنا، ستاروں سے حسب و نسب  
 کرنا اور نوسہ کرنا اور فرمایا کہ اگر تو جہ کرنے والی اسے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی، تو وہ قیامت  
 کے دن مؤقف حسب میں اس طرح کھڑی کی جائیگی کہ اس کے ہاں پر ایک کٹاؤن ملک کا اور  
 ایک کٹاؤن شش کا ہوگا (مسلم)

ایک دفعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بکرہ عتبات کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے  
 پاس آواز سے رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈنا اور صبر کر۔ عورت بولی مجھے اس لیے  
 صبر کی تلقین کرتے ہو کہ مجھ جیسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے ہو۔ وہ آپ کو پہچانتی نہیں تھی۔

اس کے بعد عورت کو بتایا گیا کہ نصیحت کرنے والے نبی علیہ السلام تھے۔ وہ آپ کے درِ سعادت پر حاضر ہوئی لیکن اُس نے ارغی بیڑی حکمرانوں کے معمول کے خلاف آپ کے صفائے پر کوئی دربان نہ پائے۔ وہ آپ سے مل کھٹنے لگی یا رسول اللہ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اب میں آپ کا حکم مانتی اور صبر کرتی ہوں آپ نے فرمایا کہ صبر تو صدمہ اولیٰ کے وقت کا مقبرہ ہے (بخاری و مسلم)

یعنی صبر اور تحمل کا وقت ابتداء میں مصیبت ہے اور اسی صبر کا اجر و ثواب ملے گا کیونکہ جب مصیبت کو زیادہ دیر گزر جائے تو مومن ہو یا کافر سب کو خود بخود صبر آ جاتا ہے۔

یاد رہے کہ آنکھوں کا اشک بار ہونا اور دل کا مغموم ہونا صبر کے منافی نہیں۔ بلکہ رحمتہ اللہ علیہ رحمہ ربی کی عنایت ہے۔ اس لیے اس پر کوئی گرفت نہیں البتہ توبہ گری اور شکوہ بنی اور پختہ نہ ہو کہ صبر تشکیب کے خلاف ہے اس لیے حرام و ممنوع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاص حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ اپنے فرزند گرامی ابراہیمؑ کی ملاقات پر پیرسٹا امدھار کے ہاں تشریف لے گئے جو ابراہیمؑ کے نکلتے تھے۔ آپ نے ابراہیمؑ کو اٹھایا۔ پھر ان کا بازو سہ لے کر ان کو سونگھا۔ اور واپس آئے۔

اس کے چند روز بعد ہم ان کی سعادت نزع میں دوبارہ گئے۔ ان کو دیکھ کر آپ اشک بار ہو گئے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ عرش پیرا ہوئے یا رسول اللہ! اللہ لوگ تو کم نبی اور ہمالیت کی دہستہ رحمتیں ہیں لیکن آپ بھی اتنی بڑی عظمت شان کے باوجود روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے ابن عوف! یہ اشک باری رحمت ہے۔ اس کے بعد آپ پھر رونے لگے پھر فرمایا آنکھیں آنسو بناتی ہیں اور دل غم زدہ ہے لیکن اس کے باوجود ہم وہی بات کہتے ہیں جس میں ہمارے رب کریم کی رضا ہوا۔ اے ابراہیمؑ ہم تمہارے فراق میں غمگین ہیں (بخاری و مسلم) جناب ابراہیمؑ نے سولہ یا سترہ مہینے کی عمر میں رحلت فرمائی تھی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ سینے حضرت اُس مہربان نبی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میری بیٹی حالت لزج میں ہے  
 آپ تشریف لائے۔ آپ نے اس کے جواب میں سلام کھلا بھیجا اور پیغام دیا کہ اللہ ہی کے  
 لیے ہے جو چیز کہے لی اور اللہ ہی کے لیے ہے وہ چیز جو عطا کی۔ اس ذات برتر کے نزدیک  
 بہ چیز کی ایک مدت معین ہے۔ پس چاہیے کہ صبرت کام لو اور ثواب کی امید وار رہو۔  
 آپ کی دختر فرخندہ اختر نے دوبارہ قسم دے کر کہا بیجا کہ آپ ضرور قدم رنجہ فرمائیے۔

آپ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت "عبد بن عبادہ" معاف بن جہل انصاری  
 ابی بن کعب، زبیر بن ثابت رضی اللہ عنہما اور صحابہ میں سے چند اور حضرات آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں  
 پہنچے تو بچہ آپ کے پاس لایا گیا۔ اس وقت اس فرزند کی روح نفس عمنسری سے پرواز  
 کرنے والی تھی۔ پیغام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا  
 تھیں اور بچے کا نام علی بن ابوالفضل بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ صاحبزادی سیدہ النساء  
 حضرت فاطمہ زہرا اور تھیں اور بچے کا نام محسن بن علی تھا۔ آپ بچے کی اس حادثہ پر  
 ابدیدہ ہو گئے۔

یہ دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیرا ہونے یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ اپنی بیٹی  
 اشکباری کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے جس کو خالق کر دگار نے بہت بندوں کے  
 دلوں میں پیدا کیا ہے۔ بندگان خدا میں سے جو لوگ رحمدل ہیں انہیں شفیق و رحیم انہی کو اپنی  
 رحمت (خاص) سے نوازتا ہے (بخاری و مسلم)

آپ کی یہ مراد تھی کہ اشکبار اور رنجیدہ ہونا مرضی مولا کے خلاف نہیں بلکہ رقتِ قلب کا  
 اعتدال مزاج کی علامت ہے اور جو کوئی ایسے موقع پر بھی رنج و غم سے متثر نہیں ہوتا وہ  
 اعتدال مزاج سے باہر اور سخت دل ہے۔

## فصل ۵۷

## نام نمود کیلئے مال خرچ کرنا

## خلوص نیت کی اہمیت

الفاق فی سبیل اللہ کے لیے صحت ایمان کے ساتھ صحت اخلاص بھی ایک لازمی شرط ہے۔ پس مسلمان کا کارہائے خیر میں مل خرچ کرنا باعتبار نیت تین طرح پر ہے۔ ایک دم نمود اور تفاخر کے لیے خرچ کرنا۔ اس میں ثواب تو کیا ہو گا اٹھارہ یا دتفاخر کا گناہ لازم آتا ہے۔ دوسرے اونٹ درجہ کے اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا۔ اس کا ثواب دس گنا ملتا ہے تیسرے زیادہ اخلاص کے ساتھ الفاق فی سبیل اللہ میں حصہ لینا۔ اس کے بے شمار مدارج ہیں۔ اسی جہت سے اس کا ثواب دس سے زیادہ سات سو حصے تک بلکہ حسب تفاوت اخلاص اس سے زیادہ بھی متوقع ہے۔ چنانچہ منعم کریم اپنے کھام پاک میں فرماتا ہے۔ (ترجمہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی (خیرات کی) مثال اُس دانے کی سی ہے جس سے سات بائیس پیدا ہوئیں۔ ہر بالی کے اندر سودا دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ عطا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بابر ہے۔ (۲۶۱:۲۳)

صدقہ و خیرات میں خلوص اور حسن نیت کی کہاں تک ضرورت ہے اس کو بھی معصوم امام اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنئے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسے شخص کو دوست رکھتا ہے جو اس طرح چکے سے خیرات کرتا ہے کہ اس کو اللہ اور اُس شخص کے سوا کوئی نہیں جانتا جس کو یہ خیرات دی گئی ہے (ترمذی و نسائی) اور فرمایا کہ فرزند آدم کا اس طرح صدقہ دینا کہ داہنے ہاتھ سے صدقہ دیتے وقت اس کو اپنے بائیں ہاتھ سے مخفی رکھے بڑی اہمیت رکھتا ہے (ترمذی)

## مال کا بے محل اٹھانا

حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔

وَأَمَّا ذَٰلِ الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْمُسْكِينِ

ذَابْنَ السَّيْلِ وَلَا تَبْدِلْ دِيَارُ

إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا خُصَا

الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ

كَفُورًا ۝۱۱۷ ۝۱۲۷

اور قرابت دار اور مسکین اور۔ مافر (مہربان) کو

اس کا حق پہنچاتے رہو اور زہرو مال کو بے جا

ممت اٹھاؤ۔ بے جا اٹھانے والے شیطانوں کے

بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کے

بھی ناشکر ہے۔

جائز محل میں ضرورت سے زائد خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں اور ایسی جگہ خرچ کرنے کا

نام جہاں شریعت نے اجازت نہیں دی تبذیر ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ شہرت اور تفان کی

نیت سے خرچ کرنا بھی تبذیر میں داخل ہے۔

## جاہل عربوں کا شہرت اور ناموری کے لیے مال خرچ کرنا

بعض علماء نے متذکرہ آیت (إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا خُصَا الشَّيْطَانِ) کی شان نزول لکھی

ہے کہ اہل عرب فخرانہ مقابلوں میں اور نام و نمود کے لیے زہرو مال بے جا خرچ کرتے تھے۔ ان

کے طریق عمل کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اور شہرت و ناموری پر وہ بے خرچ کرنے کو

شیطان فی فعل قرار دیا گیا۔ پنا پھر امام غزالی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء کا

قول ہے کہ یہ آیت اہل عرب کی عادت کے بموجب نازل ہوئی کیونکہ وہ لوگ نہیب اور ناگزینی

سے اموال جمع کرتے تھے۔ پھر اس کو حصول شہرت و ناموری کے لیے بے دریغ اڑاتے تھے۔

بہر حال اسلام نے ان سے یہ مذموم عادت بھی چھوڑا دی۔

## فصل ۷۷

## نجاست سے پرہیز نہ کرنے اور غلط رہنے کی مذموم عادت

عرب میں پیشاب کے بعد استنجا کرنے کا طریقہ ہے کہ کپڑوں سے کپڑے بھانے کا رواج نہ تھا بلکہ کسی کو اس کا احساس تک نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق تاکید فرمائی کہ اس کا کام دینے۔ آپ کو ایک مرتبہ دو قبریں نظر آئیں۔ فرمایا ان میں سے ایک پر اس سے پیشاب پڑا ہے کہ وہ اپنے (بدن اور کپڑوں) کو پیشاب سے نہیں بچاتا تھا۔ (بخاری و مسلم) اور فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ بھونکے بال کھانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، انگلیوں کے درمیان کی میل کھیل کر دھونا، بغل کے بال دور کرنا، مونہ زیر ناف کو موٹھنا۔ پانی سے استنجا کرنا۔ ناوہی کا بیان ہے کہ میں دسویں ہجیرہ میں مکہ گیا لیکن میرا گمان ہے کہ وہ کلی کرتی تھی (مسلم)

## نہانے اور خوشبو استعمال کرنے کا فرمان

مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو طہارت و نظافت اور حصول بزرگی سے بڑا شغف تھا اور اس کی آپ بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے لیے ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ نہانا ضروری قرار دیا اور فرمایا کہ جو کوئی نماز جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کر کے آیا کرے۔ جو کوئی جمعہ کے دن غسل کرے حسب استطاعت پاکیزگی و طہارت حاصل کرے۔ تیل لٹکے اور خوشبو کا استعمال کرے۔ اور اگر اپنے پاس خوشبو موجود نہ ہو تو بیوی سے لے لے (بخاری)

خواتین کو حصول نظافت کی تاکید

آپ مردوں کی طرح خواتین کو بھی حصول نظافت کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک عورت نے آپ سے غسل تین کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا نہ میں طہارت غسل کیا جاتا ہے، نہ میں طہارت غسل کیا جاتا ہے۔ پھر چھایا ہے جس میں ستوری دیا کوئی اور خوشبو لگی ہو نہ نہ

حاصل کی جائے۔ خاتون کہنے لگی یا رسول اللہ! اس سے کیونکر مل سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ منہ پھیر لیا اور سبحان اللہ کہہ کر دوبارہ فرمایا اس کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرو۔ اس وقت اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی قریب ہی بائیں عقیں۔ انھوں نے خاتون کو جہت اپنی طرف بھیج لیا اور فرمایا کہ اس خوشبو کو خون کے نشان پر لگا دو۔ (بخاری)

علماء نے فرمایا ہے کہ خواتین کو غسل حیض کے بعد خوشبو لگانے کی تاکید بہت تارہ حیض کی بدبو کلیتہً ناممکن ہو جائے۔ باوجودیکہ سوگ والی عورت کو ہر قسم کی زینت اور خوشبو کی ممانعت ہے تاہم ہادی اناہم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل حیض کے بعد اس کو بھی تھوڑی سی خوشبو استعمال کرنے کی اجازت دیدی (فتح الباری)

## مسواک کی اہمیت

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک سے بڑا شغف تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی اُمت کے حق میں دشوار نہ سمجھتا تو اہل ایمان کو نماز عشاء میں رُکعت یا نصف رات تک تاخیر کرنے اور ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا (بخاری) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ ہمارے پاس آپ سب سے پہلے مسواک کرتے (مسلم) اور آپ نے فرمایا کہ جب کبھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے مجھے مسواک کرنے کا حکم کرتے گئے اور میں اس کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھے ڈر رہتا ہے کہ منہ کی اگلی جانب (یعنی مسوڑوں کو چھیں ڈالوں گا) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہیں کہ آنحضرت کے مرض وفات میں میرے بھائی عبدالرحمن آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ مسواک کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے مسواک لی۔ اس کو کھٹ کر چبایا اور حضور کے ہاتھ میں دی۔ آپ نے میرے سینہ سے ٹیک لگا کر مسواک کی (بخاری)

## کوڑا جمع رکھنے کی ناگواری

عربی گھرانے گھروں اور چھنوں کو صاف ستھرا رکھنے میں سخت کاہل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ عادت چھوڑائی۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا حق تعالیٰ پاک و طیب



ہے۔ پاکیزگی اور ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے۔ کرم کا مطلب بھاری ہے۔ جواد ہے۔ جود و بخشش کو بہت رکھتا ہے۔ سونم اپنے گھروں کے گھروں کو پاک و صاف رکھو اور کوڑا جمع رکھتے ہیں۔ عرونی مشابہت نہ کرو (ترمذی، عربوں کی امام عادت تھی کہ راستوں اور عام گریگاہوں میں بول بڑا کر دیتے تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی اور ان لوگوں کے خلاف سخت نفرت کا اظہار کیا۔ بعد اس میں یاد رکھو کہ سایہ میں بول و بڑا کر تے ہیں اور غیب

و ترہیب مندی  
غسل جنابت کی تاکید

بہت سے عرب غسل جنابت نہیں کرتے تھے اور یہ کچھ ان پر موقوف نہ تھا بلکہ غیر مسلم تو کسی نہ مانے میں اس غسل کے پابند اور فوق شناس نہیں ہوتے لیکن سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کو مسلمان کا لازمی فرض قرار دیا اور اس بارہ میں نہایت تاکید اور کام باری فرمائی کہ ایسا شخص نہ تو قرآن اور نماز پڑھے اور نہ مسجد میں قدم رکھے بلکہ غسل سے پیش باغہ رکھانے پر تک کی ممانعت فرمائی اور پھر یہ نہیں کہ آپ نے سرسری غسل کافی سمجھا جو بعد تاکید فرمائی کہ بدن کا کوئی بال مس بال کی کوئی ہر شک نہ رہے پاؤں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ہر بال کے نیچے جنابت (نجاست) ہے۔ پس جس نے غسل میں بال برابر تک بھی دھوئے ہیں چھوڑ دینی اس پر قیامت کے دن آگ مسلط کی جائے گی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سے میں نے حضور کی زبان مبارک سے یہ تاکید سنی میں اب ہر بال کا دشمن ہو گیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے سر کے بال کتراتے تھے (ابن ماجہ)

مساجد کی صفائی و پاکیزگی امدان کے معطر کرنے کا اہتمام

واعی اسد صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک میں صفائی و پاکیزگی بہت تھی جہاں اور موسم عرب جو تہذیب و شائستگی کے نام سے بھی نا آشنا نہ تھے اور انہیں احکام اسلامی کی مبی و اقصیت نہ تھی۔ جب مسجد نبوی میں آئے تو لبا اوقات جہاں پاتے تھوک دیتے۔ آپ پر یہ بہت شاق ہوتا اور آپ پھڑکی کی نوک سے ان دھبوں کو کھرچتے اور صاف کرتے

تھے۔ ایک مرتبہ مسجد کی دیوار پر دھبہ دیکھا تو آپ اس قدر ناخوش ہوئے کہ چہرہ مبارک  
مسخ ہو گیا۔ ایک انصاری خاتون نے اس دھبے کو چھوڑا اور چونکہ یہ دھبہ آپ کے رخ  
طال کا باعث ہوا تھا۔ اس لیے گھر سے خوشبو لائیں اور بڑے اہتمام سے وہاں ملی۔ آپ  
یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انصاریہ کی تحسین فرمائی (نسائی)۔

ایک مرتبہ آپ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس  
وقت آپ کے دست مبارک میں کھجور کی ٹہنی تھی۔ آپ نے مسجد میں بغم دیکھا۔ آپ  
نے اس سے گھر چلے آئے۔ اس کے بعد فرمایا خوشبو لائے۔ ایک انصاری لوجھان لپکا اور  
اپنے گھر سے خوشبو لے آیا۔ آپ نے اس خوشبو کو گدھ کی نوک پر لگایا اور جس جگہ اس  
بغم کا نشان تھا وہاں خوشبو لگا دی (مسلم) اور جب آپ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ  
تشریف لے گئے تو آپ نے محلوں میں مسجد میں تعمیر کرنے اور مسجدوں کو معطر کرنے کا  
حکم دیا (ابن ماجہ)

بعض علماء نے حطر اور زعفران سے مسجد کا معطر کرنا مستحب بتایا ہے۔ حضرت  
عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ کے لیے  
بیٹھے تو لوہاں اندر عود کی دھوئی کی جاتی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت  
عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ معلیٰ کی جزوی تعمیر کی تو اس کی دیواروں پر کستوری مٹائی۔  
میلے کپڑوں اور پرانے بالوں پر انظرہ مارنا پسندیدگی

اہل عرب بدویت کے اثر سے صفائی اور نظافت کا نام نہیں جانتے تھے اس  
لیے عموماً میلے کھینے کپڑوں میں رہتے۔ اس بنا پر آپ کو خاص اس باب میں بہت کچھ  
افہام و تفہیم سے کام لینا پڑا۔

جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ہجرت کے تیسرے سال غزوہ فات  
الرقاع کے لیے حضرت اقدس صلوات اللہ علیہ و سلامہ کے ساتھ روانہ ہوئے ہم ایک  
درخت کے نیچے اترے ہوئے تھے۔ اتنے میں آپ بھی تشریف لائے۔ میں نے گذارش کی  
یا رسول اللہ! یہاں ہمارے پاس سایہ میں آجانیے۔ ہمارے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔

ہیں کا سامان سفر ہم نے متیا کیا تھا اور اسے جانور چرانے پر متیں کر رکھا تھا۔ جب وہ ہمارے پاس سے جانور چرانے کے لیے جانے لگا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پٹے بڑانے کیڑے جو بند می چندی ہو گئے تھے دیکھ کر فرمایا کیا اس کے پاس اور کپڑے نہیں ہیں؟ میں نے کہا میں لیکن کٹھڑی میں بند ہیں۔ آپ نے فرمایا اس سے کہو وہ اسے پہن لے۔ میں نے اس کو بلایا۔ اس سے وہ کپڑے کٹھڑی سے لگا کر پہن لیے۔ تب اس نے لگا تو آپ نے فرمایا خدا اس کی گردن سے اس سے کپڑوں کی موندگی میں پنہاں لگا رکھی نہیں۔ لہذا اب پہلے سے ہمارے ہاتھ نہیں ہوتے۔ یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا یا رسول اللہ! میری گردن نہ بٹ کر اللہ کی راہ میں میری گردن کٹے۔ آپ نے فرمایا: اللہ ہی کی راہ میں لے گی۔ چنانچہ اسی غزوہ میں اس کی گردن اللہ کی راہ میں ماری گئی۔ (موطائے مکی)

اسی طرح مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سر کے بال بال سر سے جوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ شخص کوئی ایسی چیز نہیں بتاتا جس سے اپنا سر آسان کرے اور ایک شخص کو میٹے کپڑوں میں دیکھ کر فرمایا کیا اسے پانی نہیں ملتا کہ اپنے کپڑے دھو لے؟ (ابوداؤد) ایک مالدار شخص آپ کے پاس آیا۔ اس کے کپڑے میٹے تھے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کیا تم مالدار تہذا؟ اس نے کہا ہاں مالدار ہوں۔ آپ نے فرمایا کس قسم کا مال ہے؟ کہے کہ اللہ نے مجھے اونٹ، گھوڑے، اونٹنی، غنہ سب کچھ دے رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو چاہیے کہ اس کے انعام و اکرام کا اثر تم پر ظاہر ہو۔ (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفائی کا اتنا احساس تھا کہ قریب المرگ کے لیے بھی میٹے کیلے کپڑے پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ حبیب مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری کا وقت مرگ قریب آیا تو انھوں نے نئے کپڑے منگو کر پہنے اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ مردہ انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ جان دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص جس کی داڑھی اور سر

کے بال پریشان تھے مسجد میں داخل ہوا آپ نے اس کو اشارہ کیا کہ مسجد سے باہر جا کر بالوں کو درست کر کے آؤ۔ وہ بالوں کو سوار کرایا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہاری یہ حالت اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس طرح سر کے منتشر اور پرانگندہ بالوں کے ساتھ آئے، (موٹائے مالک)

### بدلو اور لہسن پیاز وغیرہ سے احتراز

حضرت ہادی رضی اللہ عنہ وسلم کو لہسن، پیاز، گندنا اور مولیٰ سے بوجہ ان کی بو کے سخت نفرت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لہسن یا پیاز یا گندنا کھیا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ بیٹھتے (ترمذی) اگر لہسن وغیرہ کی بو پکانے کے بعد بھی زائل نہ ہو تو بھی ان کا کھانا مکروہ ہے۔ مولیٰ کا بھی یہی حکم ہے۔ بلکہ مولیٰ ان سب سے بدتر ہے کیونکہ پیاز وغیرہ کی بو پکانے سے زائل ہو جاتی ہے لیکن مولیٰ کی بو پکانے سے اور نہ یا وہ پھینکتی ہے۔

حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد جتنی مدت تک حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر فروکش رہے۔ آپ کے لیے کھانا حضرت سعد بن عبادہؓ (رئیس خزرج) اور حضرت سعد بن معاذؓ (رئیس اوس) کے گھروں سے اتار دیا۔ ایک مرتبہ کسی صاحب کے ہاں سے بڑا پر تکلف کھانا آیا جس میں لہسن پڑا ہوا تھا۔ چونکہ آپ کو بودار چیزوں سے نفرت تھی آپ نے تناول نہ کیا اور فرمایا کہ میرا ایک مصاحب ہے۔ اس کو ان طعام کی بو سے ایذا ہوتی ہے اس لیے میں اس کو نہیں کھڈونگا۔ البتہ اصحاب کرام کو اس کے کھانے کی اجازت دیدی (سیرت ابن ہشام)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس قدر کھانا بچ رہتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک بڑا پیالہ بھیجا۔ پھر نکاس میں لہسن پڑا تھا آپ نے اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا تھا۔ میں عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا نہیں لیکن میں اس کو اس کی بو کی وجہ سے مکروہ رکھتا ہوں۔ ابو ایوبؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد لہسن کا استعمال قطعاً موقوف کر دیا اور اس کو گوارا نہ کیا کہ رسول خدا کی مکروہ

کی ہوئی چیز کو استعمال کروں (مسلم) گو کم و بیش کی روایتیں جی میں لیکن صحیح ترین روایت یہ ہے کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر آپ کی اقامت سات مہینے رہی (مذہب القلوب) حضرت حارث انصاریؓ سے مروی ہے کہ سرور انام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بسن یا پیاز کھائے اس کو چاہیئے کہ ہم سے ایک سو رہے (یعنی ہماری مجلس میں شریک نہ ہو) آپ نے فرمایا کہ ہماری مسجد سے ایک سو رہے یا فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے بخاری و مسلم، جو میں اسی اور پیاز خوردی سے بھی بڑھ کر حقہ اور سکرٹ نوشی ہے۔ پس جو کوئی حقہ یا سکرٹ پیئے اس وقت تک داخلہ مسجد سے پرہیز لازم ہے جب تک اطمینان نہ کرے کہ منہ کی بوجھاتی رہی۔

### غسل جمعہ کا مامور ہونے کا سبب

غسل جمعہ کے مامور ہونے کا سبب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی سنئے انھوں نے فرمایا کہ کثرتِ تہجد کی وجہ سے سوت رہنے اور فی کپڑا پہنتے تھے اور اپنی پیشوں پر محنت مشقت کا کام کرتے تھے ان ایام میں مسجد نبویؐ کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی تھی اور مسجد تنگ تھی۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم گرما میں نماز جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت نمازی اور فی کپڑوں میں پسینے کے مارے تریں ہو رہے تھے اور پسینے کی بوجھتوں طرف چل رہی تھی اور نمازی اس کی وجہ سے بہت تڑپتے ہیں تھے۔ سب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بوجھت کا احساس ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! جمعہ کے دن غسل کر لیا کرو اور تم میں سے جس کسی کو تیل اور خوشبو بٹیر ہو وہ اس کو بھی استعمال کیا کرے۔ (ابوداؤد)

الغرض اس ناگوارہ بوجھت کی وجہ سے غسل جمعہ بھی ایک شرعی حکم بن گیا۔ علامہ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد پسینے کی بدبو کی وجہ سے غسل جمعہ واجب ہوا۔ پھر جب مسلمانوں کو آسودگی میسر ہوئی اور یہ حالت جاتی رہی تو غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہوا اور اس کی کیفیت باقی رہی۔ الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہرہ بوجھت سے سوت اور تڑپتے غموس فرماتے تھے۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے بے سیاہ ہمار تیار کی گئی

اور آپ نے پہنی۔ لیکن جب آپ نے اس میں صوف کی بوج پانی تو اس کو اتر کر الگ کر دیا۔ (ابوداؤد)

### استنجا کے بعد زمین پر ہاتھ ملنے کی تعلیم

پیغمبر اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مروتہ کو جن اخلاقی تعلیمات سے نوازا اور شمس و اطوار فاضلہ کے جو گزرتائے اس کی نظیر جاہلی عرب اور دوسری مشرک قوموں میں تو بھلا کہاں مل سکتی ہے۔ آسمانی مذاہب (یعنی یودیت و نصرانیت) میں بھی بالکل مذہبیہ ہے۔ نظافت و پاکیزگی کی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ استنجا کرنے کے بعد ہاتھ زمین پر ملے جائیں۔ آپ کا اپنا طریق عمل بھی یہی تھا۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ قنات حاجت کے بعد پہلے ڈھینوں سے پھر پانی سے استنجا کرتے۔ اس کے بعد زمین پر ہاتھ رکھ کر مٹی سے خوب رگڑتے (ابن ماجہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء کو جاتے تو پانی سے استنجا کرنے کے بعد اپنے ہاتھ زمین پر رگڑتے۔ اس کے بعد میں اور پانی لاتا جس سے آپ وضو فرماتے (ترمذی و ابوداؤد)

### کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونے کا فرمان نبوی

ایک سنت یہ ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے اور اس سے فراغت پانے کے بعد ہاتھ دھوئے جائیں۔ بعض روایتوں میں ہاتھوں کے ساتھ منہ و معدنہ بھی مذکور ہے۔ چنانچہ کعب بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو لیتے تھے (مسلم) آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھو یا کر۔ (ترمذی) چاہیے کہ کھانا کھانے کے بعد خوب مل کر ہاتھ دھوئیں تاکہ کھانے کی چکنائی زائل ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اس حال میں سوجھے کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہو جس کو اس نے دھو یا نہ ہو اور پھر اس کو کوئی آفت پہنچے (یعنی کوئی برائے رکات کھائے) تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے (ترمذی، ابوداؤد)



## برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے کی ناپسندیدگی

مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کے آداب میں سے ایک آداب یہ تعلیم فرمایا کہ نہ برتن میں پھونکیں اور نہ اس میں سانس لیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ نے پانی پیتے وقت برتن کے اندر سانس لینے سے منع فرمایا۔ رسم آپ نے اس کی ممانعت فرمائی کہ برتن میں دم یا باہانے یا پھونک مار ہی جائے۔ ابو داؤد و ابن ماجہ آپ سے پیش کی ہر چیز میں پھونک مارنے کی ممانعت فرمائی کہ ایک شخص کھانا کھا کر رسول اللہ اگر پینے کی چیز میں کوئی تنکا وغیرہ ہو تو پھر پھونکنا روکتے یا نہیں؟ فرمایا پہلے بن تنکوں کو گرا دو۔ وہ بولا یا رسول اللہ! میں ایک دم پینے سے میرا ب نہیں ہوتا۔ یعنی سانس لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ فرمایا کہ برتن کو منہ سے جدا کر دو اور برتن کے باہر سانس لے کر پھر پینا شروع کر دو (ترمذی و دارمی)

## برتن کو کھار کھنے کی ممانعت

صفائی اور شرافت کا ایک مقتضایہ یہ ہے کہ کھانے پینے کا برتن نہ کھانے دیا جائے تاکہ اس میں کوئی چیز نہ آئے۔ مروی ہے ابو حمزہ انصاری رضی اللہ عنہ سے آپ کے پاس دو برتن تھے جس میں برتن لائے۔ چراس کر لیا نہ پھونکا نہ کھنکھاتا۔ دوسری پر آپ نے اس سے فرمایا تم نے اس کو کیوں نہ ڈھک دیا۔ اگر کوئی اور چیز وہاں نہ تھی تو اس پر ایک آڑی کھڑی ہی رکھ دیتے (بخاری و مسلم) صفائی و ستھرائی کا ایک آداب یہ ہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ نہ ڈالیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا نہ ہیند سے ہیدار ہوتے کے بعد کوئی شخص پینے یا کھانے میں نہ ڈالتے۔ آپ نے ان کو تین مرتبہ نہ دھوئے کیونکہ وہ ہیں جانتے کہ حالت خواب میں اس ہاتھ پاک جگہ میں رہا یا ناپاک مقام پر۔ (مسلم)

کتے کے منہ ڈالنے پر برتن کو سات مرتبہ دھوئے کا حکم

ظہار منہ پاکیزگی کا جو مقام و احترام اسلام میں ہے وہ کسی نہ کسی قوم اور کسی ملک میں کبھی نہیں ہوا۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں کتے کے ذی اختیار نہیں کی جاتی تھی۔ انصاری کو اس کی نجاست کا کوئی احساس نہیں۔ اہل مغرب کتے کو اپنے ساتھ کھاتے پلاتے



اور مرد و زن اس کا منہ چومتے ہیں۔ ملکی تقسیم سے پہلے یہ بات ہر مرد شاہدہ میں آرہی تھی کہ گتے  
 بند و عٹوایوں کے مٹھائی بنانے کے برتن پاتے تھے لیکن انہیں اپنے برتنوں کے نجس ہو  
 جانے کا کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہوتا تھا۔ وائے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے  
 پہلے اس کی نجاست کو عالم آشکار کیا۔ آپ نے تلخیص نجاست کے سلسلہ تعلیم میں فرمایا  
 کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال کر پینے تو چاہیے کہ اس برتن کو سات مرتبہ  
 دھوئیں جن میں سے پہلی مرتبہ مٹی سے دھوئیں (مسلم والبیرواؤد)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک برتن کا سات مرتبہ دھونا ضروری ہے لیکن امام  
 ابوحنیفہؒ نے ایک اور حدیث کے بموجب فرمایا کہ تین مرتبہ کا دھونا بھی کافی ہے۔ مشہور یہ  
 ہے کہ ایک مشہور جرمن سائنسدان نے جب سات مرتبہ برتن دھونے کی حدیث نبوی سنی  
 تو وہ پیغمبر عربیؐ غیبیہ اسلام کی صداقت پر ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اس  
 نے ایک مضمون میں لکھا کہ گتے کے کھانے پینے کے برتن میں اس کے منہ سے اتنے جراثیم  
 کی تخلیق ہوتی ہے کہ جس کی نظیر کسی دوسرے نجس جانور کے جو ٹھٹھے میں نہیں ملتی۔

## فصل ۷۷

## نزول یاران کوستاروں کی تاثیر قرار دینا

امام محمد غزالی لکھتے ہیں:-

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ طبیعت باری تعالیٰ کے حکم کی تابع ہے۔ بندہ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ اپنے خالق کی طرف سے جس کام پر مامور ہے۔ اسی میں سرگرم عمل ہے۔ اسی طرح سورج، چاند، ستارے، افلاک اور طبائع خالق الارض و سماء کے مطیع فرمان ہیں۔ ان میں بذاتہ کوئی فعل و تاثیر موجود نہیں ہے۔

## طبیعیات اور اہل نجوم کا خیال

لیکن اس کے برخلاف طبیعیات کہتے ہیں کہ تمام عالم حرارت، المودت، ہجومست اور رطوبت سے مرکب ہے اور دنیا کی فاعل حقیقی بھی چاروں طبیعتیں ہیں۔ اسی طرح اہل نجوم کا خیال ہے کہ سیلح سیارہ یعنی آفتاب، مانتاب، عطارد، زہرہ، مشتری، مریخ، زحل میں سے ہر ایک سیارہ مستقل بالذات ہے۔ تمام مودعات میں انہی کی حرکت مؤثر ہے۔ وہی نفع پہنچاتی ہے اور نقصان۔ وہی مخلوقات کی پیدائش و تکوین کا ذریعہ ہے اور وہی مرگ و فنا کا سبب و باعث۔ غرض اس باب طبیعت اور اہل نجوم مجملہ امور کو طبائع اور نجوم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

## تین حیوینوں کی گفتگو

اس کے بعد امام غزالی نے ان کی تردید میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی مثال اُس حیوین کی سی ہے جو کاغذ پر چل رہی ہو اور دیکھے کہ کاغذ سیاہ ہو جاوے اور نقش جلتے جاتے ہیں۔ وہ نگاہ اٹھا کر سر نہم کو دیکھے ورنہ خوش ہو کر کہے کہ میں نے اس فعل کی حقیقت معلوم کر لی ہے کہ قلم یہ نقش کر رہا ہے۔ یہ مثال طبعی کی ہے جو دائرہ درجہ کے حرکت کے سوا

کسی کو نہیں پہچانتا۔

پھر ایک حیوٹ جس کی ابدیت و نگاه پہلی تپید نئی سے فراتیر و اس کے پاس آ  
 کہ کہ کہ تجھ کو غلط فہمی ہوئی۔ میں تو اس قلم کو کسی کا مسخ و کھیتی ہوں اور محسوس رقی  
 ہوں کہ اس قلم کے سوا کوئی اور چیز سب جو نقاشی کر رہا ہے۔ یہ بتلا کر دوسری حیوین ہی نہایت  
 خوش ہو اور کہہ کہ میں نے اس کام کا انداز بھی طریت پہلیا ہے کہ ہاتھ نقاشی کر رہا ہے نہ کہ قلم  
 کیونکہ قلم تو ہاتھ کا مسخر ہے۔ یہ مثال اہل نجوم کی ہے کہ ان کی نظر طبیعی سے کہی قمر آگے  
 نکلتی ہے اور دیکھ کر یہ لیا ہے کہ ان کے تابع اور ان کے ماتحت ہیں۔ ان کے ماتحت  
 درجوں پر جو اس سے اوپر ہیں نہ پہنچ سکے۔

پھر ایک تپید ہی حیوین کو جو قریب ہی موجود ہو ان کی انگشتیں کہ پائے سے اندر کہنے  
 لگے کہ ہم دیکھیں غلطی پر ہو۔ ذرا نظر اٹھا کر اور پرو دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ قلم اور ہاتھ کہ  
 حرکت دینے والی کوئی اور ہے جتنی موجود ہے کہ ہاتھ اور قلم جس کے مادے سے حرکت کر  
 رہے ہیں۔ یہ مثال اہل اسلام کی ہے جو فاعل یقینی۔ ہر متصرف بالذات۔ بعد امور کا ذات  
 حکم الہامی کو ملتا ہے۔ ان کی اثر خصوصیات و کمالات تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ سب  
 سے وہ الوداع، اعلیٰ اور بزرگ تر سب سے سستی کہ ایجاد و تکوین کا باعث یقین کرتے ہیں کہ آفتاب  
 ماہتاب اور ستارے جس کے منہ پر ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ  
 وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ  
 مَسْكُوتَاتٌ بِأَمْرِهِ

خدمت پر لگے ہوئے ہیں اور اسی طرح ستارے بھی  
 اسی کے حکم سے تمہارے تابع فرمان ہیں۔

(۱۲:۱۶)

اہل نجوم کے نقش قدم پر

بہاولی سرب ہی اہل نجوم کی متابعت ہیں اسی اعتقاد پر مجازم تھے کہ مینہ ستاروں کی تاثیر  
 سے برستا ہے۔ لیکن حضرت صدوق سعدوق علیہ التحیہ والسلام نے لوگوں کے اس زعم باطل  
 کی تردید کی اور انہیں بتایا کہ مینہ فانی نہیں و نذر کی مرضی سے برستا ہے اس لیے طلب باران

کے لیے اسی ذات وحدہ لا شریک لہ کی بارگاہ عالی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ میری امت میں چار امور بنیادیت کی یادگار ہیں جن میں ایک ستاروں سے طلب باران کرنا ہے (مسلم)

محدثہ یدیبہ میں رات کو بارش ہونی اور صبح تک فضا ابراؤ دھنی۔ آپ نماز صبح سے فارغ ہو کر صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کیا جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعض بندوں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ مجھ پر ایمان لائے اور بعضوں نے کفر کیا۔ پس جس کسی نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے مینہ برساتا ہے اس نے مجھ پر ایمان رکھا اور کذاب کے (تحریت) کا منکر ہوا اور جس نے کہا کہ ہم پر ایک ستارے کے ڈوبنے اور ایک کے طلوع کرنے کے باعث مینہ برساتا ہے اس نے مجھ سے کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا (بخاری و مسلم)

جو کوئی یہ تین رکھتا ہے کہ نجوم، کواکب کو دنیا کے کاروبار کے انصرام میں کوئی دخل ہے اس کا بیان صحیح نہیں۔ کائنات کے نیک و بد اور انسانی کامیابی و ناکامی سے ستارے بالکل بے تعلق ہیں۔ البتہ آفتاب و مہتاب کے دوسرے ہر شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ ان سے نباتات اور حیوانات کی پرورش و نمو میں مدد ملتی ہے۔ جس طرح روح اور عقل سے مجرذ ہونے کے باوجود آگ اور پانی میں اپنی اپنی تاثیر ہے۔ اسی طرح کائنات عظامتہ نے سورج اور چاند میں ان کے روح اور عقل سے خالی ہونے کے باوجود نباتات اور حیوانات پر اثر انداز ہونے کی خاصیت رکھی ہے۔

## فصل ۷۸

## نسبی مہینوں میں تبدیلی کی رسم

شمسی سال قریباً تین سو پینسٹھ دن کا اور قمری کچھ کسرتین سو چوٹن دن کا ہوتا ہے۔ دوسرے نفلوں میں قمری سال شمسی سے بقدر ۱۱ دن چھوٹا ہے۔ تمام عبادات نماز روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام معاملات مثلاً عدت وغیرہ میں قمری سال بھی ہمیشہ بارہ مہینے معتبر رہا ہے۔ ان بارہ مہینوں میں چار مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ادب و محترم کے مہینے تھے جن میں تین تو متواتر ہیں اور ایک رجب سال کے درمیان آتا ہے۔

تلبیس ابلیس ۸۵ سطر ۳

ان مہینوں کے احترام اور بزرگی کا تخیل عرب میں نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ تمام ادیان عرب یود، نصاریٰ، بت پرست، ستارہ پرست وغیرہم برابر ان کی عزت کرتے تھے اور ان میں لڑائی جڑائی اور قتل و غارت کو حرام و ممنوع سمجھتے تھے لیکن چونکہ لوٹ مار اکثر عربی قبائل کا ذریعہ معاش تھی اور رزم و پیکار بھی ایک قومی شعار بن گیا تھا اس لیے لگاتار تین مہینے اذیقعدہ، نمہجہ اور محرم ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھے رہنا۔ عربی فطرت کے خلاف تھا۔ اس لیے جابئی عرب حید گری کے اسلحہ تیز کر کے اپنی مرضی کے مطابق ان مہینوں کو ہٹانے سرکانے لگے۔

چنانچہ ذہنیت کی اس تبدیلی کے بعد جب حج کا مہینہ (ذوالحجہ) گزر جاتا تو آغاز محرم ہی سے قتل اور غارت گری کو باز کر لیتے اور محرم کے بجائے صفر میں محاربہ و مقاتلہ اور غارت گری سے دست بردار رہتے۔ اس تبدیلی کو انفلوں نے نسبی کے نام سے موسوم کر رکھا تھا۔

کتاب "تاریخ اخلاق اسلامی" میں نقل کیا ہے کہ یہ تبدیلی معمولی اشخاص کے دست

اختیار میں نہیں تھی بلکہ جب تمام لوگ مٹی سے واپس ہوتے تھے تو بونہ کا ایک سردار جس کا نام نعیم بن ثعبہ تھا کھڑا ہو کر کہتا تھا کہ میں وہ شخص ہوں جس پر کوئی عیب نہیں لگایا جاتا اور اس کے فیصلے رقبہ نہیں کٹتے جاتے۔ اس کے بعد لوگ مہینوں کی تبدیلی کی سنت کرتے اور وہ یہ تبدیلی کر دیتا۔

چونکہ تاخیر و تبدیلی کی یہ ساری کہ روایتی احکام خداوندی سے اعراس اور سرائس امارہ کی غلامی پر مبنی تھا۔ اور کفار مکہ نے علیؑ پر اشہر حرم کا ادب و احترام چھوڑ دیا تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کو بھی حرم و پیکار کی اجازت مل جائے۔ چنانچہ آپ کی خواہش کے بموجب سورہ توبہ کی ۲۶ و ۲۷ میں اور ۳۷ میں آیتیں نازل ہوئیں جن میں ارشاد ہوا (ترجمہ) تم مسلمان سب مشرکوں سے (برہمنیت میں) آؤ۔ جس طرح وہ تم سب سے برہمنیت میں آئے وہ ہوتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے مہینوں کا سرکا دینا بھی کفر میں زیادتی کا موجب ہے۔ جس کی وجہ سے کافر دین کے راستے سے گمراہ ہوتے رہتے ہیں۔ کافران مہینے کو ایک برس حلال سمجھتے ہیں اور پھر اسی کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں۔ اس سے ان کی یہ فرض ہوتی ہے کہ اللہ نے جو یہ مہینے حرام کئے ہیں صرف ان کی گنتی پوری کر لیں۔ پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیں۔ ان کو اپنی بد اعمالیاں مستحسن معلوم ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔

الغرض اب ہر مہینے میں کفارت مقرر کرنا جائز ہے۔

## فصل ۷۹

## نسبت الی غیر اللہ

جانبی عربوں کی ایک حماقت یہ تھی کہ گھر میں امید داری کے ایام میں خدا سے قندوس سے فرزند نرینہ کی اور اس کے صحیح و سالم پیدا ہونے کی دعائیں کرتے رہتے۔ لیکن جب وہ حسب نفاذ آرزو پیدا ہوتا تو اس کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے لگتے۔ خدا سے غریزہ و برتر اپن کلام مبین میں فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اور اللہ ایسا (قادر و مستقیم) ہے جس نے تمہیں لوگوں کو ایک تن واحد (انتم) سے پیدا کیا اور اسی سے اُس کا بڑا (جو) بنایا تاکہ وہ اپنے جوڑے سے اُنس حاصل کرے۔ تب میان بیوی سے قربت کرتا ہے تو اس کو ہلکا سا ٹھس رہ جاتا ہے۔ سو وہ اس حمل کو لے ہوئے چلتی پھرتی، ہتی ہے۔ پھر جب حمل کی وجہ سے بوجھیں ہو جاتی ہے تو میان بی بی اللہ سے جو اُن کا مالک ہے دعا کرنے لگتے ہیں کہ خدایا! اگر تو ہم کو صحیح و سالم اولاد عطا کرے گا تو ہم تیرا بڑا احسان نہیں کئے۔ سو جب حق تعالیٰ ان کو صحیح و سالم فرزند عطا فرماتا ہے تو اس اولاد میں جو خدا نے ان کو عطا کیا کی اُس کے شریک قرار دینے لگتے ہیں۔ سو خالق کو نگار کی ذات ان کے شرک سے بہت بلند و ارفع ہے (سورۃ اعراف آیات ۱۸۹-۱۹۰)

بعض نے لکھا ہے کہ ان دو آیتوں میں قریش کی شاخ آل قصی کو خطاب ہے۔ یعنی اسے قریش! ہم نے تم کو ایک نفس یعنی قصی سے پیدا کیا اور قصی کی خواہش کے بموجب اسی کی جنس سے عربیہ، قریشیہ، یوسی عطا کی۔ پھر جب جیتی جاگتی اولاد پیدا ہوئی تو ان کے نام عبد مناف، عبد العشری، عبد الدار رکھنے لگے (ہر ایک) لیکن اسلام نے ایسے ناموں کو شرک قرار دیا اور ہادی انا م صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ بہترین نام عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد الرحیم وغیرہ ہیں۔



۱۰۔ اس شرک فی التسمیہ کا ارتکاب کچھ کفار قریش پر ہی منحصر نہ تھا بلکہ ذرہ مانصر کے اکثر پاکستانی نیز ہندوستان فی مسلمان بھی اسی مشرکانہ رنگ میں غرق ہیں جس میں کفر باہلیت رنگ ہوئے تھے۔ ہندو عورتیں مندرہاں پر جا کر اور مسلمات اپنے بزرگوں کی قبروں پر حاضر ہو کر تو نذر فرزند کی منتیں مانگی ہیں۔ نہ جب خالق انس و جان صحیح و سالم فرزند عطا کرتا ہے تو ہندو عورتیں کہتی ہیں کہ فلاں بت کی منت مانگی تھی۔ اس نے پیدا دیا اور مسلمان عورتیں کہتی ہیں کہ فلاں ولی نے فرزند عطا کیا اور اصلی متعلیٰ جل جلالہ کو یہ لوگ ملائی لسیان پر رکھ دیتے ہیں۔

اور چونکہ ان لوگوں کا اندر صنا بچپن تا ہی شرک ہے اس لیے اپنے ترکوں کے نام بھی مشرکانہ ہی تجویز کرتے ہیں۔ مثلاً پیرنجش، پیراں دتا، حوٹا مئی الدین، عطا اللہ، بندہ علی، عبد الرسول وغیرہ اور اس وقت نام حالت یہ ہے کہ جو نہی کسی کے گھر فرزند متولد ہوتا ہے اس کے والدین غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنے لگتے ہیں۔ کوئی مولود کو کسی بزرگ کی قبر پر لے کر کوئی کسی کے تھان پر لے جاتا۔ کوئی کسی کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کی بیٹری ڈالتا ہے۔ کوئی کسی کی بڈی پہنتا ہے اور کوئی کسی کا فقیر بناتا ہے۔

## فصل ۸۰

## نغمہ و سرود سے شغف

فاسقانہ کلام کی ناپسندیدگی

جاہلی عرب گانے بجانے کے بڑے دلدادہ تھے۔ ان کے ہا ہج گانے گائے جاتے تھے۔ ان کے مرضا میں عموماً کفر و شرک، فسق و فجور اور عشق و محبت پر مشتمل ہوتے تھے۔ ہادی اناہ علی اللہ علیہ وسلم نے فحش اور فاسقانہ اشعار کی ممانعت کی اور اپنے اشعار کو پسند فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے شعر کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا اچھا شعر اچھا اور برا شعر برا ہے۔

فحش قسم کے راگ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ غناء دل میں لفاق کی اسی طرح اکبیری کرتا ہے۔ جس طرح پانی کھیتی کو نشوونمو بخشتا ہے (بیہقی فی الشعب) ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے۔ ناگناں ایک شاعر آپ کے سامنے آیا جو کفر و شرک سے بھرے ہوئے اور عاشقانہ اور فاسقانہ قسم کے اشعار گارہا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ پڑو اس شیطان کو یا فرمایا کہ یہ شیطان جانے نہ پاٹے (مسلم) اور فرمایا کہ بلا شبہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے اور وہ اس کو تباہ کر دے تو وہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ کوئی شخص اپنے باطن کو بُرے اشعار سے منور کرے (مسلم)

## خزائیر کی ممانعت

نافع کا بیان ہے کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جگہ انھوں نے بانسری کی آواز سنی۔ معاً اپنے دونوں کان انگلیوں سے بند کر لیے۔ جب ہم راہ سے دوسری طرف دور ہوئے تو نغمہ سے فرمایا کہ اسے نافع! کیا ہنوز بانسری کی آواز گوش زد ہو رہی ہے۔ میں نے کہا کہ اب تو آواز نہیں آتی۔ یہ

سن کر انگلیاں کانوں سے اٹھالیں اور فرمایا کہ مجھے سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرفِ رفاقت نصیب ہوا۔ اس اثناء میں آپ نے مانسری کی آواز سنی اور آپ نے بھی اسی طرحت کیا۔ جیسے میں نے کیا ہے۔ نافع آگتے ہیں کہ میں اس وقت مغیر السن تھا۔ (احمد والیہ واؤد)

امام ابن جوزیؒ یہ مہرِ مہرِ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کا یہ فعل اُس آواز پر تھا جو اعتدال سے خارج نہیں کر دیتی تو محمد صابر کے غناء اور باجوں کی نسبت تو بس چپ ہی بھلی ہے۔

### دف بجائے کا امتناع

علمائے کھما بے کہ عید کے دن اور شادی کی تقریب میں دف بجانا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ ابو الحسن سعد الحمر بن محمد انصاری نے کتاب السفن ابن ماتبہ میں یہ روایت یحییٰ بن العلاء بیان کیا کہ انھوں نے صفوان بن امیہؓ سے سنا کہ تم نے تم ایک بار بار گاہ نبوت میں حاضر تھے۔ تنے میں عمرو بن قرہ نے اگر التماس کی یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ نے شقاوت اور بد بختی مقدر فرمائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تجھ کو دف بجائے بغیر رزق نہیں ملے گا۔ آپ محمد کو غناء کی اجازت دے دیجئے۔ میں فحش گیت نہیں گاؤں گا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تجھے اجازت نہ دوں گا اور نہ تیری عزت کروں گا اور نہ انظر شفقت سے دیکھوں گا۔ اسے خدا کے دشمن تو تھوڑا بولتا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو مال اور پاک رزق عطا فرمایا ہے اور تو خدا کے رزق میں سے حرام کو اختیار کرتا ہے۔ اگر میں تجھے اس سے پہلے ممانعت کر چکا ہوتا تو اس وقت تجھ سے بُری طرح پیش آتا۔ میرے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور جا کر خدا کے حضور میں توبہ کر اور یاد رکھ کہ اب اگر اس فہمائش کے بعد تو نے ایسا کیا تو میں تجھ کو دردناک مار دوں گا اور تیرا منہ بگاڑ دوں گا اور تجھ کو تیرے گھر بار سے علیحدہ کر کے شہر بدر کروں گا اور تیرا رخت و اسباب نو جوانانِ مدینہ پر

لٹواؤں گا۔

عمر بن قریہ وہاں سے نہایت غم زدہ اور اندوگین اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا یہی لوگ عاصی اور نافرمان ہیں۔ ایسے لوگوں میں سے جو کوئی بغیر توبہ کے مرے گا۔ خدا اے عزیز ہشر کے دن اس کو برہنہ اٹھائے گا۔ اس کے بدن پر ایک چلتی پھرتی بھی نہ ہوگا۔ جب کھڑا ہونے لگے گا تو لڑکھڑاکر گر پڑے گا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن قریہ کے خلاف جس شدت سے اظہارِ ناراضی فرمایا آپ کی سیرت مبارکہ میں اس شدتِ غیظ کی کوئی نظیر نہیں مل سکے گی۔ اس بغیر معصوب کی غضب اور ناگواری کی وجہ اس کی تین جہالتیں تھیں (۱) خود شامع علیہ السلام سے گانے بجانے کی اجازت مانگنا (۲) اس یقین کا اظہار کہ کعبہ کی بنائے نے اس کو شقاوت و بدبختی پر مجبور و مجبور کر دیا ہے اس کا یہ جھوٹا دعویٰ کہ رزاق علی الاطلاق نے دف بجانے کے سوا اس پر رزق رسانی کے تمام وسائل بند کر رکھے ہیں۔

### غناء کی خرابیاں

امام ابن جوزی رقم طراز ہیں کہ راگ میں دو امور جمع ہوتے ہیں۔ ایک تو دل کو اللہ سبحانہ کی عظمت میں غور کرنے اور اس کی خدمت میں قائم رہنے سے غفلت کو دیتا ہے۔ دوسرے دل کو لذاتِ عاجلہ اور جمیع شہواتِ مریہ کے پورا کرنے کی طرف مائل کرتا ہے۔ حتیٰ شہوتوں میں سب سے بڑی شہوت جناس ہے اور جماع کی کامل لذت نئی عورتوں میں ہے اور نئی عورتوں کا محال ذریعہ سے حاصل ہونا دشوار ہے۔ لہذا انسان کو نہ ناپرہانگیختہ کرتا ہے۔ اسی نے حدیث نبوی میں ہے کہ الغناء قینۃ الزنا راگ زنا کا فسوں ہے۔

الغرض راگ عقل میں تغیر لاتا اور طبیعت کو اعتدال سے خارج کر دیتا ہے چنانچہ جب انسان طرب و نشاط میں آتا ہے تو صحت ہوش و حواس کے باوجود ایسی حرکتیں کر گزرتا

ہے جو عقل سلیم کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ مثلاً سر ملانا، تالی بجانا، زمین پر پاؤں مارنا وغیرہ افعال جن کے رک یک عقل والے مرتکب ہوتے ہیں۔

### مذہب اربعہ میں راگ کا امتناع

راگ سنن اہل سنت کے چاروں مذاہب میں ممنوع ہے۔ حسب بیان ابن تہزی امام ابو حنیفہ رحم نے غنا، کوکروہ، تباہ اور راگ سننے کو گناہ قرار دیا ہے۔ کوفہ کے دوسرے ائمہ ابراہیم، نعفی، شعبی، حماد اور سفیان ثوری رحم کا بھی یہی مسنک ہے۔ مذہب شافعی کی نسبت حسن بن عبد العزیز جروی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد بن ادریس شافعی رحم سے سنا۔ فرماتے تھے کہ میں عراقی میں ایک چیز چھوڑ کر آیا ہوں جس کو زند لقیوں نے ایجاد و اختراع کیا ہے اور اس کا نام تغیر رکھا ہے۔ وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو قرآن سے باز رکھتے ہیں۔ حسب بیان ابو منصور ازہری انہوں نے ذکر الہی کے اشعار کا جن پر ان کو نظر پڑتا ہے تغیر نام رکھا ہے۔

مالکی مذہب کی نسبت اسحاق بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک رحم سے اس فناء کی نسبت سوال کیا جس کی اہل مدینہ اجازت دیتے ہیں تو جواب دیا کہ یہ فعل فاسقوں کا ہے۔ ابو الطیب طبری نے کہا کہ امام مالک رحم نے مالک سننے سے منع کیا اور فرمایا کہ اگر کسی نے لونڈی خریدی ہے اور بعد میں ثابت ہوا کہ وہ گاتی ہے تو مشتری کے لئے جائز ہے کہ اس عیب کی وجہ سے اس کو لوٹا دے۔ ابراہیم بن سعد کے سوا تمام علمائے مدینہ کا یہی مذہب ہے۔

امام احمد رحم کے نزدیک بھی راگ ممنوع ہے۔ کسی نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی ایک بیٹا اور ایک گانے والی لونڈی چھوڑ کر مر گیا۔ لڑکے کو اس لونڈی کے فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اب وہ بوقت فروخت اس کے مغنیہ ہونے کی صفت ظاہر کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام احمد رحم نے جواب دیا کہ گانے والی ظہر کے لئے نہ بھی جائز ہے۔ مستثنیٰ نے کہا کہ مغنیہ کہنے کی عادت میں اس کی قیمت تیس ہزار درہم وصول ہوگی لیکن اگر اس کی یہ صفت ظاہر نہ کی جائے تو شاید بیس دینار سے زیادہ کوئی

اس کی قیمت نہ دے گا۔ امامؑ نے فرمایا کہ اس کے فن موسیقی جانتے کا الہ بار نہیں کیا جائے گا۔

امام ابن جوزیؒ یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے یہ فتوے اس بنا پر دیا کہ گانے والی لونڈی لوگوں کو زہد یہ قصیدے نہیں سنائے گی بلکہ وہ اشعار گائے گی جو طرب انگیز ہوں اور طبائع کو عشق پر برا نگینہ کر دیں۔ یہ غنا کے ممنوع ہونے کی کافی دلیل ہے اور اگر ممنوع نہ ہوتا تو امام احمدؒ یتیم مذکور کے مالی نقصان کو بہتر گوارا نہ کرتے۔ اس قول کی مثال حضرت طلحہ انصاریؓ کا قول ہے۔ انھوں نے بارگاہِ نبوت میں گذارش کی تھی یا رسول اللہ! میرے پاس یتیموں کی شراب رکھی ہے۔ اس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بہادور۔ اگر شراب سے نفع اٹھانا جائز ہوتا تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کا مال ضائع کرنے کا حکم نہ دیتے۔

### امتناع غناء کا ثبوت کتاب اللہ سے

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ علمائے حنبلیہ نے تین آیتوں سے رائے کے مکروہ و ممنوع ہونے پر استدلال کیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنُ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِفِيْرٍ عَلَيْهِمْ وَ يَتَّخِذُوا هَٰؤُلَاءِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ  
اور لوگوں میں کوئی کوئی ایسا بھی (نالائق) ہے جو وہابیات خرافات باتوں کا خریدار بنتا ہے تاکہ لوگوں کو سنا کر بے سمجھے اور جھے راہِ خدا سے بھٹکا دے اور آیات الہی کی منہی اڑائے۔ یہی لوگ ہیں جن کو قیامت کے دن ذلت کی سزا دی جائے گی۔

(۶، ۳۱)

عبداللہ بن مسعود صحابیؓ سے روایت کی کہ لَتُوا الْحَدِيثَ سے مراد غناء اور اس کے مشابہ اور چیزیں ہیں۔ اسی طرح

مجاہدین کہہ کر ہوا الحدیث کے معنی غنا ہیں۔ سعید بن بشیر کا بیان ہے کہ میں نے عکرمہ سے  
ہوا الحدیث کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ وہ راک ہے۔ حسن البصری، سعید  
بن جبیر، قتادہ اور ابن زعم نخی رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

نمودہ سائل مدتی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غنا کی ممانعت پر اس آیت سے استہلال  
فرمایا۔ پتا چڑھتا ہے کہ ابن سبیر نے قاسم بن ابی اسامہ سے روایت کی  
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹے والی ٹونڈیوں کے خریدنے اور بیچنے اور ان کے  
سے منع کیا اور اسناد فرمایا کہ ان کی قیمت حرام ہے اور پھر یہ آیت پڑھی ومن الف من  
من اشتري الملح والراپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی کانٹے کے بٹ اپنی آواز بند کرتا ہے  
اللہ تعالیٰ اس کی ٹریف دوڑیٹھاں جیتا ہے۔ وہ دونوں اس کے اوپر سوار ہو جاتے  
ہیں۔ ایک اس جانب اور دوسرا دوسری جانب بہتات اور اپنے پاؤں کانٹے مارنے کے  
بیچنے پر مارنے سے رہتے ہیں حتیٰ کہ گارہ والا نا موش ہو۔

اور حم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ اللہ عزوجل نے غنیمت لوندی کا خریدنا اور فروخت کرنا اور تعلیم دینا اور اس کے  
راک سننا سب حرام کر دیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ومن الناس من اشتري  
لہوا الحدیث

### بغثت نبوی کا مقصد مزرا میر کا بدھم و کسر

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دو احقر نہ اور قہرانہ آوازوں کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک نغمہ کی آواز  
دوسرے مصیبت کے وقت کی آواز۔ جب اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعید انام  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حدیث اور فحور سے مکتوبہ آوازوں سے ممانعت فرمائی  
گئی ہے۔ ایک نغمہ کی آواز سے۔ دوسرے مصیبت میں چھج کر رونے اور منہ پیٹنے اور گریبان  
پھاٹنے اور شیطانی نوحہ کرنے سے منع کیا ہے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی  
کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے مزارا یعنی مسطر لہوں کے



معنا) اور طبع کے تباہ کرنے کو مبعوث فرمایا ہے اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ  
من امیر کے توڑ ڈالنے کو بھیجا ہے۔

### غناء کی محظوریت پر علماء کے مزید اقوال و آراء

صحابہ و تابعین گانے بجانے سے بہت متنفر تھے ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ  
کچھ لوگوں پر گزرے جو حرام باندھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک آدمی کارہا تھا۔ کہنے  
لگے خدا تمہاری نہ سنے۔ اور کسی نے جلیل القدر تابعی قاسم بن محمد سے غناء کے بارے  
دریافت کیا۔ جواب دیا کہ میں تم کو غناء سے منع کرتا ہوں اور تمہارے بے اس کو برا بھلا  
ہوں۔ وہ بولا کیا گانا حرام ہے۔ قاسم رحم نے فرمایا برا در نادے! جب خدائے برتر نے  
حق اور باطل میں تمیز کر دی تو تم غناء کو ان میں سے کس میں داخل کرو گے؟

شعبی نے کہا کہ گانے والے اور گوانے والے دونوں پر لعنت ہے۔ فضیل بن  
عبیاض رض کا قول ہے کہ غناء نہ نا کا منتر ہے۔ ضحاکؒ نے کہا کہ غناء دل کو خراب کرتا ہے اور خدا  
کی ناراضی کا موجب ہے۔ زید بن ولید نے کہا کہ اسے بنی امیہ غناء سے دور رہو کیونکہ غناء شہوت  
کو بڑھاتا اور آدمیت کی بنیاد ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ کا عمل کہ نہایت  
اور اگر تم اس سے باز نہ رہو تو کم از کم عورتوں کو اس سے دور رکھو کیونکہ غناء حرام کاری  
کی طرف بلاتا ہے۔

اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو لکھ بھیجا کہ تمہاری  
تعلیمات میں سب سے مقدم یہ چیز ہو کہ ملاصی سے سخت نفرت رکھیں۔ ملاصی کا آغاز شیطان کی  
طرف سے ہے اور اس کا انجام خدائے برتر کی ناراضی ہے۔ میں نے علمائے ثقافت سے سنا ہے  
کہ گانے بجانے کی محفل میں جانا اور راگ سننا اور اس کا دلہا ہونا دل میں اسی طرح نفاق  
پیدا کرتا ہے جس طرح گھاس کو پانی اگاتا ہے۔ (تبلیس ابلیس)

## فصل ۸۱

## وصیت میں ظلم و بے انصافی

خویش و اقارب کے لیے وصیت کر جانے کا فرمان

زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ شہرت و نام آوری کے خیال سے غیروں کے لیے اپنے سارے مال کی وصیت کیا کرتے تھے اور ماں باپ خویش و اقارب سب کو محروم کر جاتے تھے۔ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قطعی ممانعت فرمائی اور سورۃ بقرہ کی چند آیتیں نازل ہوئیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ (ترجمہ) تم پر لازم کیا جاتا ہے کہ اگر کچھ مال چھوڑا ہے تو پیام مرگ قریب الوقوع معنوم ہوتے وقت والدین اور دوسرے اقارب کے لیے معقولیت کے ساتھ (یعنی مجموعہ تنہائی سے زیادہ نہ ہو) وصیت کرنا ضروری ہے (البقرہ آیت ۱۸۰)

اس حکم سے رسم جاہلیت کے سلطان کے ساتھ ہی والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جائز و وصیت کرنا فریض ہو گیا۔ اس کے بعد جب (نساء آیت ۲۱ میں) میراث کا حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے سب کے حصے مقرر کر دیے تو ورثاء کے لیے وصیت کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا۔ البتہ اپنے کل مال کی تنہائی تک وصیت کرنے کا اب بھی اختیار ہے اور وارثوں کی رضامندی سے اس میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے تنہائی سے زائد کی وصیت کا امتناع

اسلام نے وارثوں کو اُن کا پورا حق دلانے کا بڑا اہتمام کیا ہے اور کسی موقعی کو اجازت نہیں دی کہ تنہائی سے زائد مال کی وصیت کر کے وارثوں کی حق تلفی کرے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدبشرہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال ایسا بیمار ہوا کہ گزارہ موت پر پہنچ گیا۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عین دلت کو

تشریف لائے۔ میں نے گزارش کی یا رسول اللہ! میرے پاس مال بہت ہے۔ اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں اس لیے میرا مقصد ہے کہ تمام مال کے فی سبیل اللہ ہونے کی وصیت کر باؤں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں نے کہا، چھادو تنہائی کے لیے وصیت کرنا تاہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں عرض پیرا ہوا اچھا نصف مال کی وصیت کروں؟ آپ نے اس سے بھی انکار کیا۔ میں نے التماس کی کہ اچھا تنہائی مال فی سبیل اللہ دے جاؤں؟ فرمایا تنہائی کی وصیت کرو اور تنہائی بھی بہت ہے اور فرمایا کہ اگر اپنے وارثوں کو متمول چھوڑ جاؤ تو یہ اُس حالت سے کہیں بہتر ہے کہ ان کو مجلس چھوڑ جاؤ کہ لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلاتے پھر میں اور بزدل کھو کہ جو مال بھی تمہاری رضا جوئی میں خرچ کرو گے اُس کا تمہیں ثواب ملے گا ہاں تک کہ تم اُس سے پرہیزی ماحول ہو گے جو تم نے اپنی بیوی کے منہ میں ڈالا ہو گا (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ میں بیمار تھا۔ آنحضرت میری خبر پوچھنے کو آئے۔ دو دن ان لشکر میں آپ نے فرمایا کیا تم نے وصیت کرنے کا سادہ کیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر چھادو؟ میں عرض پیرا ہوا اپنا تمام مال فی سبیل اللہ چھوڑ جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا اپنی اولاد کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے کہا وہ سب مالدار ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ دسویں جھٹے کے فی سبیل اللہ دینے کی وصیت کرو۔ میں کم سمجھ کر زیادہ مال کیلئے برابر اجازت مانگتا رہا چنانچہ آپ نے تنہائی مال فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ تنہائی بھی بہت ہے (ترمذی)

### وارث کو محروم الٹا کر دینے کی کوشش

بعض لوگ کسی چیز سے اپنے وارث یا وارثوں کو وارث سے محروم کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی لیے ہلاکت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَطَعَ مِرَاثَ الْإِسْثِمَةِ قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رواہ ابن ماجہ و البیہقی فی شعب الایمان (جو کوئی دنیا میں اپنے وارث کی میراث کاٹے گا خدا سے عزیر قیامت کے دن اُس کی میراث بہشت قطع کر دیگا) یعنی



مال سے زیادہ کی وصیت کر جائے۔ یا اپنے کسی وارث کو جسے ترکہ میں سے میراث کا حصہ ملتا ہے وصیت کرے۔ یہ دونوں وصیتیں غیر معتبر ہیں۔ نقصان پہنچانے کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دوست کو مالی منفعت پہنچانے کی غرض سے کہہ جائے کہ فلاں شخص کا میرے ذمے اتنا قرض ہے حالانکہ اُس سے کوئی قرض نہ لیا ہو۔ یہ وصیت بھی باطل ہے۔ البتہ اگر وہ اس دوست کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ تمام مال میں سے کسی قدر اس کے لیے وصیت کر دے۔

امام ابن ہوزی ہرقم فرماتے ہیں کہ بعض کی عادت ہے کہ وصیت کرنے میں مد سے تجاوز کرتے ہیں اور وارث کو محروم رکھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ ہمارا مال ہے۔ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں اور اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ ان کے بیمار ہوتے ہی اس کے مال سے وارثوں کے حقوق وابستہ ہو جاتے ہیں اللہ ہادی انام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص وصیت کرتے وقت خیانت کرے گا۔ وہ دبا میں پھینکا جائے گا اور دبا ورنہ ایک جنگل کا نام ہے۔ اور عیش نے نیشہ سے روایت کی ہے کہ خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کہتا ہے کہ فرزند آدمی مجھ پر غالب نہیں آتا اور اگر غالب بھی آتا ہے تو میں اس کو تین باتوں کا حکم کرتا ہوں۔ مال کا غیر حق سے لینا۔ غیر حق میں صرف کرنا اور حق میں خرچ کرنے سے باز رکھنا۔ (تلبیس و صیت نامہ لکھ رکھنے کی پسندیدہ گی)

حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی ایسی چیز کا مالک ہو جو وصیت کی صلاحیت رکھتی ہے اس کو یہ نہ بہانیں کہ اس پر دو مائیں اس حالت میں گذر جائیں کہ اس کے پاس وصیت نامہ لکھا ہوا ہو جو وہ نہ ہو (بخاری و مسلم) یعنی جس پر لوگوں کا مرض یا اس کے پاس کسی کی امانت ہو اس پر لازم ہے کہ اپنے پاس اس کی وصیت لکھ رکھے تاکہ اس کی رحلت کے بعد اس کے وارث اس پر عمل کریں۔ اگر لوگوں کی رفیق کسی کے فتنے و صاحب الادا ہوں تو اس کے لیے وصیت لکھ رکھنا واجب ہے اور اگر کسی کا لینا دینا نہ ہو تو وصیت کو ضبط تحریر میں رکھنا مستحب ہے۔

## فصل ۸۲

## یادگاروں اور مزارات کی تعظیم میں اشرار

اہل کتاب کا قبروں کو سجدہ گاہ بنانا

بشت نبوی کے وقت ہذا میں ہر طرف کفر و زندقہ کی ظلمت چھائی ہوئی تھی جو اس  
 ملک کے اہل کتاب، یہود و نصاریٰ بھی نعمتِ توحید سے محروم ہو چکے تھے اس وقت  
 یہودیت و زندقہ کا کوئی دینی تصور بھی رہا تھا اور نہ پاتا تھا کہ ان کی تعظیم میں  
 درجہ سائوں کے نبیہ و پیغمبر اسلام کے مزارات اور یادگاروں کی تعظیم و تکریم میں  
 فرائض کی قہمی و نہائے کو و دینیت کو رنگ نہ پہنچائی۔ مریض و معان کی شہادت کرب میں  
 بیکہ سیدنا و امین و آخریں صلی اللہ علیہ وسلم پرانے کچھ شہادتیت اور کھنڈ  
 دیتے تھے یہ ان کرب کو زبان پر تھے۔

عَنْدَ اللَّهِ تَعَالَى الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى  
 تَتَذَكَّرُ وَأَقْبَرُ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

ان لوگوں کے یادگاروں کے بے شمار فرش ہیں جن میں زیادہ شعور و معرفت ہیں جو ان  
 کی تہذیب اور پرویشہ و شہادتیت میں مسجیدت اور کتب خانوں کے ناموں کے اندر  
 مروت سمجھ جاتے تھے کیونکہ پرویشہ شہادت فریقہ بنو زمریہ و یہودیوں میں یہ بات  
 سے بہت پیچھے یعنی ۱۵۲۹ء میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ وہ کتب خانوں میں مسجیدت  
 علیہ السلام۔ حضرت مریم اور ایواں اور شہیدوں کے مجسمے اور تصویریں۔ ان کی رہتی ہیں جن  
 کی پرستش کی جاتی ہے۔

اسلام کا اولین فرض بت پرستی کا استیصال تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسولِ عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے تو اس وقت بھی سرکس کی بیچ کنی کا مسئلہ سب

سے زیادہ آپ کے پیش نظر تھا جن جنوس قدسہ نے خاندانِ نبوی کی ستم رانیوں سے تنگ آنے لگا۔ آپ سے ہمیشہ کو محبت فرمائی تھی ان میں اہل المومنین اور سلمہ اور اہل المومنین اہل حبیبہ رضی اللہ عنہما بھی داخل تھیں۔ ان دونوں نے ہمیشہ میں ایک عظیم الشان گروہ دیا۔ خود جس کو دانت کہتے تھے۔ جب آپ نے فرمایا کہ اہل کتاب قبروں کو عبادت گاہ بنالیتے ہیں تو اسے روایت بخاری و مسلم ابن دونوں نے زہریہ کا اور اس کے مضمون اور تصویروں کا تذکرہ کیا۔ آپ نے نسبتِ رب کے باوجود اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ ان دونوں میں رب کو کوئی نیک آدمی نہ پاتا ہے (جو کہ عیسیٰ سینا کہتے ہیں) اس کو قبر پر عبادت گاہ بناتے اور اس میں اس مرنے والے کا مجسمہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے خدا پر حمل کی نگاہ میں بدترین مخلوق ہوں گے۔

### اہل کتاب کا سب سے زیادہ نقصان اختیار کرنے کا مذمت

۔ دینِ عالم۔ فاتحین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو سجدہ کرتے رہے تھے۔ تمہارا انہیں ایسا نہ کرنا۔ میں تمہارے سے منع کرتا ہوں (جو کہ صحیح بخاری و طبری کہتے ہیں) کہ جب سیدِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم بنا کر مقربِ داعیِ حق کو نزدیک کہنے والے میں تو آپ کو امت کی طرف سے یہ خواہش لگتی ہو کہ مبادا تمہارے قبر کو سجدہ نہ کریں۔ جیسے یہود و نصاریٰ قبرِ رانیا کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ نے یہود و نصاریٰ پر بھی طعن کر کے اس کے منع ہونے پر متنبہ فرمایا۔

اس کے بعد شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ سجدہ نہ طرح پر نہایت۔ ایک سجدہ کہ قبروں کو کریں اور انہی کی عبادت مقصود ہو جیسے بت پرست مت کو پوجتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مقصود اور مقصود تو خدا کی عبادت ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ ان کی قبروں کی طرف نماز ادا کرنا خدا کی رضا اور قرب الہی کا ذریعہ ہے۔ یہ دونوں طریقے ممنوع اور غیر مشروع ہیں طریقِ اولیٰ تو شرک اور کفر صریح ہے اور دوسرا بھی حرام قطعی ہے کیونکہ اس میں بھی خدا کے ساتھ شریک کرنا لازم کرتا ہے۔ اگرچہ شرک نفی ہے لیکن لغت و فہم و صورتوں میں وارد ہوتی ہے تربت نبوی یا کسی مرد صالح کی قبر کی طرف تبرک اور تعظیم کے لیے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے جس



میں کسی کو انتہا تک نہیں۔

اپنے مرقہ منور کے پو جانے کی دُعا

حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ہند میں دعا فرمائی کہ الہی ہندوئی قزوت نہ بنے دینا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب نازل ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنادیا۔ انکے مرسلین قبول ایسی شارح مشکوٰۃ کو یا یہ اس سوال کا جواب ہے نہ ہاں اللہ آپ ایسی دعا کیوں فرماتے ہیں؟ آپ نے اس عذاب کو پاک کرنے کی شفقت یہ دعا کی ہے کہ مبادا موت مرحومہ بھی اس گمراہی میں گرفتار ہو جائے جس میں ہود گرفتار ہو کر غضب الہی کا مودہ بنے۔

مولینا اسماعیل شہید دہلوی رقم فرمایا کہ مسجد میں نماز پڑھنا اعتکاف کرنا زیادہ عذاب ہے بلکہ مسجد میں اسی ذرا سے بنائی گئی ہیں۔ اور وہاں بھڑو دینا، فرشتہ بچانا، لوگوں کے آرام کے لیے پانی کا برتن رکھنا، مسجد کی عمارت اچھی بنانا، اس میں چراغ جلا کر رکھنا، بے سوہلی امتوں کے لوگ ایسے کام ہو مسجد کے واسطے چاہیں اپنے پیغمبروں کی قبروں پر کرتے تھے اس لیے ان لوگوں پر غضب الہی پڑا اور وہ درگاہ خداوندی سے راندے گئے کیونکہ ایسے کام انجام دینے سے قبر قبر نہیں رہتی بلکہ بت بن جاتی ہے۔ سو ہمارے سوال مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ میری قبر کو بت مت کیجیو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ لوگ میری قبر پر ایسی حرکتیں کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی قبر کے ساتھ ایسے کام کرے جو مسجد کے ساتھ چاہئیں اس پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

بہر حال ہم نے حبیب الیٰ عوات خراسانی سے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور ہر سال کے منقادی حکمران ایسی احتیاطیں ور پیش بنایاں مل میں لاتے رہے جو آپ کے مقبرہ کے سجدہ گاہ ہونے میں مانع و مزاحم ہیں۔

مرقد منور پر سالانہ اجتماع نہ کرنے کی وصیت

جب ہادنی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یو و زعماری کی سات ہزار پر غور کیا کہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر ہر سال میلہ اور جمعہ ڈالتے ہیں اور شدہ شدہ جہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ قبروں

پر مرادیں مانگتے اور مٹیں مان رہے ہیں تو آپ نے بطور پیش بندی وصیت فرمائی کہ میری قبر کو  
عید گاہ نہ بنانا۔ البتہ مجھ پر درود بھیجا کیونکہ تم یہاں نہیں بھی ہو تمہارا درود مجھ کو پہنچایا جاتا ہے  
(نسائی)

مولانا اسماعیل شہید دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جیسے عید گاہیں ہوتی ہیں  
وہ لوگ ایسی اچھی پوشاک پہن کر عالم بخت میں ایک معین روز اور تاریخ میں جمع ہوا  
کرتے ہیں سو ہم لوگ میری قبر پر اس طرح اجتماع نہ کیجئے ورنہ اگر تم کو اپنے لئے ثواب اور  
میرے لئے رزق درجات منظور ہو تو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ درود کے نیسے قبر سے نزدیک  
ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ لاکھوں منزلوں سے پڑھو گے تو بھی حق تعالیٰ تمہارے درود مجھے پہنچا دیک  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔

مولانا اسماعیلؒ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے معلوم ہوئے ایک  
یہ کہ آنحضرت کے مزار شریف پر معین تاریخ اور دن میں اجتماع اور دعا کرنا درست نہیں۔  
پھر جب آپ کی قبر شریف کے واسطے یہ مرنے والے تو کسی دوسرے کی قبر پر نہیں اور  
جماد اور میلاد اور تاریخ معین میں قبر کی زیارت کرنا اور بھی زیادہ منع ہے۔ دوسرے  
یہ کہ قبر کے پاس یا تبر کے سبب سے خوشی کے اسباب جمع کرنا درست نہیں جیسے راک  
وغیرہ کہ لوگ عرسوں میں کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر موت کو ثواب پہنچانا ہو تو دور سے  
بھی ارسال ثواب ہو سکتا ہے۔ مرت کے لئے اللہ سے دعا کریں یا اس کی طرف سے کچھ صدقہ  
خیرات کریں تو ثواب پہنچ جائے گا۔ قبر کے پاس یا اس کے قریب ہونا ضرور نہیں۔ چوتھے یہ  
کہ آپ نے جو فرمایا کہ درود مجھ کو پہنچایا جاتا ہے تو اس سے معاذم ہو کہ لوگوں کا یہ گمان نہ اس غلط  
ہے کہ جہاں درود پڑھیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آتی ہے۔ پھر بعض  
نادان جو کھانے دینے پر ناگوار رہتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس وقت میت کی روح  
آتی ہے اور اس کو کھانا پھرنا پڑے وہاں پر غلط اور پانی بھی رکھ دیتے ہیں سو یہ سب  
نغویات ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں

عہد سمانہ کے پہلا میں عام رواج ہو گیا ہے کہ جب کوئی شخص بلا و مصیبت میں مبتلا ہو  
تو اسے یا کوئی حاجت پیش آتی ہے تو بجائے اس کے کہ جس قدر منتقل کے ساتھ دعا  
رہب العالمین میں ملتی رہت بزرگوں کی قبروں کی طرف اٹھ دوڑتا ہے اور وہاں کی حاجت  
کا التزام کرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ ذات رب العالمین کے سوا کوئی حاجت روا مشکل  
کشا نہیں۔ کسی کو قدرت نہیں کہ رنج و غم دور کر سکے۔ پناہ و شاد فرمایا۔

وَإِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ بَشِيرًا قَدْ  
كَشَفَ لَهُ الْإِهْرَاءَ وَإِنْ يَسْأَلْكَ  
بَشِيرًا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (۲۶:۲۷) اور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کسی قسم کی تکلیف  
آمنُ يَجِبُ الْمَضْطَرَّ إِذَا دَعَا  
وَيُكْشِفُ السُّوءَ  
کہ سب کوئی شخص بے قرار ہو کر اس سے فریاد  
کرتے تو وہ اس سے قرار کی فریاد کو پہنچے اور اس  
(۲۶:۲۷)

کی مصیبت دور کر دے؟

شما کے سوا کوئی کارساز نہیں اور دنیا کی ہر چیز اسی کے دست اختیار میں ہے وہی ہر  
برساتا، کہتی اگلا اپنی مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے۔ وہی مال و دولت کو فقیر و غنی کو  
مال دار و مشغول کو تنہا و تنہا رستوں کو میل و رنجور کرتا ہے۔ وہی بے  
اولادوں کو صاحب اولاد اور نامرادوں کو بمراد کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی

قُلْ مَنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مَلَكُوتُ  
كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُخْبِرُ أَعْيُنُكُمْ  
عَلَيْكُمْ أَنْ لَسْتُمْ بِأَعْيُنٍ  
يَقُولُونَ بَشِيرًا قَدْ  
تَسْحَرُونَ (۲۷:۲۸) سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے تو آپ ان سے

کہیں کہ ان سب مقدمات کے ماتحت ہوتے ہوئے کون کون سے امور  
بن جاتے ہو۔

پس ظاہر ہے۔ جو نامک المفسرین صفاتِ مایہ سے موصوف اور مسبب الاسباب توحی  
الایات، مفتی ابوبہ سامع الاصوات، مجرب الدعوت اور تاملی العیون بت کے  
در اقدس کو چھوڑ کر مخالفت کے در پر جاتا تو خود محتاج بہ اتمامِ تہ کی نادانی اور بے بسی  
ہے۔

### زیارتِ قبور کا مقصد

قبرستان جانے میں زندوں اور مردوں دونوں کو نفع ہے۔ اُم المؤمنین حضرت  
عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تھا بارِ رسول اللہ! میں زیارتِ قبور کے وقت کیا پڑھوں  
فرمایا پڑھو :-

اَسْتَغْفِرُكَ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنْ  
اُمُومِيْنٍ وَاُمُومِيْنٍ وَاُمُومِيْنٍ  
اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِمَّا دَاخِلُوْا اَحْرِيْنَ وَاَنَا  
اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا اِحْقُوْنَ ہ (مسلم)

مومن اور مسلمان گھر والوں پر سلام ہو اللہ  
ہمارے پہلے جانے والوں پر اور پیچھے رہنے  
والوں پر تم کرسے تم بھی انشاء اللہ تباہ نہ  
کئے جائے۔

یہ دو قبرستان میں قدم رکھتے ہی پڑھنی چاہئے۔ اس کے بعد کچھ کلامِ الہی پڑھ کر  
اہلِ قبور کو اس کا ثواب بخشیں۔ علامہ انریں اپنے غلامِ متعلیقین کو جہانگیر بیٹا لٹواب بھی کر رہے  
اپنے استاد، والدین، بھائی، بیوی یا کسی دوسرے قریبی رشتہ دار یا دوست کی قبر ہو تو  
قبر کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر دعاؤں معفرت کرتے رہیں۔ پاس بیٹھنا اہلِ قبر کے لئے راحت  
و تسکین کا باعث ہے۔ یہ تو وہ منافع ہیں جو کسی زائر کے جانے سے اہلِ قبور کو حاصل  
ہوں گے اور خود زائر کو ثوابِ زیارت کے علاوہ عبرت ہوگی۔ اور آخرت کی بابت تازہ ہوگی  
حضرت صدیقِ مصلح رضی اللہ عنہ وسلم نے زیارتِ قبور کا یہی مقصد بتا دیا ہے  
چنانچہ فرمایا :-

فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ لِيَاْذِكُرُوْا قُرُوْرَ كَيْ لَا يَنْسِيَ زَيْرٌ زِيْرَتَ قَبْرِ



فقیر شہید یوں کہنا مزد کر دیتے ہیں۔ سو اگر کوئی بزرگ ہی اس سے مقصود ہے تب تو وہ مّا اُجھل بہ بغیر اللہ ہیں واصل بزرگ ہی وہ یعنی حد شرک تک پہنچ گیا ہو بعضوں کو جملہ کا واقعی ہی عقیدہ ہے۔ اور اگر اس حمل سے مقصود حق تعالیٰ ہے اور اس بزرگ کو محض شہادت ہی بخشا ہے تو وہ عقیدہ کہ تک تو نہیں پہنچا اور ظاہر بہاؤ بھی بہت کم بلکہ جس نبیؐ اس نالغرامہ کے حوائج و حیانات کی تقشیر سے معلوم ہوتا ہے کہ محض یہاں نہ اس ہی ان کا مقصود نہیں بلکہ ان کی بہ نیت ہوتی ہے کہ ان بزرگ کے ثواب پہنچے کہ تو خوش ہو کر ہماری حاجت روائی میں مدد دیں گے تو وہ تشریف بالحق سے اور زیادہ مستغنی ہو رہی ہے۔ سو اس کا جی قریب بہ شرک نہ آتا ہے اور خواہ دعائے ہر سوال تمام و زمانہ مقبول ہو نہ ہوا نہ نہیں۔ لیکن اس میں بھی دور مد غیب سے اشارے ہیں۔ ایک اس احتمال کے وقوع کا یقین و اعتقاد کرنا کہ جس پر کوئی نہیں اور بدولت فقرہ کرنا کذب نفسی اور حقیقت و لا تشکّ مّا لیس لک بہ علیہ جس بات کا تمہیں یقین نہیں اس کے پیچھے نہ ہوا کر۔ ۱۷: ۳۶ کی مخالفت ہے۔ دوسرے بعد فرض وقوع دعائے اس وقت کے باقی قبول ہو جانے کا فیصلہ کرنا کہ دعا تو ہے انبیاء کے سوا کس نے وقت انبیاء علیہم السلام کی بھی کسی مصیحت سے قبول نہیں ہوتی تھی۔

اس کے بعد مولانا اشرف صاحبؒ کہتے ہیں کہ مصیحت یہی ہے کہ جب بزرگوں کو کچھ بخشا ہو تو اپنی حاجت کا خیال ایصال ثواب میں نہ ملایا کریں کیونکہ یہ توحید کے خلاف ہے اور اگر کسی نے بہت ہی احتیاط کی تو بھی اخلاص کے توازن مخالفت ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ زندہ کو مرید دیا اور وہ یہ سمجھ کر کہ محبت سے دیا ہے خوش ہوا۔ لیکن پھر اسے معلوم ہوا کہ کسی مطلب کو دیا ہے تو اس کی طبیعت سخت کٹر ہوئی۔ مولانا تھانویؒ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض لوگ بزرگوں کو اس لیے ثواب پہنچاتے ہیں کہ وہ خوش ہو کر ہمارا کام کر دیں گے۔ سو یہ شرک ہے۔ اور اگر یہ سمجھیں کہ دعا کریں گے اور وہ دعا ضرور قبول ہوگی تو یہ دونوں سے منکر مانت بھی غلط ہیں۔ نہ تو کہیں یہ ثابت ہے کہ وہ ضرور دعا کرینگے اور نہ یہ ثابت ہے کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ پس ایسی شکوک



بات کا یقین کر لینا بھی گناہ ہے۔

حوائج و مصائب میں رجوع الی القبر مامور نہیں ہے

یہ امر عوام اور خواص کا عوام کی مدت مستمرہ میں داخل ہے کہ ہجوم بلبات میں قبور صالحین کی طرف اٹھ دڑتے ہیں اور لاہور کے عوام کو یہ ایک آسان نسخہ مل گیا ہے کہ جوئی کوئی مشکل آن پڑی انھوں نے عالم اخصطراب میں شیخ علی ہجویری یا میاں میر صاحب یا شاہ محمد غوث کا رخ کیا۔ خیر القرون میں یہ بات ہمارے اسلامت کرام کے وعم دگمان میں بھی کسی نہ آئی تھی کہ رفع مشکلات کا حل قبور صالحین میں تلاش کرنا ہمارے معلوم نہیں کہ خیر القرون کے بعد قبروں کو مرجع انام بننے اور فاضی الحجابات ہونے کا مقام اور مرتبہ کب سے اہم کیونکر حاصل ہو گیا؟ سنت صالح کے کان اس پیر سے بالکل نا آشنا تھے۔

خدا اور اس کے رسول نے ہمیں کوئی حکم نہیں دیا کہ ہم رفع مشکلات میں انبیاء و اولیاء کی تربوں کو اپنا ملجا و ماویٰ بنائیں۔ کتاب و سنت اس پیر سے بالکل خاموش ہے اور کتب سیرت و تاریخ سے بھی اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ صحابہ تابعین اتباع تابعین یا دوسرے اسلامت کرام میں سے کسی نے کبھی قبور انبیاء و صالحین کو حاجت روا سمجھا اور اس غرض کے یسکان کی طرف رجوع کیا ہو۔

صحابہ کا مرقہ نبوی پر جا کر دعا مانگنا

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ تو اتر منقول ہے کہ جب ان کو کوئی مشکل پیش آتی تھی مثلاً قحط سالی وغیرہ ہوتی یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا شہادتی نظر آتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور مسجدوں یا گھر میں اس کی بارگاہ کبریٰ میں رقت بدعا کرتے۔ لیکن اس قسم کا ایک واقعہ بھی منقول نہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقہ منور یا دوسرے انبیاء اور صالحین کی قبروں کی طرف رجوع کیا ہو اور وہاں ہمارے دعا مانگی ہو بلکہ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جناب عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے طلب باطن کرتے تھے اور کہتے الہی اہم تیری طرف اپنے نبی کو وسیلہ کرتے تھے تو ہم کو باران رقت



سے سیراب کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرہی درگاہ میں وسیلہ کرتے ہیں۔ پس ہم کو سیراب کر۔“ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اس طریق پر استسقاء کرنے سے نزول باران ہوتا تھا۔“

نہ سلف کو علم ہوا اور نہ شارع نے اس کا اظہار فرمایا

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ اگر کسی قبر کے پاس دعا کرنا افضل ہو تا اور اس میں تنجیبت دعا کی زیادہ امید ہوتی تو سلف صالح کو سب سے پہلے اس کا علم ہوتا اور وہ الزما اس پر عمل پیرا ہوتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پسندیدہ افعال کو سب سے بہتر سمجھتے تھے اور اس کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے میں سب سے زیادہ تڑپیں تھے علاوہ انہیں منصب رسالت کا مقتضایہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام لوگوں کے سامنے اس کا اظہار فرمائے اور اس کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے کیونکہ آپ کے ارشاد کے بموجب کوئی نیکی کی بات ایسی نہیں رہ گئی جو آپ نے بیان نہ فرمادی ہو اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے آپ نے امت کو ممانعت نہ فرمائی ہو۔ آپ نے اس قسم کی باتوں سے صریحاً منع کیا ہے اور قبروں کو مسجد گاہ بنانے کے فعل کو موجب لعنت قرار دے کر تمام شرک و افعال کا سر باب فرمایا ہے۔ آپ نے ذرائع شرک کو روکنے کے لیے احتیاطاً قبر کی طرف منہ کر کے حق تعالیٰ کے لیے بھی نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی اگرچہ نمازی کے واسطے غیر اللہ کی عبادت کا کوئی خیال تک نہ ہو۔

قبروں کے پاس دعا کے مستجاب ہونے کا عقیدہ بے اصل ہے

اور جب غلو پسندوں سے پوچھا جاتا ہے کہ تم مسجدوں کو چھوڑ کر دعا کے لیے مقابر کو کیوں جاتے ہو تو جواب دیتے ہیں کہ وہ جگہ جہاں اللہ کا کوئی ولی دفن ہوا نزول انوار و برکات کا محل ہے اس لیے وہ قبولیت دعا کے لیے افضل ترین مقام ہے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مزاروں کے پاس دعا مستجاب ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فلاں ولی کی قبر تریاق موجب بے اصل یہ ہے کہ قبروں کے مجاوروں اور خوش عقیدہ لوگوں نے ایسی باتیں مشہور کر رکھی ہیں کہ فلاں قبر کے



## فصل ۸۳

## یتیموں پر ظلم

”یتیم لڑکیوں کے حقوق سے بے اعتنائی“ کے زیر عنوان (۵۳ ویں فصل میں) یتیم لڑکیوں کی مظلومی پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ مزید گزارش یہ ہے کہ عرب میں جو باہلی طور طریقے لوگوں پر مسلط ہو چکے تھے ان کے اقتضاء سے ابتداء اسلام میں یتیموں کی حق رسی میں کوئی احتیاط نہ تھی۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی:-

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ إِتْمَاعًا يَكُلُونَهَا فِي سُكْمٍ ۖ لَهُمْ فِيهَا حِسَابٌ ۚ  
بَطُونُهُمْ تَارَاهُمْ وَسَيَصْلَوْنَ كَعَبْرَةٍ ۖ وَسَيُصْطَلَوْنَ كَعَبْرَةٍ ۖ وَسَيُصْطَلَوْنَ كَعَبْرَةٍ ۖ  
سَعِيرًا (۱۰:۴) پڑیں گے۔

تو اہل ایمان خوف کے مارے آنی احتیاط کرنے لگے کہ یتیموں کا کھانا الگ بکواتے اور الگ رکھواتے۔ اگر یتیم کا کھانا بچ رہتا اور سڑتا تو پھینکنا پڑتا۔ اس میں تکلیف کا بھی سامنا تھا اور یتیم کا نقصان بھی۔ اس لیے اس بارہ میں بارگاہ نبوی میں عرض معروض کیا گیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:-

وَلَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ سَبِّحِ بِحَمْدِ رَبِّكَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارَ ۚ وَلَا تَسْجُدْ سَوْجُدًا رَّعْدًا ۚ  
فَلْيَسْجُدْ وَاقْتَرِبَ ۚ (۱۰:۱۲) در یافت کرتے ہیں۔ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ یتیموں کا کھانا ان کا حق ہے اور ان کی مصالحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر ان کا نقصان ہو جائے تو ان کا نقصان اپنے نفقے میں شامل رکھو تو وہ تمہارے لیے مصلحت ہے۔ (دینی) بھائی میں اور اللہ مصلحت ہے۔ ضائع کرنے والے کو اور مصلحت شناس کو خوب ہیانتا ہے (مورخ)

سورہ بقرہ آیات ۲۱۰-۲۱۱

قیموں کی بھلائی کے لیے ایک یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دیا کرو۔ بن کو اللہ نے تمہاری معیشت کا ذریعہ بنایا ہے اور ان مالوں میں سے انکو کھلانے اور پہنانے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو (سورہ نساء آیت ۵) یعنی ان کی تسلی کرتے رہو کہ مال تمہارا ہے۔ تمہاری خیر خواہی کی وجہ سے ابھی تمہارے ہاتھ میں نہیں دیا سمجھ دار ہو جاؤ تو تمہارے ہی حوالے کر دیا جائے گا۔ اور اگلی آیت میں فرمایا اور تم قیمتوں کو آڑ مالیا کرو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو دیکھو اگر ان میں (حفاظت مال کی) صلاحیت موجود ہے تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو یعنی ان کو تھوڑا بہت مال دے کر تجارت میں لگاؤ اور ان کے تجربہ اور عقل کی آزمائش کر دو۔ اگر سن بلوغ میں پہنچنے کے بعد ان کو ہوشیار اور لائق دیکھو تو ان کا مال واپس کر دو۔ (۴: ۴)

عام رواج پڑ گیا تھا کہ بیچ کا سرپرست اس خوف سے کہ یہ بالغ ہو کر اپنا مال واپس لے لیگا۔ جلدی جلدی کھا اڑا کر بیٹھ رہتا تھا۔ اس کی مانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ) اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (تو مطالبہ کریں گے) ان کے اموال کو فتنوں، خرچہ کر کے جلدی جلدی کھا اڑا دے گا۔ اور جو (والی سرپرست) مستغنی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو بچائے رکھے اور جو شخص حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق (بقدر افاقہ) کوالے (تو مضائقہ نہیں) اور جب ان کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو اس پر گواہ کر لیا اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے (۴: ۴)

یعنی اگر سرپرست حاجت مند ہو تو اس سرپرستی اور حفاظت مال کے عوض میں خدمت کے موافق لے لے اور ان کے بالغ اور ہوشیار ہونے پر جو مال بچے وہ ان کے حوالے کر دے اور ان کو سمجھا دے۔

### قیموں پر نوازش

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیمتوں پر بالخصوص بڑی نوازش فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک قسیم نے ایک شخص پر ایک نخلستان کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

دعویٰ دائر کیا۔ لیکن آپ نے تقیم کے خلاف فیصلہ کیا۔ تقیم رو پڑا۔ آپ کو اس پر رحم آیا اور مدعا علیہ سے فرمایا کہ یہ نہایتان اس تقیم کو دے ڈالو۔ خدا تم کو اس کے عائد میں جنت میں اس سے بہتر نعمتیں عطا کرے گا۔ لیکن اس حرمان نصیب نے آخرت کا سودا منظور نہ کیا۔ اس فیصلے کے وقت حضرت ابو دھراج صحابی رضی بھی موجود تھے۔ جھٹ مدعا علیہ سے کہنے لگے اچھا تم میرے باغ کے عوض میں اپنا باغ دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں دیتا ہوں۔ حضرت ابو دھراج رضی نے اپنا باغ اس شخص کو دے کر رسول خدا کو اور اس تقیم کو خوش کر دیا (استیعاب تذکرہ ابو

دھراج رضی)

## تقیموں کی کفالت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی کے بھائی محمد بن ابوبکرؓ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تقیم چھوڑ کر رحلت فرما گئے تھے۔ ام المومنین رضی ان تمام تقیموں کی پرورش فرماتی تھیں۔ (موطائے امام مالک) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی تقیم کی شرکت کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے اگر ایک تقیم اگر ان کے ساتھ شریک طعام ہوا کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے کھانا منگوایا۔ تو اتفاق سے وہ موجود نہ تھا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ آیا۔ حضرت عبداللہ نے پیغام بھیجا کہ اگر کھانا بھیجیں۔ مگر گھر سے جواب آیا کہ کھانا ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے اس تقیم کے لیے سنتوں اور شہد منگو کر اس کی تلافی فرمائی (ادب المفرد)

صحابہ کرامؓ تقیموں کے مال کی غناس بلور پر نفاظت کرتے اور اس کو ترقی دینے کی کوشش فرماتے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی خلافت میں حکم دیا تھا کہ تقیموں کے مال سے تجارت کر کے اسے ترقی دیا کر دتا کہ زکوٰۃ ان کے مال کو ختم نہ کر دے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ تقیموں کا مال تاجروں کو دیدیا کرتی تھیں تاکہ وہ لوگ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دیتے رہیں۔ (موطائے امام مالک)

ختم شد



## آخری گزارش

بعض حضرات اس خیال کو غیر صحیح ٹھہراتے ہیں کہ عرب غیر متمدن تھے اور ان میں زنا، جوا اور شراب عام تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ عرب بڑے مہذب اور متمدن تھے اور ان میں فواحش و منکرات اسی طرح عام تھے جیسے آج کل کی "متمدن اور مہذب" فرنگی اقوام ہیں۔ انادی کے لحاظ سے عورتوں کو وہی پوزیشن حاصل تھی۔ جو آج یورپ اور امریکہ میں ہے۔

لیکن اگر یہی بیان صحیح ہو کہ ان میں فواحش و منکرات اسی طرح عام تھے جس طرح فرنگی اقوام میں پائے جاتے ہیں اور عورتیں بھی اسی طرح آزاد تھیں جیسے فرنگیں آزاد ہیں تو بھی ظاہر ہے کہ وہ صحیح و صالح تمدن سے کوسوں دور تھے جو اسلام کا طغرائے امتیاز ہے۔ پیغمبر اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ حقہ نے ان کو اخلاق و شیم کی جس بلندی پر پہنچایا اس کی نظیر جدیدہ عالم میں قطعاً ناپید ہے۔

الحمد لله والتمتعہ کہ کتاب "اصلاحات کبریٰ" آج بتاریخ ۳۰ محرم ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۵۷ء بمقام انارکلی لاہور پاپر تکمیل کو پہنچی والحمد لله اولاً و آخراً و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ  
سیدنا محمد و آلہ اجمعین۔

# عماد الدین

از

## مولانا ابوالقاسم دلاوری

پاکستان کا سواد اعظم حنفی فقہ کا پیرو ہے اور سواد اعظم کے دیندار طبقہ کی سب سے اہم ضرورت حنفی فقہ کے مطابق مسائل نماز کا جاننا ہے نماز جو حیات ایمانی کے لیے روح کا حکم رکھتی ہے۔ اس موضوع پر آج تک اردو زبان میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی۔ جو نماز کے تمام ضروری مسائل کی جامع ہو اور جامعیت کے ساتھ ساتھ ایسے لاٹائل جزئیات سے خالی ہو جن سے نمازیوں کو زندگی میں شافہ و نادر ہی سابقہ پڑتا ہے۔

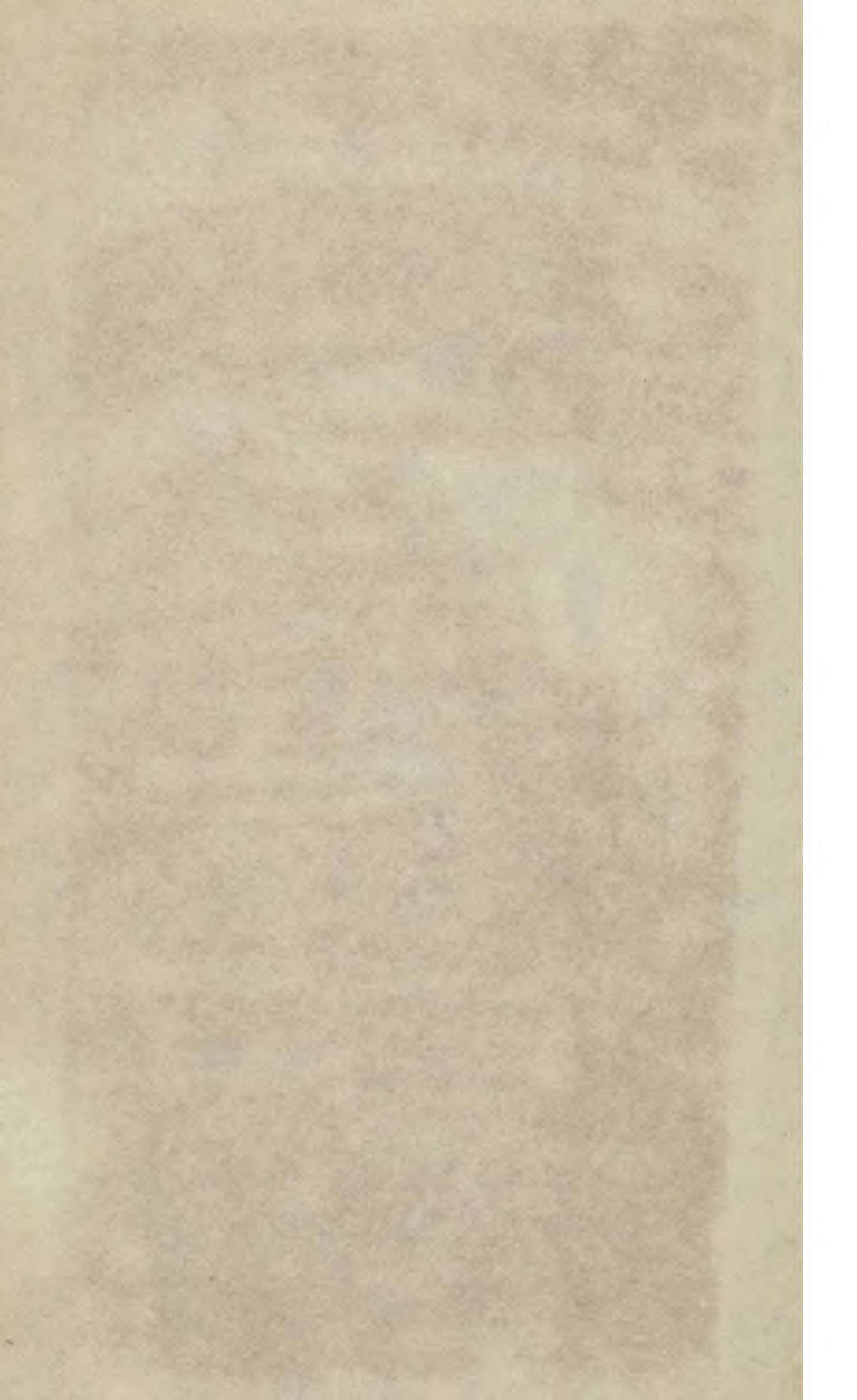
اس ضرورت کے پیش نظر مولانا ابوالقاسم دلاوری نے اپنی علمی و تحقیقی کاوش کو بروئے کار لاکر عماد الدین مرتب کی ہے۔ جس میں نماز کے ضروری مسائل کو سہ پہلو سے حل کیا ہے۔ اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو اس قدر جامع اور مستند ہے۔

سائز  $\frac{20 \times 30}{8}$  صفحات ۲۹۶

قیمت ۸ روپے

شیخ غلام علی بیڈسٹرنائٹن رائٹ ناچران کتب ممبیری بازار لاہور  
بندر روڈ کراچی





# علم و معرفت

کے متلاشی اور شائقین

کے لیے مستند اور قابل اعتماد مطبوعات

۴/-	قرآنی دستور حیات	۹/-	اصلاحات کبریٰ	۱۵/-	بریل الہی
۲/۴	{ تعمیر انقلاب اور قرآنی دستور حیات	۱۲/-	تلخیص البخاری		اردو ترجمہ
۱۵/-	مشکوٰۃ شریف	۵/-	حرفِ محمدانہ		بجۃ اللہ البالغہ
۴۵/-	تفسیر بیان القرآن	۵/-	ایک اسلام	۴/-	کشف المحجوب
۴۵/-	تفسیر حقائق	۳/۸	دو اسلام	۱۷/-	فتاویٰ رضویہ
۱۳/-	تفسیر قرآن	۲/۸	دو قرآن	۸/-	عماد الدین
۱۶/-	اعمالین	۲/-	جان نو	۳/-	اسلامی حقوق و ذرائع
۱۰/-	انبیاء	۴/-	اللہ کی عادت	۱۵/-	اشرفی ہشتی زیور
۱۰/-	نوار اولیاء	۵/-	بھائی بھائی	۳۱/-	بشارتِ شریعت کامل فہرست جلدوں میں
۱۰/-	نورِ مصفیاء	۶/۸	اسلام کا نظام حیات	۱۲/-	کیا سب سہولت
۴/۸	وق	۱/۴	مردِ مومن	۲۰/-	{ مذاق العارفین (اردو ترجمہ)
۵/-	خواجہ غریب نواز	۲/-	قرآنی اخلاق		حیاتِ علوم الدین
۲/-	حسین ابن علی	۲/-	تذکرہ جعفری	۵۰/-	{ مظاہر حق (اردو ترجمہ)
۷/۸	بیتِ آمد اربعہ	۲/-	اسلام کے عالمگیر اصول		مشکوٰۃ شریف
۷/۸	سرورِ عالم	۱/۸	اسلام میں امانت کا تصور	۲۵/-	{ نوح البنت
۷/۴	تاریخ تصوف اسلام	۲/۸	قرآنی دعوتِ انقلاب		{ (اردو ترجمہ سے متن)
۱۷/-	تاریخ اسلام	۵/-	اسلام کا تمدنی و سیاسی نظام	۱۰۲/-	{ مفتاح العلوم کامل
۲/۸	مختصر تاریخ اسلام	۲/-	مولانا صلیب ہلال		{ شفیعی مولانا رحمہ
۱۲/۸	{ امام امام محمد و امام ابو یوسف	۳/۸	مقالات قرآنی	۱۲/-	صحیفہ کاملہ
		۲/-	اسلام کا معاشیاتی نظام	۸/-	صحیفہ علویہ
		۴/۸	خطبات بدر	۱/۱۲	مقبول دعائیں

کتاب منسزل لاہور  
بندر روڈ، کواچی

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز و پبلشرز